فہرست مضامین

❁ انتساب 00
❁ تقریظ..00
❁ مقدمہ 00
❁ اللہ تعالیٰ ہی کا فضل واحسان 00
❁ میرے زنداں کے ساتھی (اسیران) 00
❁ انگریز اور ہندو پاکستان بننے کے مخالف تھے 00
❁ ہندوتوا کے علمبرداروں کی مہابھارت مہم اور مسلمانوں اور اقلیتوں 00
❁ ہندوتوا کے علمبرداروں کی مہابھارت مہم................................00
❁ (i) رام جی کے ہاں شودر کا مقام 00
❁ گاندھی جی کیسے تھے؟ دوسروں اورخود ان کی اپنی زبانی 00
❁ RSS کیا ہے؟ (راشٹریہ سیوم سیوک سنگھ)..............................00
❁ آر ایس ایس کا ڈھانچہ 00
❁ بھارت میں اقلیتوں سے نفرت کیلئے ہندوتوا گروپ کی فنڈنگ 00
❁ امریکی گروپوں نے سنگھ پریوار پر 159 ملین ڈالرخرچ کیے............00
❁ ہندوستان میں اقلیتوں پر مظالم کی ایک جھلک..........................00
❁ ہندوستان میں مندر...00

❁ سومنات مندر پر حملوں کی حقیقت 00
❁ آر ایس ایس کی ہدایات 00
❁ بندے ماترم 00
❁ ہندوستان دنیا کے امن کے لیے خطرناک 00
❁ مسلم لیگ 00
❁ قائداعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ کا آفاقی وملی غیرت والا پاکستان 00
❁ قائداعظم اور قرآن 00
❁ پاکستان امت مسلمہ کا محافظ ان شاءاللہ 00
❁ پھیلنے والا پاکستان 00
❁ قائداعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ و جہاد فی سبیل اللہ 00
❁ قائداعظم، پاکستان اور مولانا ابوالکلام آزاد 00
❁ قائداعظم اور جموں کشمیر 00
❁ قائداعظم کی خارجہ پالیسی 00
❁ بنگال 00
❁ سرحد 00
❁ پاکستان کے قبائل 00
❁ سانحہ ریاست حیدرآباد دکن 00
❁ سقوط مشرقی پاکستان 00
❁ اہل مغرب کا دوہرا معیار 00
❁ ریاست جموں وکشمیر 00

❁ ریاست جموں وکشمیر کی مذہبی تقسیم 1947ء..............................00
❁ جموں وکشمیر کے حکمران 00
❁ ایشیا کا سب سے بڑا بدمعاش (گلاب سنگھ ڈوگرہ) اور اس کی مسلم 00
❁ 1846ء تا 1947ء ڈوگرہ راج..00
❁ ڈوگرہ راج کے کچھ کمیشن..00
❁ صادق پور کے صادق امیر المجاہدین مولانا عنایت علی رحمہ اللہ 00
❁ قبائلی مجاہدین کن وجوہات کی بناء پر کشمیر آئے 00
❁ سٹینڈسٹل ایگریمنٹ 00
❁ مقبوضہ کشمیر کے (ہندوستانی غلام) حکمران 00
❁ مقبوضہ جموں وکشمیر کے ہندوستانی شہری گورنر 00
❁ مقبوضہ کشمیر میں ہندوستانی قابض افواج وخفیہ اداروں کے 00
❁ ڈائریکٹرز جنرل آف پولیس (مقبوضہ جموں وکشمیر)......................00
❁ ڈائریکٹر جنرلز آف نیشنل انوسٹی گیشن ایجنسی (این آئی اے) 00
❁ راء سیکریٹریز..00
❁ آزاد جموں وکشمیر کے صدو 00
❁ وزرائے اعظم آزاد جموں وکشمیر 00
❁ انٹرنیشنل قوانین کے مطابق جموں وکشمیر کی عسکری وسیاسی تحریک 00
❁ 1-کیا ہندوستان کے خلاف اہل جموں وکشمیر کی عسکریت 00
❁ مسئلہ جموں وکشمیر پر پاکستان کی حیثیت................................00
❁ 2- جیوٹی وی کے پروگرام میں 00

❁ 3-انٹرنیشنل قوانین کے مطابق اہل جموں وکشمیر کی نسل کشی 00
❁ 4-انٹرنیشنل قوانین کے مطابق ہندوستانی ہتھکنڈوں سے 00
❁ 5-اہل جموں وکشمیر کے لیے انٹرنیشنل قوانین کے مطابق آواز اٹھا سکتے ہیں 00
❁ مشترکہ فتویٰ کے فوائد...00
❁ چند فتاویٰ بطور مثال پیش کررہے ہیں، وگرنہ فتاویٰ تو بہت ہیں..........00
❁ 1-شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ a کا جہادی فتویٰ.....................00
❁ 2-1857ء جنگ آزادی میں تمام مسالک کا متفقہ، فتویٰ جنرل بخت 00
❁ 3-تحریک خلافت کے دوران علمائے کرام کے مشترکہ فتاویٰ............00
❁ 6-مقبوضہ جموں وکشمیر کے بارے تمام مکاتب فکر کے جید شیوخ 00
❁ ملی یکجہتی کونسل پاکستان 00
❁ مسئلہ جموں وکشمیر پر پاکستان اور ہندوستان کے درمیان مذاکرات 00
❁ ماؤنٹ بیٹن قائداعظم ملاقات 00
❁ نومبر-دسمبر 1947ء میں جوائنٹ ڈیفنس کونسل کی میٹنگز 00
❁ اقوام متحدہ کی ثالثی..00
❁ نہرو-محمد علی بوگرہ بات چیت...00
❁ بھٹو-سورن سنگھ مذاکرات 00
❁ معاہدہ تاشقند 00
❁ شملہ معاہدہ...00
❁ تعذیب اور تعذیب خانے 00
❁ زنداں سے اذاں 00
❁ جموں وکشمیر کے کچھ اہم دن 00

❁❁❁

انتساب

مقدس تحریک جموں کشمیر وغزوۂ ہند میں شریک تمام برسرپیکار عظیم جانبازوں، سنگ بازوں، غازیوں، اسیران، زخمیوں اور شہدائے کرام، ان سب کے گھرانوں ،مقدس تحریک کے پشتی بانوں بھارتی استعمار کی جارحیت و درندگی کا سامنا کرنے والے ،ہندوتوا کے مکروہ عزائم اپنے صبرو استقامت سے ناکام بنانے والے جموں کشمیر کے غیور گھرانوں کے نام۔

تقریظ

الحمدللہ رب العالمین،والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم،أما بعد!

افتخار حیدر کو میں نے اپریل 1993ء میں پہلی بار جموں امپھلہ جیل میں دیکھا، جوانی چڑھ رہی تھی، چہرے پر داڑھی اُتر رہی تھی، اٹھارہ سال کا جوان رعنا آنکھوں میں چمک، دل میں ملت کا درد لیے ہوئے، بڑوں کا انتہائی احترام کرنے والے، بات کرتے تو شائستگی اور دلیل سے کرتے اورتحریک سے وابستہ ہر طبقہ کی عزت کرنے والے، اسی لیے یہ ہر طبقہ میں ہر دلعزیز تھے اور اب تک ہیں۔ جیلوں میں مثالی کردار چھوڑ کر گئے۔ کیا اپنے کیا بیگانے سب ان کے معترف ہیں، میں تو جس افتخار حیدر کو جانتا ہوں اچھے منتظم اور دلوں میں گھر کر لینے والے، اسی لیے انھیں تحریک سے وابستہ ہر گھر کا فرد سمجھا جاتا ہے۔ اکثر تحریکی لوگ ان کے اخلاص کی وجہ سے ان پر بھروسا کرتے ہیں۔ مجھے بہت خوشی ہوئی جب مجھے پتا چلا کہ انھوں نے برصغیر اور پاکستان کی مختصر تاریخ کے ساتھ ساتھ جموں کشمیر کی تحریک کو بھی مختصراً لکھ کر تحریک پاکستان اور تحریک جموں کشمیر کی بخوبی درست عکاسی کرنے کی کوشش کی ہے، تاکہ نئی نسل کو اپنے شاندار ماضی سے آگاہ کیا جا سکے، ان کے اخلاص کی یہ دلیل کافی ہے کہ انھوں نے اپنے زنداں کے ساتھیوں کو کتاب کے شروع میں ہی "میرے زنداں کے ساتھی" کے عنوان سے یاد رکھااور ہندوستانی عقوبت خانوں اور ہندوستانی مظالم انسانیت شکنی کی بھی عکاسی کی۔

افتخار حیدر کی کتاب "زنداں سے اذاں"ان تمام ہندو دانش وروں، مؤرخوں، سیاست دانوں،سیکولر اورسرکاری مولویوں کے لیے ایک اظہر من الشمس جواب ہے جو یہ

کہتے ہیں کہ دوقومی نظریہ غیر اسلامی نظریہ ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، ہمارے دین میں دوقوم کیا ہوتا ہے؟ دوقومی نظریہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق عقائد دوطرح کے ہیں، کائنات کے متعلق عقائد دوطرح کے ہیں، انسان کے متعلق عقائد دوطرح کے ہیں، زندگی بعدالموت یعنی آخرت کے متعلق دوطرح کے ہیں، بس یہی دوقومی نظریہ ہے جس کی بنیاد زمین پر تو پڑی ہی نہیں بلکہ اس کی بنیاد آسمان سے پڑی ہے، قرآن میں پڑی ہے، جیسے: ﴿قُلْ يَاأَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ دوقومی نظریہ انگریزوں نے ایجاد کیا لیکن اس کتاب کے باب انگریز اور ہندو پاکستان بننے کے مخالف تھے، اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ انگریز تو پاکستان بننے کے حامی تھے ہی نہیں، بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ محمد علی جناح نے انگریزوں سے معلوم کر کے تقسیم کرو اور حکومت کرو کی پالیسی کے مطابق دوقومی نظریہ اختیار کیا "انا للہ وانا الیہ راجعون۔"

حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قائداعظم سے کام ایسا لینا تھا کہ کلمہ طیبہ "لاالہ الا اللہ محمد الرسول اللہ" کی بنیاد پر مسلمانوں کو متحد کرنا تھا، ایک اسلامی ریاست کی صورت میں جو انسانیت کی اور مسلمانوں کی محافظ ہوگی، پاکستان میں کوئی قومیت نہیں کوئی وطنیت نہیں کوئی ایک رنگ نہیں، کوئی ایک نسل نہیں، کوئی ایک زبان نہیں، جس طرح مشرقی پاکستان پر غیر ملکی طاقتوں ہندوستانی سازشوں فوجی چڑھائی کو جاہلی نعرے یعنی بنگلہ زبان کی آڑ میں چھپا کر مشرقی پاکستان کو الگ کروایا گیا جبکہ پاکستان میں پاکستانیت نام کی کوئی چیز نہیں جیسے مدینہ طیبہ میں اموی تھا، فارسی تھا، رومی تھا، حبشی تھا، مہاجر تھا یہاں پاکستان مدینہ ثانی میں بھی سندھی تھا، بلوچی تھا، پٹھان تھا، پنجابی تھا، کشمیری تھا، مہاجر تھا سب مل کر "لاالہ الا اللہ" کی بنیاد پر متحد ہو گئے تھے تو بس یہی دوقومی نظریہ تھا جس کی بہترین عکاسی اس کتاب میں کی گئی ہے (قدرت نے پاکستان کو سب موسموں سے بھی نوازا ہے ہر طرح کا علاقہ بھی دیا ہے) آج کل ہندتوا کا لفظ کافی عام ہو چکا ہے مگر بعض

افراد جن میں مفکرین بھی شامل ہیں، صحافی بھی شامل ہیں، غلط فہمی کا شکار ہوتے ہوئے ہندتوا کو محض نریندر مودی اور دو ہزار چودہ میں بی جے پی کی الیکشن میں جیت کے ساتھ منسوب کرتے ہیں جبکہ اس کتاب میں اس غلط فہمی کا بخوبی ازالہ کیا ہے۔ اس کتاب میں ہندتوا کی طویل تاریخ وعزائم کو ظاہر کیا ہے اور ہندو راشٹر اور اکھنڈ بھارت کا خواب دیکھنے والوں کے نظریات کے متعلق بھرپور آگاہی فراہم کی ہے، اس کتاب میں واضح کیا ہے کہ کیسے کانگریس اور بی جے پی ایک ہی سکے کے دو رُخ ہیں۔ ہندتوا کا لفظ سب سے پہلے آر ایس ایس کے قائدین وی ڈی ساورکر اور سوریہ نارائن راؤ نے استعمال کیا تھا، مگر اس کا یہ قطعاً مطلب نہیں ہے کہ ہندتوا صرف آر ایس ایس کی فکر ہے اور اس پر ان کی اجارہ داری ہے، بلاشبہ آر ایس ایس اس کی سب سے بڑی داعی ہے مگر جہاں تک اس کی فکری اور نظریاتی بنیادوں کا تعلق ہے تو یہ تمام براہمنوں سے بالخصوص اور غیر براہمن ہندوؤں سے بالعموم متعلق ہے، وابستہ ہے۔

یہ ممکن ہے کہ حقیقت کے ایک ہوتے ہوئے بھی ہندوؤں کے مختلف طبقات اس کی تعبیر اور منہج یا طریقہ کار کے اعتبار سے باہم مختلف ہیں لیکن جہاں تک حقیقت یعنی اصول اور ہدف کی بات ہے سبھی متفق اور متحد ہیں ہندتوا کی روح اسلام دشمنی ہے اور اس کا ہدف مسلمانوں کا کسی بھی طرح خاتمہ ہے۔ قائد اعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ اور مسلم لیگ کے ناقدین اکثر انھیں ملحد اور لادین سیکولر کے طور پر پیش کرتے ہیں علمائے کرام سے، اسلام سے اور قرآن مجید سے ان کی دوری کا بے بنیاد دعویٰ کرتے ہیں۔ یہ کتاب پڑھنے کے بعد اس بے بنیاد دعویٰ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ یہ بات بخوبی عیاں ہو جاتی ہے کہ قائد اعظم محمد علی جناح اور مسلم لیگ کی روحانی تربیت شروع سے ہی بے شمار علمائے کرام کے زیر سایہ ہوئی ہے۔ بریلوی اور دیوبندی اور اہلحدیث مکاتب فکر سے وابستہ علمائے کرام کے نام اور ان علمائے کرام کے نام بھی بتلائے گئے ہیں جنھوں نے قائد اعظم محمد

علی جناح ؒ اور مسلم لیگ کی بھرپور حمایت کی۔ برصغیر میں اس وقت دیوبندی علمائے کرام میں سب سے بڑا نام مولانا اشرف علی تھانوی کا تھا جنھوں نے مولانا شبیر علی تھانوی، مولانا ظفر احمد انصاری اور مولانا پھول پوری کو قائداعظم محمد علی جناح کی خدمت میں بھیجا، کچھ استفسار کیے، اور کئی سوالات کیے پھر تسلی بخش جواب ملنے پر سارے برصغیر میں مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنے مریدوں کو، اپنے سالکین اور شاگردوں کو اطلاع کی کہ مسلم لیگ اور قائداعظم کی حمایت کی جائے، ان دیوبندی علمائے کرام میں جنھوں نے قائداعظم محمد علی جناح کی بھرپور حمایت کی ان میں علامہ شبیر احمد عثمانی، علامہ ظفر احمد عثمانی، مفتی محمد شفیع عثمانی، مولانا ادریس کاندھلوی اور مولانا ظفر علی انصاری وغیرہ کے نام نمایاں موجود ہیں، البتہ اس وقت سارے برصغیر میں طوطی بولتا تھا امیر ملت پیر جماعت علی شاہ کا، انھوں نے بھی قائداعظم کی ذاتی طور پر روحانی تربیت کی۔ قائداعظم نے علی برادران مولانا شوکت علی اور مولانا جوہر علی سے بھی خوب استفادہ کیا اور رہنمائی لی، اہلحدیث مکتب فکر کے علمائے کرام میں مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا داؤد غزنوی اور مولانا عبداللہ روپڑی نے قائداعظم اور مسلم لیگ کا ہر طرح ساتھ دیا۔ مولانا عبداللہ بڈھیانوی، مولانا عبدالحسنات، مولانا ابوالبرکات اور بریلوی مکتبہ فکر کے مولانا مصطفی رضاء خان ان علمائے کرام میں شامل تھے جنھوں نے مسلم لیگ کی بھرپور حمایت کی۔ یہ کتاب پڑھنے کے بعد قائداعظم محمد علی جناح ؒ کا عکس اور نقش جو آنکھوں کے سامنے آتا ہے وہ کانگریسی پروپیگنڈا والے قائداعظم نہیں بلکہ نماز کے پابند، کلام اللہ قرآن حکیم پر تدبر کرنے والے، امت مسلمہ اور انسانیت کی فکر کرنے والے غیرت مند بہادر مسلمان لیڈر کے طور پر نظروں کے سامنے آتے ہیں۔ (الحمد للہ)

افتخار حیدر نے اپنی اس کتاب ”زنداں سے اذاں“ میں کشمیریوں کی پاکستان سے لازوال اور ہندوستان سے فطری نفرت کو بھی اس کے تاریخی اور فکری پس منظر میں پیش کیا

ہے۔ 1947ء سے کشمیری مسلمانوں کا جو رویہ نمایاں طور پر سامنے آیا ہے اس کو بنیاد بنا کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہندوستان کے ساتھ کشمیری مسلمان کبھی ایک نہیں ہو سکے، یعنی انٹگریٹ نہیں ہو سکے۔ کشمیری عوام نے ہمیشہ ہندوستان کے ساتھ مل کر رہنے سے بیزاری کا اظہار کیا ہے اور علانیہ کہتے ہیں ہر طرح کی قربانی دے کر کہ ہم ہندوستان کے ساتھ نہیں رہ سکتے، یعنی یہ معاشرے کی تنظیم کی سطح پر ذہنی اور دینی طور پر بیزاری ہے، نا کہ نظم ونسق یا حکومت کے لیے۔

کشمیری عوام نے کبھی بھی اس پریشانی کا اظہار نہیں کیا کہ نظم ونسق میں خرابی ہے یا ہمیں ہندوستانی غلام حکومت چاہیے اور نہ ہی ان چیزوں کے لیے تحریک چلائی ہوئی ہے، اگر انھوں نے اپنی تحریک چلائی ہے تو آزادی برائے اسلام کے لیے چلائی ہے، عوامی رویہ کی بنا پر مسئلہ جموں کشمیر کی جو تعبیر کی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ جموں کشمیر کے مسلمان ہندوستان کے ساتھ اس کے سماجی ڈھانچے میں کبھی بھی فٹ نہیں ہوئے اور نہ ہو سکیں گے وہ ہمیشہ اپنے آپ کو ہر لالچ، دھونس اور جبر وزیادتی کے باوجود ہندوستان سے آزادی کی جدوجہد کرتے نظر آتے ہیں اور یہی تعبیر اس کتاب میں نمایاں کی گئی ہے، یعنی عوامی رویہ کے مطابق نقطہ نزع صرف یہ ہے کہ ہندوستان اور جموں کشمیر کسی بھی طرح موافقت نہیں رکھتے اور اس سماجی تنظیم کا کوئی جواز نہیں ہو سکتا (بقول نہرو زبردستی کا رشتہ درست نہیں) جس کے مطابق جموں کشمیر کو ہندوستان کے ساتھ زبردستی باندھ کر رکھا جائے۔ علاوہ ازیں کشمیری عوام کا رویہ پاکستان کے تئیں ہمیشہ ہی ہم آہنگی اور یکسانیت کا رہا ہے، یہ دراصل کشمیریوں میں امت مسلمہ اور اسلام کے ساتھ وابستگی اور محبت کا تعلق ہے جس کا ایک اظہار پاکستان کے ساتھ تعلق کی صورت میں ہو رہا ہے، اس کا یہ واضح مطلب ہے کہ کشمیریوں کی اسلام سے محبت اور پاکستان سے محبت ایک ہی حقیقت کے دو پہلو ہیں۔ کشمیری جس قدر ہندوستان کے ساتھ رہنے سے انکاری ہیں اس سے کہیں بڑھ

کر کشمیری پاکستان کے ساتھ ایک ہونے کے لیے بے قرار ہیں۔ تحت الشعور کشمیری مسلمان اپنے آپ کو ہندوستان سے واضح مختلف اور بالکل لاتعلق اور پاکستان کے ساتھ ہم آہنگ اور وابستہ دیکھ رہے ہیں، اسی لیے ہر قسم کی قربانیاں پیش کر رہے ہیں اور ہندوستان کو اب تک اس کے ہر جبر، زیادتی اور سفاکی کے باوجود اپنے عزم و استقامت سے ناکام کیے ہوئے ہیں۔ اللہ علیم و حکیم سے دعا ہے کہ وہ اہل جموں کشمیر کی تمام قربانیوں کو شرف قبولیت بخشے اور جلد ثمر آور فرما کر پاکستان کو مکمل مستحکم، سربلند، امن و عافیت کا گہوارہ بنائے اور وہ مضبوط، مکمل اور خوددار پاکستان دنیا کی رہنمائی کر رہا ہو جو قائد اعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ بنانا چاہتے تھے، جس کی روح پرور جھلک اس کتاب میں بھی دکھائی گئی ہے جو عالم اسلام کا اور انسانیت کا محافظ ہو۔ آمین ثم آمین!

ڈاکٹر محمد قاسم فکتو

ڈسٹرکٹ جیل اودھم پور جموں

جموں و کشمیر

تقریظ

الحمدللّٰہ رب العالمین،والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم،أما بعد!

" ہندوتوا کی یلغار" کے بعد جناب افتخار حیدر کی" زنداں سے اذاں" کی شکل میں ان کی ایک ضخیم دستاویز ہمارے سامنے ہے۔نئی کاوش ان کے جذبۂ حب الوطنی، برصغیر کے مسلمانوں کی نشاۃِ الثانیہ اور جذبۂ جہاد، اسلامی تحریکوں کے مد و جذر کے مطالعہ،تحریک پاکستان اور قائداعظم کی سیاسی جدوجہد سے دل بستگی، ہندوستان میں مسلم دشمن اور انسانیت دشمن آر ایس ایس کے زہریلے کردار سے آگہی اور سب سے بڑھ کر جموں وکشمیر کی تحریک آزادی سے محبت پر دلالت کرتی ہے۔ انھوں نے 1993ء سے بیشتر سال ہندوستان کے مختلف جیل خانوں بشمول سنٹرل جیل الہ آباد یو پی میں آزمائشوں اور تجربات میں کاٹے اور آخر کار مشیت ایزدی سے ایک ایسی سخت گیر متعصب ہندو ریاست سے رہائی پانے میں کامیاب ہو گئے، جہاں قید ہونے والے حریت پسندوں اور اسلام پسندوں کو شاذ و نادر ہی چھوٹنے کی امید ہوتی ہے۔"زنداں سے اذاں" میں مصنف نے قارئین کو اپنے مطالعے اور مشاہدات کی بنیاد پر تاریخی واقعات کی نشاندہی کا سامان سامنے لایا ہے، جو ملک کی نو جوان نسل کے لیے تعلیمی اداروں میں بے حد قیمتی ثابت ہوگا۔ (ان شاء اللہ) یہ کتاب تاریخی دستاویزات اور حوالہ جات سے آراستہ ہے اور ہندوستان میں ہندو مسلم کشاکش کو آگے بڑھانے اور مسلمانوں اور دیگر غیر مسلم اقلیتوں دلتوں،سکھوں اور عیسائیوں کے خلاف زہر آلود پروپیگنڈا کرنے میں راشٹریہ سویم سیوک سنگھ کے عزائم کو طشت از بام کرتی ہے۔ 1947ء سے لے کر آج تک تحریک پاکستان، تحریک قائداعظم، تقسیم ہندوستان، کشمیر پر ہندوستان کی جارحانہ فوجی چڑھائی، جابرانہ

تقسیم کشمیر، سانحہ کشمیر، آر ایس ایس کی مسلم کش پالیسی اور پلاننگ، ہندوتوا کے ذریعے مسلم قتل عام کے اقدامات، قیام پاکستان، سانحہ مشرقی پاکستان اور قیام بنگلہ دیش کے سوالات پر مصنف نے تاریخی حوالوں سے روشنی ڈالی ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں اور کشمیری مسلمانوں کے خلاف متعصب آر ایس ایس کے جتنے بھی منصوبے گزشتہ صدی میں بنے اور اس صدی میں تشکیل ہو کر نافذ ہو رہے ہیں، انھیں مثالوں کے ساتھ واضح کیا گیا ہے۔ یہ واقعی ایک خطرناک صورت حال ہے جس کی شدت کے اسباب کو موجودہ عالمی منظر اور مسلمانوں اور ان کی قیادتوں کی کوتاہ بینی، چپقلش اور ہوش اقتدار سے لاتعلق نہیں قرار دیا جاسکتا ہے۔ بہر حال جناب افتخار حیدر نے جو ضخیم دستاویز ایک کتاب کی شکل میں مرتب کی ہے اس کی روشنی میں یہ کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہونی چاہیے کہ ہم رواں اور مستقبل کے خطرات کی پیش بندی کرنے میں ریاستی سطح پر ادراک میں غفلت کا ثبوت دے رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے مسئلہ کشمیر حق و انصاف اور حق خودارادیت کی بنیاد پر حل نہیں پایا، ریاست جموں وکشمیر کا تشخص مٹا دیا گیا اور ہندوستان کے زائد از 25 کروڑ مسلمانوں کو یا تو وطن بدری پر مجبور کیا جارہا ہے یا انھیں ٹارگٹڈ لنچنگ سے ہندوستان میں نیست و نابود کیا جائے گا۔ ان خطرات کا سد باب کرنے کے لیے ہماری ریاست کو مستعد ہونا پڑے گا۔ کسی دوسرے کی طرف مدد کے لیے دیکھنا بے کار ہوگا۔ "مسئلہ جموں وکشمیر پر پاکستان اور ہندوستان کے درمیان مذاکرات" کی شکل میں ایک باب کی تفصیلات مرتب کر کے مصنف پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ جاگو، جاگو ورنہ عیش و نشاط کے خوابوں میں دیکھ کر دشمن اپنے اہداف حاصل کرنے کے لیے آگے بڑھے گا۔

محمد فاروق رحمانی
چیئرمین جموں وکشمیر پیپلز فریڈم لیگ، سابق کنوینئر کل جماعتی حریت کانفرنس
آزاد جموں وکشمیر، 2 رمضان المبارک 1444ھ، بمطابق 25 مارچ 2023ء

تقریظ

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم، أما بعد!

" ہندوتوا کی یلغار" کے مندرجات نے پاکستانی عوام کے سنجیدہ طبقے کو" منہ میں رام رام بغل میں چھری" کی حقیقت سے آشنا کر دیا ہے۔ افتخار حیدر اپنے سینے میں امت مسلمہ کے لیے بالخصوص اور عالم انسانیت کے لیے بالعموم ایک دردمند دل رکھتے ہیں۔ موصوف ایک نڈر، حق گو، مہاجر، مجاہد اور داعی الی اللہ ہونے کے ساتھ ساتھ سنت یوسفی کی سعادت حاصل کرنے والے انصاف پسند قلمکار بھی ہیں۔" زنداں سے اذاں" کے مرتب نے مظلوموں کا دست و بازو بنتے ہوئے میدان کارزار میں کارہائے نمایاں انجام دیے۔ زینتِ زندان بنے اور اسیری کے ماہ وسال ساتھی اسیروں کی معیت میں اس احساس کے ساتھ گزارے کہ بقول اقبال ہے ؎

اسیری اعتبار افزا جو ہو فطرت بلند
قطرہ نیساں ہے زندان صدف سے ارجمند
مشک ازفر چیز کیا ہے اک لہو کی بوند ہے
مشک بن جاتی ہے ہوکر نافہ آہو میں بند
ہر کسی کی تربیت کرتی نہیں قدرت مگر
کم ہیں وہ طائر کہ ہیں دام وقفس سے بہرہ مند
شہپر زاغ و زغن در بند قید و صید نیست

ایں سعادت قسمت شہباز و شاہین کردہ اند

اقبال کا یہ شاہین قفس کے ساتھیوں کا تعارف کراتے ہوئے سید علی گیلانی، محمد اشرف صحرائی، محمد مقبول بٹ، شیخ عبدالعزیز اور ضیاء مصطفی وغیرہ جیسے شہیدوں کا تذکرہ کرتا ہے جو بھارتی جبر کا مقابلہ کرتے ہوئے جام شہادت نوش کرتے ہیں اور ان جانبازوں کا بھی جو ابھی اپنی نذر پوری نہیں کر سکے اور منتظر ہیں اور ڈاکٹر محمد قاسم فکتو، مسرت عالم بٹ، سید شبیر احمد شاہ، محمد یاسین ملک، مشتاق الاسلام اور سیدہ آسیہ اندرابی وغیرہ اسیران کا بھی تذکرہ کرتا ہے" زنداں سے اذاں" میں مرتب نے قیام پاکستان کے مخالفین کے چہروں سے پردہ ہٹایا ہے اور یہ بھی واضح کیا ہے کہ ہندو مسلم اتحاد کے داعی قائداعظم نے آفاقی اور ملی غیرت والے پاکستان کے قیام کے لیے اپنی زندگی کیوں وقف کر دی۔

نگہ دارد برہمن کار خود را
نمی گوید بہ کس اسرار خود را
بمن گوید کہ از تسبیح بگزر
بدوش خود برد زنار خود را

ہندوتوا کے علم برداروں کی مہا بھارت مہم، اقلیتوں کے خون سے ہولی کھیلنے کے روح فرسا واقعات، مساجد کا انہدام، گھروں اور کاروباری مراکز کی تباہی، گائے کی حفاظت کے نام پر مسلمانوں کا قتل اور" ہر کنکر میں شنکر" کے فلسفے کی آڑ میں اقلیتوں کی عبادت گاہوں پر قبضہ جمانے کے واقعات جہاں روز کا معمول بن گیا ہو وہاں کیسی جمہوریت اور کیسے انسانی حقوق؟ جینوسائڈ واچ کے سربراہ گریگوری سٹینٹن کے مطابق بی جے پی بھارت اور کشمیر میں مسلمانوں کا قتل عام کر رہی ہے۔ افتخار حیدر کی مرتب کردہ کتاب کے مطالعہ سے یہ بات بھی عیاں ہو جائے گی کہ بھارت عالمی امن کے لیے کس طرح سنگین

خطرہ ہے" زنداں سے اذاں" میں تحریک آزادی جموں کشمیر و پاکستان کے خلاف ہندوستانی سازشوں کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ ہندوستانی وارداتوں کے طریقوں اور ان کے توسیع پسندانہ عزائم سے بھی خبردار کیا ہے اور تحریک آزادی جموں کشمیر کے کرداروں روشن پہلوؤں کی جھلک و اہمیت و افادیت اور انفرادیت بھی دکھائی ہے اور قائداعظم کی مومنانہ بصیرت اور فہم وفراست ، جموں کشمیر کے ساتھ ان کی والہانہ محبت اور پاکستان کو محض زمین کا ٹکڑا نہیں بلکہ اسلام کے اصولوں کے نفاذ کے لیے ایک تجربہ گاہ بنانے کا عزم اپنے اندر رہنمایان قوم کے لیے رہنمائی کا وافر سامان لیے ہوئے ہے۔اس کتاب کا ہر باب اہم ہے اس لیے اس کے مطالعہ کو یقینی بنایا جائے۔

غلام محمد صفی

سابق چیئرمین آل پارٹیز حریت کانفرنس جموں کشمیر

23-03-2023

مقدمہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، أمابعد!

﴿قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَ كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ﴾ [النمل:٣٤]

”بے شک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اسے خراب کردیتے ہیں اور اس کے رہنے والوں میں سے عزت والوں کو ذلیل کر دیتے ہیں اور اسی طرح یہ کریں گے۔“

علامہ اقبال رحمہ اللہ نے اپنی نظم ”خضرراہ“ میں اسی آیت (نمل: ۳۴) سے متاثر ہوکر یہ شعر لکھا ہے ۔

آ بتاؤں تجھ کو رمز آیۂ اِنَّ الْمُلُوْک
سلطنت اقوامِ غالب کی ہے اک جادُوگری
خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر
پھر سلا دیتی ہے اُس کو حکمراں کی ساحری

استعماری طاقتوں کا طرز حکمرانی بیان ہورہا ہے، فرعون برطانیہ سرکار، امریکہ، سوویت یونین، فرانس، اسرائیل اور ہندوستان یہی کررہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے خاص فضل واحسان سے جب جموں کشمیر میں تحریک شروع ہوئی تو اس میں شامل ہونے کا موقع ملا، پھر کچھ سالوں بعد فروری 1993 میں ساگرہ کیمپ مقبوضہ

پونچھ پر اٹیک کے دوران زخمی ہوکر بے ہوشی کی حالت میں گرفتار ہوا۔تمام مراحل سے گزر کر جیل پہنچا تو کچھ ماہ بعد ہی کچھ ایسی باتیں سامنے آنا شروع ہوئیں جن کو سن کر پریشانی ہوئی کہ مجاہدین میں یہ باتیں نہیں ہونی چاہیین ۔ الحمدللہ بہت بھائی ان غلط الزامات کا مدلل جواب بھی دیتے۔ کچھ ماہ مزید جیلوں میں گزارے تو بخوبی پتا چلا کہ ہندوستان کے ادارے تحریک سے وابستہ لوگوں میں کس کس طرح انتشار پیدا کرتے ہیں۔تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد نئی نئی خود ساختہ باتیں گھڑتے یا تحریک سے وابستہ لوگوں میں معمولی غلطیوں کو شہتیر بنا کر پیش کرتے ہیں اور سادہ لوح مسلمان اس سے متاثر ہوجاتے ہیں۔ گرفتاری کے بعد خود مجھ پر یہ کئی وار ہوئے الگ الگ انداز میں ،الگ الگ جگہوں پر اور الگ الگ سمتوں سے۔ الحمدللہ، اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ بچا کر رکھا، اس لیے مجھے بخوبی تجربہ ہے کہ میدان عمل میں اور دلیل و برہان کا سامنا نہ کر پانے والا ہندوستان کن کن خطرناک مکروہ،باعث عار ہتھکنڈوں سے کام لے کر اپنا کام نکالنے کی کوشش کرتا ہے حتیٰ کہ جادو ٹونے اور گرم گوشت پیش کر کے اپنا کام نکالتا ہے۔ بھولے بھالے انسانوں سے اپنا مفاد پورا کروا کر اپنا کام نکال کر کس طرح ٹانگ مارتا ہے۔خود اس کو اس کے اپنوں کے ہاں ہی مجرم بنا دیتا ہے، پھر اپنے بھی جلد بازی سے کام لے کر پوری تحقیق نہ کر کے اور وسیع مفاد کو مدنظر نہ رکھ کر اپنے ہی لوگوں کو دشمن کی گود میں پھینک دیتے ہیں یا ضائع کر دیتے ہیں۔ پھر وہ دشمن پر وار بھی نہیں کر سکتے اور کام بھی نہیں لے سکتے جو دشمن کے دھتکارے ہوئے سے لیا جاسکتا تھا۔ہمیں ہمیشہ ملی تحریکی مفاد عزیز ہونا چاہیے باقی مفادات سے،تحریکی وملی وحدت کو ترجیح دینی چاہیے ۔تحریک کو ایک گھرانے کے افراد کی طرح لے کر چلنا چاہیے، کیونکہ تحریک کے مختلف مراحل اور طریقے ہوتے ہیں، گھرانے کے افراد بھی مختلف صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں جو اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق کام کرتے ہیں۔ بڑی منزلوں کے شہسوار حوصلہ، ظرف،صبر وہمت وسعت نظری

معاف کرنے کا جذبہ، برداشت اور استقامت بھی مثالی رکھتے ہیں۔اپنے دوست رفیق زیادہ بناتے ہیں بلکہ دشمن میں سے بھی کارآمد لوگ ڈھونڈ لیتے ہیں، ناکہ اپنوں کو ہی مخالف بناتے ہیں۔جتنی مقدس اور بڑی تحریک ہوتی ہے آزمائشیں قربانیاں اور فتنے بھی اتنے ہی بڑے آتے ہیں،مگر جو ان سب کا دور اندیش بیدار مغز ہوکر ملت وتحریک سے اللہ تعالیٰ کے لیے وفا کرتے ہوئے مقابلہ اور سامنا کرتا ہے کامیابی اس کا مقدر ہوتی ہے، پھر دشمن کا کوئی وار اور مکرفریب والا ہتھکنڈہ زیادہ دیر اس کے راستے کی رکاوٹ نہیں بنتا۔ اگر اللہ نہ کرے معاملہ اس کے برعکس ہوتو پھر نقصان ہوتا ہے اور دشمن کا صرف بیانیہ ہی کام دکھا جاتا ہے، جیسے اس ہندوستانی بیانیہ کی وجہ سے سالہا سال سے تحریک جموں کشمیر سے وابستہ لوگ، گھرانے اور ادارے بھی کسی نہ کسی طرح متاثر ہونے لگتے ہیں۔بعض کو ڈوگرہ راج پسند آنے لگا،کسی کو قبائلی مجاہدین کا جموں کشمیر آنا ہی برا لگا اور یہ کہ اگر وہ نہ آتے تو مہاراجہ ہندوستان سے الحاق نہ کرتا،کسی کو 1931 میں کشمیر چلو تحریک کے غیر کشمیریوں کی قربانیاں تحریک جموں کشمیر کے لیے اچھی نہ لگیں اور کسی کی اپنی بدقسمتی سے آج کے مجاہدین کی تحریک وقربانیوں میں نقص نظر آنے لگا،کسی کو جموں وکشمیر کی تحریک ہی انٹرنیشنل قوانین کے خلاف لگنے لگی،کسی نے مدینہ ثانی پاکستان کی بنیاد پر اور دوقومی نظریے پر ہی چڑھائی کردی کہ دوقومی نظریہ اتنا مضبوط ہوتا تو مشرقی پاکستان الگ نہ ہوتا۔کوئی اس سے بھی آگے بڑھا ہندوستان کی زبان استعمال کرنے لگا کہ مشرقی پاکستان میں پاکستانی افواج نے یہ یہ ظلم کیے اور 90 ہزار فوج سرنڈر ہوئی اور اب ہم پر بھی ظلم کرے گی، پھر ہم پاک آرمی کے ساتھ اس سے بھی برا کریں گے۔کسی نے یہ آواز اٹھائی کہ جموں کشمیر کی تحریک شرعی نہیں ہے،کسی کو ہندو انصاف پسند نظر آنے لگا اور ہندوستان کا نظام اچھا لگنے لگا تو کسی کو پاکستان کی خارجہ پالیسی سے شکایت ٹھہری کہ یہ پہلے دن سے ہی جموں کشمیر، پاکستان اور امت مسلمہ کے لیے ٹھیک

نہیں تھی ۔کسی طرف سے یہ دھیمی سی آواز بھی اٹھنے لگی کہ پاکستان ٹھیک طرح سے مذاکرات نہیں کرسکا ہندوستان سے جموں کشمیر پر۔کسی کو مغرب و امریکہ انصاف پسند اور نا قابل شکست نظر آنے لگے۔ جہاد ومجاہدین سے شکوہ ہونے لگا۔ کوئی اورآگے بڑھ کر مخالفت ہی کرنے لگا اپنے ذاتی فائدے کے لیے۔کسی کو جموں کشمیر کی پشتی بان اور پاکستان میں ریلیف کا کام کرنے والی جماعت پر اپنی لاعلمی کی وجہ سے افسوس ہونے لگا یا اشکال ہونے لگا۔ سچ بات یہ ہے کہ حالات کا درست علم نہ ہونے کی وجہ سے درست حقائق تک رسائی نہ ہونے کی وجہ سے یا سچ وحق کی درست ترجمانی نہ ہونے کی وجہ سے اپنوں کی لا پروائیوں اور ہندوستان کی عیاری، مکاری وظلم سے ہندوستانی بیانیہ تواتر سے بیان اورنشر ہونے سے یہ ٹھوکریں لگنے لگیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ خود پاکستان میں مختلف عہدوں پر رہنے والی شخصیات ہی متاثر ہوکر غلط بیانیہ آگے بڑھانے لگیں جو ان کے منصب کے بالکل متضاد ہے۔

بعض کومقبوضہ جموں کشمیر اور پاکستانی قبائلی علاقوں کی قانونی حیثیت میں فرق ہی نہ نظر آیا اور دونوں کو برابر قرار دے کر اپنا عارضی مفاد لینا چاہتے ہیں اس لیے اس کتاب میں الگ انداز اختیار کیا گیا تاکہ شاندار تصویر پر پڑی گرد کو جھاڑا جائے اور اپنے لوگوں کو ہندوستانی بیانیے اور مکروہ واروں سے بچایا جائے۔خود ہندوستان کو اس کا مکروفریب اور ظلم والا چہرہ اس کے گھر سے اس کے قریبی لوگوں اور اس کے آقاؤں کی تحریروں اور عمل سے دکھایا جائے تاکہ اس کو بھی پتا چلے کہ تحریک جموں کشمیر کے پہرے دار جاگ ہی نہیں رہے بلکہ اس کے فریب و دجل طریقہ واردات، نقب زنیوں، چوریوں اور بربریت سے اچھی طرح واقف بھی ہیں اور ان کا مدلل اور دندان شکن جواب دینے کی سکت، ہمت وحوصلہ اور صلاحیت بھی رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اس مقدس تحریک سے وابستہ لوگوں اور پاکستان کی سستیوں اور لا پروائیوں کی بھی نشاندہی کی ہے تاکہ

آئندہ ان سے بچ کر اپنا فرض اور قرض ادا کر کے اپنے اسلاف کے سامنے سرخرو ہوسکیں۔ اپنے مقدس شہدائے کرام کے سامنے شرمندگی سے بچ سکیں۔

جموں کشمیر پر سفارت کاری کرنے والوں اور طالب علموں اورنئ نسل کے لیے یہ کتاب ''زنداں سے اذاں'' بہترین معاون ہوگی۔ ان شاءاللہ!

اس کتاب میں کچھ ان واقعات اور شخصیات کی طرف بھی نشاندہی یا ان کا ذکر کیا ہے جن کا کسی نہ کسی طرح ہماری مقدس تحریک پر اثر یا تعلق ہےاور کچھ عنوانات سبق حاصل کرنے کے لیے بھی شامل کیے ہیں۔ کوشش کی ہے کہ جموں وکشمیر کے ابتدائی ہیروز، محسنوں اور سابقہ تحریک وتاریخ کی بھی جھلک نئ نسل کو دکھا سکوں تا کہ یہ اپنے تحریکی عظیم ماضی سے جڑ کر اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق بنا کر اپنی تحریک کے لیے اپنے اندر جنون پیدا کر کے جدید سے جدید علوم وفنون حاصل کر کے، اچھی پلاننگ وتیاری کر کے روشن مستحکم آزاد مستقبل تعمیر کرسکیں ۔کوشش کی ہے کہ اس کتاب میں تحریک کے تمام پہلوؤں کا کسی نہ کسی طرح ذکر کیا جائے، پھر بھی اس میں کمی ہوگی۔ بہت سی شخصیات اور واقعات رہ گئے ہوں گے جن کا ذکر ہونا چاہیے تھا، آپ ضرور مطلع فرمائیں تحقیق کر کے آئندہ شامل کرلیں گے۔(ان شاء اللہ) حق بات تو یہی ہے کہ جموں کشمیر کی تحریک سے وابستہ ایک ایک فرد مجاہد،ایک ایک گھرانہ، ایک ایک اسیر، زخمی، سنگ باز اور پشتی بان ہمدرد یہ حق رکھتا ہے کہ اس کا ذکر کیا جائے پھراس سب کے لیے ہزاروں جلدوں پر مشتمل کتب درکار ہوں گی، کیونکہ اس تحریک جموں کشمیر میں ایثار وقربانی، غیرت وحمیت صبرو استقامت، شجاعت ودلیری اور اللہ کی نصرت ورحمت کے وہ وہ ابواب رقم ہورہے ہیں کہ جن کی نظیر ماضی میں نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو پوری تحریک پر بھی معلومات اکٹھی کریں گے، ابھی تو دشمن کے غلط بیانیے کا جواب دینے کی ہی کوشش کررہا ہوں۔ واضح رہے کہ یہ تحریر الہ آباد جیل یوپی ہند سے لکھنا شروع کی۔مختلف وجوہات کی بنا پر

تاخیر ہوتی رہی، ایک وجہ ریاکاری سے بچنا بھی تھا کہ اللہ نے ہی کام لیا ہے ہمارا کوئی کمال نہیں اللہ ہی اجر دے گا۔(ان شاءاللہ) مگر تازہ حالات کی وجہ سے فتنوں کے سر اٹھانے کی وجہ سے محض تحریض کے لیے لوگوں کو فتنوں سے بچانے کے لیے نئی نسل کو آگاہ کرنے کے لیے یہ کچھ باتیں لکھیں ہیں، وگرنہ بہت سے واقعات کام ایسے بھی اللہ تعالیٰ نے ہی اپنے خاص فضل واحسان سے ہم سے لیے جن کی یہاں جھلک بھی نہیں دکھائی ۔ ان شاء اللہ! ان کا اجر، ثواب، صلہ ثمر اللہ تعالیٰ ہی دے سکتا ہے اور وہی دے گا۔ اللہ تعالیٰ ہماری کمیوں، کوتاہیوں، گناہوں اور سستیوں کو معاف فرمائے۔آمین!

اس تحریر کے کئی حصے بھی کردیے ہیں جو الگ الگ شائع ہوں گے۔ (ان شاءاللہ) پرانے لیٹر ہونے کی وجہ سے بعض حوالہ جات بھی تحریر کے ساتھ متاثر ہوئے اس لیے معذرت۔ ان شاء اللہ آئندہ نقائص دور کریں گے۔ اس حصہ میں اب تک کے چیدہ چیدہ واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے یا عنوان کے طور پر شامل کیا ہے۔کچھ تبدیلی کے ساتھ مختلف جگہوں سے مضامین بھی شامل کیے ہیں اس لیے کچھ جگہ پر تکرار نظر آئے گا۔کہیں بات پیش کرنے والوں کا اپنا اپنا اسلوب نظر آئے گا جو کہ تضاد نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ یہ سب قبول فرمالے۔جن مقاصد کے لیے مرتب کی جارہی ہے وہ مقاصد جلد پورے ہوں۔(ان شاءاللہ)

ایک بات واضح کردوں کہ کتاب میں جہاں یورپ، امریکہ، ہندو اور سکھ وغیرہ کا ذکر آئے گا وہ مجموعی طور پر اہل یورپ، امریکہ، ہندوؤں،سکھوں وغیرہ کے خلاف نہ ہوگا بلکہ ان کے ان لوگوں کے خلاف ہوگا جو انسانیت کی، دوسرے مذاہب، دوسری اقوام بین الاقوامی قوانین بلکہ خود اپنے ملکی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔حکومتوں میں طاقت میں ہوکر صرف اپنے ذاتی یا ملکی یا مذہبی مفادات کے لیے دوسروں کے حقوق اور آزادیاں صلب کرتے ہیں،حق مارتے ہیں مختلف ہتھکنڈوں کا سہارا لے کر، وگرنہ یورپ،

امریکہ، ہندوؤں، سکھوں وغیرہ میں بہت سے انسان دوست لوگ بھی ہوتے ہیں جو اپنے لوگوں کے انسانیت کش اقدامات کی مخالفت بھی مختلف انداز میں کرتے ہیں، جس کی ہم قدر کرتے ہیں۔ اسی طرح جہاں پاکستانی اداروں اور دفتر خارجہ وغیرہ کی بات آئے گی اس سے مراد اداروں کی خرابی نہیں ہوگی بلکہ چند مفاد پرست، اپنا فرض ادا نہ کرنے والے چندلوگوں کی بات ہوگی جوتقریباً ہرجگہ بدقسمتی سے ہوتے ہیں۔

اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ ہمیں صرف اپنے لیے جینے، معاملات اور کام کرنے اور مرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس مقدس تحریک میں دی جانے والی انمول انمٹ اور ان گنت قربانیوں، محنتوں اور کاوشوں کو قبول فرما کر جلد ثمرآور اور کامیاب و کامران فرمائے۔ آمین! ثم آمین! یا رب العالمین!

نوٹ: میں اپنے استاذ مکرم و مربی ابن شیخ الحدیث مولانا عزیز الرحمٰن کا بھی مشکور ہوں۔ ان کی شفقتوں سے سالہاسال بعد مجھے موقع ملا کہ پرانے خطوط جو جیل سے لکھے تھے ان کو نئے سرے سے ترتیب دے سکا۔ اللہ تعالیٰ ان کو ایمان وصحت و عافیت والی لمبی زندگی عطا فرمائے، ان کی تمام حسنات کو قبول فرمائے اور ان کے تمام اہداف پورے کروائے اور ان سے اور ان کے گھرانے سے اور ان کے ساتھیوں سے ہمیشہ خوش رہے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

افتخار حیدر

ہائی سیکورٹی بلاک، سینٹرل جیل الہ آباد، یوپی ہند

اللہ تعالیٰ ہی کا فضل واحسان

آج ایڈوانی (سابق نائب وزیر اعظم ہند)، مرلی منوہر جوشی (سابق مرکزی وزیر ہند)، جوگندر سنگھ (سربراہ سی بی آئی ہند) اور جج سائیں داس (ٹاڈا کورٹ جموں) پچھتا رہے ہوں گے کہ ان کی ماؤں نے ان کو کیوں جنم دیا۔ آج میرے اللہ کا فضل ہو گیا، میں کہتا تھا ناں کہ ''میرا اللہ جب چاہے گا مجھے لے جائے گا اور تم مجھے روک نہیں سکو گے۔'' آج میرا اللہ مجھے لے جا رہا ہے، تم الٹے لٹک جاؤ مجھے نہیں روک سکو گے۔ ان شاء اللہ!

انڈین ٹی وی چینل دوردرشن کی بیورو چیف خاتون کو امیگریشن آفس اٹاری انڈیا میں انٹرویو دیتے ہوئے۔

24 رمضان المبارک بمطابق 7 نومبر 2004ء

❀❀❀

میرے زندان کے ساتھی

میرے زندان کے ساتھی (اسیران)

یہ وہ عزت مآب بزرگ بھائی بہن ہیں جن کے ساتھ ہندوستان کی قید میں دوران اسیری کہیں نہ کہیں رہنے اور ان سے سیکھنے کا موقع ملا۔اکثریت کے ساتھ مثالی رشتہ ہے۔(الحمدللہ)

ہندوستان خود اپنے مظالم، بربریت، ناانصافی، بدعنوانی اور چھوت چھات کی وجہ سے بکھر کر رہ جائے گا۔(ان شاءاللہ) ہندوستان کے کئی علاقوں سے مختلف آزادی پسند تحریکوں کے جو لوگ ہندوستان کی جیلوں میں میرے ساتھ رابطے میں رہے ان کی الگ ایک طویل فہرست بن سکتی ہے، موقع ملا تو ایک ایک ہندوستانی کی تحریک پر اور ان کے لیڈروں پر معلومات جمع کریں گے۔لیکن اولیت جموں وکشمیر کو۔

① سید شبیر احمد شاہ صاحب، جموں وکشمیر ڈیموکریٹک فریڈم پارٹی۔
② ڈاکٹر محمد قاسم فکتو صاحب، مسلم دینی محاذ۔
③ آپا جی سیدہ آسیہ اندرابی صاحبہ، دختران ملت جموں وکشمیر۔
④ مولانا عبداللہ طاری۔جماعت اہلحدیث، جموں وکشمیر ڈیموکریٹک فریڈم پارٹی۔
⑤ مشتاق الاسلام صاحب، سرپرست مسلم لیگ جموں وکشمیر۔
⑥ مسرت عالم بٹ صاحب، چیئرمین مسلم لیگ جموں وکشمیر۔
⑦ مشتاق زرگر صاحب، چیف العمر مجاہدین۔
⑧ محمد یاسین ملک صاحب، چیئرمین جموں وکشمیر لبریشن فرنٹ۔

⑨ محمد شفیع شریعتی صاحب، جمعیت المجاہدین۔
⑩ غلام قادر بٹ صاحب، جمعیت المجاہدین۔
⑪ میر محمد شمسی صاحب (راجوری) جماعت اسلامی۔
⑫ شکیل احمد بخشی صاحب، اسلامک سٹوڈنٹ لیگ۔
⑬ شوکت احمد بخشی صاحب، جموں وکشمیر لبریشن فرنٹ۔
⑭ بلال بیگ صاحب، اسلامک فرنٹ جموں کشمیر۔
⑮ غلام احمد میر صاحب (راجوری)، پیپلز موومنٹ جموں۔
⑯ بابر بدر، فردوس سعید، چیف الجہاد (MJF)۔
⑰ احسن ڈار صاحب، مسلم مجاہدین۔
⑱ عمران راہی، حزب المجاہدین۔
⑲ فاروق احمد ڈار، المعروف بٹہ کراٹے، جموں وکشمیر لبریشن فرنٹ۔
⑳ میاں منظور احمد بلچو صاحب، تحریک المجاہدین۔
㉑ محمد یاسین بٹ صاحب، جموں وکشمیر ماس موومنٹ۔
㉒ سلیم زرگر صاحب، اسلامک فرنٹ۔
㉓ پرنس سلیم صاحب، جموں وکشمیر ماس موومنٹ۔
㉔ اقبال گندرو صاحب، جموں وکشمیر لبریشن فرنٹ۔
㉕ آغا سید حسن بڈگامی صاحب، سربراہ انجمن شرعی شیعان۔
㉖ پروفیسر عبدالغنی بٹ صاحب، جموں وکشمیر مسلم کانفرنس۔
㉗ شاہد الاسلام صاحب، عوامی ایکشن کمیٹی۔
㉘ بشیر احمد طوطا صاحب، پیپلز لیگ۔
㉙ بشیر مولوی صاحب، جموں وکشمیر شباب المسلمین۔

30. شبیر احمد زرگر صاحب، چیف کمانڈر العمر کمانڈو۔
31. اسلم ملک صاحب، الجہاد۔
32. شفاعت صاحب، حزب المجاہدین۔
33. پروفیسر محمد اعظم اصلاحی صاحب، جماعت اسلامی (کشمیر یونیورسٹی)۔
34. نورالدین شاہ صاحب، جماعت اسلامی۔
35. شیخ محمد یعقوب صاحب، جموں وکشمیر پیپلز لیگ۔
36. ایڈوکیٹ عبدالسلام راتھر صاحب، جموں وکشمیر ڈیموکریٹک فریڈم پارٹی۔
37. طاہر میر صاحب۔
38. ایڈوکیٹ زاہد علی، جماعت اسلامی۔
39. عبدالرشید کرال صاحب، تحریک المجاہدین۔
40. نذیر احمد شیخ صاحب، فریڈم موومنٹ۔
41. اشفاق مجید بیگ صاحب، مسلم مجاہدین۔
42. سجو، جموں۔
43. جان کاچرو صاحب، ماس موومنٹ۔
44. محمد یوسف اصلاحی صاحب، تحریک حریت۔
45. مولوی سجاد صاحب، سیو کشمیر موومنٹ۔
46. سجاد گل صاحب، سیو کشمیر موومنٹ۔
47. عبدالعزیز لون عرف جنرل موسیٰ صاحب، حزب المجاہدین۔
48. غلام احمد گلزار صاحب، جموں وکشمیر انصاف پارٹی۔
49. نور محمد کلوال صاحب، جموں وکشمیر لبریشن فرنٹ۔
50. الطاف عالمگیر صاحب، چیف کمانڈر الجہاد جموں وکشمیر۔

51. عبدالباری صاحب، جمعیت المجاہدین۔
52. فاروق توحیدی صاحب۔
53. عبدالباسط گوشا صاحب، مسلم لیگ جموں وکشمیر۔
54. شکیل پولیس والا، آپریشن بالاکوٹ۔
55. ضمیر احمد پونچھی صاحب۔
56. حنیف صاحب پونچھ۔
57. ماسٹر اعظم صاحب راجوری، حرکت الانصار۔
58. یونس ٹاک صاحب، جموں وکشمیر ڈیموکریٹک فریڈم پارٹی۔
59. شبیر چیچی، حزب المجاہدین۔
60. شیرا جموں، حزب المجاہدین۔
61. حاجی حفیظ الرحمٰن بٹ، صوت الحق جموں وکشمیر۔
62. گلشن صاحب، امیر حزب المومنین۔
63. نذیر بابا صاحب، جموں سٹی۔
64. ماجد قادری، سیو کشمیر موومنٹ۔
65. غلام نبی سمجھی صاحب، جموں وکشمیر مسلم کانفرنس۔
66. فردوس شاہ صاحب، اسلامک سٹوڈنٹ لیگ۔
67. غلام محمد خان صاحب سوپوری، جموں وکشمیر پولیٹکل پیپلز لیگ۔
68. نذیر احمد کرناہی صاحب، البرق مجاہدین۔
69. عبدالطیف صاحب، جموں وکشمیر لبریشن فرنٹ۔
70. عبدالطیف صاحب، حزب المجاہدین۔
71. شفاعت ڈوڈہ، مسلم لیگ۔

72 طالب حسین صاحب، جموں وکشمیر فریڈم ڈیموکریٹک پارٹی۔

73 فیروز احمد شیخ عرف مصعب صاحب، حزب ولشکر۔

74 فردوس احمد بیگ صاحب، سرینگر۔

75 ارشاد احمد ملک صاحب، ڈوڈہ جموں۔

76 الطاف پونچھی صاحب۔

77 غازی صاحب، ڈوڈہ۔

78 شمیم ٹاک، ڈوڈہ۔

79 فردوس صاحب، ڈوڈہ۔

80 ماسٹر جی، ڈوڈہ۔

81 فیصل صاحب، جموں۔

وغیرہ وغیرہ۔

1- مولانا مسعود اظہر صاحب۔

2- کمانڈر نصر اللہ منصور لنگریال صاحب۔

3- سید خالد بخاری صاحب۔

4- سردار عبدالرؤف صاحب۔

5- سہیل احمد کٹاریہ صاحب۔

6- لالہ بشارت علی صاحب۔

7- خالد پہلوان صاحب۔

8- رضاء اللہ اعوان صاحب۔

9- حافظ صلاح الدین صاحب۔

10- مولانا شفیق ابو جندل صاحب۔

11- کمانڈر عرفان صاحب۔

12- ساجد سجاد صاحب ۔

13- سید حبیب اللہ بخاری صاحب۔

14- عدیل احمد صاحب ۔

15- ندیم عباسی صاحب۔

16- کمانڈر شاہد لطیف صاحب۔

17- بلال گھرکی صاحب، لاہور۔

18- سعید صاحب۔

19- قدرت اللہ صاحب ۔

20- سیف اللہ صاحب۔

21- امیر حمزہ صاحب ۔

22- ضمیر احمد صاحب۔

23- فہد اللہ ربانی صاحب۔

24- مولانا زکریا صاحب ۔

25- رمضان ولید صاحب ۔

26- عبد الرشید انصاری صاحب۔

27- ساجد صاحب۔

28- محمد قاسم صاحب۔

29- فاروق احمد شیخ صاحب ۔

30- اجمل چوہان صاحب۔

31- محمد حسین صاحب۔

32- عزیز الرحمٰن صاحب۔

33- سلطان احمد میانہ صاحب۔

34- غلام حیدر صاحب۔

35- عمر کشمیری صاحب۔

36- محمد شاہ۔

37- کرامت حسین صاحب۔

38- اعجاز ڈیال صاحب۔

وغیرہ وغیرہ۔

1- مولانا نصیح اللہ پنجشیری صاحب، افغانستان۔

2- محمد ناصر لوری۔ بحرین۔

3- محمد حسن بکھوا۔ بحرین۔

4- محمود، فلسطین۔

5- چودھری اورنگزیب، برطانیہ۔

6- عبدالقدیر تاجکی، افغانستان۔

6- مولانا اسلام الدین، ہندوستان۔

7- شاہد انصاری، ہندوستان۔

وغیرہ وغیرہ۔

گائیڈ:

1- چاچا صابر، اسلام آباد۔

2- بابا نبیا کی بیٹی نوراں اور بیٹا راجوری۔

3- چٹا چاچا، کنڈی کپواڑہ۔

4- بشیر کپواڑہ۔

5- مٹھا چاچا، کپواڑہ۔

وغیرہ وغیرہ۔

میرے زندان کے ساتھی

(شہدائے کرام)

1- سید علی شاہ گیلانی شہید، چیئرمین کل جماعتی حریت کانفرنس۔

2- عبدالغنی لون شہید، پیپلز کانفرنس جموں وکشمیر۔

3- شیخ عبدالعزیز شہید، پیپلز لیگ جموں وکشمیر۔

4- محمد اشرف صحرائی شہید، تحریک حریت جموں وکشمیر۔

5- عبدالغنی ڈار عرف گندنہ شہید، جماعت اسلامی مقبوضہ جموں کشمیر۔

5- پروفیسر سلیم شہید، امیر تحریک المجاہدین جموں وکشمیر۔

6- مفتی فیض الوحید مرحوم، شیخ الحدیث بھٹنڈی مدرسہ جموں۔

7- غلام نبی فرید آبادی مرحوم، دو شہید بیٹوں کے عظیم باپ۔

8- سعد اللہ تانترے صاحب، جماعت اسلامی۔

9- بلال لودھی مرحوم، امیر البرق المجاہدین۔

10- منظور الاسلام شہید، جموں وکشمیر لبریشن فرنٹ، جمعیت المجاہدین۔

11- فرید الدین شاہ مرحوم، حزب المجاہدین۔

12- سید مظفر احمد شاہ مرحوم،حزب المجاہدین۔

13-نعیم صاحب مرحوم،امیر العمر مجاہدین۔

14- کمانڈر سجاد افغانی شہید،امیر حرکت الانصار۔

15- خالد کمانڈو شہید،حزب المجاہدین۔

17- رؤف رسول شہید،حزب المجاہدین۔

18- کمانڈر ضرار بلوچ شہید،لشکر طیبہ جموں و کشمیر۔

19- شاہد محمود مغل مرحوم،لشکر طیبہ جموں و کشمیر۔

20- جمال افغانی شہید،حرکت الانصار جموں و کشمیر۔

21- ثناء اللہ شہید،گائیڈ۔

22- شیخ عباس شہید TRF۔

23- کمانڈر شکیل گلکار عرف وسیم سلفی شہید،تحریک المجاہدین۔

24- نوید انجم شہید.

وغیرہ وغیرہ۔

دیگر رہنما:

1- نچھتر سنگھ روڑے، پنجاب۔

2- کرمجیت سنگھ، پنجاب۔

3- منموہن سنگھ، پنجاب۔

4- دھرم ویر سنگھ، پنجاب۔

5- کلونت سنگھ، کشمیر۔

6- منجیت سنگھ پیاسا، سرینگر۔

7- راج کماری لشکری، راجوری۔

8- پریم ٹھاکر۔شیوسینا جموں۔

9- سمرن جیت سنگھ مان،پنجاب۔

وغیرہ وغیرہ۔

قیادت میں سے یہ معروف شہدائے کرام ولیڈران کے نام ہیں جن کے ساتھ مختلف ہندوستانی جیلوں میں رہا۔ وگرنہ مجاہدین تو سیکڑوں میں ہیں جو میرے یارانِ زندان رہے۔ بہت سے عہد وفا کر گئے اور بہت سے منتظر ہیں۔ بہت سے آزاد ماحول میں غیور کشمیری قوم کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ بہت سارے میدان عمل میں دنیا کی سب سے بڑی نام نہاد جمہوریت کی ستم گری، انسانیت شکنی،دھونس،مختلف قسم کے لالچ اور مکر و فریب کا پامردی سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ایک بڑی تعداد آج بھی ہندوستان کی جیلوں میں اپنے لازوال صبرواستقامت، انتھک جدوجہد، لاثانی قربانیوں سے ہندوستان اور اس کے حواریوں کا بھیانک چہرہ دنیا کو دکھا رہے ہیں۔ ہندوتوا فورسز کا راستہ روکے ہوئے ہیں، ان کے مکروہ اور بھیانک خواب، استعماری سوچ و پلان مٹی میں ملا رہے ہیں، انھیں مسلسل شکست دے رہے ہیں۔دنیا کی مشکل ترین تحریک نہ ہونے کے برابر وسائل سے اپنے اخلاص اور جذبۂ صادق سے چلا رہے ہیں۔ دبی پسی اقوام کو اپنے عمل و کردار و وفا سے درسِ حریت دے رہے ہیں۔ الحمدللہ

ہندوستان مختلف اوقات میں ان کے سامنے جموں وکشمیر کے حل کے لیے مختلف پیکج لے کر آیا،مگر غیور کشمیری قوم کے غیور بیٹوں اورلیڈروں نے پائے حقارت سے ٹھکرا کر کہا کہ جموں وکشمیر کی مکمل آزادی سے کم کوئی حل قبول نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ یہ استقامت،صبر، وفا،عزم، اخلاص، ایثار،غیرت وحمیت، جفاکشی، بہادری، اولوالعزمی، انمول اور انمٹ جذبے،شہادتیں اورقربانیاں قبول فرما کر جلد وہ بہاریں دکھائے جن کے لیے یہ قربانیاں پیش کی جارہی ہیں۔آمین! ثم آمین! یا رب العالمین!

انگریز اور ہندو پاکستان بننے کے مخالف تھے

انگریز اور ہندو پاکستان بننے کے مخالف تھے

ہندو اور انگریز پاکستان بننے کے مخالف تھے ۔جب انھوں نے دیکھا کہ قائداعظم کی ولولہ انگیز قیادت میں مسلمان جذبۂ حریت سے سرشار ہیں اور یہ اپنا ملک لے کر ہی رہیں گے، مسلمان انگریز کی ہندو نوازی دیکھ چکے تھے۔ ہندو لیڈروں کی ہندوازم کے لیے کاوشوں کو دیکھ چکے تھے۔ الیکشن ایکٹ 1935ء کے تحت چھ صوبوں میں ہندو اکثریتی حکومت مسلط ہونے کے بعد ہندوؤں کا ظلم، تنگ دلی اور خطرناک عزائم دیکھ چکے تھے اور یہ کہ ہندو نے مسلمانوں کو ہر حال میں ناپاک ہی سمجھا ہے، بقول البیرونی کہ ہندوؤں کے نزدیک ان کے وطن کی سرزمین سے باہر ساری دنیا ناپاک ہے اور پاک دھرتی صرف ان کا وطن ہے۔وہ غیر ملکیوں کو پلید کہتے ہیں۔ ہندو لیڈروں نے خود اپنی چھوٹی ہندو جاتیوں، شودروں وغیرہ کو کس طرح دبایا ہوا ہے۔ گاندھی کے فریب میں آ کر ڈاکٹر امبیڈکر جیسا پڑھا لکھا لیڈر اپنی قوم کے مفادات کھو چکا تھا۔ہندو لیڈروں اور انگریز کے مسلمانوں کے بارے غلط عزائم کو مسلمان بخوبی جان چکے تھے کہ ہندو کے ساتھ ذلت آمیز غلامی میں نہیں رہ سکیں گے، اس لیے مسلمان چاہتے تھے کہ جلد کوئی بھی خطہ مسلمانوں کو مل جائے، پھر مسلمان پھیلنا جانتے ہیں۔

قائداعظم محمد علی جناح نے لمبی مشاورتوں کے بعد ہندو کی ذہنیت کو سامنے رکھتے ہوئے مشرقی اور مغربی پاکستان کا انتخاب کیا، تاکہ اس خطے کے ہی نہیں بلکہ دیگر مسلمانوں کا دفاع کر سکیں اور ان کو تحفظ بھی دے سکیں۔ اندلس میں غرناطہ کے سقوط کے

بعد مسلمانوں کی حالت بخوبی ہند کے مسلمانوں کے سامنے تھی۔ 1612ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے مسلمانوں کے خلاف قدم جماتے ہوئے برصغیر میں ہندوؤں کو نوازنا اور مسلمانوں کو تنگ کرنا اور نشان عبرت بنانا شروع کیا تھا جو 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد اور بڑھ گیا۔ ایسی ہی وجوہات کی بنا پر مسلمان اپنا الگ ملک ہر قیمت پر چاہتے تھے۔

جب انگریز اور ہندو نے پاکستان کا روشن مستقبل دیکھا اور مسلمانوں کے جنون کو دیکھا کہ قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت میں مسلمان نعرے لگا رہے تھے:

"لے کے رہیں گے پاکستان، بٹ کے رہے گا ہندوستان"

"پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

3 جون 1947ء کو تقسیم ہند کا اعلان ہوا تو انگریز اور ہندو دونوں نے مل کر پاکستان کو وجود میں آنے سے روکنے کی ہر ممکن کوشش، سازش اور زیادتی کی۔ جو ان کی کہنی اور کرنی اور قول وفعل سے ثابت ہے۔ ان کی اسلام و پاکستان دشمنی ان کے ہی بیانات وافعال سے یہاں جمع کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان شاءاللہ

① برطانیہ کے اس وقت کے وزیراعظم لارڈ ایٹلی جس کے دور میں یہ تقسیم ہوئی بیان کرتا ہے کہ مجھے اپنے دورحکومت مین جو ناگوارترین بات گوارا کرنی پڑی وہ تقسیم ہند تھی۔ ہم نے ہر متبادل پیش کیا مگر مسلمانوں کو ایک آزاد مسلم ملک کے حصول کا جنون ہو گیا تھا اور انھیں ٹالا نہیں جا سکتا تھا۔

[A Prime Minister Remembers p:211]

② لارڈ اسمے (لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے چیف سٹاف آفیسر) اپنی یادداشتوں میں لکھتے ہیں کہ مسلمان ہندو کی متحدہ ہندوستان میں بالادستی ہرگز گوارہ نہ کرتے۔ وہ اپنے حقوقِ آزادی کے لیے جنگ کرتے اور وہ جنگ بڑی طویل ہوتی۔ پھر کیا پتا روس امن بحال کرنے کی نیت سے آن گھستا۔

③ لارڈ ماؤنٹ بیٹن سے بعد میں جب بھی یہ سوال ہوا کہ آپ ہندوستان کو متحد نہیں رکھ سکتے تھے؟ تو اس کا یہی جواب ہوتا کہ مسلمانوں کو حصول پاکستان کا جنون ہوگیا تھا۔ اگر متحدہ ہندوستان کو ایک مرکز کے تحت آزادی دے دی جاتی تو مسلمان ہرگز گردن نہ ڈالتے (تسلیم نہ کرتے) وہ جنگ کرتے۔ان کے پاس لڑاکا افراد کی کمی نہ تھی۔ سچ یہی ہے کہ تحریک پاکستان کی جمہوری تنظیم اور قوت کے پیچھے اگر مسلمانوں کی فوجی، جہادی اور جنگی طاقت و صلاحیت انگریز کو پتا نہ ہوتی تو وہ ہندوؤں کو حکومت دے کر نکل جاتا۔ انگریز کو بخوبی علم تھا کہ ہم نے مسلمانوں سے ہی حکومت چھینی تھی، کولکتہ سے لے کر افغانستان تک مسلمان ہی انگریز کے خلاف لڑے تھے۔ ہندو بھی لڑے تھے، مگر اس طرح نہیں جیسے مسلمان منظم طریقے سے پورے ہندوستان میں لڑے۔ ہندو مخصوص اہداف کے لیے مخصوص جگہوں، مخصوص وقت پر اور مخصوص طبقے کے ہی لوگ لڑے۔ جبکہ مسلمان اپنا فرض سمجھ کر پورے ہندوستان میں ہر جگہ لڑے اور مسلسل کہیں نہ کہیں لڑتے رہے۔

1757ء میں جنگ پلاسی، 1799ء میں جنگ میسور، 1831ء تحریک بالاکوٹ، 1857ء میں ہندوستان کے اکثریتی علاقوں پر آزادی کی تحریک اور دیگر علاقوں میں وقفے وقفے سے، شاملی کے میدان میں اور مولانا عبداللہ کی قیادت میں قبائلی علاقوں میں انگریز کی عبرت ناک شکستیں وغیرہ وغیرہ۔ہندو کے تو آقا بدلے تھے مسلمانوں کی جگہ انگریز نے لے لی اور انگریز نے بھی ہندو سیاست دانوں کو خوب نوازا، جبکہ مسلمانوں کے ادارے، جائیدادیں، مساجد، مدارس وقف وغیرہ ضبط کرتے رہے، حتیٰ کہ قبرستان تک مسمار کرتے رہے، پھانسیوں کی سزائیں بھی مسلمانوں ہی کو زیادہ دیں۔کانگریس کو ایک انگریز اے او ہیوم نے 1885ء میں بنایا۔ انگریزوں کو لگا کہ اگر کبھی ہمیں برصغیر چھوڑنا پڑا تو کم سے کم یہ مسلمان جنگجو قوم ہے جو ہمیشہ آفاقی عزائم رکھتے ہیں، ہمیشہ دعوت و اشاعت

اور جہادی مہمات میں رہتے ہیں، کم ازکم ان کے ہاتھوں میں اقتدار نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ جہاد، ہجرت اور شہادت پر یقین رکھتے ہیں اور عمل کرتے ہیں۔ اس لیے اگر اقتدار دینا بھی ہے تو کانگریس کو دینا ہے، اس لیے کانگریس قائم کی گئی۔ کانگریس نے ہندومت کے لیے بھرپور کام کیا۔

اس لیے انگریز اور ہندو چاہتے تھے کہ اگر پاکستان بنے تو ایسا بنے کہ اپنے پاؤں پر زیادہ دیر کھڑا نہ رہ سکے۔ اس کو جغرافیائی طور پر اور اقتصادی طور پر ایسا کمزور کیا جائے کہ یہ جلد ہمارے قدموں میں آگرے۔ ایک مرتبہ مسلمان ضد پوری کرلیں، مگر چل نہ سکیں۔ جیسا پاکستان قائداعظم اور مسلمان چاہتے ہیں وہ کسی صورت بھی نہ بن سکے۔ اپنا مکروہ ایجنڈا پورا کرنے کے لیے ہر طرح سے پاکستان کے خلاف سازشیں کی گئیں۔ تمام مکروہ ہتھکنڈے مشترکہ طور پر آزمائے گئے۔ دھونس، لالچ اور رقم سے بھی کام لیا گیا۔ صوبہ سرحد، سلہٹ میں ریفرنڈم کے ذریعے سازش کی گئی، مگر بری طرح منہ کی کھانی پڑی۔ پھر بلوچستان، سرحد اور دیگر ریاستوں میں پیسہ پھینکا گیا، مگر ناکامی ہی ان کا مقدر ہوئی۔ پھر اور ہتھکنڈے آزمائے گئے اور برطانوی حکومت کے نمائندوں نے اعلان کردیا کہ اگر پندرہ اگست تک کوئی قابل قبول تصفیہ نہ ہوا تو اس روز جو حکومت برسراقتدار ہوگی اس کو حکومت منتقل کردی جائے گی۔ یعنی مسلمانوں کو دھمکی دی تھی کہ یا تو کٹا پھٹا پاکستان قبول کرلو نہیں تو کانگریس کے حوالے کردیں گے۔ باؤنڈری کمیشن سے خوب کام لیا گیا۔ اس نے مشرق میں مرشدآباد کا ضلع جو مسلم اکثریت کا تھا، صرف اس لیے کاٹ کر بھارت کو دے دیا کہ مغربی بنگال اور آسام کی سرحدیں مل جائیں۔ اگر یہ بددیانتی نہ کی جاتی تو آسام کا بھارتی بنگال سے ملاپ نہ رہتا اور مغرب میں یہ ستم ڈھایا کہ گورداسپور مسلم اکثریتی ضلع بھارت کو دے دیا۔ پاکستان کو صرف شکرگڑھ کی تحصیل دی گئی ورنہ بھارت کو کشمیر کے ساتھ کوئی زمینی رستہ نہ ملتا۔ اسی طرح پاکستان کے حصہ میں آنے والا سامان،

اسلحہ، افواج، رقم وغیرہ بہت کم پاکستان کو دیا گیا، جبکہ ہندوستان بنا بنایا ملک تھا۔ پاکستان کے ابتدائی دور میں بہت معمولی جگہوں پر وزارتیں چلتی رہیں، وزارتیں چلانے کے لیے افراد و سامان بھی نہ ہونے کے برابر تھا۔ اس لیے کہ پاکستان نئے سرے سے تعمیر کیا گیا تھا۔

وی پی مینن کی کتاب The story of Integration of the Princely States p:116 میں کافی بتلایا گیا کہ سازشیں کیا کیااور کس کس طرح کی گئیں۔ راجپوتوں کی بڑی تینوں ریاستیں پاکستان میں شامل ہونا چاہتی تھیں، بیکانیر، جیسلمیر، جودھ پور۔ ماؤنٹ بیٹن نے اپنی وائسرائیگی کی حیثیت اور شاہی خاندان سے خونی رشتہ داری کی دھونس دے کر ان ریاستوں کو روکا، بلکہ ان کے مہاراجوں سے بھارت کے ساتھ الحاق کی دستاویز پر دستخط کروائے۔حالانکہ یہ دو حکمران مہاراجہ جودھ پور اور ولی عہد جیسلمیر مسٹر جناح کے پاس پہنچے اور پاکستان کے ساتھ الحاق کی خواہش ظاہر کر کے بعض شرائط پیش کیں۔مسٹر جناح نے سفید کاغذ پر دستخط کر کے مہاراجہ جودھ پور اور ولی عہد جیسلمیر کے حوالے کر دیا۔وی پی مینن کہتے ہیں کہ مجھے پتا چلا تو میں فوری امپیریل ہوٹل پہنچا جہاں مہاراجہ ٹھہرا ہوا تھا اور اس کو کہا کہ ماؤنٹ بیٹن بلا رہا ہے۔ اس کو ساتھ لے کر میں ماؤنٹ بیٹن کے پاس پہنچا، اسے تمام بات بتلائی اور یہ کہ میں آپ کی اجازت کے بغیر اسے پکڑ لایا ہوں۔ ماؤنٹ بیٹن نے مہاراجہ کو بلا کر ڈرا دھمکا کر اس سے مسٹر جناح والا کاغذ لےلیا اور ہندوستان سے الحاق کروالیا۔جب ماؤنٹ بیٹن ایک دو منٹ کے لیے کمرے سے باہر نکلا تو مہاراجہ ہنونت سنگھ نے پستول نکال کر لہرایا اور میرے سینے پر تان دیا۔ میں نے کہا اب جو ہونا تھا ہو چکا۔[ہندوستان ریاستوں کے الحاق کی داستان صفحہ 117، وی پی مینن]

مینن ہی لکھتا ہے کہ مسٹر جناح کا موقف راجپوت مہاراجگان کے لیے باعث کشش

تھا۔

- مولانا عبدالکلام آزاد کی کتاب "انڈیا ونس فریڈم" کیمپبل جانسن کی ڈائری، عبدالوحید خان کی تقسیم ہند اور دوسری کتب سے بخوبی پتا چلتا ہے کہ ماؤنٹ بیٹن نے تقسیم اس طرح کرنی چاہی تھی کہ مسلمانوں کی ضد پوری ہو جائے، وقتی طور پر تصفیہ بھی ہو جائے، مگر جو علاقہ مسلمانوں کو دیا جائے وہ ایسا۔ کرم خوردہ ہو کہ حکومت کا ڈھانچہ زیادہ عرصہ قائم نہ رہ سکے۔ پینکار جو بڑا تجربے کار مدبر تھا اس کی رائے تھی کہ ہندوستان ہاتھی ہے، اس کی قوت میں کمی نہیں آنی چاہیے۔ اگر مسلمان زیادہ مصر ہیں تو انھیں ہاتھی کے کان الگ کر کے دیے جاسکتے ہیں۔ اسی طرح ہاتھی کی قوت اپنی جگہ بحال رہے گی۔ ماؤنٹ بیٹن کے ایسے ہی پسندیدہ الفاظ کیمپبل جانسن کی ڈائری میں بھی موجود ہیں۔
- وی پی مینن جو 1942ء سے لے کر تقسیم ہند تک گورنر جنرل کے آئینی مشیر تھے اور انھیں بقول کیمپبل جانسن پٹیل کا کامل اعتماد حاصل تھا۔ اسی طرح ماؤنٹ بیٹن کو بھی ان پر پورا بھروسا تھا۔ یہ اپنی کتاب میں خود لکھتا ہے کہ میں نے ماؤنٹ بیٹن سے گزارش کی کہ تقسیم کا زخم اسی طرح مندمل ہوسکتا ہے کہ ریاستیں انڈین یونین میں شامل ہو جائیں۔ ہندوستانی آپ کے ہمیشہ ممنون رہیں گے اور ماؤنٹ بیٹن نے درخواست قبول کر لی تھی۔

صفحہ: 98 انھوں نے اس نازک موقع پر ہندوستان کی جو خدمت کی ہندوستان اسے کبھی بھی نہیں بھلا سکتا۔

- لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی ہند میں آمد بھی کانگریس کی پسند کی وجہ سے تھی اور نہرو اور گاندھی تقسیم سے قبل ہی 10 مئی 1947 کو ماؤنٹ بیٹن پر پورے اعتماد کا اظہار کر رہے تھے کہ وہ ان کی مدد سے راجاؤں اور نوابوں کو راہ پر لے آئیں گے۔ [کیمپبل جانسن]

❁ لارڈ ماؤنٹ بیٹن گورداسپور ہندوستان کو دے کر یہیں نہ رکے بلکہ کشمیر جا کر رکے۔ ماؤنٹ بیٹن ہر قیمت پر جموں وکشمیر ہندوستان کو دینا چاہتے تھے۔اس لیے 19 تا 23 جون کشمیر میں رہے۔وہاں مہاراجہ سے کئی بار ملے۔اس کے اس دورے کے بعد کانگریسی لیڈر جموں وکشمیر کے دورے کرتے رہے، جن میں گاندھی اور کرپلانی شامل تھے۔اس دوران مہاراجہ پٹیالہ، مہاراجہ نابھہ اور مہاراجہ چنبہ کو بھی کشمیر بھیجا گیا۔[سرفرانس ٹکر کی کتاب While Memory Serves]

سوال یہ بنتا ہے کہ 3 جون 1947ء کے اعلان تقسیم ہندوستان کے مطابق اگر جونا گڑھ، جودھ پور، جیسلمیر اور حیدر آباد کا الحاق پاکستان کے ساتھ غلط تھا، پوری مکاری، دھونس اور طاقت سے ان کو ہندوستان کا حصہ بنایا گیا تو پھر 3 جون کے اعلان کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مقبوضہ جموں وکشمیر پر چڑھائی کیوں کی گئی۔ برطانوی سٹیفنز اپنی کتاب "المیہ کشمیر" میں لکھتا ہے کہ کشمیر کو ہندوستان میں شامل کرنے کی کوشش سے گویا ہندوستان کی تقسیم کے بنیادی لائحہ عمل ہی کا بیڑا اغرق کیا جارہا ہے۔ وہ لائحہ عمل جو 3 جون 1947ء کو طے پایا تھا یہ تھا کہ ہندوستان کو ہندو اکثریت اور مسلم اکثریت والے حصوں میں بانٹ دیا جائے گا۔مگر اب ایک ہندو مہاراجہ کی رضا اور ایک برطانوی گورنر جنرل کی شہ پر تیس لاکھ مسلمانوں کو جو ایک ایسے منطقے میں رہتے ہیں جسے ہمیشہ پاکستان کا ضروری حصہ سمجھا جاتا رہا تھا، قانونی طور پر ہندوستانی شہری بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔

❁ گورداسپور کو صریحاً بے انصافی کے ساتھ ہندوستان کے حوالے کیا گیا، تاکہ کشمیر کا الحاق بھارت کے ساتھ ممکن بنایا جاسکے اور اس طرح بھارت کو روس تک پہنچنے دیا جائے۔ [لارڈ برڈوڈ، Kashmir Two Nations]

❁ جب قرارداد پاکستان لاہور میں منظور ہوئی اس وقت لارڈ لنلتھگو وائسرائے تھے۔ انھوں نے دسمبر 1942ء میں کلکتہ کے چیمبر آف کامرس سے خطاب کرتے ہوئے

مطالبہ پاکستان کی مخالفت جغرافیائی بنیاد پر کی کہ ہندوستان ایک طبعی اور قدرتی وحدت ہے جو ناقابل تقسیم ہے۔ یہ 1943ء کے ابتدائی مہینوں میں واپس چلے گئے۔ پھر بھی اپنے ہندوستانی وحدت والے بیان پر قائم رہے۔ [وائسرائے ایٹ بے]

❁ لارڈ لنلتھگو کے بعد لارڈ ویول آئے، اس کی ترجیح بھی ہندوستان کی وحدت تھی، تقسیم کو آخری طریقہ بتلایا۔کابینہ مشن پلان کے تحت کم از کم دس سال تقسیم کے حق میں نہ تھے۔ اس کابینہ مشن پلان کو قائداعظم نے اپنی منزل کی طرف پہلے قدم کے طور پر قبول کر لیا مگر گاندھی نے بالکل نہ کیا۔ان کو اچانک مارچ 1947ء میں سبکدوش کر دیا گیا۔[A viceroy's Journal]

❁ سدھر گوش اپنی کتاب "گاندھی کا ایلچی" میں بیان کرتے ہیں: دسمبر 1946ء میں جب قائداعظم اور نہرو، بلدیو سنگھ لندن گئے اور مسٹر ایٹلی سے ملاقات کی۔ وہاں ایک ہوٹل میں مسٹر کرپس نے نہرو اور ماؤنٹ بیٹن کی ملاقات کروائی۔ نہرو اور ماؤنٹ بیٹن نے بہت کچھ طے کیا تھا۔

مسٹر کرپس نے بطور وائسرائے اپنی خدمات پیش کیں تو کانگریس والوں نے جواب دیا کہ ایسا بندہ چاہیے جس کا ہمدردانہ لگاؤ ابھی تک کسی دوسرے کے علم میں نہ ہو۔ چنانچہ ماؤنٹ بیٹن کو چنا گیا۔ ماؤنٹ بیٹن مارچ 1947ء کو ہندوستان آیا۔

❁ برطانوی وزیراعظم مسٹر ایٹلی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ انھیں مسٹر جناح سے 1927ء سے نفرت تھی۔ جب یہ سائمن مشن کے رکن کی حیثیت سے ہندوستان آئے تو قائداعظم نے سائمن گو بیک کا نعرہ لگا کر سخت مخالفت کی تھی۔

❁ کیمپبل جانسن لکھتا ہے کہ 15 اگست 1947ء کو جب دہلی میں آزادی کا پرچم لہرایا گیا اور آزادی کا جشن منایا گیا تو اس وقت حالت یہ تھی کہ ماؤنٹ بیٹن کے سامنے

آ کر ہندو مرد اور ہندو عورتیں مخصوص انداز میں ہاتھ جوڑ کر سلام کرتے اور پنڈت ماؤنٹ بیٹن کی جے کے نعرے لگاتے تھے۔

❁ پنڈت ماؤنٹ بیٹن کے مرنے پر ہندوستان میں سرکاری طور پر کئی روز سوگ منایا گیا۔

❁ 1947ء کے شروع میں برطانوی وزیراعظم لارڈ ایٹلی نے اعلان کیا تھا کہ ہندوستان کو جون 1948ء میں تقسیم کیا جائے گا (آزادی دی جائے گی)، لیکن جب تقسیم کا اصول ماننا پڑا تو ماؤنٹ بیٹن اور نہرو اور اس کے رفقاء کے باہمی گٹھ جوڑ سے تقسیم کی تاریخ 15 اگست 1947ء رکھ دی گئی۔ تقسیم کا اعلان 3 جون 1947ء کو ہوا، گویا دو ماہ بارہ دن میں ہندوستان آزاد بھی ہوا اور ساتھ ہی دو ملکوں کے حصوں کا تعین بھی کر دیا گیا۔ لارڈ اسمے نے اپنی کتاب صفحہ 421 پر لکھا ہے کہ ہندوؤں نے تقسیم صرف اسی شرط پر مانی تھی، یعنی مسلمانوں پر اچانک تقسیم اور نئے ملک کے جملہ انتظامات کا وزن آن پڑے تا کہ وہ سنبھل نہ سکیں۔ جون 1948ء تک مسلمان بہت تیاری کر سکتے تھے۔ جیسے جغرافیائی طور پر بڑا علاقہ لے سکتے تھے۔ ہندو ڈرے کہ سال بعد پنجاب، بنگال، آسام مکمل پاکستان کو مل سکتے ہیں اور بہت کچھ بھی۔

❁ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے کہا کہ پاکستان کا وجود میں آنا درحقیقت ملک کی تقسیم نہیں ہے، یہ صرف کچھ علاقوں کا ایک مسلمہ مملکت سے علیحدہ ہو جانا ہے۔ ایک عمارت کا معاملہ اور ہے، ایک خیمے کی حیثیت کا اور۔ جہاں تک بھارت کا تعلق ہے ہم نے ایک عمارت کھڑی کر دی ہے اور جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے ہم نے خیمہ نصب کر دیا ہے۔ [A Political Study Ali Jinnah Muhammad]

❁ پنڈت جواہر لعل نہرو ایک طرف تقسیم کی قرارداد پر دستخط کر رہے تھے اور دوسری طرف اپنی قوم سے کہہ رہے تھے کہ ہمارا منصوبہ یہ ہے کہ ہم اس وقت جناح کو

پاکستان بنالینے دیں اور اس کے بعد معاشی طور پر یا دیگر انداز سے ایسے حالات پیدا کرتے جائیں جن سے مجبور ہوکر مسلمان گھٹنوں کے بل جھک کر ہم سے درخواست کریں کہ ہمیں پھر ہندوستان میں ضم کرلیں۔[ہندوکیا ہے]

❁ ہندو سیاست دان دیوان چند کہتے ہیں کہ میں ناامید ہونے والوں میں سے نہیں ہوں، اس لیے مجھے یقین ہے کہ تقسیم ہند ایک عارضی حادثہ ہے،اس کے باوجود ہم تیس کروڑ ہندوؤں کو اس مقصد کے حصول کے لیے جان تک دینے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

❁ مسٹر ہرچند مہاجن کہتے ہیں: ہندوستان نے دسمبر 1947ء کوفیصلہ کرلیا تھا کہ پاکستان پر حملہ کردیا جائے، لیکن بعض اندرونی مصلحتوں کی وجہ سے اس فیصلے پر عمل نہ کرسکے۔

❁ ہندوستان کے ایک وزیر دفاع مسٹر چون نے کہا کہ پاکستان اورہندوستان کے درمیان اسی دن سے مخاصمت کی بنیاد رکھ دی گئی تھی جس دن پاکستان بنا تھا۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان آئیڈ یالوجی کا اختلاف ہے۔اس کے سوا کوئی اختلاف نہیں اور یہ اختلاف اور دشمنی مہینے یا ہفتے نہیں، بلکہ سالہا سال رہے گی۔ بھارت کو اس کے لیے تازہ اور فیصلہ کن جنگ کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

جواہرلعل نہرو کہتے ہیں:مسلم لیگ کے مطالبے کو کانگریس کسی صورت بھی قبول کرنے کے لیے تیارنہیں ہے،خواہ حکومت برطانیہ اسے تسلیم کرلے۔کرہ ارض کی کوئی طاقت اس پاکستان کوقائم نہیں کرسکتی جسے جناح چاہتے ہیں۔

❁ جے بی کرپلانی صدر نیشنل کانگریس کہتے ہیں: ہمیں پورا یقین ہے کہ جب موجودہ جذبات ماند پڑ جائیں گےتو ہمارے مسائل پر ان کے مناسب تناظر میں غور کیا جائے گااور پھر ہندوستان کے تمام حصوں پر مشتمل ایک یونین ظہور میں آجائے گی۔

- ولبھ بھائی پٹیل کہتے ہیں کہ ہندوستان کے جسم سے زہر نکال دیا گیا ہے۔ اب ہم ایک ناقابل تقسیم قوت ہیں۔ آپ سمندر کو اور دریاؤں کے پانی کو تقسیم نہیں کر سکتے۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے یہاں ان کی جڑیں، ان کے مقدس مقامات اور مراکز ہیں۔ مجھے نہیں معلوم وہ پاکستان میں کیا کر سکیں گے۔ انھیں ہمارے پاس واپس آنے میں زیادہ عرصہ نہیں لگے گا۔[10 اگست 1947]
- **جواہر لعل نہرو:** ہم اپنی تمناؤں کے مطابق اپنے مقاصد حاصل نہیں کر سکے۔ ہماری کامیابی کے ساتھ آنے والی بے اطمینانی اور دیگر باتیں ہماری خواہشات کے مطابق نہیں ہیں۔[22 جولائی 1947]
- راجندر پرشاد کہتے ہیں: ہم یہ امید اور دعا کرتے ہیں کہ وہ دن جلد آئے جب تقسیم کا مطالبہ کرنے اور تقسیم کرانے والے ہندوستان کے اتحاد کی ضرورت کو محسوس کر لیں اور یہ کہ ہم دوبارہ متحد ہو جائیں۔ اسے ایک خواب کہا جا سکتا ہے، تاہم یہ تقسیم کا مطالبہ کرنے والوں سے زیادہ حیرت انگیز نہیں، ممکن ہے کہ یہ ہماری توقعات سے جلد حقیقت بن جائے گا۔[بھارتی دستور ساز اسمبلی، 15 اگست 1947ء]
- **راجکماری امرت کور:** ہمیں محض اس لیے اپنے مستقبل کے بارے میں غیر یقینی کا شکار نہیں ہو جانا چاہیے کہ اس یونین سے انڈیا کے بعض حصے علیحدہ ہو گئے ہیں، یا یہ کہ ہم مکمل سوراج کے حصول میں ناکام رہے ہیں۔ ہمیں اس بارے قنوطیت میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے، اس کی بجائے ہمیں اس محرومی کا اپنے آپ پر مکمل اعتماد کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہیے اور اپنی مشترکہ مادر وطن کے دوبارہ اتحاد کے لیے تمام تر انکسار کے ساتھ انتھک محنت کرنی چاہیے۔[آل انڈیا ریڈیو، 16 اگست 1947]
- **ولبھ بھائی پٹیل:** ہمیں یہ اعتراف کر لینا چاہیے کہ ہم نے جو مقصد حاصل کیا ہے یہ وہ نہیں ہے جس کی تلاش میں ہم نے اپنا سفر شروع کیا تھا۔ ان لوگوں کی مایوسی کا

اندازہ کم ہی لوگ کر سکتے ہیں، جنھوں نے اتحاد کی تمنا کی تھی۔ لیکن اب وہ تقسیم کی تفصیلات کے مطابق کام کرنے پر مجبور ہیں، جو لوگ سرحد کی دوسری جانب رہ گئے ہیں، انھیں یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ ہم نے انھیں چھوڑ دیا۔ ہم اس پختہ یقین اور پوری توقع کے ساتھ کہ ہم بہت جلد اپنے ملک کی مشترکہ وفاداری کے تحت دوبارہ مل جائیں گے۔ ان کی فلاح اور مستقبل کا پورے انہماک سے خیال رکھیں گے۔

- **کرم چند گاندھی:** وقت آئے گا کہ یہ تقسیم دوبارہ متحدہ ہندوستان کے لیے راہ ہموار کرے گی۔[15 اگست 1947، یوم آزادی پر پیغام]
- **وی پی مینن** کہتا ہے کہ وقت آئے گا کہ یہ تقسیم عارضی ہے مستقل نہیں ہے۔
- **موتی لال نہرو:** جو پنڈت جواہر لعل نہرو کے باپ تھے، کہتے تھے کہ کانگریس ہر اعتبار سے ایک ہندو جماعت ہے۔ کانگریس کے بنیادی 72 ارکان میں سے 70 ہندو اور 2 مسلمان۔ 1936ء میں اس کے پانچ سو سے زیادہ ممبران میں سے صرف 5 مسلمان تھے۔ تحریک خلافت کی آڑ میں مسلمانوں میں انھوں نے سینڈ لگائی (چوری کی)۔
- **برطانوی وزیر اعظم ایٹلی:** مجھے پوری توقع ہے کہ یہ تقسیم باقی نہیں رہے گی اور جن دو نئی مملکتوں کو ہم اس وقت قائم کرنے کی تجویز پیش کر رہے ہیں وہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دوبارہ ایک ہو جائیں گی۔ [10 جولائی 1947، دارالعوام برطانیہ]
- **لارڈ اسٹوول سیکرٹری آف اسٹیٹ برائے انڈیا:** اس بات کی پوری توقع کی جانی چاہیے کہ جب تجربے کی روشنی میں علیحدگی کے نقصانات ظاہر ہو جائیں گے تو دونوں مملکتیں برضا ورغبت دوبارہ متحد ہو جائیں گی۔[20 جولائی 1947ء، دارالامراء سے خطاب]
- **برطانوی سپریم کمانڈر:** مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں کہ موجودہ بھارتی کابینہ نے

سختی کے ساتھ یہ عزم کر رکھا ہے کہ وہ مملکت پاکستان کو مستحکم بنیاد پر قائم ہونے سے روکنے کے لیے تمام ممکنہ قوت استعمال کرے گی۔اس سلسلے میں مجھے اپنی اس رائے میں ان سینئر افسران اور درحقیقت تمام ذمہ دار برطانوی افسران کی متفقہ تائید حاصل ہے جو صورتِ حال سے آگاہ ہیں۔ [برطانوی وزیر اعظم کے نام سپریم کمانڈر کا پیغام، اواخر ستمبر 1947ء]

ہندتوا کی ذہنیت سمجھنے کے لیے جنرل سہگل (اجیت دیوال وغیرہ) کے مشورے پڑھیں جن پر ہندوستان کی ہندتوا کی علمبردار حکومتیں عمل کرتی آ رہی ہیں، حالیہ ایام میں شدت سے عمل جاری ہے۔ پہلے ہٹلر و مسولینی اور اب اسرائیل کو آئیڈیل بنا کر ان سے انسانیت شکن مظالم سیکھ کر مسلمانوں اور پاکستان کے خلاف ہندتوا کی یلغار کیے ہوئے ہیں۔ ہندو واحد قوم ہے جس نے ہٹلر، مسولینی اور یہودیوں کو اپنا استاذ اور آئیڈیل مان کر ان سے انسانیت شکنی سیکھی اور پڑھی ہے ہندتوا کو تو مسلم و انسانیت شکنی کے نئے نئے گر ہتھکنڈے سیکھنے ہیں، جس سے بھی، جیسے بھی مل جائیں، حالانکہ انسانیت شکنی کے لیے تو ہندتوا کا نظریہ ہی کافی ہے۔

جنرل ونود سہگل جو کئی ممالک میں ہندوستان کے ڈیفنس اتاشی رہے، ایک این جی او کے چیف ایگزیکٹو ہیں وہ برصغیر میں این جی اوز کے امریکن انڈین ایجنڈے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کوشاں ہیں، ہندوستان میں ملٹری ٹریننگ کے سابق ڈائریکٹر رہے ہیں اپنی کتاب ''پاکستان کی نئی تشکیل'' میں چانکیائی ہتھکنڈوں کا سہارا لے کر کابل سے کولمبو تک کنفیڈریشن (اکھنڈ بھارت) قائم کرنے کی تدبیریں بتلاتے ہیں۔ وہ کابل سے کولمبو تک سارے کے سارے خطہ ہائے ارض کو برصغیر ہند قرار دیتے ہیں اور اس پورے برصغیر پر بھارتی تسلط کو جائز اور برحق تصور کرتے ہیں، ان کے نزدیک پاکستان کی بقا کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ ہے کہ پاکستان بھارت کے سانچے میں ڈھل کر اپنی

نئ تشکیل کا مرحلہ طے کرے، کیونکہ پاکستان ہی اس کنفیڈریشن میں رکاوٹ ہے، لہٰذا حکومت ہندوستان کو یہ کام کرنے اور کروانے چاہییں (اسی طرح کے مشورے اور کوششیں ہندوستان کے نیشنل سیکورٹی ایڈوائزر اجیت دیوال اور دوسرے لیڈر بھی دے اور کر رہے ہیں)۔

① پوری دنیا کو بتلایا جائے کہ آپ کے لیے پاکستان کا آزاد وخودمختار وجود خطرہ ہے۔

② پاکستان کی ایٹمی قوت اور دینی ماحول کو عالمی معاشرے کے لیے خطرناک بنا کر پیش کیا جائے۔

③ عالم انسانیت کو درپیش ان خطرات سے نجات کے لیے وہ پاکستان سے اس کی ایٹمی قوت چھین لیں، دینی مدارس بند کر دیے جائیں، نظام تعلیم کو جدید سیکولر بنیادوں پر استوار کر دیا جائے۔

④ ہندوستان کو دنیا کی بالا دست طاقتوں سے اشتراک فکر وعمل کے ذریعے پاکستان کو کسی بھی طرح تباہ کرنا چاہیے۔

⑤ گلوبل کمیونٹی کو پاکستان کی بقا میں مضمر خطرات سے آگاہ رکھا جائے۔

⑥ پاکستان میں خانہ جنگی کا ماحول بنا کر اپنے اہداف حاصل کیے جائیں، بلوچستان و سندھ کو اندرونی شورش کے ذریعے الگ کیا جائے۔

⑦ صفحہ 125 پر لکھتے ہیں کہ ڈیورینڈ لائن کو مٹا کر افغانستان اور پاکستان کے پشتون علاقوں پر مشتمل ایک نئ ریاست کا قیام بھی ضروری ہے۔

⑧ پاکستان اور افغانستان کا موجودہ شیرازہ بکھیر کر چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم کر کے کابل سے کولمبو تک اکھنڈ بھارت قائم کیا جائے۔ اس مجوزہ کنفیڈریشن کے لیے پاکستان کا شیرازہ بکھیرنا ضروری ہے۔

⑨ اگر پاکستان نے پرامن اور رضاکارانہ طور پر خود کو "DISMANTLE" تو پھر

بھارت گلوبل کمیونٹی کے ساتھ مل کر اسے تباہ کر دے۔

⑩ افواج پاکستان ان تمام اقدامات کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے، چنانچہ افواج پاکستان کی کردار کشی کی جائے اور اسے تقسیم کیا جائے۔

اسی طرح کی اور بھی باتیں لکھی ہیں کہ کسی طرح بھی پاکستان کو ختم کیا جائے۔

خود ہندوؤں اور انگریزوں کے بیانات و عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ انٹرنیشنل اسٹیبلشمنٹ کل بھی پاکستان بننے کی مخالف تھی اور آج بھی مختلف ہتھکنڈوں کے ذریعے پاکستان کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ میں نے دستیاب لٹریچر میں سے یہ بات سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ کیا تھے وہ حالات جن کی وجہ سے مسلمان دنیا کی سب سے بڑی ہجرت کر کے ہر قربانی دے کر بسے بسائے گھر چھوڑ کر، جائیدادیں، زمینیں اور آباء کی وراثتیں چھوڑ کر، خون کے دریا عبور کر کے اور عزت و عصمت کی قربانیاں دے کر "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے ملک میں آئے۔ دو قومی نظریہ کی حقانیت منوائی، ہندوؤں کی چانکیائی منافقت کو عیاں کیا اور یہ کہ ہندو اور انگریز کبھی ہمارے نہیں ہو سکتے۔ ہندو کل بھی مسلمانوں کا دشمن تھا، آج بھی ہے اور کل بھی رہے گا۔ بلکہ ہر آنے والے دن کے ساتھ خطرناک ہوتا جا رہا ہے۔ کیونکہ سامنے سے ٹکر اسے نہیں مل رہی، ہندو کی یہ سب درندگی اور سفاکی اس کی بزدلی کی وجہ سے ہے۔ وگرنہ مردوں کے مقابلے میں تو ہندو آج بھی بزدل پاؤں پڑنے والا ہے۔ اپنی مکاری اور عیاری سے تو کام لے سکتا ہے، یہ میدان کا مرد نہیں ہے۔

❀❀❀

ہندوتوا کے علمبرداروں کی مہابھارت مہم اور مسلمانوں سے نفرت کی انتہا

ہندوتوا کے علمبرداروں کی مہابھارت مہم اور مسلمانوں اور اقلیتوں سے نفرت کی انتہا

ہندوتوا کے علمبرداروں کی مہابھارت مہم:

ہندو رہنماؤں میں کتنی وسعت ظرفی ہے،خود ہندوازم میں کتنی انسانیت نوازی ہے، وہ کتنا دوسرے انسانوں کا احترام کرتا ہے، ان کو جینے کا، اپنے معاشرے میں رہنے کا حق دیتا ہے تو کتنا اور کن کن پابندیوں کے ساتھ، خود ہندوازم کے علمبردار اپنے ہی ہم مذہب لوگوں کو درجہ بندی میں تقسیم کرکے ان کا استحصال کرتے ہیں۔وہ بھی مذہب کے نام پر تقسیم در تقسیم دیکھیے پڑھیے، پاکستان بننے سے پہلے ہندو رہنما کس طرح کی ذہنیت رکھتے تھے؟ مسلمانوں کو کیوں الگ وطن لینا پڑا، ہر طرح کی قربانیاں پیش کرکے،اپنے آباء کی میراث،آباد گھرانے، سرسبزوشاداب کھلیان، چلتے کاروبار،اپنے عہدے، مدارس، ادارے، ہندو بلوائیوں کی طرف سے اپنی اغوا کی گئی خواتین،اپنے خونی رشتہ داروں کو ہندو بلوائیوں کے حملوں کی وجہ سے زخمی تڑپتا ہوا،شہداء کو بے گوروکفن چھوڑ کر زخمی جسموں کے ساتھ صرف ایمان بچا کر کئی کئی روز کے سفر کرکے پاکستان پہنچے تھے۔آج مسلمان رہنماؤں کے تمام خدشات درست ثابت ہو رہے ہیں، آج ہندتوا کا بھوت اپنی پوری فاشزم والی فیملی کے ساتھ اپنی اصلیت آر ایس ایس کے زیر سایہ ہندوستان میں، دنیا بھر میں، پاکستان میں اور جموں وکشمیر میں دکھا رہا ہے۔کیا اس ہندو ذہنیت، ہندو ازم کے علمبرداروں کے ساتھ رہا جاسکتا ہے؟ کیا اس سوچ وفکر کے حامل لوگ ایک صحت مند انسانی معاشرہ تشکیل دے سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

ملاحظہ فرمائیں ہندو رہنماؤں کے بیانات اور پھر دعا اور داد دیجیے قائداعظم محمد علی جناح بانیان پاکستان اور ہر اس بندے کو جو ہندتوا کے عفریت کے مقابل کھڑا ہے۔

① سوامی شردھا نند، لاجپت رائے جیسے ہندو لیڈر علی الاعلان عوامی جلسوں میں کہہ رہے تھے کہ مسلمانوں کو ہندوستان سے اس طرح نابود کر دینا چاہیے جس طرح ان کو ہسپانیہ سے کر دیا تھا۔

② لالہ ہردیال سنگھ ماتھور، مشہور کانگریسی لیڈر پھر آریہ سماجی رہنما (یہ کوئی مذہبی سنت نہ تھے، بلکہ انھوں نے یورپ اور امریکہ سے ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کی ہوئی تھیں) نے 1925ء میں ایک کتابچہ ''میرے وچار'' میں ہندوؤں کو تلقین کی ہے کہ سوراج حاصل کرنے کی کوشش کرو، مگر مسلمانوں سے مدد نہ لو، انھیں نظرانداز کر دو۔ ان پر انحصار کرو گے تو کہیں کے نہ رہو گے۔ ہندوستان اور پنجاب میں ہندو نسل کی بقا کی خاطر چار چیزیں بہت ضروری ہیں، ان کے بغیر ہم محفوظ نہیں ہو سکتے:

1- ہندو سنگٹھن (اتحاد)۔

2- ہندو راج۔

3- مسلمانوں کی شدھی (مسلمانوں کو ہندو دھرم قبول کرنے پر مجبور کرنا)۔

4- افغانستان اور سرحدی علاقوں کی تسخیر۔

③ گاندھی جی کہتے تھے کہ بھارت میں جو سوراج رواج پائے گا وہ رام راج ہوگا۔

④ جے پرکاش نارائن بھی کہتے تھے کہ رام راج ہی ہوگا۔[ہندوستان ایک مجروح تمدن: 145]

⑤ سوامی دیانند تو سر عام یہ بات کرتے تھے کہ بھارت کا مطلب ہی آریائی اور ویدوں والا بھارت ہے، لہٰذا چلو واپس ویدوں کی طرف۔ [دیانند اینڈ انڈین پرابلم۔

سی پرمیشورن صفحہ: 38 تا 39]

اسی نیت کا شاخسانہ تھا شدھی تحریک تاکہ مسلمانوں کو ہندو بنایا جاسکے۔ ہندوستان کے اکثر ہندو لیڈر اسی فکر میں شب و روز بے چین رہے کہ کس طرح مسلمانوں کو ہندو بنایا جائے۔

⑥ تقدیر ہند "Indias Destiny" کے مصنف "Cyril Modak" لکھتے ہیں: مسلمان تلوار سے فتح کرتے ہیں اور ہندو مت مدغم کرلیتا ہے، یعنی ہندو معاشرہ ضم اور مدغم کرکے غیر ہندو معاشرے کا وجود اور نشان ہی باقی نہیں رہنے دیتا۔ اس کے باوجود جو معاشرہ ہندو معاشرے کے مقابل اپنا تحفظ کرے اس کا یہ عمل ''ابلیسی کارروائی ہے۔'' شہزادہ داراشکوہ ہندو مسلم اتحاد کے جہاد میں شہید ہوا۔ اورنگزیب سازشی اور متعصب تھا۔ داراشکوہ علم و حکمت کا فدائی تھا اور وحدت کا طلب گار تھا۔ اورنگزیب عالمگیر نے تفرقے اور جدائی کی دیواریں کھڑی کر دیں۔ سرحدی گاندھی اور ابوالکلام آزاد کا روحانی مورث داراشکوہ ہے اور مسٹر جناح کا اورنگزیب۔ [صفحہ:16]

⑦ پنڈت شیوکشن کول اپنی کتاب "Wake Up Hindus" میں لکھتے ہیں: ''ہندو وہ ہے جو برصغیر کے معاشرے سے نسبت رکھتا ہو، اس کا نام معاشرے کے ناموں کا سا ہو اور اس معاشرے کے تمدن کے رنگ میں رنگا ہوا ہو۔ یہاں کے میلے اور رسمیں اس کے بھی میلے اور رسمیں ہوں۔''

اگر ہم ان چار مقاصد کو حاصل نہ کرسکے تو ہماری نسلیں محفوظ نہ ہوں گی۔ اس سے ہندوؤں کے عزائم واضح ہورہے ہیں، یہ صرف لالہ ہردیال سنگھ کی بات نہیں، سوامی دیانند، لاجپت رائے، کیلکر، تلک، شیام پرشاد مکھرجی، ڈاکٹر مونجے، مون موہن مالویہ اور سوامی شردھانند وغیرہ جیسے قائدین کی ایسی ہی رائے تھی، اس لیے قائداعظم محمد علی جناح

کہتے تھے کہ ہندو مہاسبھائی سیدھی بات کرتے تھے، کانگریس والے مکروہ منافقت سے کام لیتے تھے۔منزل سب کی ایک ہی ہے کہ کسی بھی طرح مسلمانوں کی علیحدہ حیثیت کو ختم کر دیا جائے۔

⑧ 1939ء میں سوتری دیوی جو کولکتہ میں رہتی تھیں، اپنی کتاب "A Warning to India" میں لکھتی ہیں: جب میں بنگال میں داڑھی والے کو ایک خاص لباس میں ترکی ٹوپی سجائے دیکھتی ہوں تو مجھے تکلیف ہوتی ہے، یہ شکلیں تو قاہرہ اور بغداد میں پائی جانی چاہئیں۔

⑨ پروفیسر بلراج مدھوک جو ہندوستان میں آر ایس ایس کے کرتا دھرتا تھے اور تقسیم سے پہلے سری نگر کے ڈی اے وی کالج میں استاد تھے، نے اپنی کتاب "Hindustan On the Cross Raod"[جو 1946ء میں اردو میں شائع ہوئی، اس میں لکھتا ہے کہ بھارت تو مذاہب و ادیان کی ری پبلک ہے۔یہاں تعصب نام کی کوئی شے نہیں۔ یہ ہندو مسلم مناقشہ آناً فاناً ختم ہوسکتا ہے، بشرطیکہ غیر ہندی ہیروز کو اپنے ہیروز نہ مانیں۔صرف ہندوستان کے ہیروز کو اپنا ہیرو مانیں، یعنی مسلمان اپنے ہیروز کی بجائے ہندو ہیروز کو اپنا ہیرو مان لیں، وہ بھی ان ہندو ہیروز کو بقول گاندھی جن کی اپنی درست تاریخ نہیں ہے، جنھوں نے انسانیت کے لیے بلکہ خود تمام ہندوؤں کے لیے کوئی بڑا کام نہیں کیا،وغیرہ وغیرہ۔مزید لکھتے ہیں کہ ہندو مسلم مسئلے کا حل فقط یہ ہے کہ یہاں کی ساری آبادی کو ''ہند یایا'' اور ''ہند وایا'' جائے۔مراد یہ ہے کہ یہاں سارے باشندے اسی طرح ہندوستانی بنیں کہ نام بھی غیر ہندوستانی نہ رکھیں، لباس بھی غیر ہندوستانی نہ استعمال کریں۔انھیں چاہیے کہ اپنے ہیروز بھی ہندوستانی بہادروں کو مانیں۔اگر ایسا ہو تو ہندو مسلم مسئلہ ختم ہوجاتا ہے، پھر مسلمان یہاں امن اور چین سے رہ سکتے ہیں۔

آ گے چل کر اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ جس طرح ہم نے مہاتما بدھ کا بت بنایا اور اسی طرح ہندوؤں کے بتوں سے بدھ مت والوں کی نفرت دور کر کے آخر ان کو ہندومت میں مدغم کرلیا۔اسی طرح ہم نے محمد (ﷺ) کا بت کیوں نہ بنا کے مسجدوں کے سامنے اور مندروں کے مقابل رکھا ؟ ہمیں ایک ہزار سال قبل یہ کوشش شروع کر دینی چاہیے تھی۔اب بنالینے چاہییں تا کہ مسلمان محمد (ﷺ) کو پوجتے پوجتے ہمارے بتوں سے بھی محبت کرنے لگیں اور پھر بدھ مت کو ماننے والوں کی طرح ہم میں گم ہو جائیں۔یہ مدہوک جو بھارت میں راشٹریہ سیوم سیوک سنگھ کا مدتوں صدر رہا۔ یہ بھارت میں مسلمانوں کا شدید مخالف تھا۔اس کا ایک مضمون اخبارات میں چھپا تھا ''بھارتی مسلمان مظلوم یا لاڈلے بچے'' واضح رہے اس کا یہ مضمون آسام میں مسلمانوں کے قتل عام کے فوری بعد لکھا گیا۔آج کی ہندوستانی نریندر مودی کی حکومت کے وزراء اور خود نریندر مودی مختلف قوانین، ملکی مفادات ملکی اکثریت کی ترجیحات کا سہارا لے کر اپنے بانیوں کے مخصوص ہندتوا کے ایجنڈے کو ہر ہر میدان میں نافذ کر کے ان کا نام لے کر ان کے خواب پورے کر رہے ہیں اور ہندوستان، خطے اور دنیا کے امن کو انارکی میں دھکیلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

⑩ نتھورام گوڈسے نے 1948ء میں گاندھی کو قتل کر دیا۔ اسے حکومت ہند نے نومبر 1948ء کو پھانسی کی سزا دی۔ اس نے جو وصیت کی تھی وہ یہ تھی کہ اسے جلانے کے بعد اس کی راکھ تمام ہندو مردوں کی طرح گنگا میں نہ بہائی جائے، بلکہ جب پاکستان پھر بھارت کا حصہ بن جائے تب میری راکھ دریائے سندھ کی منبع میں گرائی جائے تا کہ وہ پوری وادی سندھ میں سے گزر کر بحیرہ عرب میں جا گرے (تا کہ وہ تمام علاقہ پاک ہوجائے جو پاکستان بننے کی وجہ سے پلید ہو گیا تھا)۔نتھورام گوڈسے کی راکھ اس کے بھائی گوپال داس گوڈسے نے محفوظ کر رکھی ہے۔وہ پونے میں رہتا

ہے ۔اس نے اپنے مکان کے ایک کمرے کی ایک دیوار پر متحدہ ہندوستان کا نقشہ بنا رکھا ہے ۔اس نقشے کے نیچے ایک چاندی کے مرتبان میں نتھورام گوڈسے کی راکھ ہے۔ ہرسال 15 نومبر کو نتھورام گوڈسے کے (گرودا سئے) یعنی ہندومہا سبھا کے قائد ویرساورکر کے نام لیوا گوپال داس کے گھر جمع ہوتے ہیں اور دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پھیلا کر تجدید عہد کرتے ہیں کہ وہ نتھورام گوڈسے کا بچن (قول وعہد) پورا کریں گے اور بھارت کو دوبارہ متحد کر کے چھوڑیں گے،اس عہد کو گوڈسے دھرم یا گوڈسے مت(GODSE CULT) کہتے ہیں۔

[FREEDOM AT MIDNIGHT:1975]

نتھورام گوڈسے کی طرح کئی اورشدت پسند ہندوؤں کی راکھ اس لیے رکھی ہوئی ہے کہ اللہ نہ کرے،اللہ نہ کرے پاکستان ہندوستان کا حصہ بنا تو دریائے سندھ میں بہائی جائے گی۔

⑪ کانگریس کے بڑے لیڈر کے ایم منشی بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں: ہم ہندوؤں نے جن مسلمان بادشاہوں کی ملازمت قبول کی، ان کو بھی اچھوت (ناپاک) ہی جانا۔ ہم جب مسلمان حکمران کے دربار سے گھرلوٹتے تو پہلے کافوری اشنان (غسل) کرتے اور جو کپڑے دربار میں پہن کر گئے تھے انھیں اتار کر الگ ڈال دیتے تھے۔ان کپڑوں میں ہم نہ کھانا کھاتے اور نہ پانی پیتے تھے۔

یہ اور اس طرح کی گواہیاں آج کے ہمارے عرب حکمرانوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہیں۔ ہندو آج بھی آپ کو ناپاک ہی سمجھتا ہے، وہ صرف ہندوؤں کی زمین کو پاک سمجھتا ہے، اپنا مفاد پورا کرنے کے لیے وفادار ہونے کا ناٹک کرتا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو ان کے عقائد دیکھتے ہوئے ان کی سازشوں سے بچنا چاہیے۔ یہ جو عرب مما لک اپنے علاقوں میں مندر بنوا رہے ہیں یہ تحقیق کرلیں کہ واقعی صرف عبادت کے

لیے یہ مندر بن رہے ہیں یا ان کے مقاصد اور ہیں۔ 1940ء سے لے کر 1947ء تک ہندو اہل قلم نے جو لکھا ان کی ذہنیت وعزائم کی بخوبی عکاسی کرتا ہے۔ پرانی لائبریریوں میں اور لوگوں کے پاس وہ کتب اور تحریریں پڑی ہوئی ہیں۔عبرت حاصل کرنے کے لیے ان کا پڑھنا کافی ہے۔

⑫ کانگریس کے بڑے لیڈر ڈاکٹر انصاری کے گھر کانگریسی لیڈر ٹھہرے ہوئے تھے، گوشت خور کانگریسی تو ان کے دستر خوان پر ان کے ساتھ کھانا کھا لیتے تھے، سبزی خور اپنے کمروں میں کھانا منگوا لیتے تھے اور ان کمروں کا رخ دریائے جمنا کی طرف تھا۔ میرے باورچی خانے سے کھانا پکا کر ان کمروں میں بھیج دیا جاتا تھا۔کانگریس ورکنگ کمیٹی کے سبزی خور ممبران تمام کھانوں کو بالٹیوں میں بھروا کر اپنے خدمت گاروں کے ذریعے جمنا میں بہا دیتے اور چوری سے جو کھانا چاندی والوں کے ہاں سے آتا وہی کھاتے۔ [مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور ہندوستان کی جنگ آزادی]

⑬ کشمیر کے شیخ عبداللہ لکھتے ہیں کہ قائداعظم محمد علی جناح ممبئی میں اپنی اہلیہ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ ایک ملاقاتی کا کارڈ اندر آیا۔ یہ پنڈت مدن مالویہ کا تھا۔ قائداعظم محمد علی جناح کھانے کی میز سے اٹھ کر گئے اور انھیں اندر لائے، جب وہ میز پر بیٹھ گئے تو انھیں کھانے میں شرکت کی دعوت دی۔ مالویہ جی نے انکار کر دیا کہ میں مذہبی وجوہات کی بنیاد پر آپ کے ساتھ کھانا نہیں کھا سکتا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے کہا کہ آپ ساتھ والے میز پر بیٹھ کر کھانا کھا لیں۔ مالویہ جی نے کہا کہ یہ بھی ممکن نہیں کیونکہ نیچے قالین تو ایک ہی ہے اور اس کے ذریعے چھوت آ سکتی ہے۔ چنانچہ آداب میزبانی کو نبھاتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے قالین ہٹوا دیا اور الگ میز پر انھیں میوے اور دودھ پیش کیا گیا۔شیخ عبداللہ لکھتے ہیں کہ اس

واقعے کا ذکر ہوا تو قائداعظم محمد علی جناح نے مجھ سے پوچھا: جس قوم کے برگزیدہ لیڈروں کا یہ حال ہو وہ آپ کو کیسے جینے دیں گے۔

شیخ عبداللہ نے لکھا کہ قائداعظم محمد علی جناح سرینگر تشریف لائے تو وہ میری باتوں سے خوش نہیں تھے، مگر انھوں نے کمال صبر سے مجھے سنا اور ایک مرد بزرگ کی طرح فرمائش کے انداز میں کہنے لگے: میں نے اپنے بال سفید کیے ہیں، میرا تجربہ یہ ہے کہ ہندو قیادت پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ یہ کبھی آپ کے دوست نہیں ہو سکتے، میں نے زندگی بھر ان کو اپنانے کی کوشش کی، لیکن مجھے ان کا اعتماد حاصل کرنے میں کامیابی نہیں ہوسکی۔ وقت آئے گا کہ آپ کو میری بات یاد آئے گی اور آپ افسوس کریں گے۔ واقعی قائد کا فرمان سچ نکلا۔ شیخ عبداللہ کی تمام نمک حلالی اور ہندوستانی غلامی کے باوجود جو اس کے خاندان کی حالت ہے، پوتے اور پوتیوں کی شادیاں غیر مسلموں کے ہاں کر کے بھی جب ہندوستان چاہتا ہے غداری کا طوق گلے میں ڈال دیتا ہے۔

⑭ چودھری افضل حق جو احرارالاسلام کے بڑے لیڈر تھے، کہتے ہیں کہ ہندو اور سکھ حلوائی اس خیال سے کہ مسلمانوں کے ہاتھ لگانے سے وہ پلید نہ ہوجائیں مسلمان خریداروں سے اپنے ہاتھ سے پیسے بھی نہ لیتے تھے، اس غرض کے لیے وہ ایک لکڑی کی ڈوئی استعمال کرتے تھے۔ اس کا دستہ خود حلوائی اپنے پاس رکھتا اور مسلمان سے کہتا کہ وہ اس کے پیالے میں پیسے ڈال دے۔ میں جب اس ڈوئی کی پیالی میں پیسے ڈال رہا تھا تو بدقسمتی سے میرا ہاتھ دکاندار کو لگ گیا۔ اس سے دکاندار لال بھبھوکا ہوگیا اور اس نے مجھے ایک ہی سانس میں ہزاروں گالیاں سنا ڈالیں۔ ایک ساعت کے لیے میں بالکل بھونچکا ہوکر رہ گیا اور بے حس وحرکت کھڑا رہا۔ پھر وہاں سے چلا آیا پھر کئی سال تک کسی ہندو یا سکھ کی دکان پر نہ گیا۔ [مسلمان اور اچھوت، صفحہ:34]

ہندوؤں کی ذہنیت کو سمجھنے کے لیے یہ صرف کچھ واقعات ہی کافی ہیں جو ہندو لیڈروں کا عمل مسلمان لیڈروں کے ساتھ تھا، عام ہندو کا عام مسلمان کے ساتھ کیا سلوک ہو گا اس کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔اس سے ہندو کے اندر اور باہر کا پتا چلتا ہے۔ جہاں بھی اور جب بھی ہندوؤں کو کچھ طاقت ملی، موقع ملا وہ اپنی اصلیت دکھانے سے باز نہیں آتے۔

⑮ مولانا محمد علی جوہر کہتے ہیں کہ برٹش انڈیا کمپنی کی حکومت کے دور میں گلی کوچوں میں یہ ڈھنڈورا پیٹا جاتا تھا کہ خلق خدا کی، ملک ملکہ کا اور حکم کمپنی بہادر کا اور اب نہرو رپورٹ کی روشنی میں جو ہندوؤں کا تسلط قائم ہوگا اس کے لیے منادی پکاریں گے کہ خلق خدا کی، ملک ملکہ کا اور حکم ہندو مہاسبھا بہادر کا۔

آگے مولانا محمد علی جوہر a کہتے ہیں کہ گاندھی مہاسبھا کی بالا دستی کے لیے سرگرم عمل ہیں۔وہ سول نافرمانی کی تحریک شروع کریں تو مسلمانوں سے ہرگز مشورہ نہیں لیتے۔ وہ مسلمانوں سے بالا کامیابی سے ہمکنار ہونا چاہتے ہیں۔ہم ہند کے غدار نہیں ہیں۔ہم نے کوئی عہد شکنی نہیں کی۔ گزشتہ بیس سال سے ہندو اکثریت مسلم اقلیت پر ستم ڈھا رہی ہے۔گاندھی جی نے ایک بار بھی کلمہ مذمت نہیں کہا۔انھوں نے کبھی شدھی اور سنگٹھن کی کارروائیوں پر اظہار ناپسندیدگی نہیں کیا۔ حالانکہ یہ کارروائیاں ہند سے اسلام کی بیخ کنی کے لیے کی جا رہی تھیں۔انھوں نے مدراس میں ہونے والے ہندو مسلم معاہدے کی دھجیاں اڑائی ہیں۔اب قرآن کے ارشاد کی روشنی میں ہمارے پاس اور کوئی چارہ نہیں کہ اگر تمھیں کسی قوم کی جانب سے دھوکے اور عہد شکنی کا خوف ہو تو اس قوم کے ساتھ طے کردہ معاہدے اس کے منہ پر دے مارو۔اللہ تعالیٰ فریب کاروں اور عہد شکنوں کے عمل کو پسند نہیں کرتا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے بھی مولانا کے اس بیان کا حوالہ دیا تھا۔

⑯ ایکٹ 1935ء کے تحت ہونے والے انتخابات میں چھ صوبوں میں ہندو اکثریتی

حکومت مسلط ہوئی ۔ وہاں مسلمانوں پر ستم کی بجلیاں ٹوٹ پڑیں۔ مسلمان اکابر اور اہل عزت کی توہین کی گئی۔ باا ثر مسلم افراد کو جھوٹے مقدمات میں الجھایا گیا۔ مسلمانوں کو فساد بپا کرکے قتل کیا گیا۔ ان کے گھر جلائے گئے اور پھر گرفتار بھی مسلمانوں ہی کو کیا گیا۔ اردو کی جگہ ہندی دیوناگری نافذ کر دی گئی۔ مسلم دشمن ''بندے ماترم'' گیت کو ہندی قومی گیت کے طور پر سکولوں میں حمد(Prayer) کے طور پر رائج کر دیا گیا۔ سرکاری عمارتوں پر کانگریسی جھنڈا لہرا دیا گیا، حالانکہ حکومت ابھی انگریز کی تھی اور تو اور اسکولوں میں گاندھی جی کا بت رکھ دیا گیا۔ جس کے سامنے کھڑے ہو کر طلبہ مسلمان بچوں سمیت ''بندے ماترم'' گاتے تھے، یوں ان کو شرک کی تعلیم دی گئی۔ یوں برہمنیت اپنی اصل نیت کے ساتھ عریاں رقص اور قتل و غارت کے مناظر پیش کرنے لگی۔ اس دور کی خونی روداد، پیرپور رپورٹ، شریف رپورٹ، فضل الحق رپورٹ اور ان حالات پر قاضی عیسیٰ نے بھی کتاب لکھی۔ ہندوؤں کی یہ کم ظرفی اور اپنی اصلیت دکھانا مسلمانوں کو جھنجھوڑنے کا باعث بنا۔ اکتوبر 1937ء میں مسلمانوں نے قائداعظم محمد علی جناح کی زیر صدارت لکھنؤ میں آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس منعقد کیا، جو ہندوستان میں پوری مسلم ملت کا نمائندہ اجلاس تھا۔ اس اجلاس کے بعد مسلمانوں کو مسلم لیگ کے جھنڈے تلے متحد کرنا شروع کر دیا گیا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے 1937ء، 1938ء اور 1939ء کے اجلاسوں میں ہندو کانگریس کی حکومتوں کے مسلم دشمن رویوں کو بار بار ہدف تنقید بنایا اور بار بار کہا کہ ہندوؤ! تم نے صبر سے کام نہ لیا، شاید ہم دھوکے میں رہتے۔ تم نے کم ظرفی کے باعث ہم پر قبل از وقت واضح کر دیا کہ تمھیں ہم پر اقتدار ملا تو تم کیا کچھ کر گزرو گے۔ صوبائی حکومتوں میں ذرا سی آزادی ملی اور تم نے ہم پر کیا کیا آفت ڈھا دی۔ ہندوؤ! ہم شکر گزار ہیں کہ تم نے ہمیں مزید چوکنا کر دیا، تا کہ ہم اپنے ملی تحفظ کا کوئی اہتمام کر لیں۔

قائداعظم محمد علی جناح اور دوسرے زعماء نے کانگریس کو بار بار کہا کہ تم لوگ معمولی سے صوبائی اختیارات حاصل ہونے پر آپے سے باہر ہوگئے ہو۔تم ہم سے اچھا سلوک کرتے تا کہ ہم دھوکے میں آ جاتے۔تمھاری ہاں میں ہاں ملاتے اور پھر آزادی کامل حاصل ہو جانے کے بعد تم ہماری جو گت بنانا چاہتے بنا لیتے۔اس وقت ہم بے بس ہوتے مگر اے ہندو قائدین! ہم آپ کے شکرگزار ہیں کہ آپ نے ہمیں بروقت متنبہ کر دیا۔ اب ہماری جنگ دو محاذوں پر ہوگی۔ہم نے دوسرا دشمن بھی پہچان لیا ہے۔ہم انگریز کے خلاف بھی لڑیں گے،ہندو کے خلاف بھی لڑیں گےاور فتح اللہ کے فضل سے ہماری ہو گی۔(ان شاء اللہ)

کانگریس نے انھی انتخابات میں کانگریسی غیر ہندوؤں کو اقتدار نہ دیا حالانکہ مقامی سطح پر ان کا حق تھا۔ بقول مولانا ابوالکلام آزاد ممبئی میں مسٹر نریمان مقامی کانگریس کے مسلمہ رہنما تھے۔امید تھی کہ سابقہ ریکارڈ اور مسٹر نریمان کی حیثیت کے پیش نظر انھیں ممبئی کی حکومت کی قیادت کرنے کے لیے کہا جائے گا۔اس کا مطلب تھا کہ صوبے کا وزیر اعلیٰ ایک پارسی ہوگا، جبکہ کانگریس اسمبلی پارٹی میں اکثریت ہندوؤں کی تھی، چنانچہ مسٹر بی جی کھیر کو آگے لا کر ممبئی کی کانگریس پارٹی اسمبلی کا لیڈر منتخب کیا گیا۔مسٹر نریمان نے کافی کوشش کی، گاندھی جی تک بات لے کر گئے، مگر وہ اس زیادتی پر ہونے والی انکوائری سے پہلے ہی مقدمہ ہار گئے۔نریمان کا دل ٹوٹ گیا اور ان کی پبلک زندگی ختم ہوگئی۔

اسی طرح بہار میں ڈاکٹر سید محمود صوبے کے نامور لیڈر تھے، وہ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے جنرل سیکریٹری بھی تھے،اسی طرح صوبے کے اندر اور باہر ان کی پوزیشن بہت مضبوط تھی ۔ امید تھی کہ صوبائی خودمختاری کے تحت صوبے کے پہلے وزیر اعلیٰ ہوں گے،مگر ان کی جگہ سری کرشنا سنہا اور نارائن سنہا کو جو مرکزی اسمبلی کے ممبر تھے، کو واپس بہار بلا کر ان کی وزارت اعلی کے منصب کے لیے تربیت شروع کر دی۔ پھر سری کرشنا کو

وزیر اعلی بنا دیا گیا، مسلمان کی جگہ ہندو کو۔ مولانا کہتے ہیں کہ میں نہایت افسوس کے ساتھ یہ اعتراف کرتا ہوں کہ بہار اور ممبئ دونوں صوبوں میں کانگریس قوم پرستی کے دعووں میں پوری طرح کامیاب نہ ہوسکی۔ [ہندوستان آزاد ہوگیا، صفحہ:26، 27]

''رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمن اور ہندوستان کی جنگ آزادی'' میں لکھا ہے کہ ہندو کہتا ہے مسلمان کانگریس میں آئیں اور چاہتا یہ ہے کہ نہ آئیں، کیونکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ مسلمان اگر کانگریس میں آئے تو ان کی پولیٹیکل طاقت بڑھ جائے گی اور ہندوؤں کی قوم پرستی کا راز کھل جائے گا۔ ابھی تک کانگریس کے دفتروں میں مسلمانوں کو اچھوت سمجھنے والے ہندو موجود ہیں۔ مسلمان ہندوستان کی جنگ آزادی میں شریک ہوئے اور آزادی کے لیے جس قدر خون بہایا وہ ہندوستان کی کسی قوم کے حصے میں نہیں آیا، لیکن جنگ آزادی ختم ہو جانے کے بعد مسلمانوں کو یہ صلہ دیا گیا کہ نہرو رپورٹ سے بھی بدتر قرار داد منظور کی گئی۔

⑰ ایک مسلم قبیلہ جو ملکانہ راجپوت کہلاتے تھے مسلمان سے ہندو بنائے گئے۔ یہ سوامی شردھانند اور مدن موہن مالوی جیسے آریہ سماجوں کی بہت بڑی فتح تھی، لیکن اب مسئلہ یہ پیش آ گیا تھا کہ ان کو ہندو تو بنا لیا اب یہ ہندو سوسائٹی کے کس طبقے میں شامل کیے جائیں۔ وہ اپنے اسلام کی وجہ سے پلید قوم بن چکے تھے۔ اگرچہ وہ راجپوت کہلاتے تھے، چنانچہ ہندوؤں کے اپنے ہی کھاتوں کے مطابق ان کو اچھوتوں میں شامل ہونا چاہیے تھا اور شودر سے بھی کمتر ہو کر چنڈال اور راکھش وغیرہ کہلانا چاہیے تھا۔ چنانچہ گاندھی نے شودروں سے اپیل کی کہ وہ اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیں اور ملکانہ کے شدھوں کو اپنے طبقے میں شامل کرلیں۔

[JE SANJNA .CASTE AND OUTCASTE]

⑱ ایک بہت بڑی برادری مہر کہلاتی تھی۔ مہر سردار کو کہتے ہیں۔ کبھی یہ لوگ اس علاقے

میں حکومت کرتے تھے، انھی کی نسبت سے مہاراشٹر کہا جاتا ہے (مہر، راشٹر)۔ جب وہ لوگ غلام بنائے گئے تو جنگلوں پہاڑوں میں دھکیل دیے گئے۔ وہ کوکن اور پونے کے گردونواح کے جنگلوں اور پہاڑوں میں رہتے تھے۔ شیوا جی کے برہمن پیشواؤں کے دور میں ان کے بارے حکم تھا کہ وہ پونے میں صبح تقریباً نو بجے سے لے کر پچھلے پہر تین بجے تک داخل ہو سکتے ہیں، یہ اس لیے کہ ان اوقات میں سائے اتنے طویل نہیں ہوتے۔ [CASTE AND OUTCASTE]

برہمنی تعصب بھی کیا چیز ہے، اس میں بعض قبائل برہمنوں کے نزدیک ایسے ہیں کہ پچاس قدم سے ان کی نظر آریاؤں کو پلید کر سکتی ہے۔ کسی کی نظر سو(100) گز سے پلیدی کا تیر چلا سکتی ہے، "Unshadowable" بدبخت قبیلے ہیں جن کے سائے سے آریائی انسان اور ان کے مکان بھرشٹ ہو سکتے ہیں۔

اسی کتاب کے اسی صفحے پر کورگ لوگوں کے بارے بتایا گیا ہے کہ ان کی پلیدی اور بدبوداری کے باعث ان کے گلے میں ایک برتن کا بندھا ہونا لازمی تھا، تاکہ وہ اپنے انھی برتنوں میں تھوکیں اور آریائی زمین گندی، پلید اور بدبودار نہ ہو۔ بعض مہر اور کورگ باشندوں پر یہ بھی پابندی تھی کہ وہ اپنی کمر کے ساتھ پیچھے کی جانب جھاڑی یا جھاڑو باندھ کر چلیں اور وہ زمین پر گھسیٹ رہا ہو، تاکہ ناپاک قدموں کے نشان مٹتے جائیں۔ آریائی افراد (پاک مخلوق) ان کے قدموں کے نشانوں سے اٹھنے والی گردوغبار کے ذروں سے ناپاک نہ ہو جائیں۔ یہ عجیب وغریب باتیں خود ہندوؤں نے نہ لکھی ہوتیں تو غیر آریائی عام آدم زاد تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ انسانیت کو یوں ذلیل وخوار کیا جاتا ہے۔ سچ کہا کسی نے کہ ہر بیماری کا علاج ہے مگر حماقت کی بیماری کا کوئی علاج نہیں ہے۔

⑲ (i) رام جی کے ہاں شودر کا مقام:

ایک دن صبح کے وقت رام جی کو بتلایا گیا کہ ایک برہمن کا بیٹا مر گیا ہے۔اس ناگہانی حادثے کے بعد لوگوں کا دھیان فقط ایک امر کی طرف گیا، وہ یہ کہ کہیں کوئی ناپاک کام عمل میں آیا ہے۔رام جی تفتیش وتحقیق کے لیے نکل پڑے، انھوں نے دیکھا کہ ایک شودر ایسے مذہبی فرائض انجام دے رہا ہے جو کسی کھرے آریائی یا برہمن کے لیے مخصوص ہیں، اس شہر کا نام''سنبوکہ'' تھا۔رام جی نے اس کا سر فوراً اڑا دیا، ادھر شودر کا سر اڑایا، ادھر وہ برہمن کا بیٹا زندہ ہوگیا۔ دیوتاؤں نے رام جی پر پھول برسائے، اس لیے کہ انھوں نے آریائی تمدن کا اس فیصلہ کن انداز میں تحفظ کیا تھا۔(نرادسی چودھری اپنی کتاب "The Continent of Circe" صفحہ:27 میں رامائن ہندوؤں کی مذہبی کتاب کا واقعہ لکھتے ہیں، گویا خود رام جی اور دیوتا بھی شودروں کے اس عمل کے خلاف تھے)۔کیا یہی رام راج نافذ کرنا چاہتے ہیں ہندو۔اس لیے رام کے نام پر مسلمانوں اور اقلیتوں کا جینا مشکل کیا ہوا ہے۔

(ii) میں جموں جیل میں تھا۔1993ء کی بات ہے کہ ایک پنڈت اور ایک شودر ہندو آپس میں الجھ رہے تھے۔ہندو کہنے لگا کہ حیدر سے فیصلہ کرواتے ہیں۔پنڈت بھی خوش ہوا کہ حیدر میرا جاننے والا ہے، میرے حق میں فیصلہ کرے گا۔جموں کے نواح میں کسی گاؤں میں رہتے تھے۔ جوہڑ کا پانی پیتے تھے، جوہڑ ایک تھا، اس کو تقسیم کیا گیا تھا کہ ایک طرف پنڈتوں کا حصہ تھا، دوسری طرف شودروں کا حصہ تھا۔ درمیان میں ایک حد بندی تھی۔جھگڑا یہ تھا کہ شودروں کی طرف سے جانور پنڈتوں کی طرف داخل ہوئے، ان کے ساتھ شودروں کی طرف کا پانی گارا پنڈتوں کی طرف آ گیا۔اس پر جھگڑا ہوا۔ شودروں کی شامت آ گئی۔ان کو جوہڑ کے پانی سے محروم کر دیا گیا۔ان بے چاروں کی خواتین دور سے پانی لینے جاتیں تو راستے میں برہمنوں کے لڑکے تنگ کرتے۔پنڈت جی کو بہت سمجھایا کہ آپ لوگ زیادتی کر رہے ہیں، آپ کے ہم مذہب ہیں کچھ ترس

کھائیں، صلہ رحمی کریں، انسانیت بھی کوئی چیز ہے۔ پنڈت جی اسی ضد میں رہے کہ نہیں یہ شودر ہیں، ان کو کیسے یہ حق دے دیں۔ جب بار بار منت سماجت کے بعد بھی پنڈت جی نہ مانے تو میں نے کہا کہ پھر ان شودروں کو کسی اور ملک بھیج دیں یا گولی مار کر ختم کر دیں۔ پنڈت جی جھٹ بولے پھر ہمارا کام کون کرے گا۔ میں نے کہا پنڈت جی، جب آپ کے لوگ ان سے کام کرواتے ہیں اور ان کی خواتین سے زیادتی کرتے ہیں، تب دھرم کہاں جاتا ہے، تب پلید نہیں ہوتے؟ بارش ہونے کی صورت میں پانی زیادہ جمع ہوتا ہے تب تو آپ کے بقول حد بندی جوہڑ کے درمیان والی نظر بھی نہیں آتی، تب بھی تو پانی مکس ہوتا ہے۔ لہٰذا پنڈت جی میرا فیصلہ تو یہ ہے کہ گاؤں کے اسی جوہڑ سے اپنے ان ہندو بھائیوں کو بھی پانی بھرنے دیں۔ بس پھر کیا تھا اس کے بعد جب بھی پنڈت ملا منہ موڑ گیا۔ نہیں تو پہلے جب ملتا ہاتھ جوڑ کر نمستے بھیا، رام رام حیدر صاحب کہتا۔ ایک دن میں نے پنڈت کو پکڑ لیا کہ کیوں ناراض ہیں۔ بس پھر کیا تھا پنڈت چھوٹتے ہی شروع ہو گیا کہ تم لوگوں نے کشمیری پنڈتوں کو بھی مارا ہے۔ میرے خلاف بھی فیصلہ دیا ہے۔ میں نے کہا: ارے پنڈت جی! کہاں دیہات کے جوہڑ سے اٹھ کر سرینگر کے چشموں میں پھدکنے لگے ہو۔ میری بات سنو! پنڈتوں کو ہم نے نہیں آپ کے گورنر جگموہن نے بھگایا ہے، مارا ہے آپ کی فورسز نے، تاکہ ہم مسلمانوں کے خلاف بربریت کا بہانہ مل جائے۔ وہ تو ہماری الحمدللہ عسکریت مضبوط ہے، تمھاری حکومت کا منصوبہ ناکام ہو گیا۔ پنڈت جی آپ کو بہت درد ہے کشمیری پنڈتوں کا تو یہ بتلانا پسند کریں گے کہ آپ جموں والے کشمیری پنڈتانیوں کو ان کے جموں میں گھروں سے اور گاڑیوں سے اتار اتار کر کیوں اغوا کر کے لے جاتے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہندو ہمارے ساتھ مل کر آپ کی فورسز کے خلاف لڑ رہے ہیں۔ ہمارے ساتھ بھائیوں کی طرح رہتے ہیں آپ کی طرح نہیں۔ ہم ان کے گھروں میں رہتے ہیں اور وہ ہمارے گھروں میں رہتے ہیں۔

(iii) مزید نرادسی کی کتاب میں ایک واقعہ پڑھیں کہ کورو اور پانڈو شہزادے ایک دن جنگل میں شکار کھیلنے گئے۔ ان شہزادوں نے تیر اندازی کا فن ایک برہمن سے سیکھا تھا۔ جس کا نام ڈرونا تھا۔شہزادوں نے دیکھا کہ ان کا کتا جو ادھر ادھر بھاگ دوڑ رہا تھا اس کا منہ تیروں سے سلا ہوا ہے۔ یہ بڑی مہارت اور چابک دستی کی بات تھی۔شہزادے حیرت کے عالم میں اس شکاری کی تلاش میں چل پڑے جو اتنا مشاق تیر انداز تھا۔ چنانچہ ایک لڑکا دیکھا جو تیر کمان سے کھیل رہا تھا، اس لڑکے نے بتایا کہ وہ ڈرونا برہمن کا شاگرد ہے ۔شہزادوں کو بھی حیرت ہوئی اور حسد بھی کہ ڈرونا برہمن نے آریائی شہزادوں کو وہ کچھ نہ سکھایا جو اس لڑکے کو سکھا دیا تھا۔شہزادوں کی شکایت سن کر ڈرونا برہمن بہت پریشان ہوا اور بتلایا کہ اس نے کسی کو تیر اندازی کا ایسا فن نہیں سکھایا، دراصل ہوا یہ کہ وہ لڑکا ڈرونا برہمن کی خدمت میں یہ التجا لے کر حاضر ہوا تھا کہ اسے تیراندازی کے فن میں ماہر کر دیا جائے ۔لیکن ڈرونا نے یہ کہہ کر اسے تربیت دینے سے انکار کر دیا تھا کہ وہ اچھوت ہے مگر وہ لڑکا بددل نہ ہوا ۔اس نے ڈرونا برہمن کا بت بنایا اس کے حضور سربسجود ہوتا رہا، دعائیں مانگتا رہا، اس کا نام جپتا رہا، مشق تیر زنی کرتا رہا، حتیٰ کہ اس بے پناہ مہارت کو پہنچ گیا۔ ڈرونا نے جب اس لڑکے سے پوچھا کہ میں نے تمھیں یہ فن سکھانے سے انکار کر دیا تھا پھر تم نے یہ کیسے سیکھ لیا، نیز تم یہ کس طرح کہتے ہو کہ یہ فن تمھیں ڈرونا نے سکھایا؟ چنانچہ لڑکے نے ڈرونا کے بت اور اس بت کے ساتھ اپنی عقیدت کی عطا کردہ برکت کا ذکر کیا۔ ڈرونا کے تعجب کی انتہا نہ رہی اور اب برہمن کی فطرت نے اپنی سنگدلی کا مظاہرہ کیا ۔ڈرونا برہمن نے اس لڑکے سے کہا: ہاں! واقعی تم نے میری وجہ سے یہ فن حاصل کیا ہے، تم تو میرے شاگرد ہو۔ لہٰذا تم پر فرض ہے استاد کی خدمت میں دکشنا (نذر) پیش کرو۔ شاگرد نے باکمال برخورداری سے پوچھا کیا دکشنا (نذر) پیش کروں؟ ڈرونا نے کہا: اپنا دایاں انگوٹھا۔ چنانچہ لڑکے نے جس پر اس کے

کمال فن کا انحصار تھا کاٹ کر استاد کے چرنوں میں رکھ دیا۔

(iv) اسی طرح ایک واقعہ جے ای سنجانا اپنی کتاب "Caste and Outcaste" میں لکھتے ہیں کہ کالی کٹ کے نواح میں ایک بچہ کنویں میں گر گیا۔شور مچایا بچاؤ بچاؤ۔ ایک دیہاتی ادھر سے گزر رہا تھا۔اس نے آ ؤ دیکھا نہ تاؤ کنویں میں چھلانگ لگادی اور بچے کو بچالیا۔سب لوگوں نے جو اردگرد تھے شکریہ ادا کیا۔بعض نے تو پاؤں بھی چھوئے۔ اسے دیوتا تک کہا اور جب وہ جانے لگا تو اس کا اتا پتا دریافت کیا۔جب اس نے بتلایا تو معلوم ہوا کہ اچھوت ہے، چنانچہ وہیں شکریہ ادا کرنے والوں نے اس کا مار مار کر بھرکس نکال دیا کہ کمبخت نے ان کا کنواں بھرشٹ کرکے رکھ دیا تھا۔

(v) اسی طرح جب رام نے سیتا کو لکشمن کی قید سے دکھن کے لوگوں کے تعاون سے چھڑوایا۔لیکن ذاتوں کی طبقہ بندی اور نسلی امتیازات کے رکھ رکھاؤ کی بدولت دکھن کی ساری آبادی راکھشس، بھوت اور ونارتھی۔وہ لوگ غیرت مند اور باوفا تھے۔انھوں نے رام جی کے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔لیکن برہمن معاشرے نے دکھن کے باشندوں کا شکریہ ادا کرنا گوارہ نہ کیا۔کیونکہ شکریہ ادا کرتے تو انھیں انسان تسلیم کرتے ۔برہمن تقسیم کے مطابق یہ ممکن نہ تھا، چنانچہ انھوں نے جہاں راون کو ایک بادشاہ کی بجائے محض دیو اور بھوت کا روپ مانا وہیں اس کے مددگاروں کو بندر قرار دے دیا۔

[The Menace Of Hindu Imperialism]

یعنی برہمن معاشرے نے بندروں کو اور ان کے سردار ہنومان جی کو اپنا محسن بلکہ دیوتا مان لیا،مگر انسانوں کو انسان تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔

(vi) قائداعظم محمد علی جناح نے بار بار کہا کہ جو معاشرہ اس طرح انسان دشمن درجوں میں بٹا ہوا ہو، وہ دوسرے کے ساتھ برابری کا سلوک کر ہی نہیں سکتا۔ایسے برہمنی اور شودری معاشرے میں جمہوری روح کس طرح کارفرما ہوسکتی ہے۔ہندو لیڈروں کو

دیانت داری کے ساتھ تسلیم کرلینا چاہیے کہ ان کے یہاں جمہوریت کا نام لینا محض فریب دینا ہے۔شودروں،اچھوتوں،ادیکھوں، چنڈالوں اور راکھشسوں کے ہوتے ہوئے کوئی معاشرہ جمہوری کیسے کہلا سکتا ہے۔

(vii)2004ء کے اخبارات میں یہ واقعہ چھپا ہے کہ ہریانہ صوبہ کے کسی گاؤں میں مسلمانوں کی گھوڑی نے برہمنوں کے کھیت سے چند بیلیں کھا لیں۔بس پھر کیا تھا مسلمانوں کا بائیکاٹ کر دیا گیا۔مسلمانوں سے بات چیت لین دین بند کر دیا۔ہندو پنچائیت کے فیصلے سے مسلمان خواتین قضائے حاجت کے لیے اپنے دور دراز کھیتوں میں جانے پر مجبور ہوئیں۔مسلمانوں کو اتنا تنگ کیا کہ بیچارے معافیاں مانگتے رہے کہ کچھ اور سزا دے لو یوں بائیکاٹ نہ کرو۔اسی طرح بے شمار واقعات آئے دن ہندوستان میں ہوتے رہتے ہیں۔میڈیا میں بہت کم آتے ہیں کیونکہ میڈیا اور سرکار تو ہندوؤں کی ہی ہے۔

⑳ البیرونی نے اپنی کتاب ''کتاب الہند''میں لکھا کہ ہندو کون ہے؟

ہندو قوم کی ایک خوبی یہ ہے کہ بڑی برخود غلط اور مغرور قوم ہے۔عقیدہ یہ بھی ہے کہ کائنات میں اگر وطن ہے تو صرف ان کا وطن ہے۔ دھرتی ہے تو صرف ان کی دھرتی ہے۔قوم تو صرف ان کی قوم ہے۔علوم ہیں تو صرف ان کے علوم ہیں ۔ان کی سرزمین کے باہر جو کچھ بھی ہے وہ غلیظ ہے، پلید ہے، بدبودار ہے،صرف انھیں کا وطن پاک ہے، باقی ہر سرزمین پلید ہے۔ان کی زبان میں غیر ملکی اور اجنبی کو ملیکش کہتے ہیں،لیکن چونکہ ہر بیرونی سرزمین پلید ہے، لہٰذا ملیکش کا معنی خود بخود پلید شخص ہوگیا۔ لہٰذا غیر ملکی اور ناپاک ہم معنی ہوگیا(یعنی باہر سے آنے والا نام اور باہر سے آنے والے مذہب بھی ملیچھ ناپاک ہیں)۔ان کے نزدیک جملہ علوم وفنون کا گھر انھی کا وطن ہے، چنانچہ کسی علمی بحث میں اگر یہ کہا جائے کہ خراسان کے فلاں عالم نے یہ لکھا یا کہا ہے تو وہ حیرانی سے پوچھتے

ہیں : ہندوستان سے باہر کے لوگ یہ بات کیونکر جانتے ہیں، ضرور اسے برہمن نے پڑھایا ہوگا۔ مشہور مغربی فلاسفر ہیگل نے اپنی کتاب ''فلسفہ تاریخ'' میں لکھا ہے کہ دنیا میں کوئی دوسرا معاشرہ اس طرح اپنے جغرافیے اور ماحول کا قیدی نہیں جس طرح ہندوستانی معاشرہ ہے۔

ہیگل مزید لکھتا ہے کہ جس قدر ہندو قوم زمین کے ساتھ بندھی ہوئی ہے اس قدر کوئی دوسری قوم زمین بستہ نہیں، وہ اپنی دھرتی کو فقط بت ہی نہیں جانتے بلکہ ''ماتا'' کا سا بت جانتے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو پتا ہونا چاہیے ہندو اپنی ماتا پر دوسروں کا قبضہ برداشت نہیں کرتے۔ مجبوری کی الگ بات ہے۔ جیسے مسلمانوں کی حکومت برداشت کرنا پڑی اب وہ اپنے آپ کو طاقت ور بنا رہے ہیں، تاکہ پاکستان کے وجود سے بھارت کو پاک کر دیں۔

ایسی نفسیات والی قوم سے صلح کیسے ممکن ہوسکتی ہے، بلکہ اس خطرناک عزائم والی قوم کی قوت فوری طور پر توڑنی چاہیے، کیونکہ ان کا طاقت ور ہونا فتنہ ہی فتنہ ہے۔

(21) ہندو مصنف نرادسی چودھری اپنی کتاب "The Continent of Circe" میں لکھتے ہیں : ہندو قوم کے مزاج کا یہ پہلو سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ ہردم تشویش اور گھبراہٹ میں کیوں مبتلا رہتی ہے۔ مثلاً ہندوؤں کو یہ اضطراب لاحق رہتا ہے کہ فلاں اور فلاں ہمسایہ ملک سے ہمیں فوراً نبٹ لینا چاہیے۔ اگر ہم اس کو دبا نہیں لیتے تو یقینا وہ ہمیں دبا لے گا۔ مزید لکھتے ہیں کہ ہندوؤں کو ہمسائے سے ہٹ کر خود ان کے اپنے معاشرے کے اندر بھی اگر کوئی ایسی قوم یا قبائل کی جمعیت موجود ہو، جو ان کے اوضاع و اطوار اور آداب و رسوم پر کاربند نہ ہو تو اس ضمن میں بھی بہت کھٹکتے ہیں۔ چاہیں گے کہ ایسی جمعیتوں یا قبیلوں کی سرکوبی کر دیں، ورنہ وہ لوگ ان کی سرکوبی لازماً کر دیں گے۔ مطلب یہ ہوا کہ ہندو کسی کے ساتھ نیک ہمسائے کی

طرح یا مل جل کر انسانوں کی طرح رہ ہی نہیں سکتے۔ ایسی گھبرائی اور خوف زدہ (Panicky) قوم کے ساتھ بقائے باہمی (Coexistence) کسی طرح ممکن ہو سکتی ہے جو ہر دم اس چکر میں رہے کہ مارڈالو، ورنہ مارے جاؤ گے۔ نرادسی چودھری ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ایسی نفسیاتی کیفیت میں رہنے والی قوم لازماً خونخوار ہوتی ہے اور یہ خونخواری اس کی بزدلی کی پیداوار ہوتی ہے۔

(22) سوامی دھرم تیرتھ جی مہاراج نے یہ واقعہ سرجاندناتھ کی کتاب شیوا جی اینڈ ہز ٹائمز کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جب تیس سال کی مسلسل جنگوں کے بعد شیوا جی نے چاہا کہ اس کی تاج رسم پوشی ادا ہو تو برہمنوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ تم کھشتری ذات سے تعلق نہیں رکھتے، لہٰذا شاستروں کی رو سے تمھاری تاج پوشی کی رسم ادا نہیں ہوسکتی۔ شیوا جی نے ہزاروں برہمنوں کی کئی ماہ دعوتیں کیں اور ضیافتیں جاری رکھیں اور کئی لاکھ روپیہ برہمنوں کو رشوت دی۔ اکیلے گنگا بھٹ ہی نے جو بڑا برہمن پروہت تھا، لاکھ روپیہ وصول کیا۔ شیوا جی سے اس امر کا بھی ہرجانہ وصول کیا گیا کہ اس کی فوج کشی کے دوران برہمنوں کو نقصان پہنچا تھا، وغیرہ وغیرہ۔ اس کے بعد برہمنوں نے اودے پور کے راجپوت خاندان کے ساتھ شیوا جی کا نسب جوڑا اور جعلی نسب نامہ تیار کر دیا۔ تب کہیں جا کر شیوا جی مرہٹے کی رسم تاج پوشی ادا ہوئی۔

روزنامہ ڈان 21 مارچ 2004ء کو فرانسیسی خبر رساں ایجنسی اے ایف پی کے مطابق ہندوستان کے وزیر اعظم اٹل بہاری واجپائی نے مہاراشٹر کے انتخابی جلسوں میں ''شیوا جی'' (ہندو کنگ ان اسلامک انڈیا) کے امریکی مصنف کے خلاف مسلسل غیض و غضب کا اظہار کیا اور یہ کہہ کر یہ کتاب ضبط کروائی کہ اس کتاب نے ہمارے ہیرو کی توہین کر کے ہماری قومی انا کو مجروح کیا ہے اور ہمارے غرور پر چوٹ لگائی ہے جس انسٹیٹیوٹ سے منسلک ہو کر امریکی مصنف نے سالہا سال

مہاراشٹر میں رہ کر یہ تحقیقی کتاب لکھی اسے شیوسینا نے آگ لگا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا جس میں مہاراشٹر کی تاریخ وثقافت پر نادر وکمیاب مسودات بھی نذر آتش ہو گئے۔ امریکی یونیورسٹی منی سوٹا میں دینیات کے پروفیسر جیمز لائنے (James Laine) نے سالہا سال کی تحقیق کے بعد یہ کتاب لکھی، اس میں انھوں نے شیوا جی کو اَن پڑھ، اَن گڑھ، آوارہ، اوباش، بدعہد اور فریبی لٹیرا قرار دینے کے ساتھ ساتھ اس کی ولدیت کو بھی مشکوک ٹھہرایا۔ سوال یہ ہے کہ اس امریکی مصنف اور انسٹیٹیوٹ پر اتنا غصہ نکالا گیا، یہ غصہ نکالنے والے ان برہمنوں یا پنڈتوں کو کیا کہیں گے جنھوں نے بڑی رشوت لے کر بقول واجپائی ہمارے ہیرو ہمارے غرور قومی انا کا اودے پور راجستھان کے راجپوت خاندان سے جھوٹا نسب جوڑ کر اس سے رشوت اور تاوان لے کر تاج پوشی کی تھی۔

ایک طرف مسلمانوں کے خلاف بغض کی برکت سے یہ حال ہے کہ شیواجی کو چھتر دستی کہتے زبان سوکھتی ہے اور دوسری طرف ذاتوں کی تقسیم کا عذاب یہ ہے کہ شیواجی راجہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لیے کہ وہ آریہ نہیں وہ نیچ ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ ہے ہندوازم اور یہ ہے ان کی سوچ ۔ بھلا مسلمانوں کے لیے اس معاشرے میں کیا جگہ ہوگی، چاہے نام کے مسلمان ہوں۔ جب وہ برہمن چھوٹی جاتی کے جنگجو کو وہ حق دینے کے لیے تیار نہیں تھے۔ بطور سبق ایک واقعہ کافی ہے وگرنہ کتب بھری پڑی ہیں ان ناانصافیوں اور انسانیت شکنی کی داستانوں سے۔ ہندوؤں کے ایک اور بہادر ارجن کو بھی کچھ ایسے حالات سے گزرنا پڑا۔

㉓ قائداعظم کہتے ہیں کہ راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں گاندھی نے ہم پر ایک شرط لگادی کہ ہم مسلمان اچھوتوں کے مطالبہ حقوق کی مخالفت کریں۔ اچھوت چاہتے تھے کہ انھیں جداگانہ حق نیابت دیا جائے یا خصوصی مراعات دی جائیں۔

قائداعظم محمد علی جناح کہتے ہیں :اب آپ ہی بتلائیں کہ کوئی بھی شخص جس میں ذرا سی بھی شرافت ،انصاف اور دیانت ، امانت کی رمق باقی ہو وہ کس طرح یہ تسلیم کرلے کہ سات کروڑ مخلوق جن کی محرومی ہند کے ماتھے پر سب سے بڑے کلنک کا ٹیکہ ہے، انھیں اچھوت ہی رہنے دیا جائے اور انھیں سناتنیوں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا جائے جن میں گاندھی بھی شامل ہیں۔ میں انسانیت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں مسلمانوں سے بھی زیادہ ان کا خیال رکھتا ہوں۔اس لیے کہ مسلمان تو اپنے معاملات طے کرنے پر قادر ہیں کچھ لے دے سکتے ہیں۔

[24] ڈاکٹر امبیڈکر اپنی کتاب ’’کانگریس اور گاندھی نے اچھوتوں کے ساتھ کیا سلوک کیا‘‘ میں ایک باب ’’گاندھی کا سلوک‘‘ قائم کیا ہے۔

اچھوتوں نے جب اپنے سیاسی حقوق کا مطالبہ کیاتو گاندھی جی نے’’جات پات توڑک‘‘منڈل قائم کرواناشروع کر دیے۔ حالانکہ اچھوتوں کو محض دھوکا دینا مقصود تھا۔دوسری گول میز کانفرنس میں ڈاکٹر امبیڈکر نے اچھوتوں کو ہندوجاتی سے الگ قوم تسلیم کیے جانے کا مطالبہ کیا۔قائداعظم محمد علی جناح، علامہ اقبال اور دوسرے مسلمان مندوبین نے بھرپور تعاون کیا۔مسلمان تو ان کی امداد کرنا اپنا دینی فریضہ سمجھتے تھے، کیونکہ ان مظلوموں کے ساتھ ہر انصاف پسند آدمی کو ہمدردی تھی۔گاندھی جی نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ اچھوتوں کو ان کا حق نہ ملے۔لیکن برطانوی حکومت نے گاندھی جی کے سارے دلائل رد کرکے اچھوتوں کو جداگانہ حق رائے دہی دے دیا تھا۔بس پھر کیا تھا پورے بھارت میں طوفان آ گیا۔ ہر لالا کائیں کائیں کرنے لگا۔گاندھی جی نے مرن برت رکھ لیا۔ڈاکٹر امبیڈکر کے بقول یہ مرن برت صرف ہندوجاتی کی بہتری کے لیے تھا۔ اگر اچھوتوں کوحق رائے دہی مل جاتا تو ہندوجاتی کی قوت آدھی رہ جاتی۔پھر اچھوت اور مسلمان مل کر ہندوجاتی کو ناکوں چنے چبوا سکتے تھے۔گاندھی جی کے مرن برت نے آخر

اچھوتوں کو مار ڈالا اور ہندو قوم کو بچالیا۔ڈاکٹر امبیڈکر پر اس قدر اخلاقی دباؤ تھا کہ وہ گاندھی جی کے وعدوں کے دام میں پھنس گئے اور ان کو موت کے منہ سے نکال لیا اور اپنی قوم کو فنا کرلیا۔

1- گاندھی جی نے مخصوص اور زیادہ نشستیں عطا کر کے ہریجنوں کی سیاسی قوت کو بڑھانے اور محسوس کرنے کا وعدہ کیا۔

2- اور یہ کہ اچھوت ہندو جاتی کے مندروں میں داخل ہوکر پوجا کرسکیں گے۔

3- اچھوت اپنے بچوں کو ہندو جاتی کے اسکولوں میں ان کے بچوں کے ساتھ اپنے بچوں کو تعلیم کے حصول کے لیے بھیج سکیں گے۔

4- وہ بستی کے کنوؤں سے پانی لے سکیں گے۔

یہ سب ہونے کے بعد ہندو جاتی کے برابر ہو جائیں گے۔گاندھی جی نے اچھوت سدھار فنڈ بھی قائم کر دیا اور اپیل بھی کر دی۔ ڈاکٹر امبیڈکر جھانسے میں آ گئے، پھر پونہ پیکٹ 1933ء عمل میں آ گیا۔بس پھر کیا تھا پونہ پیکٹ کے بعد گاندھی جی نے سارے وعدوں سے جان چھڑوالی۔ انگریز نے تو اچھوتوں کو بہت کچھ دیا تھا مگر کانگریس اور گاندھی جی نے سب چھین لیا۔ پھر اگر اچھوتو ں نے کنوؤں سے پانی لینے کے لیے مندر میں داخل ہونے کا حق حاصل کرنے کے لیے ستیہ گرہ کیا، تحریک چلائی، ہندو جاتی نے باقاعدہ ان کی بے رحمی سے پٹائی کی اور گاندھی جی نے کوئی مدد نہ کی۔الٹا ان کی مدد پٹائی کرنے والوں کو حاصل ہوتی تھی۔

ڈاکٹر امبیڈکر لکھتے ہیں کہ گاندھی جی نے انگریز کے خلاف مرن برت رکھنے کی کافی پریکٹس کی ہوئی تھی۔ ہندوؤں کے فائدے کے لیے اور اچھوتوں کو محروم کرنے کے لیے بھی برت رکھ لیا۔مگر اچھوتوں کو ہندوؤں سے حقوق دلوانے کے لیے کبھی برت نہ رکھا، تاکہ اچھوتوں کو بھی کنوؤں، درسگاہوں اور دیگر سماجی مقامات تک رسائی ہو جاتی۔

[WHAT CONGRESS AND GANDHI DID TO UNTOUCHABLES]

ہمیں یہاں جیلوں میں جتنی بھی کتب میسر آئیں یا اخبارات سے پتا چلتا ہے یا پھر شودروں سے مل کر پتا چلتا ہے کہ آج بھی کوئی حقوق میسر نہیں ان شودروں کو۔ آئے دن زندہ جلایا جاتا ہے۔ان کی خواتین کے ساتھ اجتماعی زیادتی کی جاتی ہے۔ پھولن دیوی وغیرہ اس کی مثالیں ہیں۔ان پر ہرطرح کی زیادتی کی کہانیاں سامنے آتی ہیں۔انسانیت شرما جاتی ہے۔نہیں شرماتے تو برہمنوں کے ضمیر۔

ایک طرف کچھ لوگ کہتے ہیں سرحدیں ختم ہوں پھر ایک ہوں۔ان لوگوں کو اچھی طرح سوچ لینا چاہیے جو ہندو اور ہندنی کے چہروں کی مسکراہٹ اور ہاتھ جوڑنے پر ہی لٹو ہو جاتے ہیں۔ہندو کی بغل میں دبی چھری نہیں دیکھتے۔ہندو، ہندتوا کے نفاذ کے لیے ہی ملیں گے یا اپنے مفادات کے لیے۔برابر کے حقوق دیناان کے دھرم میں ہی نہیں ہے، بھلا جو اپنے سینئر ہندوستانیوں کو حقوق نہ دیتے ہوں، جو ان کے ہم مذہب بھی ہیں، دوسروں کو کیا حقوق دیں گے؟ یہاں تو برادریوں کے مندر الگ الگ ہیں۔پچاس کلومیٹر کے بعد بھگوان بدل جاتا ہے۔سونیا گاندھی کسی مندر میں چلی گئیں بعد میں اس مندر کو غسل دے کر پاک کیا گیا۔ایسے واقعات آئے روز ہوتے ہیں۔اس لیے کہ ہندو اپنے علاوہ ہر کسی کو ناپاک سمجھتا ہے۔پھر کیسے اکٹھے ہو سکتے ہیں؟ حالانکہ جتنا ناپاک اور حیا سے عاری ہندو ہے کوئی اور کم ہی ہوگا، مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ ہندو نہ حکمران اچھا نہ محکوم اچھا۔

㉖ (i) ایم ایس مدراسی ویران پلائے مدراسی نظریہ پاکستان کے دشمن تھے۔مگر انھوں نے مسلمانوں کے ایک علیحدہ وطن کے مطالبے کے بارے میں ہندوؤں کو مجرم ٹھہرایا ہے، وہ لکھتے ہیں: ''ذاتوں کی تقسیم کا مسئلہ بڑا ہی گھناؤنا اور متلی آور ہے۔اس کا اثر زندگی کے ہر شعبے میں موجود ہے، اگر مسلمان ہم سے دور ہوئے ہیں اور وہ پاکستان

کے سرابوں اور خلاؤں میں تسکین تلاش کرنے لگے ہیں تو اس ضمن میں بھی ذاتوں کی تقسیم نے وہ کارنامہ سرانجام دیا ہے کہ اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔'' مزید لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس میں کیا قصور ہے، اگر پانچ ہزار سال سے بھی زیادہ عرصہ اکٹھے رہنے کے باوجود خود ہمارے درمیان نام نہاد پست ذاتیں موجود ہیں ''ذات باہر'' اور اچھوت تاحال وہیں ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خود ہم میں خرابی ہے۔اس سماجی اور معاشرتی کوڑھ کو جسے ہم اچھوت کہتے ہیں ختم کرنا چاہیے اور جلد۔حد ہے کہ دس کروڑ مسلمان ایک ہزار سال ہندوؤں کے ساتھ میل جول رکھنے کے باوجود آج ہندوؤں میں گھل مل نہیں پائے۔

(ii) نرادسی چودھری نے اپنی کتاب "The Continent of Circe" میں لکھا ہے کہ تاریخ نے پولینڈ والوں کے ساتھ جو سلوک روا رکھا وہ نہایت برا سلوک ہے۔لیکن جب میں غور کرتا ہوں تو محسوس ہوتا ہے کہ تاریخ نے ہندی مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک روا رکھا ہے وہ اس سے بھی زیادہ بڑا ہے۔ہندی مسلمانوں کے ساتھ تاریخ کی یہ بدسلوکی اگرچہ تقسیم ہند کے باعث نمایاں تر ہوگئی، تاہم حقیقت یہ ہے کہ جب سے برصغیر میں مسلمانوں کی حکومت زوال پذیر ہوئی اس وقت سے مسلمانوں کی نکبت اور مفلوک الحالی بدستور بڑھتی چلی آ رہی ہے۔

㉗ (i) ڈاکٹر گوکل چند نارنگ نے اپنی کتاب "The Real Hinduism" میں ویدوں کی روح پیش کرنے اور اصل ہندو عقیدہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔اس کتاب میں جگہ جگہ مسلمانوں پر شدید حملے کیے گئے ہیں۔اس کتاب میں سوامی دیانند کا وہ بیان بھی شامل ہے جو سوامی دیانند نے بستر مرگ سے جاری کیا تھا کہ مسلمان اپنی حدود عبور کرتے جا رہے ہیں۔ لہٰذا اے ہندوؤ! کب تک غفلت کی نیند میں کروٹیں لیتے رہو گے۔کتاب کے گرد پوش کی پست والی پٹی پر افضل خان

اور شیوا جی کو بغل گیر ہوتے دکھایا گیا۔ یہ تصویر افضل خان کی باہر نکلتی ہوئی آنکھوں کے ذریعے یہ اعلان بھی کر رہی ہے کہ افضل خان کی پیٹھ میں برادرانہ پیار کا خنجر پیوست ہو چکا ہے اور یہی ہے حقیقت ہندوؤں کی۔ یہ خنجر نما ہتھیار آج برطانیہ کے میوزیم میں ہے۔ جو شیوا جی کی مکاری وعیاری کے ذریعے کیا گیا وار دنیا کو بتلا رہا ہے۔

(ii) بھارتی حکومت نے ڈی پی دھر اور ہسکر وغیرہ جیسے ماہر اور سیاسی عہدے داروں کو (اندلس) ہسپانیہ ایک سے زیادہ بار بھیجا، تاکہ وہ ہسپانوی مسیحیوں سے ہلاکت کے وہ نسخے حاصل کریں جن کے طفیل وہاں سے مسلمان ناپید ہوئے تھے، تاکہ وہ ہسپانوی مسیحیوں کے نسخوں کو اپنے دیسی نسخوں کے ساتھ ملا کر کوئی زود اثر مرکب تیار کر سکیں۔ [دیوار برہمن]

(iii) نرادسی چودھری نے ہندو جاتی کی اجتماعی نفسیات پر روشنی ڈالی ہے کہ ذاتوں پر استوار اس ہندو برہمنی معاشرے میں کس طرح ہر وہ غیر ہندو معاشرہ ضم ہو گیا جو اس برصغیر میں داخل ہوا۔ یہ الگ بات ہے کہ ہر ہندو محقق یہ فیصلہ آج تک نہیں کر سکا کہ خود ہندو کیا ہیں؟ ہندوئیت کی تعریف کیا ہے۔ یہی عالم نرادسی چودھری بنگالی تحریک پاکستان کا مخالف ہے۔ یہاں یہ تو عیاں ہے کہ مسلمانوں سے قبل اس سرزمین میں یونانی بھی آئے، کشان بھی اور رہن بھی اور رفتہ رفتہ ہندو معاشرے کی کان نمک میں گھس کر نمک بن گئے مگر مسلمان نہیں بن سکے۔ لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ یہاں مسلمانوں کی حکومت کو ختم ہوئے ابھی زیادہ طویل عرصہ نہیں گزرا۔ [دیوار برہمن]

(iv) مسٹر ایم آر اے بیگ مصنف "The Muslim Dilemma in India" کے بقول ہندوؤں کے معاشرے میں آسانی سے وہی غیر ہندو معاشرے مدغم ہوئے جو بت پرست تھے یا جن میں بت پرستی کی جانب میلان سا تھا، یا یہ کہ اس کا اپنا

کوئی مربوط اور واضح مذہب نہ تھا۔ ایم آر اے بیگ نے تصریح کی ہے کہ قدیم الایام سے بھارتی ہندوؤں کے لیے ان کا وطن یعنی ان کی ''بھارت ماتا'' کو ایک دیوی کی حیثیت حاصل ہے ۔ہم جانتے ہیں کہ یونانیوں کی طرح ہندوؤں کے ہاں بھی دیوی دیوتاؤں کا کوئی شمار نہیں۔ہاں یہ الگ بات ہے کہ ہندو دیوتا زیادہ ننگے اور زیادہ بےتکلف ہیں۔ یہاں ہر صفت اور ہر خواہش کا خدا ہے،قوت اور دولت ہی کا نہیں حرص و ہوس کا بھی دیوتا موجود ہے۔ پھر اگر ہر غلیظ سے غلیظ صفت کا بھی دیوتا موجود ہو تو گناہ گار کس گناہ کے باعث گناہ گار پائے۔ یہ گناہ گار کسی نہ کسی دیوتا کے نقش قدم پر چلتا ہے، اس لیے ہر ہندو معصوم ہے، ہر فریب کار پاک باز ہے۔

㉘ سوامی دھرم تیرتھ مہاراج جو موجودہ دور کے کیرالہ کے علاقے کے رہنے والے ہیں، کہتے تھے: ''ہندوؤں نے بدھوں کو بھائیوں کی طرح گلے لگا کر اپنے معاشرے میں گم نہیں کیا، بلکہ ہندوؤں (برہمنی اور کشتری قوت) نے بدھوں کو قتل کیا، ان کے گھر جلا ڈالے، ان کے مویشی ہلاک کر دیے، ان کی کھیتیاں آگ لگا کر بھسم کر ڈالیں اور اسی طرح ان کے اجتماعی وجود کو نابود کر دیا۔اب ہندوستان میں مہاتما بدھ کے پیرو خال خال ہیں۔ ان کی آبادیاں کمبوڈیا، ویت نام، چین جاپان اور سری لنکا میں تو ہیں مگر جہاں یہ مذہب پیدا ہوا تھا اور جہاں اس نے 800 سال سے زیادہ عرصہ حکومت کی تھی وہاں بہت کم رہ گئے۔ ہندوؤں کا یہی انداز آج بھی مسلمانوں اور اقلیتوں کے خلاف ہے۔لوٹ مار، جلانا، قتل و غارت وغیرہ۔

ڈاکٹر رادھا کرشن نے اپنی کتاب ویدانت میں لکھا ہے کہ ہندو مت نے بدھ مت کو برادرانہ معانقے میں ختم کر دیا۔

㉙ سکھ رہنما مہاراجہ پٹیالہ یادوندرا سنگھ نے تقسیم کے چند سال بعد دہلی کے ایک بڑے اجتماع میں کہا: اگر ہم سے قائداعظم محمد علی جناح نے کوئی معاہدہ کیا ہوتا تو یقیناً وہ

پورا کرتے۔وہ گاندھی کے چیلے اور پنڈت جی کے حواری نہ تھے وہ کھرے آدمی تھے وہ دھوکا نہ دیتے۔

سادھو سرپ سنگھ نے 1946ء میں امرتسر سے ایک کتابچہ چھپوایا "Sikhs Demand Their Homeland"

سکھ اپنا وطن مانگتے ہیں۔اس کتابچے میں سروپ سنگھ نے پنڈت جواہر لعل نہرو کے اس دعوے کو سختی سے رد کیا کہ ہندوستان میں ایک قوم آباد ہے۔سادھو جی نے کہا کہ نہرو جی بتلائیں کہ کیا ایک آقا کے غلام ہونے کے باعث غلام ایک قوم بن جاتے ہیں یا ان میں اتحاد پایا جاتا ہے؟ پنڈت جی اگر آپ کو کسی چمار کے ساتھ حوالات میں ایک مدت تک بند رکھا جائے تو کیا وہ بندی کا دور آپ میں اور چمار میں اتحاد اور یکجہتی کا دور شمار کیا جائے گا؟ سادھو جی نے کہا اتحاد ایک سے احوال کا نام نہیں،اتحاد امنگوں اور آرزوؤں کے ارادی اتحاد کا نام ہے۔

مرحوم جوشو افضل الدین کہتے ہیں کہ جب سے صبح تاریخ کا ظہور ہوا ہے ایسے ہی قومیں بنتی اور بگڑتی چلی آئی ہیں۔ بڑی بڑی پسماندہ قومیں بھی منصۂ تاریخ پر جلوہ گر ہوئی تھیں۔ یورپ نے تاریک ادوار سے روشنی کے زمانے کی سمت کامیابی سے سفر طے کیا۔جاپان ایک قوت بن گیا، لیکن بھارت کی نیچ جات آبادی اچھوت اور ہریجن اپنی بدبختی کی شب تاریک کو سحر نہ کر سکے۔انھیں کوئی حضرت موسیٰ نہ ملے جو ان کو فرعون کی اسیری سے نجات دلاتے، وہ فرعون برہمن کو کہتے ہیں۔ اچھوت بے چارے کسی دودھ اور شہد کی نہر تک نہ پہنچ پائے۔شہر کی بھری آبادی میں وہ نہیں رہ سکتے۔ان کے ٹھکانے الگ ہوتے ہیں۔وہ جس بھی چیز کے قریب جائیں یا اس سے چھو جائیں وہ چیز بھرشٹ ہوجاتی ہے۔ہندو دیوتاؤں کے درشن بھی نہیں کر سکتے ۔ وہ وید بھی نہیں سن سکتے۔وہ وید سنیں تو وید کی توہین ہوجاتی ہے۔[Tragedy of Untouchables.p3]

آج کے ڈیجیٹل ہندوستان میں بھی یہ سب ہو رہا ہے۔ آئے دن میڈیا میں پڑھتے اور سنتے ہیں، حالانکہ ایسے واقعات بہت کم رپورٹ ہوتے ہیں(کیونکہ گودی میڈیا ہے یعنی سرکاری کنٹرول میں ہے)ممبئی کی پونہ کی فلاں فلاں سوسائٹی میں کوئی مسلمان، کوئی شودر مکان ، پلاٹ نہیں لے سکتا۔

شودر کو محض اس لیے مارا جاتا کہ وہ برہمن کے سامنے سواری پر سوار ہو کر کیوں گزرا، برہمنوں کے کنویں سے پانی کیوں پیااور ان کے مندر کیوں چلا گیا۔ تمام ہندوؤں کا ایجنڈا ایک ہی ہوتا ہے، بہت معمولی فرق کے ساتھ نام اور رستے الگ الگ ہو سکتے ہیں، مگر کام ہدف سوچ ایک ہی ہے۔ کانگریس ہندو مہاسبھا،وشوا ہندو پریشد،آر ایس ایس،شیوسینا اور بجرنگ دل وغیرہ وغیرہ۔

اب مزید پڑھیں کہ ہندوستانی حکومت کی طرف سے سری لنکا سے لے کر افغانستان کے علاقوں تک رام راج کے قیام کے لیےمکروہ عزائم کی اور ریاستی سطح پر اپنی مہابھارت کی مہم کے لیے ہر ظلم، ہر غلط راستہ اختیار کرنے کی اور بھارتی لیڈر بار بار اپنے اس عزم کا اظہار ہر جگہ کرتے رہتے ہیں کہ ہم نے مہابھارت ریاست قائم کرنی ہے۔ افغانستان، سری لنکا، نیپال، بھوٹان، بنگلہ دیش اور پاکستان اس کا حصہ ہوں گے۔کانگریس کے اچاریہ کر پلانی بار بار یہ کہہ چکے ہیں کہ ہم اکھنڈ بھارت سے دستبردار نہیں ہوئے۔ہم نے پاکستان کو ایک عارضی انتظام کے طور پر قبول کیا ہے۔نہرو، اندرا گاندھی اور راجیو گاندھی کے عمل اس بات کے گواہ ہیں کہ ایک طرف یہ ہر لحاظ سے روشن خیال جبکہ دوسری طرف سکہ بند پنڈت ،نجی زندگی ان کی کچھ اور ہے اور حکومت کے لیے کس طرح ہندوازم کا سہارا لیتے ہیں۔نہرو رپورٹ سقوط ڈھاکہ پر اندرا گاندھی کا بیان کہ ہم نے ایک ہزار سالہ غلامی اورظلم وستم کا بدلہ لے لیا ہے۔ہم نے دوقومی نظریہ کوخلیج بنگال میں غرق کر دیا

ہے۔ اندرا گاندھی تو اپنے والد نہرو گاندھی کو ناکام سیاست دان کہتی تھی کہ وہ تقسیم ہند نہ روک سکے۔ اندرا کے قتل پر، سکھوں کے قتل عام پر قابل مذمت راجیو کا بیان ان کے اذہان حکومتی ہوس کے لیے مذہب کارڈ استعمال کرنے کی بخوبی عکاسی کرتے ہیں۔ نہرو، پٹیل کے علاوہ آر ایس ایس، بجرنگ دَل، وشواہندو پریشد، شیوسینا اور بی جے پی وغیرہ کے لیڈروں کے بیان آئے دن آتے رہتے ہیں، بلکہ وہ اس کی تیاری بھی کر رہے ہیں۔ علانیہ اقلیتوں کو اور ان کی عبادت گاہوں کو اپنا ہدف بناتے ہیں، مگر کوئی بولنے والا نہیں، جو بولتا ہے اس کو بے دردی اور بے شرمی سے خاموش کروا دیا جاتا ہے۔ ان کے وزیروں اور ارکان اسمبلی کی طرف سے اسمبلی میں کھڑے ہوکر آئے دن پاکستان پر، آزاد کشمیر پر اور گلگت بلتستان پر حملے کی دھمکیاں دی جاتی ہیں، خود وزیراعظم مودی بلوچستان کی بات کرتے ہیں۔ بلوچستان کے ہی لسبیلہ میں دریائے ہنگول کے کنارے ہنگلاج ماتا کے مندر (بی بی نانی کی زیارت) پر جانا چاہتے ہیں، کرتار پور راہداری کی طرح راجستھان اور بلوچستان کے درمیان ہنگلاج راہداری کھولی جانے کی خواہش رکھتے ہیں، اسی طرح آزاد کشمیر میں شاردا پیٹھ مندر تک رسائی چاہتے ہیں۔

اس سے پہلے بھارتیہ جنتا پارٹی کے صدر ایل کے ایڈوانی اور ان کے اہل خانہ نے کٹاس راج جہلم کے کھنڈرات میں شیو لنگ مندر میں پوجا پاٹ کی، پوجا پاٹ مذہبی رسوم کی ادائیگی سے پہلے انھوں نے کٹاس راج میں مہا بھارت کی ہندو مائتھالوجی (افسانہ افسوں) سے ماخوذ تصورات کو فن تعمیر میں ڈھالنے کی خاطر ایک مندر کا سنگ بنیاد بھی رکھا۔ اٹل بہاری واجپائی افغانستان گئے تو وہاں مندروں اور اپنی متبرکات کو تلاش کرتے رہے اور اب عرب ممالک میں مندروں کی تعمیر یہ عام بات نہیں ہے بلکہ ہندتوا کے ناپاک ایجنڈے کے مطابق پیش قدمی ہے۔ مذہبی جنونیوں کی بات تو الگ ہی ہے، یکم جنوری 1948ء میں سلامتی کونسل کے صدر کو ایک خط لکھا گیا، جس میں دو مرتبہ یہ بات

لکھی گئی کہ ''بھارت پاکستان کے اندر گھس کر حملہ اور کارروائی کرنے کا حق رکھتا ہے۔''
اب بھی آئے دن ہندوستانی عہدے دار یہ دھمکیاں دیتے رہتے ہیں اور اپنے ایجنٹوں کے ذریعے پڑوسی ممالک میں انتشار اور دہشت گردی پھیلاتے رہتے ہیں۔

❁❁❁

گاندھی جی کیسے تھے؟ دوسروں اور خود ان کی اپنی زبانی

قائداعظم محمد علی جناح نے 1943ء میں مسلم لیگ کے سالانہ کراچی کے اجتماع میں 21 اکتوبر 1921ء کے ''ہریجن'' (گاندھی کے اخبار) کے حوالے سے مہاتما گاندھی کا عقیدہ انھیں کی زبانی بتلایا:

① میں سناتنی ہوں، ویدوں، اپنشدوں، پرانوں اور دیگر مقدس کتب پر ایمان رکھتا ہوں۔

② اوتاروں کو مانتا ہوں۔ (پھر آخر کار گاندھی خود بھی اوتار بن گئے)

③ تناسخ کا قائل ہوں۔

④ میں ورن آشرم یعنی ذاتوں کی تقسیم پر بھی ایمان رکھتا ہوں۔

⑤ گائے کی رکشا کو دھرم کا جزو مانتا ہوں۔

⑥ مورتی پوجا کا منکر نہیں ہوں۔

گاندھی خود اپنے بارے میں لکھتے ہیں کہ میں جب لکھتا ہوں تو ہرگز یہ خیال نہیں کرتا کہ پہلے کیا لکھ چکا ہوں۔ میرا مقصد کبھی یہ نہیں ہوتا کہ کسی خاص مسئلے پر میں جو کچھ پہلے بیان دے چکا ہوں اس کے ساتھ ہم آہنگ رہوں۔ میرا مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ جو صداقت ایک خاص لمحے میں مجھے جس طرح دکھائی دیتی ہے اس کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کروں۔ قائداعظم محمد علی جناح کہتے ہیں کہ کوئی شخص مسٹر گاندھی سے کس طرح بات کرے ان کی کئی حیثیتیں ہیں اور وہ حیثیتیں بدلتی رہتی ہیں، مثلاً ان کی ذاتی حیثیت،

کانگریس کے ڈکٹیٹر کی حیثیت ،کانگریس کے چار آنے کے ممبر بھی نہیں ہیں کی حیثیت۔ ہندو مسلمانوں کے نمائندے کی حیثیت۔ وہ سب سے عظیم ہیں اور ان کی مہاتمائی کی حیثیت، پھر یہ کہ ان کی اندرونی آواز ہے اور اس آواز کی تاویل کا حق انھیں کو اور فقط انھیں کو پہنچتا ہے۔ الغرض کوئی انسان نہیں جان سکتا کہ مسٹر گاندھی کس وقت میں کس حیثیت کے مالک ہوں گے۔

1932ء میں راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے لیے لندن میں گئے۔ وہاں لندن میں ایک جگہ ان کو سوال ہوا کہ ہندوستان میں چھ کروڑ مسلمان ہیں۔ آپ ان سے تین گنا ہیں، پھر آپ کو مسلمانوں سے خدشہ کیوں لاحق ہے؟ آپ ان کو مطلوبہ تحفظات عطا فرمائیں۔ گاندھی جی نے جواب دیا: آپ لوگوں کو فقط وہ چھ کروڑ نظر آتے ہیں جو ہندوستان میں ہیں۔ میں ان چھ کروڑ کو بھی دیکھتا ہوں جو افغانستان، ایران اور وسط ایشیا کی ریاستوں میں آباد ہیں۔ گویا گاندھی خوب جانتے تھے کہ مسلمان ایک ملت ایک جسد واحد ہیں۔

ہندوستان کی شومئ قسمت کہ گاندھی جی محض ایک سیاسی لیڈر نہ رہے، وہ ایک مذہبی رہنما بھی بن گئے۔ ہندو مذہب کا احیا بھی ان کا مقصد ٹھہرا۔ محض سیاسی مقاصد ہی نہیں بلکہ مذہبی عقائد کے لیے ان کی ذات مدار بن گئی۔ ''گاندھی بھکتوں'' کی جرأت کا کمال دیکھیے کہ ایک وقت آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے سیکرٹری نے برملا اعلان کر دیا کہ کانگریس گاندھی ازم کا دوسرا نام ہے اور گاندھی ازم محض ایک سیاسی مسلک نہیں بلکہ وہ ایک لائحہ زندگی ہے، ایک فلسفہ ہے۔ جس کو کانگریس میں رہنا ہو وہ ''گاندھی ازم'' کے اصول کو مانے اور جو اس کے لیے تیار نہ اس کی کانگریس میں کوئی جگہ نہیں۔

[مولانا عبیداللہ سندھی، از پروفیسر محمد سرور]

گاندھی کے ظاہر و باطن میں کس قدر فاصلہ تھا۔ لارڈ ماونٹ بیٹن اور دوسرے لوگوں

نے بھی بیان کیا ہے۔سروجنی نائیڈو کی زبانی بھی سنیں :

"گاندھی ریل کے جس ڈبے میں سفر کرتے ہیں اس کو جرثومہ کش دواؤں سے دھلایا جاتا ہے۔ان کے ہمراہ سفر کرنے والوں کو منتخب کیا جاتا ہے، انھیں مناسب لباس مہیا کیا جاتا ہے اوراسی طرح جب وہ بھنگیوں کے محلے جا کے رہتے ہیں تو جہاں رہنا ہوتا تو اس جگہ کو اچھی طرح صاف کیا جاتا ہے۔انھیں خاص قسم کا لباس دیا جاتا ہے۔آپ کو کیا معلوم کہ گاندھی کو غریب دکھانے کے لیے کتنا خرچ کرنا پڑتا ہے۔"

گاندھی کو انگریز نے تمغہ قیصر ہند بھی دیا تھا۔

پیورلےنکلسن نے 1944ء میں کتاب لکھی

"A VERDICT ON INDIA" اس میں وہ گاندھی کے بارے لکھتا ہے کہ وہ کانگریس کے ڈکٹیٹر ہیں، ان کے خلاف کانگریس میں چڑیا بھی نہیں پھڑک سکتی۔نکلسن نے گاندھی کو لوئی چہار دہم،مسولینی اور ہٹلر سے تشبیہ دی ہے اور کہا ہے کہ جس طرح لوئی مجسم فرانس تھا یا مسولینی خود اپنی ذات میں اعلیٰ تھا یا جس طرح ہٹلر جرمن قوم کے دل و دماغ کی مثال تھا اس طرح گاندھی کو ہندو ذہن کا آئینہ دار ہونے کا شرف حاصل تھا۔نکلسن نے گاندھی کے الفاظ یوں نقل کیے ہیں :

"I AM THE HINDU MIND"

گاندھی کا یہ جملہ ہندوفکری اور عملی رویوں کا خلاصہ ہے۔وی ایس نیپال کے بقول گاندھی کہتے تھے کہ بھارت میں جو سوراج رواج پائے گا وہ رام راج ہوگا۔

[ہندوستان ایک مجروح تمدن]

تھوڑا عرصہ پہلے انڈین پارلیمنٹ میں کھڑے ہوکر اکالی دل کے لیڈر سرجیت سنگھ برنالہ نے گاندھی کے اخلاقی پہلو بیان کیے اور بکری والی بات بھی کر دی۔

جیلوں میں مجاہدین اپنے پروگرام کرتے ہیں جہاں موقع ملے۔ایسا ہی ایک پروگرام کوٹ بھلوال جیل میں تھا۔ان دنوں گاندھی کو بہت پارسااور آئیڈیل لیڈر بنا کر جیل حکام اور کچھ ہمارے قیدی بھائی بھی پیش کر رہے تھے۔جیل کے پروگرام میں مرکزی گفتگو میری تھی۔

میں نے پروگرام میں برنالہ صاحب والے الفاظ دہرا دیے اور مزید بھی جو علم تھا عرض کر دیا اپنے لوگوں میں۔بس پھر کیا تھا کہ دوسرے دن ایس ایس پی جیل اور ساتھ CIK کے آفیسر آ گئے کہ آپ نے گاندھی جی کی توہین کی ہے۔ میں نے کہا آپ کے رکن پارلیمنٹ برنالہ جی نے یہ الفاظ پارلیمنٹ (جمہوریت کے مندر) میں کھڑے ہو کر کہے تھے۔میں تو پاکستانی ہوں، آپ کا دشمن ہوں اور آپ کی قید میں ہوں۔اپنے لوگوں کو ہی تو بتا رہا ہوں۔آپ پہلے برنالہ صاحب کو کچھ کریں پھر مجھے۔اس پر ایس ایس پی کہنے لگا: ہم کیا کر سکتے ہیں وہ نیتا (لیڈر) ہیں۔میں نے کہا پھر مجھ پر بھی اعتراض نہیں کرنا چاہیے، میں بھی اپنے لوگوں کا لیڈر ہوں۔

گاندھی جی نے لکھا ہے کہ میں اپنے مذہب کو اپنے ملک سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں، یعنی میں پہلے ہندو اور محب وطن بعد میں ہوں۔مگر اس کی وجہ سے میں کسی بڑے سے بڑے قوم پرور سے کم محب وطن نہیں ہوں۔میرا اس سے مطلب صرف یہ ہے کہ میرے ملک کے اغراض و مقاصد وہی ہیں جو میرے مذہب کے ہیں۔[علی برادران،صفحہ:127]

تحریک خلافت کے بارے گاندھی جی نے کہا: میرے خیال میں یہ قومی اتحاد نہ تھا، مسلمان خلافت کی خاطر اور ہندو گائے کی خاطر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کر رہے تھے۔گویا ہندوؤں کے لیے خلافت کے مساوی گائے تھی۔

اسی طرح گاندھی جی کے بارے بہت کچھ ہے جس کا یہاں موقع نہیں ہے۔

❀❀❀

RSS کیا ہے؟

(راشٹریہ سیوم سیوک سنگھ)

آر ایس ایس اس وقت دنیا کی سب سے بڑی خفیہ تنظیم ہے، یہ دائیں بازو کی ہندتوا کی علمبردار نیم فوجی اور مخصوص وردی والی جماعت ہے۔

جسٹس بی جی کولسے پائی (صدر لوک ساشن آندولن پارٹی) نے ایس ایم مشرف سابق انسپکٹر جنرل آف پولیس مہاراشٹر کی کتاب ''آر ایس ایس ملک کی سب سے بڑی دہشت گرد تنظیم'' کے دیباچہ میں لکھا کہ آر ایس ایس کی اجازت کے بغیر ملک میں پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا ہے۔ یہ ملک کے تمام اہم اداروں پر قبضہ جمائے ہوئے ہے۔ ملک کے ہر کاروبار میں اس کا دخل دن رات جاری رہتا ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر ملک میں کوئی بڑا واقعہ (کام) نہیں ہوتا۔ اس کا قیام آزادی کی تحریک کی جدوجہد کی مخالفت کے لیے کیا گیا تھا۔ فی الحال آر ایس ایس اور اس سے قبل آریہ بھٹ برہمن وادیوں نے اکثریتی فرقے کو لوٹنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ایسا نظام قائم کیا ہے کہ ملک میں انارکی کا یہ دور دورہ ہمیشہ قائم رہے۔

البیرونی نے اپنی کتاب (کتاب الہند) میں لکھا ہے: ہندو قوم کا ایک وصف یہ ہے کہ بڑی برخود اور مغرور قوم ہے، ان کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ کائنات میں فقط انھی کا وطن پاک ہے، باقی ہر سرزمین پلید ہے، ان کی زبان میں غیر ملکی اور اجنبی کو ملیکش (ملیچھ) کہتے ہیں، لیکن چونکہ ہر بیرونی سرزمین پلید ہے، لہٰذا ملیکش کا معنی خود بخود پلید شخص

ہو گیا۔

نرداسی چودھری لکھتے ہیں کہ شرق قریب اور شرق وسطیٰ کے لوگوں کو جلد احساس ہو گیا تھا کہ اولاد آدم کی وہ جمعیت جو سندھ سے پرے آباد ہے ایک مسدود مقفل معاشرہ (Closed society) ہے وہ جمعیت بڑی منظم بھی تھی اور خود پرست بھی، جو فرد ان کی نسلوں سے تعلق نہ رکھتا تھا وہ ان میں سے نہ تھا۔ وہ اپنے طریقۂ حیات کو مقدس طریقہ جانتے تھے اور اپنے آپ کو منتخب جمعیت سمجھتے تھے، انھیں یقین تھا کہ وہ باقی جملہ اولاد آدم سے برتر ہیں۔ ان کے اور ان کی نسل سے تعلق نہ رکھنے والے بیرونی لوگ خود ہندوستان میں بسنے والی اقوام کے مابین وسیع خلیج حائل تھی جسے پاٹا نہ جا سکتا تھا۔

راشٹریہ سیوم سیوک سنگھ (آر ایس ایس) کا قیام 27 ستمبر 1925ء کو ناگپور مہاراشٹر انڈیا میں 17 لوگوں کی موجودگی میں کیا گیا، اس کے بانی ڈاکٹر کیشوا بلی رام ہیڈ گیوار تھے۔ 17 اپریل 1926 کو اس کا نام رکھنے کے لیے 26 لوگوں کی میٹنگ بلائی گئی، تین ناموں میں سے ایک فائنل کرنا تھا۔ راشٹریہ سیوم سیوک، جبری پٹکا منڈل اور بھارتو دواک منڈل۔ پہلے نام کو زیادہ ووٹ ملے، 1927ء کو رام نومی کے موقع پر اس کے نام راشٹریہ سیوم سیوک کا اعلان کیا گیا۔ اسی دن بھگوا جھنڈا تنظیم کا جھنڈا قرار دیا گیا، بہت مدت تک ہندوستانی آئین اور قومی جھنڈے (ترنگے) کو نہیں مانا اور نہ لہرایا پھر 2002ء میں مانا اور لہرایا۔

ہندتوا نظریہ کے خالق ویر ساورکر نے ہندوؤں پر زور دیا تھا کہ وہ نئی زمینیں تلاش کر کے ان کو نو آبادیوں میں تبدیل کریں، وہ اپنی کتاب "Essentials of Hindutva" میں آر ایس ایس کے اکھنڈ بھارت کے فلسفہ سے ایک قدم آگے بڑھ کر عالمی ہندو نظام یا سلطنت کی وکالت کرتے ہیں، اس وقت آر ایس ایس اور اس کی ذیلی تنظیمیں اس نظریہ کو عملاً نافذ کرنے کروانے کے لیے مختلف انداز سے کام کر رہی ہیں۔

اس تنظیم کی بنیاد ہی ملک دشمنی انگریز دوستی کی بنیاد پر رکھی گئی، اس کے بانی مجاہدین آزادی کی انگریز کے ساتھ مل کر مخالفت کرتے رہے۔ ساورکر نے آزادی کی لڑائی میں انگریز سے مصالحت کرلی تھی۔ 1910ء میں جب اسے ابھینو بھارت تحریک سے تعلق کے جرم میں گرفتار کیا گیا اور مقدمے کے بعد مشہور سیلولر جیل اینڈومان نیکو بار میں ڈال دیا گیا تو اس نے جیل سے انگریزوں کے پاس یکے بعد دیگرے چھ معافی نامے لکھے، جس کی وجہ سے وہ 1924ء میں اس شرط پر رہا کیا گیا کہ آئندہ انگریز مخالف کسی بھی تحریک سے الگ رہے گا اور انگریزوں کا وفادار بن کر رہے گا۔

1920-21 کی تحریک عدم تعاون کی بلی رام ہیڈ گیوار اور اس کے ہمنواؤں نے مخالفت کی اور اس میں شریک ہونے سے انکار کر دیا۔

1930ء میں ترنگا کو قومی جھنڈا ماننے کی بجائے بھگوا جھنڈا ترنگے کی جگہ لہرانا شروع کیا اور تمام قومی تحریکوں کی مخالفت میں انگریز کا ساتھ دیا۔

1940ء میں گولکر نے آر ایس ایس کی نمائندگی کرتے ہوئے کہا کہ مذہب اور ثقافت کی حفاظت کے ذریعے ہی آزادی حاصل کی جاسکتی ہے، نہ کہ انگریزوں سے جنگ کر کے۔

آر ایس ایس ہمیشہ آمریت کی حامی رہی ہے، اس کے رہنماؤں نے ہٹلر، مسولینی کے قومی وسیاسی نظریات سے براہ راست استفادہ کیا۔اس کے بڑے بڑے لیڈروں نے اٹلی اور جرمنی جاکر فاشزم کی تعلیم وتربیت حاصل کی ہے، چنانچہ ہندو سماج کو فوجی تربیت دینے کی ضرورت و اہمیت کو انھوں نے اٹلی و جرمنی کے ماڈلوں کو دیکھنے کے بعد ہی پورے ملک میں شاخوں کا جال بچھایا ہے۔ ڈاکٹر مہیپال سنگھ راٹھور کے بقول ان شاخوں میں جسمانی تربیت دی جاتی ہے (عسکری تربیت بھی اب حاضر سروس فوجی آکر دیتے ہیں) اس تربیت کے دوران آر ایس ایس میں شامل ہونے والے رضا کاروں کو

بتلایا جاتا ہے کہ ہندوستان صرف ہندوؤں کا ہے اور دوسروں کے لیے اس میں کوئی جگہ نہیں ہے۔انھیں یہ بھی بتلایا جاتا ہے کہ مسلمان اور دوسرے مذاہب کے لوگ بھی پہلے ہندو ہی تھے، جنھوں نے بعد میں مذہب تبدیل کیا ہے، ان لوگوں کی گھر واپسی کرنی ہے یا پھر ان سے اپنی دھرتی ماتا کو پوتر (پاک) کرنا ہے۔راٹھور مزید کہتے ہیں کہ آر ایس ایس کا قیام ہندتوا نظریات کو پروان چڑھا کر بھارت کے سیکولر تصور کو ختم کرنا ہے اور اسے ایک ہندو ملک میں تبدیل کرنا ہے۔

آلوک موہن اور دیگر بھی ان باتوں کی تائید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آر ایس ایس کا مقصد ہی ہندوستان کو ہندو ملک بنانا ہے۔اکھنڈ بھارت بنانا ہے، ویر ساورکر کے نظریہ پر عمل کرنا ہے، جس میں کامیابی سے آر ایس ایس آگے بڑھ رہی ہے۔ ساورکر کے عقیدے کے مطابق ہندوستان کی شہریت مذہب کی بنیاد پر دی جائے۔ اس لیے متنازعہ قوانین سی اے اے، این آر سی اور این پی آر کے نام پر مسلمانوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ جو آر ایس ایس کا پرانا ایجنڈا ہے مگر انداز نیا ہے۔

یہ آر ایس ایس کا وہ ایجنڈا ہے جسے سنگھ کے بانی کیشو بلی رام ہیڈ گیوار نے عملی شکل دی اور اس کے بعد سنگھ کے دیگر بانیان اس ایجنڈے کو نہ صرف سنواتے رہے بلکہ عملی شکل دینے کے لیے کوشاں بھی رہے۔ آج سنگھ اور بی جے پی کا وہ حکمران ٹولہ جو سی اے اے۔ این آر سی ،این پی آر کو لاگو کرنے کے لیے حرکت میں ہے وہ دراصل اسی ایجنڈے کو بھارتی شہریوں پر تھوپنے کی ایک کوشش ہے۔ مودی، امت شا اور دیگر لیڈر تو بس آر ایس ایس کے بانیان کا ایجنڈا مسلط کرنے کے لیے تمام تر سرکاری وسائل کا بشمول ...... انتظامیہ، عدلیہ اور میڈیا وغیرہ کا اندھا دھند استعمال کر رہے ہیں۔

آر ایس ایس کے ڈاکٹر مونجے اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں کہ ہندوؤں کو منظم کرنے کی کوشش اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک ماضی کے شیوا جی یا مسولینی یا ہٹلر

جیسا ہمارا ہندو ڈکٹیٹر نہ ہو، جو فاشسٹ اٹلی اور نازی جرمنی میں ہیں۔

نہرو میموریل میوزیم دہلی میں ایسے متعدد ریکارڈ محفوظ ہیں جن میں ہٹلر اور مسولینی سے آر ایس ایس کے تعلقات کے ثبوت ہیں۔

آر ایس ایس میں بھی مسولینی کی طرح 16 سے 18 سال کے لڑکے لڑکیاں شامل کیے جاتے ہیں۔ان کی ہفتہ وار میٹنگیں ہوتی ہیں، جہاں وہ لوگوں کو جسمانی ورزش کے ساتھ ساتھ عسکری مشقیں بھی کرواتے ہیں۔نریندر مودی تو 8 سال کی عمر میں ہی اس کا حصہ بن گئے تھے۔

31 مارچ 1934ء کو منجے، ہیڈ گیوار اور لالو گھوکھلے کی ایک خفیہ میٹنگ ہوئی۔جس میں گھوکھلے نے سوال اٹھایا کہ ہندوؤں کو کس تدبیر سے منظم کیا جا سکتا ہے؟ اس کے جواب میں منجے نے کہا کہ ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں اتحاد کی بنیادیں پائی جاتی ہیں۔لیکن انھیں بروئے کار لانے کے لیے ضروری ہے کہ قدیم زمانے کے شیوا جی یا جدید دور کے مسولینی یا ہٹلر جیسے کسی ہندو ڈکٹیٹر کے ہاتھوں میں ہندوستان کی باگ ڈور ہو، ہمیں اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ایک منصوبہ ترتیب دے کر اس کی تشہیر و تبلیغ کے لیے سرگرم عمل ہو جانا چاہیے۔اسی منصوبے کے مطابق منجے اور ان کے ساتھیوں کی کوششوں سے 1934ء سے ہی بھونسلا ملٹری اسکول اور ایسے ادارے قائم کیے گئے۔اب تو انڈین فورسز کو ہی ہندتوا کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

آر ایس ایس کے بانی ہیڈ گیوار 1926ء سے 1931ء تک ہندو مہاسبھا کے سیکرٹری رہے۔ 1937ء تا 1942ء تک ویر ساورکر اس کے صدر رہے جو اٹلی کے مسولینی کے مقابلہ میں جرمنی کے ہٹلر سے زیادہ متاثر تھے۔انھی کے زمانے میں مہاسبھا کی مسلم مخالفت کھل کر سامنے آئی۔

14 اکتوبر 1938ء کو مالیگاؤں میں تقریر کرتے ہوئے ساورکر نے ہٹلر کی یہود دشمن

پالیسی کو درست قرار دیتے ہوئے کہا کہ ملک کی تعمیر اس کے اکثریتی فرقہ کو لے کر ہوتی ہے، نہ کہ اقلیتی فرقہ کو لے کر۔اس لیے جرمنی میں یہودیوں کا کیا کام؟اچھا ہوا کہ اقلیت ہونے کی بنا پر انھیں ملک بدر کر دیا گیا۔اس کے تقریباً دو ماہ بعد 11دسمبر 1938ء کو ساورکر نے کہا کہ جرمنی میں جرمن لوگوں کی تحریک ہے، جبکہ یہودیوں کی تحریک فرقہ پرستی پر مبنی ہے۔

ڈنمارک کے سکالر تھامس بلوم ہینسن نے اپنی کتاب ''دی سیفرن ویو ڈیموکریسی اینڈ ہندونیشنلزم اِن انڈیا'' میں لکھا ہے کہ آر ایس ایس کو جمہوری اقدار میں صرف برائے نام دلچسپی ہے۔یہ اپنے قیام سے لے کر اب تک انڈیا کو ہندو راشٹر یعنی ہندو ملک بنانے کے مشن پر لگی ہوئی ہے۔وہ ہندوازم کو مذہب نہیں بلکہ زندگی گزارنے کا ایک طریقہ کہتی ہے۔

آر ایس ایس کے رہنما کہتے ہیں کہ ہندو کم وبیش 32 کروڑ دیوی دیوتاؤں پر یقین رکھتے ہیں۔ہمارے لیے یہ کوئی ناک کا مسئلہ نہیں کہ ہم پیغمبر اسلام کی بھی اسی طرح عزت افزائی کریں۔مگر مسلمان اس کی اجازت نہیں دیتے ہیں اور نہ ہی اپنے یہاں کسی ہندو دیوی دیوتا کی تصویر یا مورتی رکھتے ہیں۔اپنے دفتر کی دیوار پر بابا گرونانک اور گرو گوبند سنگھ کی لٹکتی تصویریں اور کونے میں مہاتما بدھ اور مہاویر کی مورتیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ دیگر مذاہب یعنی سکھوں، بدھوں اور جینیوں نے ہندوؤں کے ساتھ رہنے کا سلیقہ سیکھا ہے جو مسلمانوں کو بھی سیکھنا پڑے گا۔

معروف مصنف اور قانون دان اے جی نورانی اپنی 500 صفحات کی کتاب "The RSS Amenace To India" میں لکھتے ہیں کہ اس تنظیم کی فلاسفی ہی فرقہ واریت، جمہوریت مخالف اور فاشزم پر ٹکی ہوئی ہے۔

سیاست میں کئی بار سمجھوتوں اور مصالحت سے کام لینا پڑتا ہے۔اس لیے اس میں

براہ راست اترنے کی بجائے اس نے 1951ء میں سیاما پرشاد مکھر جی کی قیادت میں جن سنگھ کے نام سے سیاسی پارٹی بنائی اور پنڈت دین دیال اپادھیائے کو جنرل سیکرٹری بنایا۔ جو آگے چل کر 1977ء کی ایمرجنسی میں جنتا پارٹی بنی اور پھر 1980 میں بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) بنی۔ آر ایس ایس ہمیشہ بی جے پی کا طاقت ور سیکرٹری اپنا خاص بندہ ہی رکھتی ہے، تاکہ اس کا کنٹرول آر ایس ایس کے کنٹرول میں ہی رہے۔ روزمرہ کے معاملات میں تو بی جے پی فیصلہ لے سکتی ہے، مگر اہم معاملات کے لیے آر ایس ایس سے اجازت لی جاتی ہے۔ آر ایس ایس کے پرچارک اپنے خاندان سے تعلق نہیں رکھ سکتے، شادی نہیں کر سکتے جیسے واجپائی، اوما بھارتی وغیرہ اگر شادی شدہ ہے تو جس طرح مودی نے جسودھا بین نامی بیگم کو چھوڑا، کیونکہ مودی پرچارک تھے تو اسی طرح ہر پرچارک کو بھی اپنی بیگم کو چھوڑنا پڑے گا۔ اخباری خبروں کے مطابق آر ایس ایس کے دس لاکھ سے زائد افراد نے مذہب کی حفاظت کے لیے تاحیات غیر شادی شدہ رہنے کا فیصلہ کیا ہے۔ آر ایس ایس کی تمام مرکزی قیادت غیر شادی شدہ ہے۔

1934ء میں آر ایس ایس نے مسولینی کے فکری و عملی طرز پر بھونسلا ملٹری سکول قائم کیا اور دی سینٹرل ہندو ملٹری ایجوکیشن سوسائٹی کی تشکیل کے لیے فضا ہموار کی۔

آر ایس ایس کے ایجوکیشن ونگ نے جولائی 2019ء میں اتر پردیش میں آر ایس ایس ملٹری سکول کے قیام کا اعلان کیا تھا۔

آر ایس ایس کے سربراہ موہن بھاگوت کا بیان کہ ہنگامی صورت حال میں ان کی تنظیم صرف تین دن سے کم وقفہ میں 20 لاکھ سیوکوں کو جمع کر کے میدان جنگ میں لا سکتے ہیں۔ یہ ان کی عسکری تربیت و تنظیم کا علانیہ مظاہرہ تھا کہ اپنی ریاستی افواج سے بہتر ان کا نظم و ضبط ہے اور ڈبل فورس جتھے تیار ہیں جو ہندتوا کا عالمی ایجنڈا نافذ کرنا چاہتی ہے، جو ملک کے حساس اداروں، ایٹمی اداروں اور میزائل پروگرام وغیرہ میں بھی

اپنا رسوخ و عددی قوت بڑھاتے جا رہے ہیں۔

نورانی کہتے ہیں کہ جو لوگ بی جے پی کو یورپ کی قدامت پسند جماعتوں کے طور پر دیکھتے ہیں وہ اس پارٹی کی تاریخ اور تنظیم سے واقف نہیں ہیں۔ ان کے لیے عرض ہے کہ آپ پوپ کو کبھی پروٹسٹنٹ نہیں بنا سکتے ہیں۔ اس تنظیم کی بنیاد ہی فرقہ وارانہ خطوط فلاسفی پر ٹکی ہوئی ہے۔

1923ء میں ونایک دامودر ساورکر نے ایک کتابچہ ہندتوا، ہندو کون ہیں؟ 55 صفحات کا شائع کیا۔

راشٹریہ سیوم سیوک سنگھ (آر ایس ایس) کو سربراہوں کے حوالے سے سات ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

پہلا دور: 1925ء تا 1940ء یہ اس کے بانی ڈاکٹر ہیڈ گیوار کا دور ہے۔

دوسرا دور: 1940ء تا 1949ء، دوسرے سرسنگھ چالک گوالکر کا دور ہے اس دور میں آر ایس ایس پر گاندھی کے قتل کی وجہ سے پابندی لگی تھی۔

تیسرا دور: 1949ء تا 1973ء، یہ پابندی ہٹنے کے بعد سے گوالکر کی موت تک کا دور ہے۔

چوتھا دور: 1973ء تا 1994ء، تیسرے سرسنگھ چالک بالا صاحب دیورس کا دور ہے۔

پانچواں دور: 1994ء تا 2000ء، یہ چوتھے سرسنگھ چالک پروفیسر راجندر سنگھ عرف راجو بھیا کا دور ہے۔

چھٹا دور: 2000ء تا 2009ء، سرسنگھ چالک سدرشن کی سربراہی کا دور ہے۔

ساتواں دور: 2009ء تا تاحال سرسنگھ چالک موھن راؤ بھاگوت کا دور۔

آر ایس ایس کا ڈھانچہ:

آر ایس ایس کے سربراہ کو سر سنگھ چالک کہتے ہیں، وہی اس کو کنٹرول کرتا ہے، اس کا طریقہ انتخاب جمہوری کی بجائے نامزدگی کا ہوتا ہے۔ سر سنگھ چالک اپنے بعد جسے مناسب سمجھتا ہے اس کو اپنا جانشین مقرر کر دیتا ہے۔

سر سنگھ چالک کے بعد چار معتمد راشٹریہ سہ کرواہ ہوتے ہیں۔اس کے بعد اس کے چھ تنظیمی ڈھانچے ہیں:

① کیندر یہ کاریہ کاری منڈل۔

② اکھل بھارتیہ پرتیندی سبھا۔

③ پرانت یا ضلع سنگھ چالک۔

④ پرچارک۔

⑤ پرانت یا ضلع کاری منڈل۔

⑥ پرانت پرتیندی سبھا۔

پرانت پرچارک جو کسی ضلع یا علاقے میں منتظم ہوتا ہے اس کا غیر شادی شدہ یا خانگی مصروفیات سے آزاد ہونا لازمی ہوتا ہے۔

بی جے پی میں اس وقت مودی، امت شا اور یوگی وغیرہ آر ایس ایس کی جانباز پرچارک ہیں۔مگر اس کے باوجود دو سینئر پرانت پرچارک رام مادھو اور رام لال کو بی جے پی میں بطور جنرل سیکرٹری رکھا ہوا ہے تاکہ پل پل کی خبر ملے۔ یہ لوگ مقبوضہ جموں وکشمیر، بیرون ملک اور دیگر اہم معاملات کے انچارج بھی ہیں۔

آر ایس ایس نے بی جے پی کے تین طاقت ور صدور برخواست کیے۔ ماولی چندرا شرما، بلراج مدھوک اور ایل کے ایڈوانی کے محض مزار قائداعظم محمد علی جناح کراچی پر حاضری کی وجہ سے جسونت سنگھ جیسے مرکزی لیڈر کو قائداعظم محمد علی جناح پر کتاب لکھنے کی

وجہ سے بی جے پی سے نکال دیا۔

بلاشبہ آر ایس ایس اس وقت دنیا کی سب سے بڑی خفیہ تنظیم ہے، جس کے مالی و انتظامی معاملات کے بارے میں بہت کم معلومات منظر عام پر آتی ہیں۔

آر ایس ایس اس وقت دنیا کے 93 سے زیادہ ممالک میں اپنی شاخوں کے ذریعے کام کر رہی ہے جو ہندو سیوک سنگھ کے نام سے کام کر رہی ہے۔ یہ یہودیوں کی طرح مکمل منصوبہ بندی سے کام کرتی ہے، اس کے 100 سے زائد ذیلی ادارے اور ملحق شاخیں ہیں، جو آر ایس ایس کے نظریات کو مانتے ہوئے ملک اور بیرون ملک اور مختلف میدانوں میں مختلف انداز سے، مختلف کور (بھیس) میں اپنی فورسز کے حاضر سروس گوریلا ریٹائر، کلبھوشن اور قطر میں پکڑے گئے اور ایران میں اسرائیلی اہداف پورے کروانے والے لوگوں کی طرح کے لوگوں کے ذریعے سے کام کر رہی ہیں، مقصد سب کا تقریباً متشدد ہندو اسکالرز خاص طور پر ونایک دامودر اور ساورکر ویکانند جیسے لوگوں کے نظریات پر عمل کرنا ہے۔

2014ء تک اس کے کارکنان کی تعداد 60 لاکھ تک تھی۔ اس کی کل شاخوں کی تعداد 90000 سے زائد ہے جو ملک اور بیرون ملک ہندوؤں کو مختلف انداز میں انتہا پسندانہ نظریات کی بنیاد پر جوڑنے اور مختلف ممالک و اداروں میں ایڈجسٹ ولا بنگ کا کام کرتی ہیں۔ اپنے خفیہ ہندتوا کے اہداف مختلف انداز سے حاصل کرتی ہیں۔ فنڈ اکٹھا کرتی ہیں۔ اپنے اہداف کے حصول کے لیے موٹی رقمیں اور دیگر ذرائع استعمال کرتی ہیں۔

پچھلے ایک سال میں 30 سے 35 سال کے ایک لاکھ نوجوانوں نے آر ایس ایس میں شمولیت اختیار کی، بعض خبروں کے مطابق 113421 نوجوان تیار کیے۔

آر ایس ایس ہندوستان کے 88 فیصد بلاک میں اپنی شاخوں کے ذریعے رسائی حاصل کر چکی ہے۔ صرف برطانیہ میں 90 سے زائد شاخیں کام کر رہی ہیں۔ یورپ میں

یہ تنظیمیں 1960ء سے کام کر رہی ہیں، مگر 2014ء میں جب آر ایس ایس نے گجرات کے قصائی (قاتل) بچر آف گجرات اپنے پرچارک نریندر مودی کو وزیر اعظم بنایا، جس کا پہلے کئی ممالک میں اس کی درندگی کی وجہ سے داخلہ بند تھا۔ مگر وزیر اعظم بنائے جانے کے بعد ان آر ایس ایس کی متعلقہ تنظیموں کا دائرہ کار اور کام وسیع اور فعال ہوتا جا رہا ہے۔ مودی نے بنگلہ دیش میں کھڑے ہو کر آر ایس ایس کے جرائم کا اقرار کیا تھا۔

امریکہ میں ایچ ایس ایس (ہندو سیوک سنگھ) نے 32 ریاستوں میں 641 شاخیں اور برطانیہ میں بھی 55 سے زائد شاخیں قائم کی ہیں، وہ اپنے آپ کو ہندو فرقہ کے نمائندے کے طور پر پیش کرتی ہیں۔

متحدہ عرب امارات اور دیگر خلیجی ممالک میں بھی مختلف انداز سے یوگا اور دوسری کمپنیاں بنا کر اور کسی بھی طرح ان ممالک کے انتظامی ڈھانچہ میں رسائی حاصل کر کے حکمرانوں اور اشرافیہ سے تعلقات بنا کر کام کر رہے ہیں۔

آر ایس ایس کے ایک تھنک ٹینک انڈیا فاونڈیشن نے ترکی کا بھی دورہ کیا۔

آر ایس ایس افریقی ممالک میں بھی مختلف انداز اور مختلف سمتوں سے کام کر رہی ہے۔ کینیا، یوگنڈا، موریشئس اور جنوبی افریقہ میں بھی۔

فن لینڈ میں ایک الیکٹرانک شاخ ہے جہاں ویڈیو کیمرے کے ذریعے بیس ممالک کے افراد جمع ہوتے ہیں، یہ ممالک وہ ہیں جہاں آر ایس ایس کی باضابطہ شاخیں نہیں ہیں۔

دنیا بھر میں مندروں، آشرموں میں اکٹھا ہونے والا فنڈ بھی آر ایس ایس کی آمدن کا بڑا ذریعہ ہے۔

بابری مسجد کی شہادت کے بعد وشوا ہندو پریشد (VHP) پر کچھ سال کے لیے ہندوستان میں پابندی لگی تھی۔ اس دوران پولیس اور دیگر تفتیشی اداروں نے جب اس

کے دفاتر پر چھاپے مارے تو دہلی اور دیگر شہروں سے تو معلوم ہوا کہ بابری مسجد کی شہادت کے لیے فنڈنگ یورپی ممالک اور خلیجی ممالک سے آئی تھی۔

ایک امریکی تنظیم کی رپورٹ "Hindu Nationalist Influence In US" میں بتلایا گیا کہ 2019ء تا 2021ء سنگھ پریوار سے متعلقہ تنظیموں نے امریکہ سے 9.158 ملین ڈالر اکٹھے کیے، جن میں اکثر رقم ہندوستان میں نفرت پھیلانے پر خرچ کی۔

ایک تنظیم سویلائزیشن فاونڈیشن کو تیرہ ملین ڈالر اکٹھے کر کے دیے گئے، تا کہ امریکی یونیورسٹیوں کے تحقیقاتی کاموں پر اثر انداز ہوں۔

اوبرائے فاونڈیشن نے امریکی ریاستوں میں نصابی کتب اور اساتذہ کی ٹریننگ پر چھ لاکھ ڈالر خرچ کیے، ان میں سے ڈیڑھ لاکھ صرف کیلی فورنیا کے سکولوں پر خرچ کیے۔اس تنظیم نے سان ڈیاگو اسٹیٹ یونیورسٹی کو تحقیقات کے لیے کم از کم 68000 ڈالر دیے، جس میں سکھ مت، جین مت، بدھ مت اور ہندومت کی چار دھرم روایات میں کام کرنے والے اسکالرز کے بارے معلومات کا ڈیٹا بیس بنانے کا ایک پروجیکٹ بھی شامل تھا۔

امریکہ کے محکمہ انصاف کے بقول کئی تنظیموں کو بھارتی حکومت نے ہر ماہ پندرہ ہزار سے اٹھاون ہزار ڈالر مختلف امریکی اداروں میں لابنگ کرنے کے لیے دیے۔

امریکہ میں سرگرم سنگھ پریوار سے وابستہ 24 تنظیموں نے اپنے گوشواروں میں 7.97 ملین ڈالر اثاثے ظاہر کیے ہیں۔

امریکہ میں ہی وشواہندو پریشد کی شاخ نے 3.5 ملین امریکی ڈالر اپنے پاس بتلائے۔

امریکہ سے:

① انڈیا ڈویلپمنٹ اینڈ ریلیف۔ ② پرشکتی پیٹھ۔ ③ ایکل ودیالیہ فاونڈیشن آف

یو ایس اے۔ ④ سیوا انٹرنیشنل۔ ⑤ وشوا ہندو پریشد۔

ان پانچ سنگھ پریوار تنظیموں نے 2012ء تا 2021ء کے درمیان امریکہ سے 55 ملین ڈالر ہندوستان منتقل کیے۔ یہ تنظیمیں ہندوستان میں اقلیتوں پر حملوں اور سماجی پولرائزیشن کی خلیج بڑھانے میں مصروف رہتی ہیں۔

بھارت میں اقلیتوں سے نفرت کے لیے ہندوتوا گروپ کی فنڈنگ کے خلاف مظاہرہ فریسکو، ٹیکساس:

14 دسمبر 2022ء امریکی ریاست ٹیکساس کے شہر فریسکو میں شہری حقوق اور بین المذاہب تنظیموں کے ارکان سمیت 300 کے قریب لوگوں نے بھارت میں ہندوتوا سے نفرت اور عیسائیوں پر جاری ظلم وتشدد کے خلاف ایک ریلی نکالی۔خبر رساں ادارے کے مطابق فریسکو سٹی کونسل کے باہر نکالی گئی ریلی کے شرکاء میں عیسائی، مسلم، بدھ اور دلت برادریوں کے علاوہ انسانی حقوق کے کارکنان اور مقامی رہائشیوں نے شرکت کی۔ ریلی کا اہتمام فریسکو میں قائم گروپ گلوبل ہندو ہیریٹیج فاؤنڈیشن کی جانب سے گزشتہ ماہ بھارت میں منہدم کیے گئے 75 گرجا گھروں کے لیے فنڈز جمع کرنے کے بعد کیا گیا ۔اس موقع پر مقررین نے امریکی حکومت پر زور دیا کہ وہ ہندوتوا کو اقلیتوں اور جمہوری اقدار کے لیے خطرہ تسلیم کرے اور امریکہ میں ہندوتوا سے نفرت کرنے والے گروپوں کے خلاف کارروائی شروع کرے۔Zion چرچ کے پادری جسٹن صابو نے بھارت کے 27 ملین عیسائیوں کی حمایت میں جمع ہونے پر مظاہرین کا شکریہ ادا کیا، جنھیں بھارت میں ہندوتوا گروپوں کی طرف سے ظلم وستم کا سامنا ہے۔ انھوں نے اپنے بچپن کی ایک کہانی بھی سنائی جب انھیں بھارتی ریاست کرناٹک کے اپنے آبائی شہر بنگلورو میں ہندو انتہاپسندوں کے ایک گروپ نے تشدد کا نشانہ بنایا تھا۔ پادری صابو نے امریکی اور

ہندوستانی جھنڈے اٹھائے مردوں، عورتوں اور بچوں کے ہجوم سے کہا، ہم سب زخمی ہیں۔ہم ہندوستان میں جو کچھ ہوا ہے اسے یہاں امریکہ میں ہمارے پیچھا کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ لہذا ہم ہر اس نفرت کے خلاف کھڑے ہیں جو کسی بھی تنظیم سے، کسی بھی عبادت گاہ کے خلاف ہو۔طویل عرصے سے فریسکو کے رہائشی ڈینیئل متیالہ نے اس موقع پر خبردار کیا کہ شمالی ہندوستان کے شہر تروپتی میں گرجا گھروں کو مسمار کرنے کا عمل پہلے ہی جاری ہے جہاں گلوبل ہندو ہیریٹیج فاؤنڈیشن نے فنڈز بھجوانے کا فیصلہ کیا۔ امبیڈکرائٹ بدھسٹ ایسوسی ایشن آف ٹیکساس کی نمائندگی کرتے ہوئے اتل شندے نے بھارت میں گرجا گھروں کو مسمار کرنے کے لیے فاونڈیشن کی طرف سے فنڈ جمع کرنے کی مذمت کی اور کہا کہ گرجا گھروں کو مسمار کرنے کی غیر قانونی سرگرمی کے لیے چندہ اکٹھا کرنا خود بھارتی آئین کی بھی خلاف ورزی ہے۔انہوں نے کہا کہ مذہب کے نام پر، ہندوتوا تنظیمیں کون سے نظریات پھیلانے جا رہی ہیں؟ اس سے محبت نہیں بلکہ نفرت پھیلے گی۔فریسکو مسلم کمیونٹی کی رکن زہرہ کمال نے کہا کہ عیسائی اور مسلمان بچپن میں تمام خوشیاں ایک ساتھ بانٹتے تھے اور اب ہمیں مقدس مقامات کو مسمار کیے جانے کا غم بانٹنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہندوستانی نژاد امریکی مسلمان ہونے کی حیثیت سے وہ کہنا چاہتی ہیں کہ ہم اپنے ہندوستانی عیسائی دوستوں سے محبت کرتے ہیں اور ہم اس مشکل وقت میں ان کے ساتھ کھڑے ہیں۔احتجاج میں شامل ایک اور مسلم سعید نے کہا کہ ہندوتوا امریکی سرزمین پر بھی امن کو تباہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

20 فروری 2023 کو نیو دہلی کے جنتر منتر پر عیسائی برادری کے لوگوں نے ملک کے مختلف حصوں میں گرجا گھروں پر حملوں،تشدد اور گرفتاریوں کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا۔انہوں نے کہا کہ 2021 میں عیسائی برادری پر 525 مظالم کے واقعات پیش آئے اور 2022 میں 600 واقعات دیکھنے میں آئے۔

نیویارک13فروری لیڈیا پولگرین نیویارک ٹائمز میں لکھتی ہیں کہ نریندر مودی کی حکومت کے تحت بھارت میں مسلمانوں کے خلاف تشدد میں اضافہ ہوا ہے اور مجرموں کو اکثر سزا نہیں ملتی ہے۔اخبار کا کہنا ہے کہ مودی حکومت نے ایسے قوانین اور پالیسیاں نافذ کر رکھی ہیں جن کا مقصد مسلمانوں کو نشانہ بنانا ہے۔شہریت کے قوانین میں تبدیلیاں جن سے مسلمانوں کو نقصان پہنچتا ہے اور بھارت اور پاکستان کے درمیان تنازعہ کی وجہ مسلم اکثریتی علاقے جموں وکشمیر کی خصوصی حیثیت کو منسوخ کرنا بھی ان میں شامل ہے۔لیکن یہ سوچنا غلط ہوگا کہ بھارت میں صرف مسلمانوں کو خطرہ ہے۔حکومت نے منظم طریقے سے آزادی اظہار اور اختلاف رائے کے تمام طریقوں پر کریک ڈاؤن کیا ہے، اپنے ہنگامی اختیارات میں اضافہ کیا ہے تاکہ ان معلومات کو روکا جا سکے جو وہ بھارتی عوام سے دور رکھنا چاہتی ہے اور انسداددہشت گردی کے گھناؤنے قوانین کے تحت مخالفین کو دبانا آسان بنا رہی ہے۔میرا ایک بھارتی صحافی دوست ان بہت سے لوگوں میں شامل ہے جنھوں نے گزشتہ کچھ سالوں میں مایوس ہوکر ملک چھوڑ دیا ہے۔انہوں نے اس صورتحال کو اس طرح بیان کیا کہ یہ صرف مسلمانوں پر حملہ نہیں ہے۔ یہ تمام بھارتیوں پر حملہ ہے کیونکہ اس سے ہم اپنے خیالات، سوچ، خوابوں اور بھرپور زندگی سے محروم ہورہے ہیں۔امریکی اخبار نے ”دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت آزادی اور رواداری کو ختم کر رہی ہے“ کے عنوان سے لکھا کہ ایپل اور ٹیکنالوجی کی دیگر کمپنیوں کی طرح بائیڈن انتظامیہ بھارت میں کام کرنے کے خواہشمند ہیں اوروہ گجرات فسادات کو بھول جانے اور بڑھتے ہوئے مسلم کش جذبات پر آنکھیں بند کرنے کے لیے تیار نظر آتے ہیں۔ اخبار لکھتا ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ تیسری بار جیتنے کی خواہش رکھنے والے مودی آئین کے ڈھانچے میں بنیادی تبدیلیاں کرنے اور بھارت کو ایک ہندو ملک قرار دینے کی کوشش کریں گے۔

متکبرانتہائی درجہ کی قوم پرستی اور بیوروکریٹک نااہلی نے مل کر بھارت میں اتنی بڑی سطح کا تباہ کن بحران پیدا کیا ہے جس میں عام شہریوں کا دم گھٹ رہا ہے۔[دی آسٹریلین اخبار]

واشنگٹن ڈی سی، ایمنسٹی انٹرنیشنل اور دیگر 17 انسانی حقوق کے اداروں نے امریکہ میں ہندوستان کے اندر مسلمانوں کی حالت زار پر تشویش کا اظہار کیا ہےاور یہ کہ وزیراعظم مودی ہندوستان کومسلمانوں کے قتل عام کی طرف لے کرجا رہے ہیں۔

نیویارک ٹائمز نے اپنی رپورٹ میں کہا کہ مودی کے زیرسایہ بھارت دوسرا کشمیر بن جائے گا۔امریکہ سے لے کر برطانیہ تک مودی بھارت کے لیے جگ ہنسائی کا باعث بن گیاہے۔صرف 2023ء کے ابتدائی اڑھائی مہینوں میں بھارت میں انسانی حقوق اور گرتے ہوئے صحافتی معیاروں پر نیویارک ٹائمز نے گیارہ اداریے لکھے۔13 مارچ 2023 کو امریکہ میں نیشنل پریس کلب کے عہدے داروں نے امریکی میڈیا پر زور دیا کہ وہ 2002ء میں ریاست گجرات میں مسلمانوں کے قتل عام پر بھارتی وزیراعظم نریندر مودی کا محاسبہ کریں۔یہ مطالبہ بی بی سی کی گجرات پر دستاویزی فلم انڈیا، دی مودی کوئسچن کی رواں ہفتے واشنگٹن نیشنل پریس کلب میں نمائش کے بعد کیا گیا۔

امریکی گروپوں نے سنگھ پریوار پر 159 ملین ڈالرخرچ کیے:

رپورٹ اسلام آباد 02 جون ساوتھ ایشیا سیٹیزن ویب (South Asia Citizen Web) کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ امریکہ میں سنگھ پریوار سے وابستہ گروپ بھارت کی قوم پرستی کی جنگ، سیاسی حکمت عملیوں، اقلیتوں اور ناقدین کے خلاف نفرت انگیز مہمات کی مالی اعانت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔93 صفحات پر مشتمل رپورٹ میں ہندوتوا سول سوسائٹی گروپوں کے مالی اخراجات کو مرتب کیا گیا ہے، جس میں بھارت میں

متعلقہ اداروں کو رقوم بھیجنے پر ان کے اخراجات کا پتا لگایا گیا ہے۔رپورٹ میں 24 امریکی ہندوقوم پرست تنظیموں کے نام اوران کی سرگرمیوں کا سراغ لگایا گیا ہےجن کے پاس تازہ ترین ریکارڈ کے مطابق،تقریباً 100 ملین ڈالر کے اثاثے ہیں۔رپورٹ میں کہا گیا2001 تا2019 کے درمیان دستیاب ٹیکس گوشواروں کے مطابق سنگھ پریوار سے منسلک سات خیراتی گروپوں نے مبینہ طور پر اپنی پروگرامنگ پر کم از کم 158.9 ملین ڈالرخرچ کیے جس میں سے زیادہ تر بھارت میں گروپوں کو بھیجے گئے۔یہ حسابات ان سات گروپوں کے ٹیکس ریٹرن پر مبنی تھے جن کی شناخت (1) آل انڈیا موومنٹ (اے آئی ایم) فارسیوا۔ (2)ایکل ودیالیہ فاونڈیشن آف امریکہ۔ (3)انڈیا ڈیولپمنٹ اینڈ ریلیف فنڈ۔ (4) پرم شکتی پیٹھ۔ (5)پی وائی پی یوگ فاونڈیشن۔ (6)وشو ہندو پریشد آف امریکہ (7) سیوا کے طور پر کی گئی ہے۔رپورٹ میں لابی گروپوں کی سیاسی مہم کی مالی اعانت کا بھی تجزیہ کیا گیا ہے۔رپورٹ کے مطابق 2015 اور 2020 کے درمیان امریکی کانگریس کے رکن کرشنا مورتی نے امریکہ میں ہندوقوم پرست مفادات کو تحفظ دینے کے لیے سنگھ سے وابستہ افراد سے 117000 ڈالر سے زیادہ وصول کیے۔ساوتھ ایشیا سیٹیزن ویب رپورٹ میں یہ بھی دعویٰ کیا گیا ہے کہ اس سارے عمل میں ممکنہ مالی بے ضابطگیوں کے شواہد بھی تھے،جیسا کہ سرکاری فائلنگ اور ویب سائٹس کی چھان بین کرنے سے مختلف ٹرسٹوں اور غیر منافع بخش گروپوں کے درمیان زمین اور رقم کی منتقلی کا سلسلہ ظاہر ہوا تھا۔رپورٹ میں مزید کہا کہ ان واقعات میں مزید تفتیش کی ضرورت ہے۔رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ مودی حکومت نے امریکی پالیسی اور تعلیمی معاملات میں بھارت کے مفادات کو آگے بڑھانے کے لیے 2017 اور 2020 کے درمیان لابنگ گروپوں کو مبینہ طور پر اوسطاً تقریباً 15000 ڈالر فی ماہ سے لے کر تقریباً 58000 ڈالر فی ماہ ادا کیا۔رپورٹ میں استفسار گیا ہے کہ کیا امریکی حکومتی ادارے امریکہ کی سرزمین

پر موجود سنگھ پریوار گروپوں کی نگرانی کریں گے، کیا وہ سیاسی عہدوں پر بیٹھے افراد کی سنگھ سے روابط کی جانچ کریں گے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ سنگھ پریوار کے اثر ورسوخ کے کام کو چیلنج کرنے کے لیے اس کے اداروں، قیادت، حکمت عملی، فنڈنگ کے بہاؤ، آلات اور اثر ورسوخ کے اہداف اور ان کے اثرات کی شناخت کی ضرورت ہے۔

امریکی ارب پتی سرمایہ کار جارج سوروس نے 2020 میں ڈیووس میں منعقدہ عالمی اقتصادی کانفرنس میں کہا تھا کہ بھارت میں جس طرح قوم پرستی کا نعرہ لگایا جارہا ہے اس سے بھارتی معاشرہ تباہ ہوجائے گا۔

صحافی روہنی سنگھ کو انٹرویو دیتے ہوئے کانگریس پارٹی کے لیڈر کمل دھالیوال کے مطابق جو طالب علم آج کل بھارت سے یورپ، امریکہ کی درسگاہوں میں آتے ہیں لگتا ہے ان کی برین واشنگ کی گئی ہو۔ ان کی پرورش ہندو قوم پرستی کے خول میں ہوئی ہے اور وہ اس نظریہ کو ساتھ لے کر آئے ہیں جس میں مسلمانوں کے ساتھ نفرت کا عنصر نمایاں ہوتا ہے۔ ان میں سے ہر کوئی بھارت سے چلنے والے کسی نہ کسی وٹس ایپ گروپ کا ممبر ہوتا ہے۔ جہاں اقلیتوں کے خلاف مہم چلائی جاتی ہے۔

آر ایس ایس نے ہر ہر شعبے میں بندے شامل کر کے کنٹرول حاصل کیا ہوا ہے۔ جیسے پولیس، سرکاری دفاتر، طلبہ، ملازمین، مزدور، میڈیا، عدلیہ، وکلا اور افواج وغیرہ۔ دور جدید میں سیاست، میڈیا اور بڑی بزنس کمپنیوں، بزنس مین فیملیوں کو بھی استعمال کرتے ہیں۔ جیسے گوتم اڈانی، مکیش امبانی، رتن ٹاٹا وغیرہ۔ میڈیا، سوشل میڈیا پر بھی گرفت بنائی ہے، بلکہ دنیا کے بڑے بڑے باہمی رابطوں کے اداروں فیس بک، وٹس ایپ، ٹویٹر وغیرہ میں اپنے لوگ بھرتی کر کے آئی ٹی کی کمپنیوں کو ہاتھ میں لے کر یا ساتھ ملا کر اپنے اہداف کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

ان دنوں میں بی بی سی نے نریندر مودی کے گجرات میں مسلمانوں پر مظالم پر ایک

ڈاکومنٹری بنائی ہے ۔مودی حکومت نے ہرجگہ سے ہٹوایااور بی بی سی کے دفاتر پر مختلف بہانوں سے چھاپے مارکر اسے سزادی۔جس ملک میں بی بی سی جیسے انٹرنیشنل ادارے کو بے بس کردیا جاتا ہے۔لوکل میڈیا کی جو حالت ہوتی ہوگی بخوبی سمجھ آتی ہے۔

حالیہ دنوں میں مودی کے دوست گجراتی بزنس مین گوتم اڈانی کے ذریعے این ڈی ٹی وی پر بھی قبضہ کیا ہے۔اڈانی کی کمپنی ہندوستان ایئر پورٹ بندرگاہیں، زراعت کے متعلقہ اداروں وغیرہ کو پہلے ہی دیکھ اور چلا رہی ہے۔اسرائیلی (مقبوضہ فلسطین) بندرگاہ حائفہ بھی چلارہی ہے۔گوتم اڈانی کی نظر میں یہ بندرگاہ کا حصول محض تجارتی نہیں ہے بلکہ وہ اس سرمایہ کاری کو اسرائیل اور انڈیا کے درمیان تعلقات کے تناظر میں دیکھتے ہیں اور اس بندرگاہ کی فوجی اہمیت کو بھی سمجھتے ہیں۔اسرائیل میں مقیم ہندوستانی صحافی ہریندر مشرا کے مطابق یہ کوئی معمولی معاہدہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک اسٹریٹجک فیصلہ ہے۔اڈانی گروپ کی طرف سے اتنی بڑی پیشکش کے پیچھے کوئی بڑی وجہ موجود ہے۔[بی بی سی،یکم فروری2023]

آر ایس ایس کی اشاعتی ادارے سروچی پرکاشن سے شائع کتاب ''آر ایس ایس ایک تعارف'' میں جن30 تنظیموں کو یکساں نظریاتی تنظیمیں بتایا گیاان میں سے ایک کا نام بھارتیہ جنتا پارٹی بھی ہے۔

آر ایس ایس کی چند ذیلی تنظیمیں یا شاخیں یہ ہیں :

① بی جے پی (سیاست)۔ ② بھارتیہ کسان سنگھ (کاشتکاروں)۔ ③ بھارتیہ سنگھ مزدوروں میں۔④ سیو بھارتی۔ ⑤ راشٹریہ سیویکا سمیتی۔ ⑥ اے بی وی پی (اکھل بھارتیہ ودھارتی پریشد،طلبہ)۔ ⑦ وشوا ہندو پریشد۔ ⑧ ہندوسیوک سنگھ۔ ⑨ سودیشی جاگرن منچ۔ ⑩ سرسوتی شیومندر۔⑪ ونواسی کلیان آشرم۔مسلم راشٹریہ منچ (مسلمانوں میں)۔⑫ بجرنگ دل (نوجوانوں میں)۔⑬ لگھوادھوگ بھارتی ⑭ بھارتیہ وچار

کیندر ⑮ وشوسنواد کیندر۔راشٹریہ سکھ سنگت۔⑯ ہندو جاگرن منچ ۔(وویکا نند کیندر۔) جماعت علماء۔گئو رکشا سمیتی۔اینٹی رومیوسکواڈ وغیرہ۔

ان کے علاوہ اور بھی تنظیمیں ہیں جو آر ایس ایس کے نیچے کام کرتی ہیں، ان تمام کے مجموعہ کوسنگھ پریوار کہا جاتا ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ آر ایس ایس کئی منہ کئی سروں کئی روپ کئی رنگوں والا ایک عفریت ہے جومختلف انداز سے مختلف میدانوں میں کام کرتا ہے،مگر مقصد سب کا ایک ہی ہے۔ ہندتوا کی علمبر داری اور اس کے منشور ونظریہ کا کسی طرح بھی نفاذ۔ چاہے کسی کی بھی جان لینی پڑے، کوئی بھی ظلم کرنا پڑے ،کوئی بھی سفا کی کرنی پڑے یا کوئی بھی بدعہدی کرنی پڑے۔

1934ء میں ساورکر کے اشارے پرنتھورام گوڈسے نے گاندھی جی پر حملہ کیا جس سے وہ بچ گئے۔

1940ء کو ایک بار پھرنتھورام گوڈسے سمیت آر ایس ایس کے غنڈوں نے حملہ کیا جس میں وہ بال بال بچ گئے۔

20 جنوری 1948ء کوآر ایس ایس کے مدن لال نے بم کے ذریعے گاندھی جی کو اڑانے کی کوشش کی جس میں وہ بچ گئے۔

30 جنوری 1948ء کو پھرنتھورام گوڈسے نے صبح کی پراتھنا سبھا میں تین گولیاں گاندھی جی کے سینے میں داغ کرقتل کر دیا۔اس سلسلے میں آٹھ لوگوں کوگرفتار کیا گیا۔

آر ایس ایس پر چار بار پابندی لگی:

① انگریز دور میں۔

② 30 جنوری 1948ء کوگاندھی کے قتل کے بعد۔

③ 1975ء میں اندرا گاندھی نے لگائی۔

④ 1992ء میں بابری مسجد کی شہادت کے بعد لگائی گئی۔

آر ایس ایس کے خلاف ہندوستان کے بانی لیڈروں کے بیانات، مگران کا اپنا عمل ہندتوا کی علمبرداری ہی رہا۔

① چندر موہن گاندھی نے کئی بار آر ایس ایس کے سربراہ کومشورہ دیا کہ وہ مسلمانوں سے لڑنے کی بجائے کانگریس میں شامل ہوں اور برطانوی سامراج کا مقابلہ کریں۔ گاندھی پر آر ایس ایس کے کئی ناکام حملوں کے بعد آر ایس ایس کے رکن نتھورام گوڈسے نے دہلی میں گاندھی کو قتل کیا تو ہندوستان کے کئی شہروں میں مٹھائیاں تقسیم کی گئیں۔ بقول مولانا ابوالکلام آزاد کئی شہروں اور قصبوں میں جشن منایا گیا اور مٹھائی بانٹی گئی۔ گوالیار اور جے پور میں خاص طور پر مظاہرے ہوئے۔ مجھے یہ سن کر بڑا افسوس ہوا کہ ان شہروں میں کھلم کھلا مٹھائی تقسیم کی گئی اور لوگوں نے سرعام خوشیاں منائیں۔گاندھی جی کے قاتل گوڈسے پر مقدمہ چلایا گیا۔لیکن مقدمہ کی تیاری میں بہت دیر لگی۔ پولیس کی تفتیش میں کئی ماہ لگ گئے، کیونکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گاندھی جی کو قتل کرنے کی سازش کا جال بہت دور تک پھیلا ہوا ہے۔گوڈسے کی گرفتاری پر جو ردعمل ہوا اس سے ظاہر تھا کہ ہندوؤں کے ایک طبقہ میں فرقہ واریت کا زہر کتنا گہرا اثر کر چکا تھا۔ ہندوستانیوں کی اکثریت نے گوڈسے کی مذمت کی تھی اور اسے غدار قرار دیا تھا۔لیکن کچھ معزز خاندانوں کی خواتین نے اپنے ہاتھوں سے سویٹر بن کر اسے بھیجے ۔اس کی رہائی کے لیے ایک تحریک بھی چلائی گئی۔ [ہندوستان آزاد ہوگیا]

گاندھی کا قاتل نتھورام گوڈ سے سنگھ پریوار کا ہیرو ہے، ہر سال اس کا دن منایا جاتا ہے ۔اس کی راکھ اس کی ناپاک وصیت کے مطابق سنبھال کر رکھی ہوئی ہے کہ جب اکھنڈ بھارت بن جائے تو دریائے سندھ میں اس کی راکھ کو بہا کر اس علاقے کو پاک کیا

جائے، کیونکہ پاکستان بننے کی وجہ سے یہ علاقہ پلید ہوگیا ہے۔

② 30 جنوری کو گاندھی کے قتل کے بعد جب حکومت نے آر ایس ایس پر پابندی لگائی تو اس وقت کے ہندوستانی شدت پسند وزیر داخلہ ولبھ بھائی پٹیل گجراتی نے پابندی ختم کرنے کے لیے آر ایس ایس سے مطالبہ کیا کہ وہ ہندوستانی قانون کو مانتے ہوئے اپنی مسلح تحریک کو ترک کر دے اور نہ صرف ہندوستانی آئین کو تسلیم کرے بلکہ ہندوستانی ترنگے کے سامنے سر تسلیم خم کر دے اور اپنی جماعت میں زبردستی نوعمر لڑکوں کو شامل نہ کرے۔

③ پنڈت جواہر لعل نہرو وزیر اعظم ہند کو اس وقت آر ایس ایس کے سربراہ گولکر نے خط لکھا کہ اس سے پابندی ہٹا دی جائے۔ پنڈت نہرو نے جواب میں آر ایس ایس کو واضح طور پر ملک دشمن قرار دیا اور کہا کہ حکومت کے پاس ثبوت موجود ہیں کہ آر ایس ایس مسلح نجی فوج رکھنے والی ایک ایسی تنظیم ہے جس کا لٹریچر ٹریننگ اور سرگرمی جرمن نازیوں سے مشابہ ہے۔

④ ہندوستان کے پہلے صدر راجندر پرشاد شروع دن ہی سے آر ایس ایس کو امن و امان کے لیے خطرہ سمجھتے تھے، انھوں نے آر ایس ایس کو مہاراشٹرین برہمن تحریک قرار دیا اور اسے ایک خفیہ تحریک کے طور پر ہی دیکھا، جس نے تشدد کو استعمال کیا اور فاشزم کو فروغ دیا۔ 14 مئی 1948ء کو وزیر داخلہ پٹیل کو لکھے اپنے خط میں کہا کہ آر ایس ایس کے مسلح کارندے مسلمانوں کے بھیس میں ہندو اکثریتی علاقوں میں جا کر لوٹ مار کرتے ہیں۔ آتش زنی، فسادات اور قتل وغارت گری کرتے ہیں اور اسی طرح مسلمانوں کے اکثریتی علاقوں پر بھی حملے کرتے ہیں، اس لیے آپ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان انتشار و دشمنی پیدا کرنے کے آر ایس ایس کے اس منصوبے کو بے نقاب کریں اور ان کے خلاف سخت کارروائی کریں۔

⑤ راہول گاندھی نے انڈیا میں امریکی سفیر ٹموتھی روم سے جولائی 2009ء میں کہا تھا کہ آر ایس ایس سے ہندوستان کو اتنا بڑا خطرہ ہے جتنا بڑا لشکر طیبہ سے نہیں ہے۔[وکی لیکس]

⑥ اکتوبر 2022ء میں لالو پرساد یادو نے مطالبہ کیا کہ آر ایس ایس سارے فتنہ کی جڑ ہے، یہ تنظیم دھرم کے نام پر ملک کو بانٹنا چاہتی ہے، لہٰذا اس پر پابندی لگائی جائے۔

دلت رام کمار کے مطابق آج راشٹریہ سیوک سنگھ (آر ایس ایس) کا نیٹ ورک دیکھ کر "CAMBRIDGE,HARWARD,OXFORD,IIM,IIT,BIT,NIT" جیسے عالمی ادارے اور پوری دنیا حیران ہے آخر کیوں۔آپ بھی جان لیجیے۔(کہ آر ایس ایس جیسی عسکری، فرقہ پرست، علیحدگی پسند جماعت جن کے آئیڈیل ہٹلر اور مسولینی ہیں، جن پر چار مرتبہ پابندی لگ چکی ہے، وہ کہاں تک پہنچ گئی ہے اور یہ پڑھیں):

①ہندوستان کا صدر۔ ②نائب صدر۔ ③وزیر اعظم۔ ④وزیر داخلہ۔ ⑤وزیر خارجہ۔ ⑥وزیر دفاع۔ ⑦وزیر تعلیم۔ ⑧وزیر خزانہ۔ ⑨وزیر ٹیکنالوجی۔ ⑩دیگر اہم ترین مرکزی وزارتیں۔ ⑪ گزشتہ ٹرم کی کئی مرکزی حکومتیں۔ ⑫ 18 صوبوں کے وزیر اعلیٰ۔ 29صوبوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں میں گورنر۔ ⑬ ایک لاکھ شاخوں میں 15 کروڑ خدمات انجام دینے والے۔ ⑭ ایک لاکھ سرسوتی علمی مندر میں کم وبیش ایک کروڑ طلبہ۔ ⑮ 2 کروڑ بھارتیہ مزدور سنگھ کے اراکین۔ ⑯ ایک کروڑ ABUP خدمت گزار۔ ⑰ 15 کروڑ بی جے پی کے ممبران۔(نوہزار پورے طور سے اور 7لاکھ سابقہ فوجی بطور معاون) ایک کروڑ وشوا ہندو پریشد کے اراکین۔ ⑱ 30لاکھ بجرنگ دل کے ہندتوا خادم۔ ⑲ اٹھارہ صوبوں میں 5-1لاکھ امدادی۔ ⑳ 303لوک سبھا ممبران۔ ㉑ 68راجیہ سبھا ممبران۔ ㉒ 1200 کے قریب اشاعتی اداروں سے شائع ہونے والے اخبارات، رسالے، لٹریچر وغیرہ۔

آر ایس ایس کا نظریہ ہندوستانی اداروں میں سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ تعلیمی میدان میں، لٹریچر اور تاریخ کو بھی ہندو بنا کر پیش کیا جا رہا ہے، آر ایس ایس کے ایجنڈے کے مطابق جو نئی نسل میں نفرت اور فساد کی پرورش کر رہا ہے۔

ہندوستانی ایٹمی پروگرام، میزائل پروگرام، خلائی پروگرام، دفاعی پروگرام اور ہندوستانی افواج کو بھی ہندتوا کے مذہبی رنگ متشدد نظریہ پر لانے کی کوشش کی جا رہی ہے، جو کہ دنیا کے لیے خطرناک ہے، کیونکہ ہندتوا کا ایجنڈا مہا بھارت سے بڑھ کر عالمی ہے۔

ہندوستانی افواج اور آر ایس ایس کے درمیان گہرے تعلق نے کئی سنگین سوالات کو جنم دیا ہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ بھارتی افواج بھی مودی سرکار اور اس کی گھناؤنی مسلم اور انسان دشمن پالیسیوں کی پشت پناہی کر رہی ہیں۔ جو ہندوستانی اتحاد کی علامت سیکولرازم کو زمین بوس کر رہی ہے۔ اگر یہ معاملہ یوں ہی آگے بڑھتا رہا تو اقلیتوں کو تو چھوڑیں خود ہندوستان کے دلت، شودر اور دوسری چھوٹی جاتی کے ہندوؤں کی اکثریت کے حقوق سلب کر لے گا۔

آر ایس ایس نے نصاب تعلیم پر ہندتوا کے اثرات ڈالے ہی نہیں، بلکہ اسے ہندتوا کے چوکھٹے تک محدود کرنے اور تاریخ ہی نہیں بلکہ سائنس کو بھی ہندو دیو مالائی داستانوں کے مطابق بنانے اور غیر ملکی حملہ آوروں (مسلمانوں، عیسائیوں) کے ذکر کو تاریخ سے، مسلمانوں کے ناموں سے آباد شہروں کے ناموں، سڑکوں کے ناموں اور اداروں کے ناموں کو بھی ختم کیا جا رہا ہے۔ تعلیمی اداروں، سرکاری محکموں، ہوٹلوں، دوران سفر، رہنے کے لیے سوسائٹیوں میں آئے دن مسلمانوں اور اقلیتوں کو تنگ کیا جاتا ہے اور نکالا جاتا ہے۔ تعلیم، صحت اور کاروبار کے میدانوں میں بھی بہت کم حصہ دیا جاتا ہے۔

آر ایس ایس اور اس کی ذیلی تنظیموں کے اسی متشدد ہندتوا کی سوچ علمبرداری اور اس پر عمل کرنے کی وجہ سے ہندوستان میں مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کے خلاف

ہونے والے فسادات و درندگی کا قصوروار پایا جاتا ہے۔تحقیقاتی کمیشنوں کی طرف سے جن فسادات پر سرزنش کا سامنا کرنا پڑا ہے ان میں سے کچھ یہ ہیں:

① 1969ء کو احمد آباد میں فساد پر جگموہن رپورٹ۔

② 1970ء کے بھیونڈی فسادات پر ڈی پی ماڈن رپورٹ۔

③ 1971ء میں تلیسری فساد پر وتایانیل رپورٹ۔

④ 1979ء کے جمشید پور فساد پر جتندر نارائن رپورٹ۔

⑤ 1982ء میں کنیا کماری فسادات پر وینو گوپال رپورٹ۔

⑥ 1989ء بھاگلپور فسادات کی رپورٹ۔

⑦ 1992ء میں بابری مسجد کی شہادت پر فسادات کی رپورٹ۔

⑧ 2002ء میں گجرات کے قتل عام میں مودی کی گجرات حکومت، وشوا ہندو پریشد، بجرنگ دل اور بی جے پی کو ہیومن رائٹس واچ اور دوسرے عالمی اداروں نے موردالزام ٹھہرایا۔خود ہندوستان کے اعتدال پسند لوگ اور معروف اسکالر پال براس، مارتھا نوسبام اور دیپانکر گیتا نے بھی مودی اور اس کے حواریوں کو گجرات کے قتل عام کا ذمہ دار سمجھا۔اسی وجہ سے مودی کو بچر مودی یا بچر آف گجرات کا لقب دیا گیا۔ گجرات کے تجربہ کے بعد آر ایس ایس اتر پردیش کے اپنے پرچارک یوگی کو مودی کا جانشین بنانا چاہتی ہے۔آر ایس ایس کے لوگ آج ہندوستان بھر میں کہیں گورنر، کہیں وزیر اعلیٰ اور تو اور ایوان صدر تک پہنچے ہیں، وہ آر ایس ایس جس پر چار بار پابندی لگ چکی ہے، جو انسانیت دشمنی میں مسلسل آگے بڑھ رہی ہے۔

① آر ایس ایس کے پرچارک سوامی نرسیمانند نے اعتراف کیا کہ 2007ء میں سمجھوتہ ایکسپریس دھماکے، اور 29 ستمبر 2008ء کو ریاست گجرات اور مہاراشٹر میں

ہونے والے تین بم دھماکوں کے ماسٹر مائنڈ کرنل پروہت تھے۔جو ہندوستانی فوج کے حاضر سروس آفیسر تھے۔

② سوامی نرسیمانند نے اعتراف کیا کہ 2007ء میں اجمیر شریف دھماکے میں بھی ملوث تھا،جس کا حکم آر ایس ایس کے موہن بھاگوت نے دیا تھا۔مکہ مسجد دھماکے میں بھی ہندو ملوث نکلے۔

③ جنوری 1999ء میں آر ایس ایس کے پرچارک دارا سنگھ نے عیسائی مشنری اور اس کے بیٹوں کو زندہ جلا دیا تھا۔

④ 2008ء میں اڑیسہ میں ہونے والے پرتشدد واقعات میں بھی مسیحی گروپوں نے آر ایس ایس کو ہی ملوث قرار دیا۔

⑤ 2022ء کے اگست کی 29 تاریخ کو ناند پڑ کی عدالت میں یشونت شندے نام کے ایک شخص نے حلف نامہ داخل کرکے یہ دعویٰ کیا کہ آر ایس ایس نے بی جے پی کو اقتدار میں لانے کے لیے ماضی میں کئی جگہوں پر ملک میں دھماکے کیے۔شندے کی درخواست تھی کہ اسے ناند پڑ میں 2006ء میں بم دھماکے کے معاملہ میں گواہ بنایا جائے۔

⑥ شندے 1999ء میں اندریش کمار کی ہدایت پر راشٹریہ سیوک سنگھ کے ایک سینئر کارکن ہمانشو اور اس کے سات دوستوں کو جموں لے گیا تھا، جہاں انھوں نے ہندوستانی فورسز کے جوانوں سے جدید ہتھیاروں کی تربیت حاصل کی۔شندے نے دعویٰ کیا کہ انھوں نے بعد میں ایک کیمپ میں بم سازی کی تربیت بھی حاصل کی تھی۔کیمپ کا ماسٹر مائنڈ اور مین آرگنائزر ملند پراندے تھا، جو اس وقت وشوا ہند پریشد کا قومی آرگنائزر ہے۔کیمپ میں مرکزی انسٹرکٹر متھون چکروتی کے نام سے ایک عام آدمی تھا،جس کا اصل نام روی دیو (آنند) تھا۔جو اب وشوا ہندو پریشد کی اترکھنڈ یونٹ کا سربراہ ہے۔

⑦ مالیگاؤں بم دھماکوں کی ملزمہ سادھوی پرگیا اس وقت رکن پارلیمنٹ ہے،جو کرنل

پروہت کی کیس وار ہے۔

⑧ 1946ء میں ہندو انتہا پسند تنظیم ویر دل نے سالانہ مرکزی جلسہ مظفر آباد میں کیا، جس میں ہندوستان سے مہا سبھائی لیڈروں ڈاکٹر مونجے، ڈاکٹر کھا پریا اور ویر ساورکر نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تقاریر کر کے ہندو نوجوانوں کو تشدد پر اکسایا۔

⑨ 1947ء میں سرینگر کے قریب بھارتی کچھ ریاستوں کے غیر مسلم حکمرانوں کی خفیہ میٹنگ ہوئی۔جس میں آر ایس ایس کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے قتل عام کے لیے سازش تیار کی گئی۔ایک ایسا منصوبہ تیار کیا کہ جس میں مسلمانوں کی آبادی کو مکمل طور پر ختم کرنا تھا۔اس کا آغاز پونچھ سے ہوا تھا۔[بلراج پوری]

⑩ آر ایس ایس کے ہیڈ سوامی گرو جی کی بائیوگرافی میں ہے کہ اس کا مہاراجہ ہری سنگھ کو بھارت سے الحاق پر راضی کرنا، مہاراجہ کا آر ایس ایس کے لوگوں کا مدد کرنے پر شکریہ ادا کرنا اور 19 اکتوبر کو ولبھ بھائی پٹیل کو اس کامیابی کی خبر دینا۔

⑪ ڈاکٹر شیام پرشاد مکھر جی کو جموں میں ان کے (جموں وکشمیر کو ملنے والے خصوصی درجہ دینے پر) احتجاج کی وجہ سے گرفتار کیا گیا۔اس کی جموں جیل میں ہی موت ہوئی۔

⑫ مودی حکومت نے جب جموں وکشمیر کا خصوصی درجہ 35A اور آرٹیکل 370 کو زبردستی ختم کیا یہ بیانات دیے کہ ہم نے ڈاکٹر شیام پرشاد مکھر جی کا ادھورا مشن پورا کیا۔کشمیریوں کی صدیوں سے زمینیں چھین کر اس پر ہندتوا کے عزائم کے مطابق ہندوستانی کمپنیوں کو اور غیر کشمیریوں کو آباد کر کے مقامی مسلمانوں کو بالکل بے بس کیا جا رہا ہے۔اسی طرح شہریت بل پاس کروا کر کہا کہ ساورکر کا سپنا پورا کیا۔کبھی کسی کا سپنا پورا کرتے ہیں، کبھی ڈاکٹر منجے کا خواب پورا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کبھی نہ کرے، اگر مشرقی پاکستان کی طرح جموں وکشمیر میں اپنے عزائم میں آر ایس ایس کے نظریہ کے مطابق کامیاب ہوتے ہیں۔پھر جو تباہ کن نقشہ یا حالات بنتے نظر آتے ہیں، اللہ کی پناہ۔مشرقی پاکستان میں

بہاریوں نے تو ہندوستان کا وہ نقصان نہیں کیا تھا جو کشمیری اپنے عزم و ہمت استقامت سے ہندوستان کو ہر روز رسوا کرتے ہیں۔ ہندتوا کے بڑھتے ہوئے قدموں کو روکے ہوئے ہیں۔ پھر مشرقی پاکستان میں اتنی مقدس جگہیں ہندوؤں کے لیے نہ تھی جتنا وہ جموں وکشمیر میں دعویٰ کر رہے ہیں اور جغرافیائی اہمیت بھی جموں وکشمیر کی بہت زیادہ ہے۔اس لیے پاکستانی حکمرانوں اورعوام پاکستان کو بھی فوری اس عفریت کو قابو کرنا اور کچلنا ہوگا اور جو ہندتوا کے عفریت کو روکے ہوئے ہیں ان کی آواز بننا ہوگا، انھیں ہر طرح مضبوط کرنا ہوگا، تاکہ وہ یکسو ہوکر اس عفریت کو نکیل ڈال سکیں اور کچل سکیں۔

اللہ تعالیٰ اس انسانیت شکن سوچ وفکر کو کبھی کامیاب نہ کرے۔ پاکستان، اہل جموں و کشمیر کو اور تمام ہندوستان کے مسلمانوں اور پورے خطے کو اس آر ایس ایس کی یلغار اور مکروہ عزائم سے بچا کر رکھے۔آمین!

❀❀❀

ہندوستان میں اقلیتوں پر مظالم کی ایک جھلک

مسلمانوں نے ہندوستان میں ہزار سال حکومت کی ہندوؤں کو حقوق دے کر رکھے بلکہ اہم عہدوں پر فائز رکھا اور ابھی آزادی کے بعد 80 سال بھی نہیں ہوئے کہ ہندو بلوائیوں کی طرف سے ریاستی چھتری کے نیچے کس طرح اقلیتوں کا قتل عام کیا جارہا ہے۔ہم نے صرف کچھ اعداد وشمار یہاں دیے ہیں کہ کس طرح لاکھوں لوگوں کو شہید اور ہجرت پر مجبور کرکے اور خواتین کو اغوا کرکے آبادی کا تناسب بدلا گیا۔ مسلمانوں کی املاک کو لوٹا گیا اور ان پر قبضہ کیا گیا۔جن کی تفصیلات اخبارات، انٹرنیشنل میڈیا اور کتب میں بھری پڑی ہیں۔ 1947ء میں مہاراجہ کشمیر اور دیگر جتھوں سے مل کر جموں کشمیر میں مسلمانوں کا قتل عام اور لوٹ مار کی گئی۔ 1964ء کولکتہ میں مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا۔ 1969ء میں آر ایس ایس نے احمد آباد میں کئی دن مسلمانوں کا قتل عام کیا، جس میں 500 کے قریب مسلمانوں کو شہید کیا گیا، 70 عیسائی بھی اس میں مارے گئے اور 48000 مسلمانوں کے گھر اور املاک لوٹی گئیں۔ 1970ء بھیونڈی میں 200 مسلمانوں کو شہید اور بہت کی املاک لوٹ لی گئیں۔ 1971ء میں سقوط مشرقی پاکستان کے وقت قتل عام کیا اور لوٹ مار کی۔ 1971ء میں تلیسر میں مسلم کش فسادات کیے۔ 1979ء میں آر ایس ایس نے جمشید پور میں سیکڑوں مسلمانوں کو شہید، مسلمان تاجروں کی دکانیں لوٹ لیں۔ 1980ء میں مراد آباد میں آر ایس ایس کے غنڈوں نے 2500 مسلمانوں کو شہید اور بے شمار املاک لوٹ لیں۔ 1982ء میں آر ایس ایس نے کنیا کماری میں عیسائیوں کو بڑے

پیمانے پر قتل کیا۔ 1983ء میں آسام کے شہر نیلی میں 10 ہزار مسلمانوں کو شہید کر کے بنگلہ دیش کو تحفہ دیا گیا۔ پروین توگڑیا اور دیگر شدت پسند ہندو ان واقعات کو فخریہ انداز میں اپنی تقریروں و تحریروں میں پیش کرتے ہیں۔ 1984ء میں دوبارہ بھیونڈی میں ڈیڑھ سو مسلمانوں کو شہید کیا۔ 1984ء میں اندرا گاندھی کے قتل کے بعد آر ایس ایس نے کئی صوبوں میں 17 ہزار کے قریب سکھوں کو قتل کیا اور ٹکڑے کر کے ان کی لاشیں نکاسی میں بہائی گئیں کہ نالیاں بند ہوگئیں۔ 1985ء میں گجرات میں 200 سے زائد مسلمانوں کو شہید کیا گیا۔ 1987ء میں ہاشم پورہ اور بابری مسجد کا زبردستی تالہ توڑا اور مسلمانوں کے احتجاج کرنے پر 100 سے زائد مسلمانوں کو شہید کیا گیا۔ 1989ء میں آر ایس ایس نے سلمان رشدی کی کتاب کیخلاف مظاہرہ کرنے والے مسلمانوں کو جگہ جگہ شہید کیا۔ 1989ء مراد آباد میں آر ایس ایس نے 1000 سے زائد مسلمانوں کو شہید کیا، 50 ہزار مسلمانوں نے ہجرت کی، سیکڑوں مسلم خواتین کی عزتیں لوٹیں گئیں، ان کی جائیدادوں پر آر ایس ایس نے قبضہ کرلیا یا کوڑیوں کے بھاؤ خریدیں۔ 6 دسمبر 1992ء کو بابری مسجد کو شہید کیا اور احتجاج کرنے پر ہزار سے زائد مسلمانوں کو پورے ہندوستان میں شہید کیا۔ 1993ء میں آر ایس ایس نے صرف ممبئی میں 1500 مسلمانوں کو شہید کیا۔ 2002ء میں گجرات میں نریندر مودی نے اپنی نگرانی میں 2500 مسلمانوں کو شہید کروایا، ہزار سے زائد مسلمانوں کو زندہ جلایا گیا، املاک کو لوٹا اور جلایا گیا۔ سیکڑوں مسلم خواتین کی عزتیں پامال کی گئیں، مساجد، مدارس اور خانقاہوں کو شہید کیا۔ 2007ء میں مالیگاؤں، 2008ء میں اعظم گڑھ، 2013ء میں مظفر نگر، 2020ء میں دہلی اور 2021ء میں تری پورہ میں مسلمانوں کا اجتماعی قتل عام کیا گیا، چھوٹے چھوٹے واقعات تو مختلف بہانے بنا کر آئے روز ہو رہے ہیں۔ 1947ء میں جموں میں RSS کے کیمپوں میں انسانیت کو شرمانے والی کرتوتوں کی کئی کہانیاں اور RSS کی مسلمانوں اور اقلیتوں

کیخلاف ریشہ دوانیوں کی لمبی داستان ہے۔ پورے ہندوستان میں RSS کے 80 لاکھ سے زائدعسکری تربیت یافتہ کارکنان ہیں، جبکہ مہابھارت کی علمبرداروں کی اصلیت دیکھیں کہ آزادی کی لڑائی میں ان کا کیا کردار تھا۔صفر اور بس صفر، فتنہ وفساد میں اب سب سے آگے ہیں۔ انسان دوست حکومتوں،انسانی حقوق کے عالمی اداروں،مسلم ممالک خود ہندوستان کے اندر انصاف پسند لوگوں کو آر ایس ایس اور اس کی ذیلی تنظیموں کے خلاف آواز اٹھانی چاہیے۔ان کا راستہ روکنا چاہیے،ان پر پابندی لگانی چاہیے۔ اپنے ممالک میں انھیں ہندتوا کا ایجنڈا بڑھانے سے فوری روکنا چاہیے۔ وگرنہ یہ دنیا کے امن کو بھسم کرسکتی ہیں۔زمین کو فسادات سے بھر سکتی ہیں اور اس کا امن تباہ کرسکتی ہیں۔متنازعہ قوانین کی آڑ میں ہندتوا کے ایجنڈے پر عمل کرتے ہوئے مسلمانوں پر مشتمل آبادیوں کو ختم کیا جاتا ہے۔صدیوں پرانی عبادت گاہوں، مساجد کو شہید کیا جاتا ہے۔ ہندوستان میں ہر روز کسی نا کسی بہانہ سے اقلیتوں کو،مسلمانوں کو مارا جاتا ہے۔آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں۔ان کے خطرناک عزائم کے بارے، ان کی خفیہ میٹنگوں، ان کے دفاتر سے پکڑے گئے سامان،لٹریچر اور ان پر تحقیقات کرنے والے آفیسروں کی رپورٹوں سے واضح پتا چل جاتا ہے کہ دنیا میں سب سے بڑی یہ عسکری جماعت کس طرح اپنے ایجنڈے کو لے کر آگے بڑھ رہی ہے۔ ہر روز ہندوستان میں کوئی نہ کوئی انسان ان کی درندگی کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہ انسانیت شکنی امریکہ، یورپ،خلیجی ممالک اور دوسرے بڑے بڑے نام نہاد عالمی اداروں کو شاید وقتی فائدے کے لیے نظر نہیں آرہی یا وہ جان بوجھ کر نظر انداز کر رہے ہیں جو جانوروں کے حقوق کی آواز تو اٹھاتے ہیں مگر ہندوستان میں انسانیت پر مظالم کو نظر انداز کرجاتے ہیں اپنے معمولی مفاد کے لیے۔ جو کل خود ان کے ممالک میں ان کو پریشان کرے گی، کیونکہ ہندتوا کے علمبردار اپنے علاوہ ہر کسی کو ناپاک اور اپنی سرزمین کے علاوہ ہر سرزمین کو پلید سمجھتے ہیں۔ گویا یہ سب اس ہندتوا کے اس عفریت کو پھلنے

پھولنے کا موقع دے رہے ہیں۔ انسان دوست اداروں، میڈیا، امریکہ اور یورپی یونین وغیرہ کیوں اس عفریت کو نظر انداز کر رہے ہیں، جو اپنے علاوہ کسی کو پاک نہیں سمجھتے اور اس قدر تفریق کا شکار ہیں، جبکہ اسلام تو وسعتوں والا دین، دین فطرت، انسان دوست دین ہے، کیونکہ یہ انسانیت کا دین ہے۔ آر ایس ایس کا خمیر ہی مسلم مخالفت پر اٹھا ہے، اس لیے ان کے مسلمانوں کے بارے میں نرم بیان، مسلم ناموں سے شاخیں قائم کرنا، مساجد ومدارس کے چکر لگانا سوائے سازش اور اپنے مفاد کے کچھ نہیں۔ آر ایس ایس کی ذہنیت اس کے لیڈروں کے قول وفعل سے اور نریندر مودی کی حکومت اپنے سابقہ لیڈروں کے خاکوں میں رنگ بھر کے ان کے ادھورے مشن پورے کر کے ایک پرچارک کے طور پر ان کی اور اپنی اصلیت واضح کر رہی ہے۔

اس کے لیڈر مسلمانوں اور اقلیتوں کو اندلس (سپین) جرمنی اور اٹلی کے قتل عام اور انسانیت شکنی کی مثال دے کر ڈراتے ہیں اور وہی بھیانک تاریخ دہرانے کی آئے دن کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ اس بربریت اور درندگی کو کوئی انسان دوست اچھا نہیں کہہ سکتا۔ اہل یورپ، امریکہ وغیرہ جس چیز کے اپنے ممالک میں خلاف ہیں، اسی بربریت اور آر ایس ایس کی سوچ وعمل کے خلاف ایکشن نہ لے کر خود اپنے اوپر ہی سوالیہ نشان لگا رہے ہیں۔

ہندو رہنماؤں کے بیان تو بہت ہیں مگر یہاں ہندو ذہنیت کو سمجھنے کے لیے چند نقل کیے جاتے ہیں:

① RSS کے سابق سربراہ راجو بھیا نے کچھ سال پہلے اپنے ایک انٹرویو میں کہا تھا:
جب مسلمانوں کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ مکہ مدینہ کو غیر مسلمانوں کی تحویل میں دیں، ہمارے لیے یہ کیسے ممکن ہے امرناتھ تیرتھ (یعنی مقبوضہ کشمیر) کو مسلمانوں کی تحویل میں دیں۔

② مسلمانوں اور عیسائیوں کو دوبارہ ہندو مذہب اختیار کرنے کے لیے تمام سہولیات دی جا سکیں گی۔ یہ ملک ہندوؤں کا ہے اور برطانوی پارلیمنٹ میں بھی اسے منظور کیا گیا۔ اگر مسلمان اور عیسائی ہندوستان میں رہنا چاہتے ہیں تو انھیں ہندو بننا پڑے گا۔[راجیشور سربراہ دھرم جاگرن سمیتی کشمیر عظمیٰ، 19 دسمبر 2014ء]

③ 1989ء سے پہلے کشمیر میں امرناتھ یاترا کی زیارت کے لیے بہت کم لوگ آتے تھے، اس کے بعد منظم سہولیات اور طریقے سے اس کو عسکری مفادات کے لیے بڑھایا گیا تھا۔

④ یہ نہیں ہوسکتا کہ امرناتھ تو ہمارے پاس ہو اور شاردا پیٹھ پاکستان کے پاس ہو۔[راجناتھ سنگھ۔امت شا]

⑤ RSS کے قومی ایگزیکٹو ممبر اور اوورسیز کے لیڈر اندریش کمار نے کہا: کھوئے ہوئے کشمیر اور کشمیریت کو ہندوستانی مین سٹریم میں دوبارہ حاصل کرنے کا موقع میسر ہے اور کہا کہ دہشت گردی، استحصال پسندی اور علیحدگی پسندی کا سامنا کرنے والے جموں و کشمیر کے عوام کے لیے ہندوستان کے رنگ میں رنگنے کا وقت آ گیا ہے۔[کشمیر عظمیٰ، 18 نومبر 2014ء]

⑥ 2021ء میں سلی ایپ پر مسلم خواتین کی فروخت کے لیے ہندوؤں نے ان کی تصاویر لگا کر قیمت لگائی۔ ان مسلم خواتین کو اس کا علم یہ ظلم ہونے کے بعد ہوا کہ اس طرح ہماری مرضی کے بغیر ہماری تصاویر لگا کر قیمت لگائی جا رہی ہے۔

⑦ مسلمانوں کی صفائی کی جائے۔ پربھو انند گری، سادھوی انویورنا نے گڑگاؤں میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔[دی اکانومسٹ]

⑧ ہندو جاگرن منچ کے لیڈر مسلمانوں کے خلاف آئے دن کارروائیاں کرتے اور بیانات دیتے ہیں۔

⑨ آزاد کشمیر اور اقصائے چین جلد ہمارے ہوں گے۔[یونین منسٹر گری راج سنگھ، انڈیا ٹوڈے]

⑩ آر ایس ایس کے سابق لیڈر وصل بلوئر یشونت شندے نے بھارتی جنتا پارٹی کی طرف سے اپنی اتحادی پارٹیوں سے مل کر ہندوستان میں بم دھماکے اور دنگے فساد کرواکر بی جے پی کی طرف سے انتخابات میں فائدے اٹھانے کی کئی وارداتوں کا پورے ہندوستان میں انکشاف کیا ہے۔

⑪ گھر واپسی پروگرام کے تحت باقاعدہ مسلمان لڑکیوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔

8 لاکھ مسلمان لڑکیاں مرتد ہوکر ہندوؤں سے نکاح کر چکی ہیں، یہ تعداد میرج رجسٹرار آفس سے ملی ہے، اس کے علاوہ مندروں میں چوری چھپے نکاح جو کیے ہیں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔[مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی، جامع مسجد خطبہ جمعہ 2021-12-31]

⑫ آر ایس ایس کے پہلے سرسنگھ چالک کیشو بلی رام ہیڈ گیوار کہتے ہیں کہ تمام ہندوستانی بلا لحاظ مذہب ہندو ہی ہیں۔ اس لیے باقی مذاہب کی گھر واپسی ہونی چاہیے۔(یعنی ہندو بنایا جانا چاہیے، مسلمانوں، عیسائیوں اور سکھوں وغیرہ کو)

⑬ ساورکر کا عقیدہ ہے: نظریاتی طور پر قومیت اور شہریت کو صرف شہری ہونے کی نہیں بلکہ اس کی مذہبی شناخت کی بنیاد پر طے کیا جاسکتا ہے۔

⑭ آر ایس ایس کے دوسرے سرسنگھ چالک مادھو سدا شیو گولوالکر تقسیم ہند کے بعد جو مسلمان بھارت میں رہ گئے تھے گولوالکر انھیں بچے کھچے کہتے تھے اور اس بات پر زور دیتے تھے کہ ہندو پاک کے درمیان ہندوؤں اور مسلمانوں کے تبادلے کا منصوبہ بنایا جائے، تاکہ جو بچے کھچے مسلمان ہیں انھیں بھارت سے نکالا جاسکے۔

⑮ سنگھی نظریہ ساز شیاما پرشاد مکھرجی نے جن سنگھ کے جنرل سیکرٹری آشوتوش لہری کو ہدایت دی کہ مسلمان جو ہندواستھان (ہندوستان) میں رہتے ہیں، ہم انھیں یہاں

سے نکال باہر کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ اگر وہ رہے تو غداری، تخریب کاری اور وطن دشمنی کریں گے۔

⑯ آر ایس ایس کے تیسرے سرسنگھ چالک بالا صاحب دیورس کہتے ہیں کہ مہاجر اور گھس بیٹھیے برابر نہیں ہوسکتے۔ ہندو جو بنگلہ دیش سے آتے ہیں وہ الگ ہیں کیونکہ وہ مہاجر ہیں۔ جو اپنے گھر سے اسلامی حکومت کے ہاتھوں ستائے جانے کی وجہ سے بھاگے۔ اس لیے آسام کے ہندوؤں کو چاہیے کہ ان کا خیر مقدم کریں، لیکن بنگلہ دیشی مسلمانوں کا بالکل نہیں، کیونکہ ان کی آمد سے آبادی کا توازن بگڑ جائے گا۔

⑰ چوٹی کے سنگھی قائد دین دیال اپادھیائے کہتے ہیں: بلاتفریقِ مذہب سب ہندو ہیں پر زور دے کر ان پر جو خود کو ہندو نہیں کہتے ہندوستان کے دروازے بند کرنے کی پوری کوشش کی تھی۔ [سینئر صحافی نیلانجن مکھو بادھیائے کی کتاب۔ آر ایس ایس، آئیکونز آف دی انڈین رائٹ، صفحہ: 499]

نریندر مودی، امت شا، راجناتھ سنگھ اور دیگر انتہا پسند ہندو جنھیں گرو گوالکر کہتے ہیں اور ان کے نظریات پر سختی سے عمل پیرا ہیں۔

⑱ گوالکر 33 سال 1940ء تا 1973ء آر ایس ایس کے سربراہ رہے، اپنی کتاب بنچ آف ٹھاٹس جو 1966ء میں شائع ہوئی اس میں لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں تمام اقلیتوں خصوصاً مسلمانوں کو مقامی رسم ورواج اور طور طریقے اختیار کرنا ہوں گے۔ وہ یہاں رہتے ہوئے کھلم کھلا اپنے مذہبی عقائد کی اشاعت نہیں کرسکتے۔ اگر انھوں نے اپنے ڈھنگ تبدیل نہ کیے تو ہندوستان میں بھی اندلس کی تاریخ دہرائی جاسکتی ہے۔

⑲ ناگ پور میں گوالکر نے کہا کہ اگر (مسلمانوں) نے ہندوستان میں اپنے علیحدہ مذہبی، معاشرتی اور معاشی تشخص برقرار رکھا تو جس طرح ہٹلر نے جرمنی میں یہودیوں کا صفایا کیا ہم بھی یہاں سے مسلمانوں کا صفایا کردیں گے۔

⑳ سنگھ کے بانی ہیڈ گیوار کے قریبی دوست و ساتھی اور مشہور ہندو وادی بی ایس منجے ہندوستان کے اولین لیڈر ہیں، جن کا اٹلی، جرمنی کے فاشسٹ حکمرانوں سے رابطہ ہوا۔اٹلی کا سفر کرکے مسولینی سے ملاقات کی۔وہاں سے تربیت لی اور آکر آر ایس ایس کی تربیت کو مزید زہریلا کیا۔منجے اپنی ڈائری میں بہت کچھ لکھتے ہیں جو جرمنی، اٹلی اور مسولینی سے ملاقات کے بعد وہاں سے جو کچھ سیکھا اس کو ہندوستان میں بھی کرنا چاہتے ہیں۔

منجے اپنے ایک خط میں جو نہرو میموریل میں محفوظ ہے، لکھتے ہیں: مسلمان شرارت پسند ہوگئے ہیں، کانگریس ان کا مقابلہ کرنے کی بجائے ان کے آگے سرِتسلیم خم کیے ہوئے ہے۔اس لیے ہمیں گاندھی اور مسلمان دونوں سے لڑنا ہوگا۔اس کے لیے آر ایس ایس کا استعمال آسان اور مفید ہوسکتا ہے۔چرخے کا مقابلہ آخرکار رائفل سے کرنا ہوگا۔

㉑ دہلی میں بھارتیہ جنتا پارٹی کے رکن پارلیمان پرویش سنگھ ورمانے ایک جلسہ میں ہندوؤں سے حلف لیا کہ مسلمانوں کا مکمل سماجی و اقتصادی بائیکاٹ کیا جائے۔انھوں نے وی ایچ پی کے لیڈروں اور پولیس کی موجودگی میں حلف لیا کہ اگر انھیں (مسلمانوں) کو سبق سکھانا ہے اور ایک بار میں مسئلہ حل کرنا ہے تو ان کا مکمل بائیکاٹ کریں۔

㉒ ریاست تلنگانہ سے ممبر اسمبلی ٹی راجا سنگھ کہتے ہیں کہ انسانی جان کی قیمت گائے سے زیادہ نہیں ہے۔

㉓ آر ایس ایس کے سربراہ موہن بھاگوت نے نومبر 2022ء کو جبل پور میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ وزیراعظم ہند نریندر مودی ایک سیویم سیوک اور پرچارک ہیں اور آج بھی وہ ایک پرچارک کے طور پر کام کر رہے ہیں۔

㉔ آر ایس ایس کے سربراہ موہن بھاگوت نے 12 دسمبر کو گوہاٹی میں آسام یونٹ کے

ورکرز کی اختتامی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہندوستان کے ہر گاؤں میں آر ایس ایس کی شاخ ہوگی ۔ بھاگوت نے کہا: کیونکہ ایک کمزور معاشرہ سیاسی آزادی کے ثمرات سے لطف اندوز نہیں ہوسکتا۔اس پروگرام میں آر ایس ایس کے کارکنوں کے علاوہ کسی اور کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ موہن بھاگوت نے حالیہ بیان میں کہا کہ ہمیں اندرونی دشمنوں سے لڑنے کی بات کہہ کر دراصل گرو گوالکر کے الفاظ دہرائے ہیں کہ مسلمان عیسائی اور کمیونسٹ ملک دشمن ہیں۔

㉕ 15 فروری 2022 کو کرناٹک بی جے پی کے سربراہ نلین کمار کٹیل نے ایک جلسہ میں کہا کہ اٹھارویں صدی کے حکمران ٹیپو سلطان کے تمام پیروکاروں (حامیوں) کو قتل کر دیں گے اور ٹیپو سلطان کی اولاد کو گھر بھیجیں، ان کو بھگا کر جنگلوں میں بھیج دیا جائے۔انہیں اس سرزمین پر زندہ رہنے کا حق نہیں ہے۔کیونکہ ہم بھگوان رام، بھگوان ہنومان کے بھگت ہیں اور بھگوان ہنومان کی عبادت کرتے ہیں۔

㉖ یکم فروری 2023 کو مغربی بنگال میں بی جے پی کے رہنما سویندو ادھیکاری نے کہا کہ اگر مغربی بنگال میں بی جے پی اقتدار میں آ گئی تو ہم ایک ہفتے کے اندر اندر تمام برطانوی اور مغل ناموں کو تبدیل کر دیں گے۔

یہ چند بیانات ہندو ذہنیت کو سمجھنے کے لیے جمع کیے ہیں وگرنہ ایسے بیانات اور ان پر عمل تو آئے دن ہندوستان میں انسانیت کے خلاف دیکھنے، سننے اور پڑھنے کے لیے ملتے ہیں۔وہ بھی آج جدید میڈیا اور سوشل میڈیا کے دور میں۔

❀❀❀

ہندوستان میں مندر

ہندوستان میں تقریباً 25 لاکھ کے قریب مختلف مندر ہیں:

① ہندوستان میں نمبرون مندر بدری ناتھ اتر کھنڈ میں ہے۔

② ہندوستان کا مشہور مندر، کیدار ناتھ گڑھوال ھمالیائی علاقہ میں ہے۔

③ ندوستان کا سب سے بڑا مندر سری رنگم مندر تامل ناڈو 156 ایکڑ پر پھیلا ہوا ہے اب بہار کے چمپارن ضلع میں مسلمان تاجر اشتیاق احمد خان کی دی ہوئی 200 ایکڑ جگہ پر 500 کروڑ ہندوستانی روپیہ میں بن رہا ہے۔

④ ہندوستان کا طاقتور مندر ترو ملا بالا جی آندھرا پردیش میں ہے۔

⑤ ہندوستان کا امیر ترین مندر پدمانابھا سوامی مندر کیرالہ

⑥ ہندوستان کا سب سے پرانا مندر منڈ یشوری دیوی مندر بہار کے کیمور علاقہ میں ہے۔

"ہندو 330 کروڑ خداؤں پر یقین رکھتے ہیں اور کچھ ہندو تین خداؤں پر یقین رکھتے ہیں، تاہم صاحب علم ہندو جو اپنی کتابوں سے واقفیت رکھتے ہیں ان کے مطابق ایک ہندو کو صرف اور صرف ایک ہی خدا کی پوجا کرنی چاہیے۔ ہندوؤں کا عام عقیدہ ہے کہ وہ مظاہر پرستی یا کائنات پرستی (Pantheism) کے قائل ہیں۔ مظاہر پرستی یا کائنات پرستی کا یہ نظریہ کہتا ہے کہ ہر چیز خواہ وہ جاندار ہو یا بے جان متبرک اور الہامی ہے۔ اسی لیے ہندو درختوں سورج چاند جانوروں حتیٰ کہ انسانوں کو بھی خدا کا پرتو جانتے ہیں یعنی عام ہندو کے لیے ہر

شے خدا ہے۔"

ہندوستان میں ہر طرح کے مندر پائے جاتے حتیٰ کہ ایک دوسرے کے دشمنوں کے بھی جیسے رام اور ان کے مخالف راون کے مندر، گاندھی جی اور ان کے قاتل نتھو رام گوڈسے کے مندر اور اسی طرح اداکارہ خوشبو کا مندر، ایکٹر امیتابھ بچن کا مندر، کرکٹر سچن ٹنڈولکر کا مندر وغیرہ وغیرہ۔

مذہبی روایات کے بنا پر اکثر یہ مندر دریاؤں، چشموں کے کنارے یا پہاڑوں کی چوٹیوں پر بنائے جاتے ہیں ایسے مندروں کی بھی کمی نہیں جو زمین پر ہیں۔ 2014 میں ہندوستان میں چار بڑے مندروں کا آڈٹ ہوا (حالانکہ یہ مندر کم ہی آڈٹ کرواتے ہیں کیونکہ یہ اپنے آپ میں ایک ریاست ہوتے ہیں)

① ترو پتی مندر آندھرا پردیش۔

② سائیں بابا کا مندر گیتا کالونی دہلی۔

③ سدھی ونائیک مندر ممبئی مہاراشٹر۔

④ کاشی وشو ناتھ مندر وارنسی (بنارس) یوپی۔ اسے مہاراجا رنجیت سنگھ نے 1839 میں مندر کے دونوں برجوں کے لیے سونا عطیہ کیا تھا۔

① 2014 کے آڈٹ کے مطابق صرف ان چار مندروں کی سالانہ آمدن 2691 کروڑ بھارتی روپیہ ہے۔

② روزانہ پانچ لاکھ لوگ ان مندروں میں آتے ہیں اور آٹھ کروڑ بھارتی روپیہ دیتے ہیں۔

③ 29 فیصد کیش ملتا ہے۔

④ 22 فیصد فیکس ڈیپازٹ کرتے ہیں پھر بینکوں سے بیسہ آتا ہے۔

⑤ 8 فیصد سونا اور چاندی ملتا ہے۔

⑥ 10 فیصد چندا ملتا ہے۔

⑦ 21 فیصد دیگر ذرائع سے آمدن ہوتی ہے۔

اسی طرح ہر سال

① نقد 132000 کروڑ۔

② سونا 6000115 کروڑ کا۔

③ زمین 430508 کروڑ کی۔

④ فکس ڈیپازٹ 900874 کروڑ کے۔

⑤ دیگر جائیدادیں 18741 کروڑ کی۔

اس آمدن کا استعمال اس طرح کرتے ہیں: 29 فیصد رقم بینکوں میں جمع کرواتے ہیں تا کہ سود کی صورت میں آمدن ہو اور کمیشن بھی الگ سے ملے۔

28 فیصد رقم پنڈت اور پجاری استعمال کرتے ہیں اور 2 فیصد حکومت کو دیتے ہیں۔

حکومت یہ دو فیصد بھی اپنی مرضی سے خرچ نہیں کرسکتی بلکہ پنڈتوں سے پوچھ کر استعمال کرے گی۔

33 فیصد دیگر کاموں میں۔ (دیگر کام کیا ہیں یہ پنڈت ہی جانیں کسی اور کو نہیں پتا چلتا)

1.4 فیصد مندروں کی دیکھ بھال پر خرچ کرتے ہیں۔

7 فیصد غریبوں اور این جی اوز کو دیتے ہیں وہ بھی پنڈتوں کی مرضی سے خرچ ہوتا ہے۔

اب صرف دو بڑے مندروں کی الگ الگ آمدن و دولت کا احوال ملاحظہ فرمائیں:

① پدمنا بھاسوامی مندر ترووننتھا کیرالہ۔

اس کی سالانہ کمائی 2 لاکھ کروڑ روپے کے قریب بنتی ہے، کل اثاثے جو بتلائے

جاتے ہیں دس لاکھ کروڑ روپے کے سونا جو موجود ہے وہ ایک ٹریلین امریکی ڈالر سے زائد کا ہے یعنی ایک ہزار ارب امریکی ڈالر سے زائد کا اس کے چھ دروازے ہیں آج تک صرف پانچ دروازے کھولے گئے ہیں چھٹے دروازے کو والٹ بی بھی کہا جاتا ہے، جسے آج تک نہیں کھولا گیا۔ کہا جاتا ہے اس دروازے کے پیچھے اتنا سونا موجود ہے جتنا پہلے پانچ دروازوں سے نکالا جا سکا کہا جاتا ہے کہ اس کے چار تہ خانوں میں سے دو گزشتہ تقریباً ایک سو تیس سال سے نہیں کھولے گئے۔ لیکن 2011 میں ہندوستانی سپریم کورٹ کے احکامات کے بعد سات افراد پر مشتمل کمیٹی نے اندر جا کر نوادرات کا جائزہ لیا مندر کے اندر تقریباً 25 ارب کے قیمتی ہیرے جواہرات موجود ہیں۔

② تروپتی مندر جنوبی ریاست آندرا پردیش 7 نومبر 2022 بی بی سی اردو پریس ٹرسٹ آف انڈیا کے مطابق ٹی ٹی ڈی ٹرسٹ (ترملا تروپتی دیوستھانم) کا قیام 1933 میں عمل میں آیا تھا، اس نے پہلی بار اپنی دولت کی تفصیل پیش کی ہے۔ یہ ٹرسٹ آندھرا پردیش، تمل ناڈو، تلنگانہ، اڑیسہ، ہریانہ، مہاراشٹر اور نئی دہلی میں بڑی تعداد میں مندروں کی نگرانی بھی کرتا ہے۔

① سونا، 10.03 ٹن۔

② بینکوں میں رقم، 5300 کروڑ۔

③ نقد رقم، 15938 کروڑ۔

④ پراپرٹیز ہندوستان بھر میں 960۔

⑤ پچھلے تین سال میں سرمایہ کاری میں اضافہ 2900 کروڑ۔

⑥ ٹی ٹی ڈی کے مطابق 2019 میں مختلف بینکوں میں اس کے 13025 کروڑ فکس ڈیپازٹ تھے جو اب بڑھ کر 15938 ہو گئے ہیں۔ انڈیا کے انگریزی اخبار، دی منٹ کے مطابق تروپتی مندر کی کل مالیت 30 ارب امریکی ڈالر ہے جو انڈیا کی سب سے

بڑی آئی ٹی کمپنی، وپرو کھانے اور مشروب کی کمپنی نیسلے اور تیل کی سرکاری کمپنی سے زیادہ ہے۔ ہندوستان بھر میں تمام مندروں کے پاس 25لاکھ ٹن سونا ہے۔ جو دنیا میں سب سے زیادہ ریزرو رکھنے والے امریکہ سے اڑھائی گناہ زیادہ ہے۔خود ہندوستانی حکومت کے پاس مندروں سے چالیس گناہ کم گولڈ ہے صرف اس مندروں کے گولڈ سونے سے پورا بھارت پانچ سو سال تک مفت پٹرول استعمال کرسکتا ہے،اگر پورا بھارت مفت کھانا کھانا شروع کرے تو دو سال تک پورا بھارت بیٹھ کر آرام سے مفت کھانا کھا سکتا ہے۔

2011 میں ورلڈ گولڈ کونسل کے مطابق ان مندروں کے پاس 4000 ٹن سونے کے ذخائر موجود تھے۔ ان ذخائر میں سے 80 فیصد تو صرف دس مندروں میں ہے، جنوبی صوبہ کیرالا میں پدمنابھا سوامی مندر، آندھرا پردیش میں ترو پتی وینکٹیشورا مندر، تامل ناڈو میں میناکشی مندر، مقبوضہ جموں میں وشنو دیوی مندر میں سب سے زیادہ دولت کے ذخائر ہیں۔ بتایا جاتا ہے اگر ان دس امیر ترین مندروں کی دولت عوام میں بانٹی جائے تو بھارت دنیا کے امیر ترین ملکوں میں شمار ہوگا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے جب مندروں، ہندو مٹھوں، آشرموں، دھرم گرووں، پنڈتوں، اکھاڑوں کے پاس اس قدر رقم، پراپرٹیز، سونا، نوادرات، جواہرات ہیں تو یہ اپنی غریب عوام کے لیے کیوں خرچ نہیں کرتے کیوں ان کے لیے بنیادی ضروری کام، صحت، پانی، راشن، تعلیم کے لیے خرچ نہیں کرتے۔ کہیں چند لوگوں کے ان خزانوں پر کنڈلی مار کر بیٹھنے کی وجہ سے ہی تو ان پر حملے نہیں ہوتے رہے یا مستقبل میں ہو سکتے ہیں، ماضی کی طرح ہندو ہی کر سکتے ہیں، کیونکہ یہاں ہندوستان میں تو برادریوں، علاقوں، گروہوں کی سخت تقسیم کے لحاظ سے مندر ہیں جب ہندوستان میں گردوارے، مساجد، چرچ چیرٹی کرتے ہیں جبکہ مندر اتنے مال دار ہو کر بھی بہت ہی کم چیرٹی نا ہونے کے برابر کرتے ہیں۔ جو اونٹ کے منہ میں زیرے کے مترادف ہے۔

کرونا، زلزلہ اور سیلاب جیسی قومی آفات میں بھی خرچ نہیں کرتے یہ مندروں کی کمائی کا 33 فیصد جو دیگر کاموں پر اور 28 فیصد پنڈتوں والا 2 فیصد حکومت کو اور 7 فیصد این جی اوز پر خرچ کرنے والی رقوم کی تحقیقات ہوں کہ حقیقت میں کن جگہوں اور کن مقاصد کے لیے استعمال ہو رہی ہے۔

امریکہ، یورپ، افریقہ، عرب ممالک کے مندروں کی آمدن اور جو کچھ وہاں ہو رہا ہے کیا واقعی صرف ہندوؤں کی عبادت تک محدود ہے یا عسکری، معاشی، ثقافتی فائدے تو نہیں اٹھائے جا رہے۔ ہندتوا کے عالمی ایجنڈے کو تو نہیں پھیلایا جا رہا، ہندتوا کے بانیوں کے عزائم تو پورے نہیں کیے جا رہے اور ان مندروں میں پنڈت واقعی پنڈت ہیں یا ہندوستانی اداروں کے یا ان سے وابستہ لوگ ہیں جو مندروں کی آڑ میں اپنا اصل کام کر رہے ہیں کیونکہ آر ایس ایس کی آمدن اور معاونت میں دنیا بھر سے مندر و ہندوستان کا بھی بڑا کردار ہے۔

❀❀❀

سومنات مندر پر حملوں کی حقیقت

رمیلا تھاپر نے 2005 میں اپنی تحقیقی کتاب "سومناتھا"(ایک تاریخ کئی آوازیں)میں رمیلا تھاپر کی تحقیق کے مطابق سومنات کا مندر غالباً دسویں صدی میں چولکھیا شاہی خاندان کے مل راجا نے تعمیر کروایا تھا۔ یہ مندر ایک ساحلی علاقہ کے نزدیک واقع تھا جہاں کی مقامی آبادی زیادہ تر جین مت کے ماننے والوں پر مشتمل تھی ان کا ذریعہ معاش تجارت تھا مزید لکھتی ہیں اس نے سیکڑوں کتابوں مقالوں، اور قدیم سنگی کتبوں کے حوالے سے یہ حقیقت دریافت کی ہے کہ سومنات جو سومنات پٹن، سوم شاور پٹن اور دیوپٹن کے نام سے بھی مشہور تھا کبھی بھی محمود نے برباد نہ کیا۔

تھاپر کا کہنا ہے کہ اس زمانوں میں بڑے اور اہم مندروں کی جاگیریں ہوتی تھیں اور ان کے اندر نذرانوں کی صورت میں جمع شدہ بے پناہ دولت ہوتی تھی یہاں تک کہ جب کوئی ہندو راجہ بھی ان خطوں میں یلغار کرتا تو وہ بھی ان مندروں کو لوٹتا تھا اور اکثر اپنی فتح کی نشانی کے طور پر وہاں ایستادہ بت اپنے ساتھ لے جاتا تھا۔تو محمود نے بھی وہی کچھ کیا جو اس سے پیشرو ہندو راجے کرتے آئے تھے، لیکن سب کچھ ویسا نہیں ہوا جیسا آج بیان کیا جا رہاہے۔اس عہد کے کسی مخطوطے یا دریافت ہونے والے پتھر پر یہ نقش نہیں ہے کہ محمود کے حملے کے بعد سومنات اجڑ گیا بلکہ درج ہے کہ اس کی یلغار کے بعد سومنات بدستور آباد رہا اور وہاں پرستش ہوتی رہی۔

رمیلا تھاپر نے 2005 میں اپنی تحقیقی کتاب سومناتھا،(ایک تاریخ کی کئی آوازیں)

میں ایسے ہی دلائل پیش کرتی ہیں، مثلاً یہ کہ ترک حملہ آوروں اور ان کی کارروائیوں نے کسی غیر معمولی تاریخی صدمے یا Historical Trauma کو جنم نہیں دیا۔ہاں یہ ضرور ہے کہ جس طرح باقی حملہ آور لوٹ مار اور قتل و غارت گری کرتے رہے ان کے خلاف مزاحمت بھی ہوتی رہی اور لوگ ان سے بے زاری کا اظہار بھی کرتے رہے کم و بیش ویسا ہی معاملہ ترک حملہ آوروں کے حوالے سے بھی تھا لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے اتنے ان گنت نقوش چھوڑے کہ جس کی تکلیف دہ یا ادھر آنے والے ہندو گروہ میں نسل در نسل منتقل ہوتی رہی۔حملہ آوروں کو اکثر ان کے مذہب سے نہیں بلکہ اس کی قومیت سے شناخت کرتے جیسے محمود غزنوی کو ترک کہتے ہیں یا حقارت سے ملیچھ کے نام سے پکارتے ہیں۔[بی بی سی اردو، 8 جنوری 2021]

محمود غزنوی کا ہندوستان پر یہ پہلا حملہ نہیں تھا اور نہ ہی سومنات کا مندر واحد مندر تھا جس کو کسی حکمران نے توڑا تھا۔ نہ ہی مسلمان واحد حکمران طبقہ تھے جنہوں نے ہندوؤں کے مندر کو اس طرح نشانہ بنایا تھا جیسا کہ رچرڈ ایٹن نے اپنی تحقیق میں ثابت کیا ہے۔ مندروں کو نشانہ بنانے کے کئی واقعات تاریخ کی کتابوں میں بھرے پڑے ہیں،خود ہندو حکمران جہاں مندروں کی تعمیر میں حصہ لیتے تھے وہیں وہ اپنے مخالف حکمرانوں کے مندروں کو نشانہ بھی بناتے تھے خاص کر ان مندروں کو جو مقامی حکمرانوں کی سر پرستی میں چلتے تھے اور ان کی سیاسی طاقت کا مرکز سمجھے جاتے تھے، حملہ آور ہندو حکمران ایسے مندروں میں موجود مرکزی مورتی کو یا تو توڑ دیتے تھے یا اس کو جنگ میں فتح کی نشانی کے طور پر اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔[بی بی سی اردو، 8 جنوری 2021]

❀❀❀

آر ایس ایس کی ہدایات

درج ذیل ہدایات مقامی نیتاؤں کے ذریعہ آر ایس ایس کے ممبروں کے لیے جاری کی گئی ہیں :

① صبح وشام مندروں میں جاؤ۔

② جب ضرورت پڑے اس وقت کے لیے پورے تیار ہوجاؤ۔

③ کسی مشن پر جانا ہوتو راستے میں پٹاخے پھوڑتے جاؤ۔

④ تمھاری وردی خاکی پینٹ قمیض اور خاکی ٹوپی ہونی چاہیے، جن سے تمھاری پہچان الگ ہوجائے۔

⑤ میٹنگ میں سیدھی لائن میں بیٹھو۔

⑥ جوش ومضبوطی کے ساتھ نعرے بلند کرو۔

⑦ ہفتہ میں کم ازکم ایک بار میٹنگ کرو۔

⑧ جب مسلمانوں کے خلاف دنگا بھڑک اٹھے تو اس جگہ کو چھوڑ کر دوسرے علاقے میں جاکر کاٹ مار کا کام شروع کردو اور اس طرح ہندو بھائیوں میں اپنا کام کرنا ہے اور مسلمانوں پر قابو پانا ہے اور ان کا ہندوستان میں کیا ہے بس ہندوؤں کا ہے، خود کو ہر طرح سے ہوشیار رکھنے کی ضرورت ہے، کسی بھی قیمت پر پولیس کے ہاتھ مت آؤ اور ہتھیار بھی مت دو۔

⑨ کبھی بھی آمنے سامنے لڑائی مت لڑو، ہمیشہ پیچھے سے وار کرو، حملہ رات میں کرو،

مسلمانوں کے قریب ہونے کی کوشش کرو اور انھیں دوست بنا کر دھوکا دینے کی کوشش کرو۔آر ایس ایس کے ایک ایک ممبر میں دس دس مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کی ہمت ہونی چاہیے۔

⑩ جب مسلمانوں کے گھروں میں جاؤ تو ان کی عورتوں کی عصمت دری اور ان کے ساتھ زیادتی کروتا کہ وہ ہندو بچے پیدا کریں۔انھیں ہندو بناؤ، یہ انھیں ہندو بنانے اور ان کو ستانے کا سب سے اچھا موقع ہے، جب مسلمانوں کے گھروں میں جاؤ تو پہچان والے نہیں ہونا چاہیے(تم پہچانے نہ جاؤ)۔

⑪ اگر کسی بھائی کا بلہ(ہتھیار) کھوجائے تو اسے اپنے ساتھیوں کی مدد سے تلاش کرو۔

⑫ اگر مسلمانوں کی دکانوں میں تم کام کرتے ہوتو انھیں صرف ان کے سامان کی قیمت ادا کرو اور فائدہ کی رقم خود رکھو۔

⑬ جو مسلمانوں کے گھروں میں نوکری کرتے ہیں وہ ان کی عورتوں اور لڑکیوں کو اپنی بے جا حرکتوں سے خوش کریں۔

⑭ جب پولیس سے بات کرنی ہوتو پولیس سے الٹے سیدھے جواب مت بیان کرو، یعنی ایسا بیان کرو جس سے تم پکڑے نہ جاؤ۔

⑮ دنگاوفساد کے دنوں میں مندروں کی حفاظت کرو۔

⑯ جب تمھیں کوئی خبر ملے تو اسے اپنے نیتاؤں تک پہنچاؤ اور اطلاع تحریری شکل میں کالے نشان کے ساتھ ہونی چاہیے۔

⑰ تمھارے پاس جو بھی ہتھیار ہو اسی سے لڑو۔

⑱ پکڑی گئی بالغ مسلم لڑکیوں کو حاملہ کرنے کی کوشش کرو۔

⑲ جب وہ ہسپتال میں بچہ پیدا کرنے جائیں تو ان کے بچوں کے کانوں میں آہستہ

''اوم'' کا لفظ کہو۔

⑳ مسلمانوں کی کمائی حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

یہ آر ایس ایس کے اس انگریزی پرچہ کا اردو ترجمہ ہے جو شہر مراد آباد کے آر ایس ایس کے دفتر سے خفیہ طریقہ سے ہندوؤں میں تقسیم کیا جا رہا ہے۔

اسی طرح کے بلکہ اس سے بھی گھٹیا سوچ کی عکاسی کرنے والے بیانات اور پرچے مہابھارت کے معماروں میں بانٹے جاتے ہیں ۔ان کی غلیظ ترین تربیت کی جاتی ہے۔ میڈیا اور سوشل میڈیا پر ہندتوا کے گانے بنا کر، انتہائی زہریلی اور غلیظ زبان مسلمان کے خلاف سرکاری سرپرستی میں استعمال کرتے ہیں، یہ سب اس لیے کہ دنیا میں ایک ہندو ریاست کا قیام جلد ہو، مہابھارت کی تکمیل جلد ہو، ہندتوا کے عالمی ایجنڈے کو دنیا میں نافذ کیا جائے۔

❀❀❀

بندے ماترم

قائد اعظم محمد علی جناح ؒ کے بقول: یہ گیت شرکیہ اور مسلم مخالف ہے۔ بنکم چندر چٹر جی نے بنگالی زبان میں 1882ء میں ایک ناول ''آنند مٹھ'' لکھا۔ تقریباً ہر ہندو جس نے برصغیر میں سیاسی شعور کی بیداری کا ذکر کیا ہے اس نے بنکم چندر چٹر جی کے ناول ''آنند مٹھ'' کو اس راہ کا ایک نمایاں سنگ میل قرار دیا۔ اس ناول میں ایک گیت ''بندے ماترم'' تھا۔ جو ہندوؤں میں بڑا مقبول ہوا۔ بندے ماترم کا لفظی معنی ہے لبیک یا امی، اے میری ماں میں حاضر ہوں۔ ہندو اپنے سیاسی اور سماجی اجتماعوں میں اس گیت کو بڑے جذبے اور جوش سے گاتے تھے۔ مسلمانوں کو یہ گیت سخت ناگوار تھا، وہ اسے سن کر چڑتے تھے۔ لارڈ کرزن کی وائسرائی کے دور میں تقسیم بنگال کے وقت ہندوؤں میں اس گیت نے بہت شہرت حاصل کی۔ کیونکہ اب یہ سیاسی جلسوں میں بھی ہندو گاتے تھے۔ مسلمانوں نے احتجاج کیا کہ اس گیت سے اور اس نعرے سے ان کے دینی اور قومی جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ برطانوی حکومت نے اس پر مکمل پابندی تو نہ لگائی البتہ سرکاری و بلدیاتی اور تعلیمی اداروں میں اس کا بطور دعا (Prayer) گایا جانا ممنوع قرار دے دیا۔ ہندوؤں نے اپنے پرائیویٹ اداروں میں اسے بطور دعا جاری رکھا۔ جب کانگریس نے 1937ء میں چھ صوبوں میں اپنی وزارتیں بنالیں تو ہندو اکثریت والے چھ صوبوں میں (ساتویں صوبہ سرحد میں جہاں کانگریس نے کولیشن وزارت بنائی تھی) بندے ماترم سے پابندی ہٹا کر پالیسی کے طور پر سرکاری و بلدیاتی تعلیمی اداروں، بلکہ صوبائی اسمبلیوں میں بھی اسے بطور دعا لاگو کر دیا۔ اس پر اقلیتی صوبوں کے مسلمانوں نے

بہت شور مچایا۔ پٹنہ کے طلبہ نے سکولوں کا بائیکاٹ کر دیا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے 1937 لکھنؤ میں، اپریل 1938ء کولکتہ میں، دسمبر 1938ء بمقام پٹنہ اور 1941ء میں مسلم لیگ کے سالانہ اجتماع میں بندے ماترم کو قومی گیت بنانے پر سخت احتجاج کیا۔ کانگریس ہائی کمانڈ سے بھی شدید الفاظ میں احتجاج کیا اور کہا کہ ہندو کانگریس نے بے صبری کے باعث قبل از وقت ہم پر یہ ظاہر کر دیا کہ ہندوستان فقط ہندوؤں کا ہے اور سوراج سے مراد ہندو راج ہے۔ کانگریس کے رویے سے متحدہ قومیت کے ہوائی نعروں کا غبارہ جلدی پھٹ گیا ہے۔ ہندو مہا سبھا اور کانگریس کی منزل ایک ہی ہے کہ ہندوستان صرف ہندوؤں کا ہے۔ مسلمانوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ آزادی کا مطلب ہندو راج ہے اور اگر مسلمانوں نے ہند میں رہنا ہے تو انھیں ہندو کہلانا اور ہندو معاشرے میں مدغم ہو کر اور خود کو ہندو معاشرے کے رنگ میں رنگ کر رہنا ہوگا، ورنہ یہاں نہیں رہ سکتے۔ ہندو لیڈر اسے قومی گیت قرار دیتے تھے۔ مہاتما گاندھی کو بھی اس میں کوئی برائی نہ نظر آئی، جو علانیہ مسلم دشمنی پر ابھارتا تھا۔ سردار درلاب سنگھ اپنی کتاب "Unity Talks" کے صفحہ چالیس پر لکھتے ہیں: بندے ماترم پر قائداعظم محمد علی جناح کے اعتراض کے جواب میں پنڈت نہرو کہتے ہیں کہ قومی ترانے عوام کے جذبات سے پھوٹتے ہیں، وہ فرمائش پر تیار نہیں کیے جاتے اور جذبات یہ تھے کہ مار دو مار دو مسلمانوں کو مار دو۔ یہ مسلمان دشمن قومی ترانہ آج بھی بھارت ماتا کا ہردلعزیز ہے۔ یہ ترانہ سراسر مسلم دشمنی کی تلقین کرتا ہے اور مسلمانوں کو یکسر نابود کر دینے پر ہندوؤں کو ابھارتا ہے کہ اے بھائیو! وہ دن آنے والا ہے جب ہم مسلموں کو بھسم کر دیں گے۔ ان کے ٹھکانوں کی جگہ مادھو مندر کھڑے کریں گے۔ یہ ناول 1714ء کے سیاسی احوال کے پس منظر کو بیان کرتا ہے، جب مسلمانوں کی ہند میں حکومت تھی۔

نادر شاہ کے حملے سے 25 سال پہلے ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف مسلح بغاوت کے لیے تیار کیا جا رہا تھا، ہفت روزہ عالمی سہارا نئی دہلی 9 ستمبر 2006ء کے مطابق ہندو انتہا

پسندوں نے اعلان کیا کہ جو لوگ ''بندے ماترم'' کو قومی ترانہ تسلیم نہیں کرتے وہ ملک چھوڑ دیں، وشوا ہندو پریشد کے صدر اشوک سنگھل نے صاف لفظوں میں کہا کہ بندے ماترم کی مخالفت ملک کے ساتھ غداری ہے اور حکومت کو چاہیے کہ اس گیت کی مخالفت کرنے والوں کے خلاف سخت کارروائی کرے، بھارتی جنتا پارٹی کی حکومت نے بندے ماترم گیت کا صد سالہ جشن منایا تھا۔ 1906ء میں رابندر ناتھ ٹیگور نے اس مسلمان دشمن ترانے بندے ماترم کی دھن بنا کر اسے ہندوؤں میں مقبول عام کیا بلکہ جلوسوں کی قیادت کرتے ہوئے اسے گایا اور دوسروں کو بھی گانے کی ترغیب دی، شری ارو بندو گھوش نے 1906ء ہی میں بندے ماترم کے نام سے اپنا انتہا پسند ہفتہ وار اخبار شائع کرنا شروع کیا، اس ہفت روزہ نے سوامی ویویکانند اور بنکم چندر چیٹر جی کے احیائی تصورات کو ہندو قوم پرستی کی انتہا پسند تحریک کی فکری اساس بنایا تو جارحانہ ہندو احیائیت کا رخ مسلمانوں کی طرف پھرنے لگا۔

ناول انند مٹھ میں سنیاسیوں کی اس تحریک کے احوال و مقامات بیان کیے گئے ہیں جس میں اس انقلابی تحریک کے پیروکار مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اٹھاتے ہیں اور ایک منظم انداز میں مسلمانوں کی بیخ کنی کی مہم کو کامیابی سے ہمکنار کرتے ہیں، ان کے نزدیک مسلمان غیر ملکی ملیچھ (ناپاک) ہیں، چنانچہ بھارت ماتا کو ان ناپاک قدموں سے نجات دلانا ضروری ہے، انند مٹھ میں مسلمان دشمن جذبات سے سرشار انقلابی ہندو گیت کو گاتے ہیں، گیت کے گانے سے انھیں وہ طاقت (شکتی) ملتی ہے کہ اس گیت کے ختم ہوتے ہوتے وہ اپنے مبینہ دشمن مسلمانوں کو کچل دیتے ہیں، بے بس مسلمانوں کو گھیر کر ان سے ہر ہر مہا دیو کے نعرے لگانے کا مطالبہ کرتے ہیں اور نہ ماننے پر انھیں تہ تیغ کر دیتے ہیں، ان کی اکثریت کو ہلاک کر دیتے ہیں، ان کی عورتوں کو بے عزت کرتے ہیں اور ان کے گھروں کو جلا کر خاکستر کر دیتے ہیں، پھر وہ جشن مناتے ہیں کہ انھوں نے

سارے (ملیچھوں) پالیدوں کا خاتمہ کر دیا اور ملک آزاد ہو گیا۔ واضح رہے اس ناول کا ہیرو انند جب مسلمانوں پر غلبہ پا کر اپنے گرو کے پاس انگریز سے ملک آزاد کروانے کی اجازت مانگتا ہے تو اس کی اجازت نہیں ملتی بلکہ کہا جاتا ہے انگریز ہمارے دوست ہیں وہ نا قابل شکست ہیں انھیں کوئی شکست نہیں دے سکتا یعنی مسلمان ناپاک اور انگریز دوست اس سے اس وقت کے ہندوؤں کی ذہنیت سمجھ آتی ہے۔

انند مٹھ بندے ماترم کے لکھاری بنکم چندر چیٹر جی کی بنگال کے مسلمانوں نے زمانہ طالب علمی میں سرپرستی کی تھی اگر بنگال کا مسلم اوقاف تسلسل کے ساتھ ان کی مالی امداد نہ کرتا تو وہ بی اے تک اپنی تعلیم مکمل نہ کر سکتے، مسلمانوں کے اس حسن سلوک کا چیٹر جی پر الٹا اثر ہوا، انھوں نے مسلمانوں کو غیر ملکی سمجھتے ہوئے ان کے خلاف نفرت پھیلانا شروع کر دی، ان کے نزدیک ہندو اور ہندوستانی ہم معنی لفظ تھے، مزید دیکھیں ہندو کیا ہے، پرویز صاحب کی تحریر اور ایف کے درانی کی کتاب "The Meanings of Pakistan" سے بھی اس سلسلے میں رہنمائی لی جا سکتی ہے۔

❀❀❀

ہندوستان دنیا کے امن کے لیے خطرناک

ہندتوا کے علمبردار ہندوستان میں ہندوستانی حکومت کی طرف سے ایٹمی سائنس دانوں کی پراسرار گمشدگیوں، اموات اور یورینیم کی فروخت کی خبریں دبانے اور رکوانے کے باوجود جوخبریں بین الاقوامی میڈیا میں آئیں ان کے مطابق 2004ء تک یورینیم کی گمشدگی کے 25 واقعات ہوئے۔12 میں ریکوری ہوئی اور 13 میں ریکوری نہیں ہوئی۔ اس کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔پچھلے بیس سالوں میں تقریباً 200 کلو یورینیم اور جوہری مواد ہندوستانی جوہری اداروں سے چوری ہوا ہے۔ہندوستان کے ایٹمی اور ہائیڈروجن پروگرام کی لیکیج کی بھی بار بار خبریں نکلتی ہیں۔انڈین انوائرمینٹل پورٹل کا کہنا ہے کہ انڈین اٹامک انرجی ریگولیٹری بورڈ کی سالانہ رپورٹس کے جائزے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ 2001 سے تابکاری ماخذ نقصانات، چوری یا گم ہو جانے کے 16 واقعات رونما ہوئے ہیں جبکہ میڈیا زیادہ تعداد بتلا رہا ہے۔ یو این او کی قرارداد 1540 کی کھلی خلاف ورزی ہندوستان میں ہو رہی ہے:

① 2006ء میں 225 گرام چوری ہوئی۔

② 2006ء کے دسمبر میں ضلع رام گڑھ کے علاقہ راجرپا کے ایک تحقیقی مرکز سے تابکار مواد سے بھرا ایک کنٹینر چوری ہوگیا تھا۔

③ 2008ء میں بھی چوری ہوئی۔

④ 2009ء میں تین افراد کے پاس سے پانچ کلو یورینیم برآمد ہوئی۔

⑤ 2013ء ہندوستانی دہشت گرد گروپ نے بم بنانے کے لیے یورینیم چوری کی۔

⑥ 2016ء مئی میں مہاراشٹر سے 9 کلو یورینیم پکڑی گئی۔

⑦ 2016ء میں مشرقی ہندوستان کی ریسرچ فیکلٹی سے 9 کلو ریڈیو مواد چوری ہوا۔

⑧ 2018ء میں کولکتہ سے ایک کلو یورینیم پکڑی گئی۔

⑨ 2021ء مہاراشٹر سے دو بندے گرفتار کیے جن کے قبضے سے 1.7 کلو یورینیم برآمد ہوئی، جس کی مالیت 575 ملین تھی۔ یہ یورینیم 90 فیصد سے زیادہ خالص تھی۔

⑩ 2021ء کے اگست میں کولکتہ میں انتہائی تابکار اور زہریلے مادے والی قسم کی کل 250 کلوگرام یورینیم ضبط کی گئی۔

⑪ 2021ء اکتوبر میں جھارکھنڈ کے قلعہ سے سات افراد گرفتار کیے گئے، ان سے 6 کلو یورینیم برآمد ہوئی۔

⑫ فروری 2022ء کو نیپال پولیس نے 2 کلو آٹھ سو گرام یورینیم اپنے قبضہ میں لی، جو ایک ہندوستانی شہری سمگل کر کے نیپال لایا تھا۔ اس کو 35 کروڑ روپے فی کلو فروخت کرنا چاہتا تھا۔

⑬ 9 مارچ 2022 کو ہریانہ کے علاقہ سرسا سے براہموس میزائل فائر کر دیا گیا جو پاکستان کے علاقے میاں چنوں خانیوال میں آ کر گرا۔

جن ریاستوں میں یورینیم کے ذخائر موجود ہیں ان میں جھارکھنڈ، راجستھان، چھتیس گڑھ، تلنگانہ، آندرا پردیش، کرناٹک اور میگالیا وغیرہ تقریباً ان سب جگہوں پر ہندوستان سے علیحدگی کی تحریکیں کسی نہ کسی شکل میں چل رہی ہیں۔

ہندوستان میں اس وقت معلوم 23 ایٹمی ریکٹر کام کر رہے ہیں۔ جن میں سے آٹھ لیکج کی وجہ سے بند بھی کیے تھے، جو میڈیا میں آ سکے۔

کالا پاکم میں ایٹمی ریکٹر کے کور میں فنی خرابی کے باعث اس کو دو سال کے لیے بند کر دیا گیا۔

1989ء میں تار پورا میں ایٹمی ریکٹر سے تابکاری کا اخراج ہوا اور ایک سال مرمت میں لگا۔

1992ء میں پھر تار پورا ایٹمی ریکٹر سے ریڈیشن کا اخراج ہوا۔

1993ء میں اتر پردیش میں نارنور ایٹمی پاور اسٹیشن میں آگ لگ گئی۔

1995ء میں راجستھان میں ریڈیو ایکٹو ہیلیم کا اخراج ہوا۔

2002ء میں 100 کلوگرام ریڈیو ایکٹو سوڈیم پیور فیکشن کیبن میں چلی گئی۔

2016ء گجرات میں نیوکلیئر ریکٹر میں ہیوی واٹر لیک ہوا جس کی وجہ سے ایمرجنسی نافذ کرنا پڑی۔

1965ء میں امریکہ نے ہندوستان کے علاقے اترا کھنڈ چمولی میں موجود پہاڑی نندا دیوی پر چین کی جاسوسی کرنے کے لیے جو سینسر نصب کیا اس سینسر کو جوہری ایندھن جو پلوٹونیم 238اور 239سے بنایا گیا اور جس کی 100سال زندگی ہے، لیکن برف کے طوفان میں گم ہو جانے پر آج تک تلاش نہیں کیا جا سکا۔

ان جوہری ایندھن والے سات عدد کیپسولوں کی تباہ کاری کی صلاحیت ہیروشیما پر گرائے گئے بم سے آدھی ہے۔

1967ء میں ایک اور جوہری سینسر اسی پہاڑی پر نصب کیا گیا، لیکن وہ بھی ایک سال بعد برف میں گم ہو گیا۔انھی گمشدہ جوہری کیپسولوں کی سالہا سال سے مسلسل گرمائش اور تابکاری کی وجہ سے فروری 2021ء میں چمولی میں تین دریاؤں دھولی گنگا، رشی گنگا اور اکلندا میں خوفناک سیلاب آیا، جس سے ہندوستان کو پاکستانی آٹھ ہزار ارب کا نقصان اٹھانا پڑا۔

مقبوضہ کشمیر بھی ایسی ہی وجوہات کی بنا پر قدرتی ماحول متاثر ہو رہا ہے اور گلیشئر ز پگھل رہے ہیں۔ پروفیسر شکیل رومشو کہتے ہیں کہ کشمیر اور لداخ کے علاقوں میں گلیشئر ز تیزی سے پگھلی رہے ہیں۔

یہ وہ واقعات ہیں جو یورینیم کی چوری، جوہری سینسر کی گمشدگی اور لیکج کے جو رپورٹ ہوئے، جو رپورٹ نہیں ہوئے وہ نجانے کتنے ہوں گے۔ جو سمگلروں، علیحدگی پسندوں، جرائم پیشہ گروہوں اور دہشت گردوں کے ہاتھ چڑھے یا ان کے ذریعے بلیک مارکیٹوں میں بیچے گئے، یقیناً وہ کہیں ہولناک اعدوشمار ہوں گے۔خود ہندوستان کے فوجی آفیسران وعہدے داران ایسے دھندوں میں ملوث پائے جاتے ہیں، یوں ہندوستان کی وجہ سے دنیا کتنے سنگین خطرے میں ہے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

❁❁❁

مسلم لیگ

کانگریس 1885ء میں بنی، یہ بھی انگریز اور ہندو کا معاشی، سماجی اور سیاسی نکاح تھا۔کانگریس کی پہلی صدارت انگریز سی ڈبلیو بونر جی نے کی، وائسرائے ہند لارڈ ڈفرن اور مسٹر ہیوم کی حمایت و مشاورت حاصل تھی۔کانگریس کی مسلم مخالف سازشیں، بندے ماترم، شدھی و مسلم مخالف مہمیں وغیرہ دیکھ کر مسلمانوں نے مسلم لیگ کے نام سے سیاسی جماعت بنانے کا فیصلہ کیا۔مسلمانوں کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ کا خیال خود مسلمانوں کو پیدا ہوا۔انہوں نے ہی اسے قائم کیا۔مسلم لیگ کے بانیوں میں نہ کوئی ہیوم تھا، نہ ویڈر برن نہ اس کی منظوری حاصل کرنے کوئی انگلستان گیا، نہ کسی رپن، ڈلہوزی یا جان برائٹ سے مشورہ کیا گیا اور نہ کسی انگریز یا ہندو سے حمایت کے لیے مدد مانگی گئی۔

مسلم لیگ کی بنیاد 6 دسمبر 1906ء میں پڑی۔مسلم لیگ کو بنانے والے تمام مسلمان ہی تھے، کوئی انگریز یا ہندو نہ تھا۔مشہور ہے کہ مسلم لیگ کا پہلا دستور مولانا محمد علی نے لکھا۔نواب وقارالملک، مولانا محمد علی جوہر، مولانا ظفر علی خان اور حکیم اجمل خان، نواب سلیم اللہ نے مسلم لیگ کی بنیاد رکھی۔

مسلم لیگ کے تین ادوار ہیں۔

① 1906ء سے لے کر 1921ء تک مسلمانوں کی جداگانہ قومی ہستی کو منوانے کی کوشش کرتی رہی۔

② 1921ء سے لے کر 1932ء تک ہندوستان کی دوسری جماعتوں، خصوصاً کانگریس

سے ایسا سمجھوتا ہوجائے کہ مسلمان اطمینان سے اپنے نصب العین کے مطابق کام جاری رکھ سکیں۔جب سمجھوتے کی ہر قربانی،درگزر برداشت کے باوجود کوئی امید نہ رہی تو پھر مسلم لیگ تیسرے دور میں داخل ہوگئی۔یعنی مستقل آزاد اسلامی حکومت کا مطالبہ۔جس کی پہلی بڑی صدا علامہ اقبال کی زبان سے 1930ء میں بلند ہوئی۔پھر مسلم لیگ کو منظم اور فعال کیا گیا اور اس کی تنظیم سازی کی گئی۔

③ قائداعظم 1934ء میں برطانیہ سے واپس آئے اور 1934ء اور 1935ء کے درمیان مسلم لیگ کی قیادت سنبھالی۔پھر آگے ہی آگے بڑھتے گئے۔مسلمانوں کو متحد و منظم کیا۔ 1940ء میں آزاد اسلامی مملکت کے مطالبے نے قطعی شکل اختیار کرلی۔یہی دور ہے جس میں قائداعظم محمد علی جناح مسلمانوں کے واحد لیڈر اور قوم کی مرضی و ارادے کے واحد ترجمان بنے۔مسلم لیگ کو مسلمانوں میں ہمہ گیر اثر و رسوخ حاصل ہوا۔قوم کو ایک پلیٹ فارم، ایک جھنڈا اور ایک لیڈر ملا۔پانچ چھ برس میں ہی آزاد اسلامی حکومت کے خواب کی ابتدائی تعبیر نکل آئی۔یہ قائد کے خلوص اور قوم کے جذبہ ایثار واتحاد کی برکت تھی۔یہ اس نصب العین کا پہلا خاکہ تھا جس کے لیے حیدر علی اور ٹیپو سلطان نے 35 سال تک جانیں لڑائیں،جس کے لیے سید احمد بریلوی (شاہ اسماعیل شہید اور ان کے ساتھیوں) نے اپنی عمر عزیز صرف کی۔جس کے لیے ہزاروں مردان حق نے جان و مال کی قربانیاں دیں۔[مختصر تاریخ پاک و ہند،مولانا غلام رسول مہر،صفحہ:428]

پاکستان 14اور 15اگست کی درمیانی رات رمضان المبارک کی لیلۃ القدر 27ویں رات کو وجود میں آ گیا۔(الحمدللہ)

اس کا کل رقبہ تین لاکھ چونسٹھ ہزار دو سو اٹھارہ مربع میل ہے اور آبادی آٹھ کروڑ چوالیس لاکھ اس وقت تھی۔ٹیپو سلطان کی شہادت سے ڈیڑھ سو برس بعد پھر مسلمانوں

کو ہندوستان کے دوحصوں میں کامل آزادی کے ساتھ سانس لینے کا موقع ملا۔ یہ آزادی یوں ہی نہیں ملی۔خدا جانے کتنے مسلمان بے خبری میں شہید کیے گئے، کتنے کیمپوں،راستوں اورٹرینوں میں شہید کیے گئے یامرے۔کتنی آبروئیں پامال ہوئیں۔کتنی دختران اسلام جبراً اغوا کرلی گئیں(مشرقی پنجاب کے دریا، نہریں، کنویں، کھیت اور مساجد ہندوؤں اورسکھوں کی درندگی کا بول بول کر بتلارہی تھیں) کتنا مال و اسباب لوٹا گیا۔کم وبیش ستر لاکھ مسلمانوں کوصدیوں سے آباد اپنے گھروں، کھلیانوں،اراضیوں اور ملکیتوں کی قربانی دینی پڑی۔

❁❁❁

قائداعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ کا آفاقی وملی غیرت والا پاکستان وخارجہ پالیسی

قائداعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ کا آفاقی وملی غیرت والا پاکستان وخارجہ پالیسی

اللہ علیم وخبیر وبصیر وحکیم جب جس سے جن کے لیے چاہے کام لے لے۔اس کی مرضی ہے، کوئی اس کے کاموں میں دخل نہیں دے سکتا۔اللہ رب العالمین کے قائداعظم محمد علی جناح پر بہت بڑے احسانات میں سے یہ بھی تھے کہ قدم قدم پر اللہ علیم وحکیم کی نصرت ان کے شامل حال تھی اور مسلمانان برصغیر، بلکہ اہل برصغیر پر بھی احسان الٰہی یہ تھا کہ ہندوؤں اور انگریزوں کے مکاری وظلم اور مسلمانوں کے انتشار و باہمی تقسیم کے دور میں ان کو اپنا بندہ محمد علی جناح لیڈر کے طور پر عطا فرمایا۔ یہ قائداعظم کے خلوصِ نیت، جذبہ صادق، مسلمانوں اور انسانوں کے لیے بے لوث تڑپ اور باعمل کردار تھا کہ جس بات کا عزم کر لیتے اللہ تعالیٰ پورا کر دیتا۔

قائداعظم کو تقریباً تمام مکاتب فکر کے جید علمائے کرام اور مفتیان عظام کا ساتھ میسر تھا، جنھوں نے پاکستان کے بارے، جناب قائداعظم کے بارےاور مسلم لیگ کے بارے میں ہر ہر الزام،اعتراض، بہتان کا اپنے علم وعمل وکردار سے دندان شکن فوری جواب دیا۔یوں چند سالوں میں مسلمانوں کی اکثریت مسلم لیگ و قائداعظم سے جڑتی گئی، انڈیا ایکٹ 1935ء کے بعد الیکشن جیتتی گئی اور مسلم لیگ ایک طاقت کے طور پر مانی گئی۔قائداعظم کا اللہ پر مکمل ایمان ویقین نبی ﷺ سے سچی محبت، حضرت عمر کی ایڈمنسٹریشن سے بہت متاثر اور مسلمانوں کے لیے جذبہ صادق تھا، انسانیت کے لیے درد

اور علمائے کرام کا ساتھ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ قائداعظم کے فرامین عمل وکردار میں اسلامی و ملی حمیت وغیرت اور انسانیت کے لیے تڑپ ملتی ہے۔

قائداعظم لوہان راجپوت ہیں۔ قائداعظم کے یار غار جمشید علی نے ایک دن ان سے پوچھا: قائداعظم! تم میں یہ گن گرج کہاں سے پیدا ہوئی؟ فرمایا: کیوں نہ پیدا ہوگی، لوہان راجپوت ہوں۔ یہ اصل میں ملتان کے ہیں اور پیدائش کراچی میں ہوئی۔ قائداعظم نے مدرسۃ الاسلام سے پہلی تعلیم حاصل کی۔ پھر کرسچن مشنری اسکول سے میٹرک پاس کیا۔ پھر یورپ میں اس کالج میں تعلیم حاصل کی جہاں بہترین قانون دان کے طور پر رسول اللہ ﷺ کا نام لکھا ہوا تھا۔

قائداعظم برطانیہ میں تعلیم کے لیے گئے تو وہاں اس وقت چار معروف بڑے ادارے تھے، کسی میں بھی قانون کی تعلیم حاصل کر سکتے تھے۔۔ قائداعظم خود کہتے ہیں کہ میں نے ''لنکنز ان'' کو دیکھا (تعلیم حاصل کرنے کا ایک کالج) میں نے دیکھا وہاں سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کا نام مبارک لکھا ہوا ہے۔ دل سے آواز اٹھی محمد علی! تم کسی اور قانون کے کالج میں داخلہ نہیں لوگے، صرف اسی کالج میں داخلہ لو گے۔ کیوں لو گے؟ کیونکہ یہاں محمد ﷺ کا نام لکھا ہوا ہے۔ دنیا کے بہترین قانون دانوں میں ایک محمد ﷺ ہیں تو اس میں داخلہ لیا۔ اور اس وقت کے پہلے ہندوستانی بیرسٹر ہوئے، جنھوں نے 18 سال کی عمر میں بار ایٹ لا کیا۔ [ڈاکٹر محمد قاسم فکتو اسیر ہند]

اے کاش! اپنے سرکاری دفاتر میں، پارلیمنٹ میں، وزارتوں، تعلیمی اداروں، عدالتوں میں قائداعظم کی تصاویر لگانے والے قائداعظم جیسے مرد درویش کے فرامین کو اپنے آپ کو پاک کرکے دل کی آنکھوں سے پڑھیں اور عمل کریں۔ پھر دیکھیں وطن عزیز کیسے ترقی کرتا ہے اور یہ عہد کریں کہ ہم پاکستان کو وہی پاکستان بنائیں گے جو قائداعظم کا پاکستان تھا۔ علامہ اقبال کا خواب تھا اور علمائے کرام، مسلمانوں کی امید تھا اور جس

کے لیے انمول انمٹ ہر طرح کی قربانیاں پیش کی گئی تھیں۔ جو اسلام کا پاکستان، اسلام کی تجربہ گاہ کے طور پر کلمہ طیبہ کی بنیاد پر حاصل کیا گیا تھا۔

جس پاکستان کے نظریہ سے اسلام دشمن، انسانیت دشمن طاقتیں پریشان تھیں۔ان کی ہر سازش، ظلم، رکاوٹ اور مکر کے باوجود اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و احسان سے 27 رمضان المبارک کی مبارک رات یہ کلمہ طیبہ کی بنیادوالا مدینہ ثانی معرض وجود میں آیا۔(الحمدللہ)

22-4-1946 کو ویکلی ٹائم میگزین نے جو اپنے ٹائٹل پیج پر شیر بنا کر اس کے ساتھ قائداعظم کی تصویر اور پاکستان کے دونوں حصوں سے دو حملہ آور شیر بنا کر لکھا "Mohammad Ali Jinnah His Muslilm Tigers To Eat Hindu Cow"

علامہ اقبال رحمہ اللہ اور قائداعظم رحمہ اللہ کا مشرق ومغرب میں پاکستان لینا۔ان کی مسلمانوں کے بارے اعلیٰ سوچ و ملی غیرت وحمیت بہادری پر یقین کا مظہر تھا۔اس پر وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کا تبصرہ پڑھ کر بھی سمجھ آتی ہے کہ قائداعظم اور علامہ اقبال کس آفاقی سوچ وفکر کے مالک تھے۔ان کو بنگال وسرحدی قبائل پر کیوں اتنا بھروسا تھا۔ (یعنی مشرقی پاکستان، مغربی پاکستان پر)دونوں بزرگ دونوں رہنما ان دونوں علاقوں کی اسلام سے محبت و ملی غیرت، قربانی وایثار اور پیدائشی حریت کے جذبات سے بخوبی واقف تھے۔

بنگال نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے آنے کے بعد ہی سے کسی نہ کسی طرح اپنی حریت و اسلام سے محبت کا بار بار اظہار کیا، اسلام کے لیے مال بھی دیا، جانیں بھی دیں، ہر جگہ ہر وقت۔ 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریز نے صرف بنگال میں ایک لاکھ مسلمانوں کو پھانسیاں دیں۔ یہ دونوں مسلم اکثریتی خطے اسلام اور مسلمانوں کے لیے ہمیشہ زرخیز

رہے۔بس قیادت مخلص ہونی چاہیے اور دعوت خالص ہونی چاہیے۔ دوسری طرف صوبہ سرحد وقبائل میں کانگریس کی شرارتوں انگریز کی کانگریس کی سرپرستی کے باوجود کانگریس کی طرف سے صوبہ سرحد میں اندھا دھند پیسا پھینکنے، بلکہ بہانے کے باوجود جب ناکامی کامنہ دیکھنا پڑا تو پھر یہ رکاوٹ ڈالی کہ سرحد وسلہٹ میں ریفرنڈم کروایا جائے۔حالانکہ دونوں مسلم اکثریتی علاقے تھے۔انگریز اور کانگریس کی کوشش تھی کہ صوبہ سرحد ہندوستان کا حصہ ہو، پاکستان کو حصار میں لےلیا جائے۔ انگریز اور کانگریس کو اپنی سازشوں، سیاہ کاریوں، مکر اور دھونس سے یقین تھا کہ کامیاب ہوجائیں گے۔مگر اللہ تعالیٰ کے اپنے فیصلے ہوتے ہیں جو غالب آتے ہیں۔ اس کا خاص فضل تھا، اس کے مخلص بندوں کی محنتیں تھیں، اخلاص تھا، قربانیاں تھیں، جذبہ صادق تھا، ان علاقوں کی اسلام سے محبت تھی۔انگریز اور کانگریس کو بری طرح شکست ہوئی، کیونکہ ان دونوں علاقوں میں سیدین شہیدین کی تحریک کی وجہ سے بہت اچھا ماحول تھا۔

سیدین شہیدین کے جانشینوں کی تقریباً سوا صدی سےان علاقوں میں مسلسل موجودگی، پھر بعد میں یاغستان میں سرحد قبائل میں جماعت مجاہدین و شیخ الہند کی تحریک کے ساتھیوں کی موجودگی ومیزبانی تھی۔ جماعت مجاہدین سے شیخ الہند کے ساتھی تعاون لیتے رہےاور جب ضرورت پڑی مل کر کام کرتے جیسے مخلص مجاہدین تعصّبات سے پاک ہوکر ایک برادری کی طرح مل کر دشمن پر جھپٹتے ہیں۔سرحد کشمیر سے لے کر وزیرستان تک مجاہدین کے مراکز تھے۔

اسلام گڑھ، یاغستان، چمرکنڈ ،ہزارہ، بالاکوٹ ، پشاور،نوشہرہ، وزیرستان، سمہ، اسمست اور ستھانہ وغیرہ میں مختلف اوقات میں یہ معروف مراکز تھے۔جماعت مجاہدین نے 1938ء اور 1940ء میں دو اخبار نکالے زمانے کی ضرورت کے مطابق۔ الحرض 8 دسمبر 1938ء میں اس کا پہلا پرچہ نکالا اور دوسرا المجاہد جنوری 1940ء میں شروع کیا گیا۔ اس

کے علاوہ مجاہدین کی خبروں کے مختلف بلیٹن بھی شائع ہوتے رہتے تھے۔ واضح رہے کہ 1920ء میں تحریک خلافت کے دوران مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا شوکت علی جوہر، مولانا محمد علی جوہر اور دیگر ہم خیال علمائے کرام نے بھی تحریک ہجرت شروع کی تھی۔ مسلمانان ہند کو دارالحرب ہندوستان سے افغانستان کی طرف ہجرت کرنے کا کہا تھا، پھر اٹھارہ ہزار کے قریب مسلمانوں نے ہجرت بھی کی تھی۔

ان علاقوں میں سیدین شہیدین کے ساتھیوں کی مسلسل موجودگی، بقول مولانا غلام رسول مہر مرحوم ہندوستان کے حواشی میں یہی موزوں خطہ تھا۔ جہاں بین الملی پیچیدگیوں سے محفوظ رہ کر تہیہ کرکے، ساز وسامان کی فراہمی، افراد اور استعداد عمل کے لیے جدوجہد کی جاسکتی تھی۔ الغرض یہ علاقہ ہندوستان سے مسلسل آنے والے مخلص مہاجرین ومجاہدین کا پسندیدہ محفوظ علاقہ تھا۔ گو کہ جماعت المجاہدین نے اہل علاقہ سے چرکے بھی بہت کھائے، کلیجہ پھاڑ دینے والے ستم بھی بہت برداشت کیے، اللہ نے بڑی منازل کے مسافروں کو دل، جگر اور حوصلہ بھی بڑا دیا ہوتا ہے، پھر بھی امید کی کرن یہیں نظر آئی۔ ان علاقوں کے کچھ لوگوں کی طرف سے دانتوں کو پسینہ لا دینے والی زیادتیوں کے باوجود ان علاقوں میں یہ پاکباز لوگ مسلسل ہر طرح کے حالات میں اچھے وقت کی امید پر کام کرتے رہے۔ قربانیاں دیتے رہے اور اپنے خون سے جہاد کی شمع روشن رکھتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان پاکباز مجاہدوں، مہاجروں کا احترام ہندوستان کے لیڈروں میں رہا، ان میں سے بھی کئی کسی نہ کسی طرح ان مجاہدین کی مدد کرتے رہے۔ امیر المجاہدین مولانا عبداللہ کے دور میں شہزادہ فیروز نے بھی کچھ روز ان علاقوں میں ان کے ساتھ گزارے۔ ایک روایت کے مطابق جنرل بخت خاں بھی اپنے کچھ ساتھیوں سمیت ان آزاد علاقوں میں آ گئے۔ جب آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر نے ان کی اور مولانا احمد اللہ صاحب کے غیرت مند مشورے ماننے کی بجائے کہ انگریزوں کے فریب میں نہ

آئیں پورے ہندوستان میں آپ کی قیادت میں کہیں بھی مرکز بنا کر آپ کے سائے کے نیچے رہ کر انگریز سے ہندوستان آزاد کروا لیں گے۔ مگر افسوس مخلص بہادروں کی بجائے بہادر شاہ ظفر نے زینت محل بیگم اور اپنے خاندان کے ایک فرد مرزا الٰہی بخش کی باتوں کو قبول کیا۔ جو انگریزوں سے ملے ہوئے تھے۔ پھر جو بہادر شاہ ظفر اور ان کے خاندان کا انجام ہوا عبرت کے لیے کھلی کتاب ہے۔

ہندوستان سے بڑے بڑے گھرانوں کے لوگ ہجرت کر کے ان علاقوں میں آئے تھے۔ ان کی محنتوں، قربانیوں، اخلاص وحریت کی وجہ سے خود قائداعظم نے 20 فروری 1947ء کو جب انگریز اور کانگریس کی ملی بھگت سے پاکستان بننے کے راستے میں رکاوٹ دیکھی تو سکندر مرزا کو دہلی میں سرکاری نوکری چھوڑ کر سرحد قبائل میں جہاد کی تیاری کے لیے حکم فرمایا، کیونکہ ان کی ان علاقوں میں واقفیت تھی، برصغیر کے بغداد بھوپال کے نواب سے جہاد کے لیے رقم لینے کا اور کور کے طور پر نوکری کی ٹرانسفر خان آف قلات کے پاس کروانے کی تجویز دی۔ قائداعظم دونوں صاحبان کی اسلام و مسلمانوں سے محبت کو بخوبی جانتے تھے۔ ان سب نے بھی قائداعظم کے حکم پر لبیک کہا۔ واضح رہے قائداعظم کی طرف سے سکندر مرزا کو جہاد کی تیاری کا حکم، نظام دکن کو جہاد کا مشورہ، اہل کشمیر کی مدد کے لیے مجاہدین وقبائل کو بھیجنا، عرب ممالک کو اسلحہ خرید کر دینا، انڈونیشیا کی آزادی کی لڑائی لڑنے والوں کی مدد کرنا، اس بات کا واضح عکاس ہے کہ قائداعظم بخوبی سمجھتے تھے جب کوئی دعوت سے، دلیل سے نہ مانے، زیادتی وظلم سے باز نہ آئے تو جہاد ضروری ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات سخت زبان بھی استعمال کرنا پڑ جاتی ہے جو اس بندہ کا معمول نہیں ہوتی۔ قائداعظم کی روحانی تربیت کوئی غازی صاحب کر رہے تھے اور ان کو علمائے کرام کی مشاورت و معاونت میسر تھی۔ سیدین شہیدین کی تحریک کے اس وقت کے سالار مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی جو اپنا مرکز چمرکنڈ چھوڑ کر اور اعلیٰ مقصد ملتا دیکھ کر سیدین

شہیدین اور ان کے پاک باز جانشینوں کا خوابِ آرزو اور تمنا پوری ہوتا دیکھ کر مجاہدین کے نظم کو متحرک کر کے پاکستان کے لیے خود قائداعظم کے ساتھ مشاورت میں رہتے۔ بھیس بدل بدل کر کسی طرح بنگال دہلی، پشاور اور قبائلی علاقوں کا سفر کرتے کیوں کہ انگریز کو مطلوب تھے، اس لیے مختلف بھیس بدلنے پڑتے۔ جب قرارداد پاکستان لاہور میں پاس ہوئی تو یہ وہاں سٹیج پر موجود تھے۔تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام جن میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب، مفتی محمد شفیع صاحب، علامہ ادریس کاندھلوی صاحب اور مولانا ظفر احمد انصاری، امیر ملت جماعت علی شاہ صاحب، مولانا عبداللہ بدھیانوی صاحب،مولانا عبدالحسنات صاحب،مولانا عبدالبرکات صاحب، مولانا مصطفی رضا صاحب، پیر مانکی شریف صاحب،شیعہ عالم مولانا ترابی صاحب،مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی صاحب، مولانا ثناءاللہ امرتسری،مولانا داؤدغزنوی صاحب،حافظ محمد گوندلوی صاحب اور علی گڑھ یونیورسٹی کے طلبہ میں سے حافظ عبداللہ بہاولپوری صاحب، علامہ اقبال، علی برادران، مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی جوہر وغیرہ کا ساتھ میسر تھا اور جوہر برادران اور علامہ اقبال وغیرہ ہی تھے جو 1913ء میں قائداعظم کو مسلم لیگ میں لے کر آئے۔ 10 اکتوبر 1913ء کو مسلم لیگ کے رکنیت فارم پر تجویز کنندہ دستخط مولانا محمد علی جوہر نے کیے۔پھر یورپ برطانیہ سے واپس لے کر آئے ان سب کے ساتھ دوسرے قائدین لیاقت علی خان وغیرہ کو یقین تھا، بھروسا تھا کہ مسلمانوں کو ان کا حق یہی دلا سکتے ہیں۔ یہی سب مسلمانوں کو جوڑ سکتے ہیں۔علامہ اقبال مسلسل قائداعظم کو خطوط لکھتے رہتے۔خود قائداعظم نے 21 اکتوبر 1936ء کو اسلامیہ کالج پشاور کی خیبر یونین سے صوبہ سرحد کے جیالے طلبہ،عوام اور قائدین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: آخر جب شوکت علی نے یقین دلایا کہ مسلمان ایک پلیٹ فارم پر متحد ہو کر اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے جدوجہد کرنے کو تیار ہیں تو میں انگلستان سے واپس آ گیا۔سچ بات یہی ہے کہ

مولانا شوکت علی قائداعظم کو برصغیر واپسی پر آمادہ نہ کرتے ۔ پھر اپنے رفقاء کو قائداعظم کی قیادت قبول کرنے کے لیے تیار نہ کرتے تو مسلمانوں کی حالت کافی پیچیدہ ہوتی، کیونکہ قائداعظم بھی 1930ء تا 1935ء کے دوران ہندوستان میں نہ تھے۔ علامہ اقبال بھی اندلس کی طرف چلے گئے تھے۔ قائداعظم کی لارڈ ولنگڈن سے جب وہ ممبئی کا گورنر تھا، چپقلش ہوگئی تھی، اب وہ لارڈ ولنگڈن وائسرائے بن کرآ گیا تھا تو قائداعظم نے لندن جا کر وکالت شروع کر دی تھی۔ اس دوران علی برادران نے دوسرے لیڈروں کے ساتھ مل کر مسلم لیگ کو اور مسلمانوں کو سنبھالا۔

قائداعظم کا مولانا شوکت علی پر اعتماد تھا کہ انھیں اپنی اکلوتی بیٹی دینا کے پاس بھیجا، تاکہ اس کے لیے کوئی استاذ مقرر کریں، جو اسے دینی تعلیم دے سکے اور سچا مسلمان بنادے۔

مولانا شوکت علی بیمار ہوئے تو قائداعظم خلافت ہاؤس تشریف لائے اور ایک گھنٹہ مولانا کے پاس بیٹھے رہے، جبکہ کسی اور کے لیے قائداعظم نے کم ہی اس طرح کیا ہوگا۔ قائداعظم نے مبارکباد کا خط لکھا اور اس امید کا بھی اظہار کیا کہ کہ وہ صحیح معنوں میں مسلمانوں کی ہر طرح سے نمائندگی کریں گے۔جب مولانا شوکت علی 1937ء میں فلسطین کانفرنس اور بنگال مسلم لیگ کانفرنس میں شرکت کے لیے جانے لگے۔

قائداعظم 27 نومبر 1938ء کو جب مولانا شوکت علی کا انتقال ہوا تو بادشاہی مسجد دلی کی سیڑھیوں پر مسلسل دو گھنٹے غم سے نڈھال کھڑے روتے رہےاور ان کی آخری رسومات میں شریک ہوئے۔کچھ دنوں بعد آل انڈیا مسلم لیگ کے پٹنہ کے اجلاس میں اپنے مخلص ساتھی اور بے لوث دوست کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا: مولانا شوکت علی عظیم انسان تھے، وہ قوم کے لیے ہر قربانی دینے کے لیے تیار رہتے تھے، وہ میرے ہم دم اور ذاتی دوست تھے، انہوں نے بال برابر مسلم لیگ کے مقاصد سے

انحراف نہیں کیا، بلکہ آخر دم تک اس کے لیے سرگرم رہے۔ آپ کی موت ذاتی نقصان کے علاوہ قومی نقصان ہے، پوری مسلمان قوم کا نقصان ہے، تمام برصغیر ان کا سوگ منا رہا ہے۔

تحریک پاکستان میں اخبارات نے بھی بہت اہم کردار ادا کیا۔ روزنامہ اتفاق، تنظیم اہلحدیث، زمیندار، اخبار اہلحدیث، انقلاب، نوائے وقت، کامریڈ، خلافت، ہمدرد، وغیرہ وغیرہ۔

قائداعظم کی علمائے کرام سے خاص محبت تھی اور وہ دنیا کو ایک پیغام دینا چاہتے تھے کہ جو کہتا ہوں اس پر عمل بھی کروں گا، بلکہ عمل شروع کر دیا۔اسلام کی تجربہ گاہ پر اس لیے گورنر جنرل ہوتے ہوئے بھی مغربی پاکستان میں قومی پرچم خود لہرانے کی بجائے علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب سے اور مشرقی پاکستان میں علامہ ظفر احمد عثمانی سے لہروایا، تاکہ دنیا کو پتا چلے کہ اس ملک کے علمبردار مخلص علمائے کرام ہیں۔جن علمائے کرام نے پاکستان بنانے میں قائداعظم کی شدت سے مخالفت کی تھی کسی بھی وجہ سے۔ پاکستان بننے کے بعد ان کی اکثریت پاکستان میں تشریف لے آئی اوریہیں دفن ہوئی اور ان کی اولادیں بھی یہیں ہیں اور جو علمائے کرام ہندوستان رہ گئے ان میں سے بھی بعض نے پھر اپنے پیروکاروں کو پاکستان کومضبوط کرنے کے لیے کہا۔

ویسے عجیب بات یہ ہے کہ قائداعظم نے جو اسلامی اسٹیٹ بنائی اس کے ہی کچھ شہری یہ کہتے ہیں کہ قائداعظم تو پاکستان کوسیکولر بنانا چاہتے تھے یا بنایا ہے۔جبکہ انگریز اور ہندو کہتے ہیں کہ وہ اسلامی پاکستان بنانا چاہتے تھے، انہوں نے اسلامی پاکستان بنایا۔ وہ اسلام پسند تھے۔ یہ سچ ہے کہ شروع سیاست میں قائداعظم ہندومسلم اتحاد کے علمبردار تھے، گوکھلے کے ساتھ مل کر کام بھی کرتے رہے، مگر ان کے مقابل گاندھی،نہرو،پٹیل، مہاسبھا، کانگریس والےتو اپنے جنم کے پہلے دن سے ہی صرف ہندو ازم چاہتے

تھے۔جیسا کہ آپ آگے پڑھیں گے۔ قائداعظم نے ہندوؤں کی سنگ دلی، تنگ دلی اور مسلمانوں پر غلبہ کی تمنا دیکھتے ہوئے تمام حالات کو مدنظر رکھ کر، دیکھ کر، سن کر، پڑھ کر اور سیکھ کر علیحدہ وطن کے لیے عزم صمیم کیا، پھر کوئی طاقت، جبر، ہتھکنڈا اور پروپیگنڈہ ان کو صراط مستقیم سے نہ ہٹا سکا۔ قائداعظم ہندو رہنماؤں کی طرح پہلے دن سے ہی شدت پسند نہ تھے۔ بلکہ وہ ہندو مسلم اتحاد کے حمایتی تھے مگر پھر آہستہ آہستہ حالات کو انگریز اور ہندوؤں کی ملی بھگت اور مسلمانوں کے لیے تنگ دلی کو دیکھا تو پھر پاکستان کے علمبردار اور مسلمانوں کے ترجمان بنے۔

جلتی پر تیل کا کام اگست 1928ء کو لکھنؤ میں آل پارٹیز کانفرنس میں مسلمانوں کے اعتراضات کے باوجود، مولانا حسرت موہانی صاحب کی طرف سے نہرو رپورٹ کے مکمل پوسٹ مارٹم کے باوجود، کمیٹی کے رکن شعیب قریشی کے اختلافی نوٹ، مولانا شوکت علی کے نعرہ مستانہ بازو چڑھاتے ہوئے کہ بتلادوں گا کہ مسلمانوں کا نمائندہ کون ہے۔ اس سب کے باوجود نہرو رپورٹ جو مسلم مخالف تھی منظور کرلی گئی۔ مسلمانوں نے اس کے خلاف ایک مہم کا آغاز کردیا۔ بہت سے کانگریس سے ہمدردی رکھنے والے مسلمان بھی کانگریس سے دور ہوگئے۔گاندھی خود کہتے تھے: میں مولانا شوکت علی کی جیب میں ہوتا ہوں۔جب مولانا نے مخالفت کی تو ایک ریل سفر جو ممبئی سے لکھنؤ کی طرف تھا گاندھی نے مولانا شوکت علی سے کہا: مجھے اپنی جیب سے کیوں نکالا۔مولانا شوکت علی نے کہا: میں نے نہیں نکالا آپ خود نکل بھاگے ہیں۔ گاندھی نے کافی دیر مولانا کو رام کرنے کی کوشش کی، لیکن بقول رئیس احمد جعفری کے وہ مرد زیرک کسی دام میں نہ آیا۔مولانا شوکت علی نے اپنے اخبار خلافت میں اس نہرو رپورٹ کے خلاف سلسلہ مضامین لکھا: اس شعر سے ابتداء کی۔

کس کس طرح ستاتے ہیں یہ بت ہمیں نظام

ہم ایسے ہیں کہ جیسے کسی کا خدا نہ ہو

تمام مسالک کے مفتیان عظام نے پاکستان اور مسلم لیگ کے حق میں خود قائداعظم کے حق میں فتوے دیے۔

① مفتی محمد شفیع صاحب کی طرف سے ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر مسلمانوں کے لیے دار السلام کے قیام کی ضرورت اور اس کی طرف ہجرت کا حکم دیا گیا تھا۔ اس کے حصول کے لیے مسلمانوں کو تحریک آزادی میں بھرپور حصہ لینے کی ہدایت دی گئی تھی۔[روزنامہ جنگ 2013ء-5-4]

② پیر مانکی صاحب نے صوبہ سرحد میں پاکستان کے حصول کی جدوجہد کو جہاد سے تعبیر کیا، اس مقصد کے لیے علاقے کے مذہبی رہنماؤں کو منظم کرکے انجمن آصفیہ تشکیل دی۔ [آئین ٹالبوٹ بر طاہر خان، 1998ء صفحہ: 189]

③ حافظ محمد عبداللہ روپڑی صاحب جو اپنی جماعت اہلحدیث کے مفتی تھے، نے فتوی دیا کہ حالات کا تقاضا یہ ہے کہ ہر مسلمان مسلم لیگ کا ساتھ دے۔انھوں نے اپنے اخبار تنظیم اہلحدیث کے تقریباً ہر شمارے میں اس عنوان پر مضامین شامل کیے۔[ہمارے اسلاف]

④ مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی صاحب جو مسلم لیگ کے 1906ء میں بنتے ہی اس میں شامل ہوکر سرگرم مرکزی کردار ادا کرتے رہے۔انھوں نے کانگریسی مولویوں اور جمعیت علمائے ہند کے تصور قومیت کو قرآن و سنت کی روشنی میں مسترد کیا۔ بلکہ کانگریسی علماء کے سامنے 5 سوال رکھے اور کہا کہ ان کا جواب درست دیا گیا تو وہ مسلم لیگ کو چھوڑ کر کانگریس میں شامل ہوجائیں گے، لیکن مخالفین لاجواب ہی رہے، جواب نہ دے سکے۔ [ہمارے اسلاف]

⑤ امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب نے کانگریسی مولویوں کے الزامات پر سورہ مریم کی آیت(92) کی مثال دے کر کہا کہ قائداعظم وقت کے ولی اور زمین پر اللہ کے ولی ہیں۔

تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام، مفتیان عظام، پیران کرام کی لمبی لسٹ ہے، لیکن یہاں چند ایک ناموں پر اکتفا کیا ہے۔

قائداعظم اور تمام بانیان پاکستان، شہدائے کرام، قربانیاں پیش کرنے والے گھرانوں اور ہزاروں ان ماؤں بہنوں کے لیے بھی دعا کرنا جو مسلمان ہونے اور پاکستانی ہونے کے جرم کی وجہ سے ہندوؤں اور سکھوں کے ہاتھوں زبردستی اغوا کر لی گئیں۔

میرے والد صاحب جو آج بھی اپنے راہون کھنہ لدھیانہ پنجاب سے گنڈا سنگھ بارڈر قصور تک کی اپنی ہجرت کے چودہ روزہ سفر میں اغوا کی گئیں اسلام کی جوان بیٹیوں اور باقی قافلوں پر سکھ جتھوں کے مظالم ہندوؤں کی درندگی اور دوسری سکھ ریاستوں کی افواج کے جو ظلم ہوئے، ان کو یاد کر کے رنجیدہ ہوتے ہیں اور آنسو بہاتے ہیں۔ واضح رہے کہ ریاست پٹیالہ کے حکمران خاندان سے دادا جی سکندر خاں مرحوم کا کسی نہ کسی میدان میں مقابلہ رہتا تھا۔ دادا جی مرحوم انعام بھی جیتتے تھے، اس کی قیمت خاندان اور برادری کو دوران ہجرت ریاست پٹیالہ کی فورسز کے ہاتھوں دینی پڑی، ان کے بزدلانہ اور سفاکانہ واروں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ میری سگی پھوپھو جان کا اغوا پھر بازیابی دیکھنی پڑی۔ میرے دادا جان سکندر خاں کے بھائی کی دوران ہجرت وفات بھی برداشت کرنا پڑی۔دادا جان کے سگے پانچ بھتیجے اور بھابی کو شہید کیا گیا اور ایک بھتیجی کافی عرصہ بعد پاکستان پہنچ کر اپنے خاندان سے ملی۔ والدہ محترمہ علمائے کرام ومجاہدین کے میزبان راؤ عبداللہ خان پنجلاسہ انبالہ پنجاب والوں کی قریبی عزیزہ تھیں۔ اسی طرح والدہ محترمہ کی ہجرت اور ان کے خاندان کی قربانیاں، ان سب پر بھی لکھیں گے۔ (ان شاءاللہ) اپنے خون کے آنسو

بہانے والے ہزاروں بزرگ، ہندوؤں، سکھوں کی منصوبہ بند سوچی سمجھی مکاری وعیاری، ظلم و بربریت سے اپنی نسلوں کو آگاہ کرتے ہوں گے۔ یہ اب نئی نسل پر ہے کہ وہ کس طرح فرض وقرض کا حق ادا کرتے ہیں۔ آیئے عہد کریں، اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ قائداعظم والا پاکستان، دوقومی نظریہ کا علمبردار پاکستان، کلمہ طیبہ کی بنیاد والا پاکستان، غیرت وحمیت والا آزاد پاکستان، اسلام کی تجربہ گاہ والا پاکستان، مدینہ ثانی پاکستان، امت مسلمہ اور انسانیت کا محافظ پاکستان، شہدائے کرام، بانیان پاکستان، علمائے کرام، قربانیاں پیش کرنے والے گھرانوں کی امیدوں کا مرکز پاکستان، بقول قائداعظم پھلنے والے پاکستان کی، پوری ایمانداری واخلاص سے تمام وسائل و صلاحیتیں اللہ کی نعمتیں استعمال کرکے تکمیل پاکستان کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ کامیاب و کامران کرے، تاکہ مسلمان اور انسانیت محفوظ ہو، عدل وانصاف اور استحکام ہو۔ صحت مند آزاد معاشرہ پھلے پھولے۔ (آمین)

حق بات یہی ہے کہ جناب قائداعظم اللہ تعالیٰ کا اپنا انتخاب تھے، جس طرح 27 رمضان المبارک کو ملنے والا مدینہ ثانی پاکستان احسان و انعامِ رب کریم وحکیم ہے۔ قائداعظم نے اپنوں اور بے گانوں کی ہر طرح کی مخالفت کے باوجود، الزامات، جانی حملوں، رکاوٹوں کے باوجود اللہ کے فضل واحسان سے اپنی منزل حاصل کی۔

مسلمانوں کے لیے مسجد، عالم اسلام کے لیے حفاظتی قلعہ، انسانیت کا محافظ ملک پاکستان حاصل کرلیا۔ اب ہم قائداعظم کے فرامین میں سے چند یہاں نقل کرتے ہیں۔ دل کی بیدار آنکھوں سے ایک ایک فرمان کو پڑھنا سمجھنا، پھر اس پر عمل کرنا اہل پاکستان کے لیے ضروری ہے۔

① قائداعظم کو مارچ 1944ء کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر ڈاکٹر ضیاء الدین نے ظہرانہ دیا۔ قائداعظم نے فرمایا: پاکستان اسی دن وجود میں آگیا تھا جب

ہندوستان میں پہلا ہندو مسلمان ہوا تھا۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب یہاں مسلمانوں کی حکومت قائم نہیں ہوئی تھی۔مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد کلمہ توحید ہے، وطن نہیں اور نہ ہی نسل۔ ہندوستان کا پہلا فرد مسلمان ہوا تو وہ پہلی قوم کا فرد نہیں رہا، وہ ایک جداگانہ قوم کا فرد ہوگیا۔ہندوستان میں ایک نئی قوم وجود میں آ گئی۔ آپ نے غور فرمایا کہ مسلمانوں کے لیے پاکستان کے مطالبہ کا جذبۂ محرک کیا تھا؟ مسلمانوں کے لیے ایک جداگانہ مملکت کی وجہ جواز کیا تھی؟ اس کی وجہ نہ ہندوؤں کی تنگ نظری ہے نہ انگریزوں کی چال۔ یہ اسلام کا بنیادی مطالبہ تھا۔[قائداعظم تقاریر و بیانات، جلد سوم، صفحہ:263، بزم اقبال لاہور۔ 1998ء، اقبال احمد صدیقی]

② ہند میں کسی بھی تصفیے کے لیے پاکستان ایک ناگزیر شرط ہے۔آج کی بات نہیں 1858ء میں مسٹر برائٹ نے ہند میں مختلف اقوام،نسلوں اور عقائد کو ایک ریاست کی لڑی میں پرونے کی کوشش کو حماقت کی بات کہا تھا۔ یہ بات گزشتہ 85 برس کے دوران جب یہ دور اندیشانہ اعلانات کیے گئے، پوری طرح ثابت ہوگئی ہے۔ اب ہمیں دو عظیم مملکتیں قائم کرنی چاہییں۔ [قائداعظم تقاریر و بیانات، جلد سوم]

③ 22 اکتوبر 1939ء کو مسلم لیگ کے اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ مسلمانو! میں نے دنیا میں بہت کچھ دیکھا، دولت،شہرت اور عیش وعشرت کے بہت لطف اٹھائے۔اب میری زندگی کی واحد تمنا یہ ہے کہ مسلمانوں کو آزاد اور سربلند دیکھوں۔ میں چاہتا ہوں کہ جب میں مروں تو یہ یقین اور اطمینان لے کر مروں کہ میرا ضمیر اور میرا خدا گواہی دے رہا ہو کہ جناح نے اسلام سے خیانت اور غداری نہیں کی اور مسلمانوں کی آزادی، تنظیم اور مدافعت میں اپنا فرض ادا کردیا۔ میرا خدا یہ کہے کہ بے شک تم مسلمان پیدا ہوئے اور کفر کی طاقتوں کے غلبہ میں اسلام کے علم کو بلند رکھتے ہوئے مسلمان مرے۔[روزنامہ انقلاب۔ لاہور 23 اکتوبر 1939ء]

④ قائداعظم نے 2 نومبر 1941ء کومسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ میں نے ان کانگریسی ہندوؤں سے اپیل کی کہ وہ حریص نہ بنیں، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہیر پھیر سے سارے ملک کو ہتھیا لینا چاہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ تین چوتھائی لےلو اور میری ایک چوتھائی پر حسد نہ کرو۔ مجھے اپنی اسلامی تاریخ کی روشنی میں اپنی روایات، اپنی ثقافت اور اپنی زبان کو برقرار رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے دواور تم اپنے صوبوں میں یہی کرو۔[قائداعظم تقاریر و بیانات، جلد دوم، صفحہ 107، بزم اقبال لاہور، 1997ء، اقبال احمد صدیقی]

۱۔ قائداعظم میں تواضع بہت زیادہ تھی، انکساری کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ نعرے لگے "مولانا قائداعظم محمد علی جناح آگے بڑھو" فوراً روکا اور کہا کہ میں مولانا نہیں ہوں، صرف محمد علی جناح ہوں، اس لیے مجھے مولانا نہ کہیں۔

۲۔ قائداعظم کے اے ڈی سی عطا ربانی صاحب ائیر فورس کی طرف سے تھے، رضا ربانی صاحب کے والد صاحب کہتے ہیں کہ قائداعظم جب پاکستان بننے کے بعد پہلی بڑی عید پڑھنے کے لیے نکلے تو کہا کہ میرے لیے راستہ نہ روکنا، جہاں جگہ ملی نماز پڑھی اور واپسی پر فرمایا کہ راستہ بدل کر گھر جانا، کیونکہ راستہ بدل کر گھر جانا سنت ہے۔

۳۔ ایک مرتبہ کانوائے جا رہا تھا۔ راستے میں جناح صاحب کے لیے لکھا تھا: ''شہنشاہِ ہندوستان'' تو کانوائے رکوا لیا۔ کہا: اس کو اتارو میں کوئی شہنشاہ نہیں ہوں، لوگوں کا منتخب کردہ ہوں، جب تک لوگ چاہیں گے عہدے پر رہوں گا۔

۴۔ قائداعظم کو کہا گیا تھا کانگریس کے لیڈروں اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی طرف سے کہ تقسیم ہند کی بات چھوڑ دیں۔ آپ کو متحدہ ہندوستان (جس میں پاکستان ہندوستان

بنگلہ دیش اور انڈومان کے جزائر شامل تھے) کا پہلا وزیراعظم بنا دیتے ہیں۔فرمایا: میں اپنی قوم کا اعتبار نہیں توڑ سکتا۔

۵۔ قائداعظم سے کہا گیا کہ آپ خود اتنے امیر ہیں، اتنے اچھے سیٹل ہیں، آپ کی صحت بھی درست نہیں، کیوں اتنی بھاگ دوڑ کر رہے ہیں، ایک آزاد ملک کے لیے؟ فرمایا: میں چاہتا ہوں جب اس زندگی کے بعد اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش کیا جاؤں تو اللہ تعالیٰ مجھے صرف یہ لفظ کہہ دیں ویلڈن جناح۔

۶۔ قائداعظم سرکاری رہائش پر فالتو لائٹیں خود بند کر دیتے تھے۔ ابوالحسن اصفہانی صاحب کہتے ہیں کہ پاکستان بننے کے 14 دن بعد میں قائداعظم سے ملنے گیا۔ میٹنگ ختم ہوئی تو کمرے کی لائٹ بند کر دی۔گلی سے گزرے تو گلی کی لائٹ بند کر دی۔ میں نے کہا یہ گورنر جنرل کا گھر ہے، یہاں لائٹیں جلتی رہنی چاہییں تو فرمایا: اس لیے تو بند کر رہا ہوں کہ یہ لوگوں کے پیسوں سے جلتی ہیں۔میں سیڑھیوں پر کھڑا ہوں، جب آپ سیڑھیوں سے اتر جائیں گے تو سیڑھیوں کی لائٹ بھی بند کر دوں گا۔

۷۔ 1941ء میں جماعت اسلامی کے سیکریٹری جنرل قمرالدین خان قائداعظم سے ملنے گئے تو قائداعظم نے کہا تھا کہ میں مسجد کے لیے جگہ مانگتا ہوں، جگہ مل جائے تو پھر فیصلہ کریں گے اسے تعمیر کیسے کرنا ہے۔[روزنامہ جنگ لاہور، 31 دسمبر 2013ء]

۸۔ قائداعظم سگار پیتے تھے۔ بل منگوائے، کہا گیا: آپ گورنر جنرل ہیں، تمام بل خود ادا کیے اور فرمایا سگار پینا بری عادت ہے، میری قوم میری بری عادت کا بوجھ کیوں اٹھائے۔ (حالانکہ آپ بانی پاکستان تھے، گورنر جنرل تھے اور آج کے حکمران اناللہ وانا الیہ راجعون)

ایسے کتنے واقعات ہیں۔آج ان کے ملک میں ان کی تصویر لگانے والے، ان کی تصاویر والے نوٹوں اور سرکاری تصاویر لگے کمروں پر مر مٹنے والے، ان کے طرز زندگی،

ان کی محنت و اخلاص سے بھی کچھ سیکھ لیں۔انہوں نے بھی کل قیامت کو منہ دکھانا ہے۔ کہیں وہاں شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔بہترین انسان وہی ہوتے ہیں جو اپنے بڑوں کے بہترین جانشین خیر کے کاموں میں ہوتے ہیں اوراپنے آباء کی وراثت کو سنبھال کر رکھتے ہیں۔

⑤ ۱۔قائداعظم نے فرمایا: برطانیہ ہندوستان پرحکومت کرنا چاہتا ہے۔ ہندومسلمان پر حکومت کرنا چاہتا ہے۔مسلمان سیدھے سادھے لوگ ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم دونوں کواپنے اوپر خواہ متحدہ طور پر یا انفرادی طور پرحکومت نہیں کرنے دیں گے۔

۲۔ قائداعظم نے اکتوبر 1937ء میں لکھنؤ میں مسلم لیگ سے بڑے اجتماع میں دیگر زعمائے مسلم لیگ کےساتھ کانگریس کو یاد کروایا کہ آپ لوگ معمولی صوبائی اختیارات ملنے پر ہی آپے سے باہر ہوگئے۔آپ ہم سے اچھا سلوک کرتے، ہم دھوکے میں آجاتے،تمھاری ہاں میں ہاں ملاتے اور پھر آزادی کامل حاصل ہو جانے کے بعدتم ہماری جوگت بنانا چاہتے بنالیتے۔اس وقت ہم بے بس ہوتے مگر اے قائدین ہندو! ہم شکرگزار ہیں کہ آپ نے ہمیں بروقت متنبہ کر دیا۔اب ہماری جنگ دومحاذوں پر ہوگی۔ ہم نے دوسرا دشمن بھی پہچان لیاہے۔ہم انگریز کے خلاف بھی لڑیں گے اور ہندو کےخلاف بھی لڑیں گے۔فتح بفضل تعالیٰ ہماری ہوگی۔

۳۔ ہندومسلم لیگ یا مسلمانوں کےساتھ تو زیادتی کر ہی رہے تھے،خود کانگریس کے اندرغیر ہندوؤں کے ساتھ بھی زیادتی کرتے تھے، جیسے بہار میں ڈاکٹر سیدمحمود کے خلاف اورممبئ میں مسٹرنریمان پارسی کےخلاف ہندوؤں کو لایا گیا، ہندوؤں کوحکومت دی گئی۔ حالانکہ صوبائی سربراہ ڈاکٹر سیدمحمود اورمسٹرنریمان پارسی تھے،حکومت بنانا ان کا حق تھا،مگر شدت پسند ہندو نہ تھے، اس وجہ سے حکومت سے محروم رکھے گئے، بقول مولانا آزاد۔

⑥ قائداعظم نے 8 نومبر 1944ء کو فرمایا: ہوسکتا ہے پاکستان دولت مند نہ ہو، لیکن اس کو بین الاقوامی اہمیت ضرور حاصل ہوگی۔[گفتار قائداعظم، صفحہ:276، مرتب احمد سعید، قومی کمیشن برائے تحقیق وتاریخ وثقافت، اسلام آباد]

⑦ قائداعظم نے فرمایا: پاکستان کے حصول میں ہماری نجات، دفاع اور وقار مضمر ہے۔ اگر ہم ناکام ہوگئے تو ہم ختم ہوجائیں گے اور برصغیر میں مسلمانوں یا اسلام کا کوئی نام ونشان باقی نہیں رہے گا۔[قائداعظم تقاریر و بیانات، جلد سوم، صفحہ:413، بزم اقبال لاہور، اقبال احمد صدیقی]

⑧ قائداعظم نے فرمایا: ہندوستان کا مسئلہ فرقہ وارانہ نوعیت کا نہیں، بلکہ یہ صحیح طور پر بین الاقوامی ہے اور اس کو اسی لحاظ سے حل کرنا چاہیے۔ جب تک اس بنیادی اور اساسی حقیقت کو پیش نظر نہ رکھا جائے جو دستور بھی بنایا جائے گا، وہ چل نہیں سکے گا اور نہ صرف مسلمانوں بلکہ انگریزوں اور ہندوؤں کے لیے بھی تباہ کن اور مضر ثابت ہوگا۔ لفظ قوم کی ہر تعریف کی رو سے مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں اور اس لحاظ سے ان کا اپنا علیحدہ وطن، اپنا علاقہ اور اپنی مملکت ہونی چاہیے۔ ہم چاہتے ہیں آزاد اور خودمختار قوم کی حیثیت سے اور اپنے ہمسایوں کے ساتھ امن اور ہم آہنگی کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اپنی روحانی، ثقافتی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی زندگی کو اس طریق پر زیادہ سے زیادہ ترقی دیں جو ہمارے نزدیک بہترین ہو اور جو ہمارے نصب العین سے ہم آہنگ اور ہماری قوم کے مزاج کے مطابق ہو۔[23 مارچ 1940ء]

⑨ قائداعظم نے فرمایا: جہاں تک میں اسلام کو سمجھا ہوں وہ ایسی جمہوریت کی حمایت نہیں کرتا جو غیر مسلم اکثریت کو مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ کرنے کا اختیار دے۔ ہم کوئی ایسا نظام حکومت قبول نہیں کرسکتے جس کی رو سے غیر مسلم محض اپنی کثرت

تعداد کی بنا پر ہم پر حکمرانی کریں اور ہم پر غلبہ حاصل کرلیں۔ ایک بات اب بالکل واضح ہے کہ ہم کسی لحاظ سے بھی اقلیت نہیں ہیں، بلکہ ہم بجائے خود ایک علیحدہ اور ممتاز قوم ہیں، جس کی اپنی تقدیر اور نصب العین ہے۔[21 مارچ 1940ء]

⑩ قائد اعظم نے 25 فروری 1946ء کو کلکتہ میں خواتین کے جلسہ سے خطاب میں فرمایا۔آج ہر مسلمان گھرانے میں مردوں، عورتوں اور بچوں کے تصور مسلم لیگ کے آئیڈیل سے روشن ہے، ہر مسلمان بچے کو یہ علم ہے کہ پاکستان کا مطلب کیا ہے ؟ اس کے بغیر ہند میں مسلمان فنا ہوجائے گا۔ یہ ہندی مسئلے کا حل ہے اور ان کے لیے یہ زندگی اور موت کا سوال ہے۔[پیسہ اخبار لاہور، 3مارچ 1946ء]

⑪ ہندوؤں اور مسلمانوں کا فرق بہت گہرا ہے اور مٹایا نہیں جاسکتا۔

ہم مسلمان اپنی تابندہ تہذیب و تمدن کے لحاظ سے ایک قوم ہیں۔ زبان، ادب، فنون لطیفہ، فن تعمیر، نام ونسب، شعور، اقتدار، توازن، قانون، اخلاق، رسوم ورواج، تاریخ، روایات اور رجحان ومقاصد ہر ایک لحاظ سے ہمارا اپنا انفرادی زاویہ نگاہ اور فلسفہ حیات ہے۔ بین الاقوامی قانون کی ہر تعریف کی رو سے مسلمان ایک جداگانہ قوم ہیں۔[قائداعظم۔ یکم جولائی 1942ء]

⑫ قائداعظم نے فرمایا: ہم حق پر ہیں اور خدا ہمارے ساتھ ہے۔ ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کو مٹایا نہیں جاسکتا۔اگر ہم ایک پرچم تلے متحد و مستحکم ہو کر کھڑے ہوجائیں تو ہم پاکستان کی محبوب منزل مقصود حاصل کرلیں گے۔ہمیں خواہ کتنی ہی مصیبتوں اور کیسی آزمائشوں سے گزرنا پڑے۔ پاکستان کے بغیر ہندوستان نیست و نابود ہوجائے گا۔

⑬ قائداعظم نے فرمایا: پاکستان کی سرزمین میں بے شمار وسائل موجود ہیں، لیکن اس کو ایک ایسا ملک بنانے کے لیے جو مسلمان قوم کے شایان شان ہو ہمیں اپنی قوت

صرف کرنا پڑے گی اور مجھے یقین ہے کہ ہم سب اس کی تعمیر میں دل وجان سے حصہ لیں گے۔اس برگزیدہ لمحے میں میرے جذبات ان مجاہدین کی یاد میں معمور ہیں جنھوں نے حصول آزادی کی خاطر اپنی جان کی قربانی دی۔وہ اگر چہ آج ہم میں موجود نہیں ہیں، لیکن پاکستان ہمیشہ ان کا ممنون رہے گےاور ان کی یاد تازہ رکھے گا۔[15اگست1947ء]

⑭ قائداعظم نے فرمایا: پاکستان ہمیشہ قائم رہنے کے لیے بنا ہے اور وہ اپنا عظیم کردار ادا کرتا رہے گا جو اس کا مقدور ہے۔[21 مارچ 1948ء]

⑮ قائداعظم نے فرمایا: اپنا فرض بجا لاتے رہو اور خدا پر بھروسا رکھو، دنیا کی کوئی طاقت پاکستان کو ختم نہیں کرسکتی، یہ ہمیشہ قائم رہنے کے لیے بنا ہے۔[30/اکتوبر 1947ء]

⑯ قائداعظم نے فرمایا: آیئے! ہم اپنی عظیم قوم کے احیا اور اپنی مقتدر مملکت پاکستان کی تشکیل و تعمیر کا منصوبہ بنائیں جو آپ کو معلوم ہے کہ دنیا کے سب سے بڑی اسلامی اور پانچویں بڑی خودمختار مملکت ہے۔اب ہر مسلمان مرد و زن کی خوش قسمتی اور اس کے لیے سنہری موقع ہے کہ وہ اس مملکت میں بھرپور اور مکمل کردار ادا کرے۔بڑی سے بڑی ذاتی قربانیاں دے اور پاکستانی قوم اور ملک کو دنیا کی عظیم ترین قوم اور ملک بنانے کے لیے مسلسل ان تھک اور بے غرضانہ محنت کرے، پاکستان اب آپ کا ہے۔بلاشبہ ہم میں بے پناہ صلاحیتیں موجود ہیں۔پاکستان کو بے شمار وسائل اور ترقی کے بے پناہ امکانات سے نوازا گیا ہے۔خدا تعالیٰ نے ہمیں قدرتی دولت بڑی فراوانی کے ساتھ عطا کی ہے۔اب یہ کام ہمارا ہے کہ ہم اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔[30اکتوبر1947ء]

⑰ قائداعظم نے فرمایا: پاکستان کے ہر مردوزن سے میرا مطالبہ ہے کہ وہ اپنے موجودہ

غم واندوہ کو اپنی مملکت کے قیام کی خاطر ہمت سے برداشت کریں۔جس کے لیے انھوں نے پہلے بہت دکھ اٹھائے اور قربانیاں دی ہیں۔اب یہ آپ کا کام ہے کہ اس کی تعمیر کریں، تاکہ یہ خودکو سب سے بڑی اسلامی مملکت کہلوانے میں حق بجانب ثابت ہوسکے اور اقوام عالم میں اپنے لیے ایک معزز وممتاز مقام حاصل کر سکے۔دنیا کی کوئی طاقت اب پاکستان کا شیرازہ بکھیرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔جس کی جڑیں بڑی مضبوطی اور گہرائی کے ساتھ قائم کر دی گئی ہیں ۔ہندوستان کی تقسیم اب قطعی اور ناقابل تنسیخ حقیقت ہے۔[24/اگست 1947ء]

⑱ قائداعظم نے فرمایا: ہمارا مطمح نظر یہ ہے کہ نہ صرف احتیاج اور خوف کوشکست دی جائے، بلکہ وہ حریت،اخوت اور مساوات بھی حاصل کریں جو اسلام نے ہم پر فرض کی ہے۔[25/اگست 1947ء]

⑲ قائداعظم نے فرمایا: میرے پیغام کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر مسلمان کو دیانت داری، خلوص اور بےغرضی سے پاکستان کی خدمت کرنی چاہیے۔[27/اگست 1947ء]

⑳ قائداعظم نے فرمایا: اس میں شک نہیں کہ ہم نے پاکستان حاصل کرلیا ہے،لیکن یہ تو محض آغاز ہے۔بڑی بڑی ذمہ داریاں ہمارے کندھوں پر آن پڑی ہیں،جن سے عہدہ برآ ہونے کے لیے اتنا ہی بڑا عزم اور اتنی ہی بڑی جدوجہد درکار ہے۔اپنی قوم کی تشکیل وتعمیر کے لیے اتنی ہی کوششوں اور قربانیوں کی ضرورت ہے، جو پاکستان کی محبوب منزل مقصود حاصل کرنے کے لیے کی گئیں۔حقیقی ٹھوس کام کا وقت آپہنچا ہے اور مجھے اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ مسلمانوں کی فطری ذہانت وفطانت اس بارِعظیم سے عہدہ برآ ہونے کے لے پوری پوری کوشش کرے گی اور اس بظاہر پیچیدہ اور دشوار گزار رستے کی تمام مشکلات کو آسانی سے طے کر لے گی۔[8اگست 1947ء]

㉑ قائداعظم رحمۃ اللہ نے 24اپریل 1943ءکو آل انڈیا مسلم لیگ کے دہلی اجلاس میں استحصالی طبقات کو یوں للکارا تھا: یہاں میں جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کو خبردار کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ایک ایسے ظالمانہ اور شر پسند نظام کی پیداوار ہیں جس کی بنیادیں ہمارے خون سے سینچی گئیں ہیں۔عوام کا استحصال ان کی رگوں میں خون بن کر گردش کر رہا ہے۔ اسی لیے ان کے سامنے عقل وانصاف کی کوئی دلیل کام نہیں کرتی۔ہمارے ہاں لاکھوں کی تعداد میں ایسے لوگ موجود ہیں جنھیں انتہائی مشقت کے باوجود صرف ایک وقت کی روٹی میسر ہے ۔کیا یہ ہے ہماری شاندار تہذیب؟ کیا پاکستان کا مطلب یہ ہے؟ کیا آپ تصور کرسکتے ہیں کہ لاکھوں مسلمان معاشی ظلم کا شکار ہوکرایک وقت کی روٹی کو بھی ترستے رہیں گے۔اگر آپ کا مطلب یہ ہےتو میں ایسے پاکستان سے بعض آیا۔

㉒ قائداعظم نے یکم جولائی 1948ءکو سٹیٹ بنک آف پاکستان کی تقریب سے فرمایا۔اسلامی زندگی کے معاشرتی اور اقتصادی تصورات سے ہم آہنگ بینکنگ کی تشکیل کے لیے آپ نے جس تحقیقی ادارے کے قیام کی نوید سنائی ہے میں اس کی کارگزاری کی جانب بڑی امید کے ساتھ نگران رہوں گا۔مغرب کے اقتصادی نظریہ وعمل کی تقلید ہمارے لیے قطعاً مددگار ثابت نہ ہوگی۔ہمیں اپنے انداز میں اور اپنی روایات کے مطابق کام کرتے ہوئے ایک ایسا نیا اقتصادی نظام تشکیل دینا ہوگا جو انسانی مساوات اور معاشرتی عدل کے اسلامی اصولوں سے ہم آہنگ بھی ہواور عہد حاضر کے تقاضوں کو بھی پورا کرسکے۔

㉓ قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ نے 28 مارچ 1948ءکو ڈھاکہ ریڈیو پر فرمایا: ہمیں وحدت ملی کا نظریہ ہر دم پیش نظر رکھنا چاہیے۔ہم پہلے مسلمان ہیں، پاکستانی ہیں اور پھر اس کے بعد کچھ اور یعنی سندھی، بنگالی، پنجابی یا کوئی اور ہیں۔اگر ہم نے یہ

ترتیب بدل دی اور سندھی، بنگالی اور پنجابی کی طرح سوچنا شروع کیا، بجائے اس کے کہ مسلمان اور پاکستانی کی طرح سوچیں تو پاکستان کا اتحاد پارہ پارہ ہوکر رہ جائے گا۔ ہندو جو ظہورِ پاکستان کی راہ نہیں روک سکا تھا، اب یہی علاقائی عصبیتیں ابھار کر ہمیں اندر سے نقصان پہنچانے کے درپے ہے اور ان کا پہلا حملہ شاید مشرقی بنگال کے حقوق کی آواز میں پوشیدہ ہو۔

㉔ قائداعظم ؒ نے فرمایا: میں ان لوگوں کا مقصد نہیں سمجھ سکا جو جانتے بوجھتے شرارتی ذہن کے ساتھ یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ پاکستان کا آئین شریعت کے مطابق مدون نہیں کیا جائے گا۔اسلامی اصول آج بھی ہماری زندگی کے لیے اسی طرح قابل عمل ہیں جس طرح تیرہ سوسال پہلے قابل عمل تھے۔ [کراچی بار ایسوسی ایشن، 25جنوری 1948ء]

㉕ اگست 1947ء میں قائداعظم محمد علی جناح کی طرف سے بنائے گئے محکمہ ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک ری کنسٹرکشن جو کہ مولانا اسعد کی قیادت میں تھا، اس کو چار اہداف دیے تھے:

1- پاکستان کے لیے اسلامی دستور بنائے۔
2- پاکستان کا اسلامک اکنامک سسٹم بنائے۔
3- پاکستان کا اسلامی ایجوکیشن سسٹم بنائے۔
4- پاکستان بننے کے بعد پاکستان کا اسلامی فوجی سسٹم بنائے۔

㉖ قائداعظم محمد علی جناح ؒ کو کہا گیا کہ اگر آپ تھوڑا اور صبر کر لیتے تو آپ کو بڑا ملک مل سکتا تھا، تب آپ نے فرمایا تھا کہ میرے نزدیک جغرافیہ کی نہیں بلکہ نظریہ کی اہمیت ہے۔

قائداعظم اور قرآن

㉗ ا۔ قائداعظم نے 4 مارچ 1946ء کو شیلانگ میں خواتین کے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ہمارے معاشرے میں بہت سی غیر اسلامی رسوم در آئی ہیں یا تو ہندوؤں کے ساتھ واسطہ کی وجہ سے یا کچھ لوگوں کے طبقہ کی وجہ سے جنھوں نے خودغرضانہ مفادات کی خاطر مسلم معاشرے پر انھیں مسلط کر دیا۔ آیئے! ہم واپس چلیں اور اپنی کتاب مقدس قرآن کریم اور حدیث اور اسلام کی عظیم روایات سے رجوع کریں، جن میں ہماری رہنمائی کے لیے ہر چیز موجود ہے۔ ہم ان کی درست طور پر تاویل وتعبیر کریں اور اپنی عظیم کتاب مقدس قرآن کریم کا اتباع کریں۔
[قائداعظم تقاریر و بیانات، جلد سوم، صفحہ: 69]

۲۔ جمعیت علمائے اسلام کے بانی و رہنما مولانا غلام مرشد صاحب قائداعظم سے اپنے اجلاس کلکتہ کے ضمن میں ملاقات کے بعد کہتے ہیں اسی ملاقات کے دوران اسلامی نظام حیات کا ذکر آیا تو قائداعظم نے قرآن حکیم کا انگریزی ترجمہ شدہ نسخہ نکال کر فرمایا: اس کتاب میں فوجی، انتظامی، معاشی اور اخلاقی غرض ہر شعبہ زندگی کے متعلق قوانین موجود ہیں۔ یہ ایک ایسا آئین ہے جو مکمل جامع ہے اور اسے دوام حاصل ہے۔ اس کی ابدیت کی میں ایک مثال دیتا ہوں کہ اس میں کئی مقامات پر ارشاد خداوندی ہے کہ ہر جرم کی سزا اس کی نوعیت کے مطابق ہونی چاہیے۔ یہ کس قدر عالمی اور ابدی اصول ہے۔

مولانا غلام مرشد صاحب کہتے ہیں کہ قائداعظم کی اسلامی ذہنیت اور اسلام کے ساتھ ان کے عشق کا میں پہلے بھی معترف تھا۔ میں ان کی قرآن فہمی پر حیرت زدہ رہ گیا اور ان کی دینی بصیرت مجھ پر واضح ہوگئی۔ [آتش فشاں، قائداعظم صفحہ: 267، مرتب منیر

احمد منیر]

۳۔ قائداعظم نے 24 ستمبر 1943ء کو غیر ملکی اخبار نویسوں سے ملاقات میں فرمایا: وہ کون سا رشتہ ہے جس میں منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسد واحد کی طرح ہیں۔ وہ کون سی چٹان ہے جس پر ان کی ملت کی عمارت استوار ہے۔ وہ کون سا لنگر ہے جس سے اس امت کی کشتی محفوظ کر دی گئی؟ وہ رشتہ، وہ چٹان، وہ لنگر، خدا کی کتاب قرآن کریم ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے، ہم میں زیادہ سے زیادہ اتحاد پیدا ہوتا جائے گا۔ ایک خدا، ایک رسول، ایک امت، ایک قوم۔

۴۔ قائداعظم نے فرمایا: مجھ سے اکثر پوچھا جاتا ہے کہ پاکستان کا طرز حکومت کیا ہوگا؟ پاکستان کے طرز حکومت کا تعین کرنے والا میں کون ہوتا ہوں۔ مسلمانوں کا طرز حکومت آج سے تیرہ سو سال قبل قرآن کریم نے وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا تھا، الحمدللہ قرآن مجید ہماری رہنمائی کے لیے موجود ہے اور قیامت تک موجود رہے گا۔ [آل انڈیا مسلم فیڈریشن کے اجلاس میں گفتگو، 15 نومبر 1942ء]

پاکستان امت مسلمہ کا محافظ ان شاءاللہ

㉘ قائد اعظم محمد علی جناح 18 دسمبر 1946ء میں وزیر اعظم برطانیہ مسٹر ایٹلی سے دستوری معاملات کے ضمن میں ملاقات کر کے واپسی پر چند روز مصر ٹھہرے، ان کے ساتھ لیاقت علی خان شہید، پنڈت جواہر لعل نہرو، سردار بلدیو سنگھ بھی برطانیہ گئے تھے۔ مصر میں ملاقات کے دوران وزیراعظم مصر کی ضیافت میں مصری اہلِ دانش، اہلِ سیاست، اہلِ صحافت کے اعتراضات و سوالات کے جواب میں جو کہا وہ کئی اخبارات و کتب میں چھپا۔ قائداعظم نے فرمایا: اگر ہندوستان میں ہندو شہنشاہیت

قائم ہوگئی تو اگرچہ وہ سابقہ دور کی برطانوی ملوکیت سے بڑی تونہیں ہوگی، مگر مستقبل میں قائم ہونے والا ہندوستانی سامراج اتنی ہی بڑی لعنت ضرور ثابت ہوگا۔ مشرق وسطیٰ ایک مصیبت سے جان چھڑا کر دوسری مصیبت میں مبتلا ہوجائے گا۔ ہمارے لیے پاکستان زندگی اور موت کا مسئلہ ہے، اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ اپنے گھروں میں آزاد رہیں تو آپ کو ہمارے ساتھ اشتراک عمل کرنا چاہیے۔ عرب اور دیگر مسلمان حکومتیں اس وقت تک حقیقی معنوں میں آزاد نہ ہوں گی جب تک پاکستان قائم نہ ہوگا۔ اس لیے کہ ہندوستان پر اقتدار قائم کرنے والے کا اقتدار مشرق وسطیٰ پر قائم ہوجائے گا۔ اگر ہندوستان میں ہندو شہنشاہیت قائم ہوگئی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہندوستان سے اسلام ناپید ہوگیا۔ میں کہتا ہوں کہ فقط ہندوستان میں ہی اسلام کا وجود نابودنہیں ہوجائے گا، بلکہ دوسرے اسلامی ممالک کا بھی یہی حشر ہوگا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم مذہبی اور روحانی اعتبار سے مصریوں کے ساتھ منسلک ہیں، یہ یاد رہے کہ اگر ہم تیریں گے تو سب تیریں گے، اگر ہم ڈوب گئے تو سب ڈوب جائیں گے۔ یاد رکھنا! اگر ہندوستان ایک متحدہ فیڈریشن کی صورت میں ہندو حکومت قائم کرلیتا ہے تو برطانیہ کے بعد ہانگ کانگ سے لے کر نہر سویز تک اس کی دھونس چلے گی۔ نہر سویز اگر آج انگریز کے اشارہ ابرو پر کھلتی اور بند ہوتی ہے تو کل ہندو کے اشارے پر بند ہوگی اور کھلے گی۔ اگر ہم ایک آزاد مسلم سٹیٹ بنانے میں کامیاب ہوگئے تو کوئی ہندو حکومت مشرق وسطیٰ کے مسلمانوں کو دھونس نہیں دے سکے گی۔ [قائداعظم کا پیغام، صفحہ:173، سید قاسم محمود]

قائداعظم ؒ کا فرمان آج بھی سچ ثابت ہو رہا ہے، ہندوستان مسلم ممالک خصوصاً عرب ممالک اور ایران میں اپنے مفادات کے لیے اسرائیل، امریکہ اور دوسرے

ممالک کے لیے مختلف انداز سے مختلف کمپنیاں بنا کر کاروبار کی آڑ میں ان سب کی اصل پہچان چھپا کر (کور میں رکھ کر) اپنی فورس، انٹیلی جنس اداروں اور تربیت یافتہ لوگوں کو رکھ کر خصوصاً اپنی تربیت یافتہ خواتین سے جاسوسی کرواتا ہے۔ (ہندوستانی کوکھ کرائے پر ہر کسی کے لیے دستیاب رہتی ہے)۔

قائداعظم کے سامنے غرناطہ کی بربادی کے بعد کے حالات تھے۔ (مسلم لیگ کے جلسوں میں سپین کا ذکر ہوتا رہتا تھا، تاکہ ہند کے مسلمانوں کو غفلت سے نکالا جائے) 1492ء میں غرناطہ کا سقوط ہوا۔ 1512ء میں یورپ کی مسیحی قوتوں نے شام کے ساحل پر بیت المقدس اور حرمین شریفین کی طرف بری نیتوں سے دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ جب تک صرف غرناطہ قائم تھا ارد گرد کے مسلمان بھی محفوظ تھے۔ غرناطہ کے سقوط کے ساتھ ہی سب مسلمانوں کا جینا حرام کر دیا گیا تھا۔ اس لیے قائداعظم سمجھتے تھے کہ تحریک پاکستان فقط برصغیر کے مسلمانوں کے تحفظ کی ہی ضامن نہیں ہے بلکہ ارد گرد کے ایشیائی اور عرب ممالک کے مسلمانوں کے تحفظ کی بھی ضامن ہے۔ اسی لیے اقبال رحمہ اللہ نے فرمایا تھا۔

یہ نکتہ سرگزشت ملت بیضا سے ہے پیدا
کہ اقوامِ زمین ایشیا کا پاسبان تو ہے

قائداعظم نے مصری ریڈیو قاہرہ پر نشری تقریر کرتے ہوئے کہا: ہم چاہتے ہیں کہ ایک آزاد اور خود مختار قوم کی حیثیت سے اپنی زندگی بسر کریں اور ان تمام اقدار کا تحفظ کریں جن کا اسلام علمبردار ہے۔

[Staneley Wolpert Jinnah of Pakistan.p305]

کسی نے درست لکھا ہے کہ اللہ نہ کرے پاکستان کو کچھ ہوگیا تو ہندوستان کی بڑھتی ہوئی قوت کو روک کر مشرق وسطیٰ، بنگلہ دیش اور ملائشیا تک کو تحفظ دینے والی کوئی قوت

نہیں ہے، لہٰذا اہل پاکستان کو قائداعظم کی بصیرت ایمانی ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے اور اس سارے پس منظر اور پیش منظر کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی ذمہ داری کی وسعت، گہرائی، اور گیرائی کو سمجھنا چاہیے اور پاکستان کو وہی پاکستان بنائیں جو قائداعظم بنانا چاہتے تھے۔

پھیلنے والا پاکستان

29- قائداعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ پاکستان بننے سے پہلے اور بعد میں بھی اس کو اسلام کی تجربہ گاہ قرار دیتے تھے۔مسلم سٹیٹ آف پاکستان۔ انہوں نے مغربی پاکستان میں قومی پرچم خود لہرانے کی بجائے علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب اور مشرقی پاکستان میں علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب سے لہروایا تھا۔وہ مضبوط پاکستان کی تعمیر پر زور دیتے تھے۔ وہ پاکستان جس پر کوئی دشمن چڑھ دوڑنے کی جرأت نہ کرسکے۔ نیز وہ پھیلنے والے پاکستان کے خواہاں تھے۔لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے پاکستان بن جانے کے بعد قائداعظم کی عدم موجودگی میں گورنمنٹ ہاؤس لاہور کی میٹنگ سے اٹھتے ہوئے کہا: آپ کے قائداعظم نے تو کوئی بھی متبادل بندوبست قبول نہیں کیا، انہوں نے کہا کہ بس ایک آزاد مسلم ریاست درکار ہے، خواہ وہ ایک ضلع کے برابر ہو اور خواہ وہ ضلع ریگزار ہی کیوں نہ ہو۔میں اپنی قوم کی اہلیت جانتا ہوں یہ قوم پھیلنا جانتی ہے۔جو پاکستان قائداعظم کے پیش نظر تھا وہ یہ تھا:

① مسلم پاکستان۔
② مضبوط و مستحکم پاکستان۔
③ پھیلنے والا پاکستان۔

پھیلنے والے سے مراد روحاً بھی جسماً بھی۔ ماؤنٹ بیٹن سے میٹنگ پاکستان اور بھارت کے درمیان مال، خزانہ، جائیداد، اشیاء، اسلحہ اور افواج کے بارے تھی۔ قائداعظم

نے فرمایا تھا: پاکستان کا حصول، وحدتِ عالمِ اسلام کی طرف پہلا قدم ہے۔

قائداعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ و جہاد فی سبیل اللہ

30- ① فروری 1947ء کو برطانوی حکومت کے اعلان کے بعد قائداعظم محمد علی جناح نے سکندر مرزا کو فون کر کے ملاقات کے لیے بلایا۔سکندر مرزا وزارت دفاع میں جوائنٹ سیکرٹری تھے۔قائداعظم نے سکندر مرزا سے پوچھا: آپ اب بھی مجھے مسلمانوں کا لیڈر تسلیم کرتے ہیں؟ سکندر مرزا نے اثبات میں جواب دیا۔ قائداعظم نے کہا: مجھے ڈر ہے کہ مجھے پاکستان نہیں ملے گا، اگر کچھ سنجیدہ مسئلہ پیدا نہ کیا گیا اور اس کے لیے صوبہ سرحد اور ملحقہ قبائلی علاقے بہترین ہیں۔ اس سے قبل کہ برطانیہ ملک کو کانگریس کے حوالے کردے ۔مسلمانوں کو اپنے غم وغصہ کا اظہار کرنا چاہیے، اگر پاکستان مذاکرات سے نہیں ملتا تو ہمیں لڑنا ہوگا۔سکندر مرزا کہتے ہیں کہ میری سٹی گم ہوگئی۔ برطانوی حکومت سے میرا تعلق کافی پرانا تھا،ان کے ساتھ میرے بہت ہی عمدہ مراسم تھے، ہندوؤں سے بھی میرے تعلقات بہت اچھے تھے اور میرے بہت سے اچھے دوست ہندو تھے۔مختلف پولیٹیکل ایجنسیوں میں طویل عرصے تک خدمات انجام دینے کے باعث مجھے اچھی طرح سے علم تھا کہ برطانوی حکومت نے قبائلیوں کو قابو میں رکھنے کے لیے کیسا عمدہ اور مستعد نظام قائم کر رکھا ہے۔قبائلی علاقے میں ان کی جاسوسی کا زبردست نظام موجود تھا۔ پھر قبائلی علاقے میں اگر بغاوت ہوتو اس کا مطلب خون ریزی کے سوا کچھ نہیں تھا۔ایسی بغاوت قبائلی علاقے کی سرحد کے ساتھ انگریزی عمل داری کے دیہات پر حملوں کی صورت میں منتج ہوگی اور یوں لاتعداد بے گناہ افراد مارے جائیں گے۔ یہ سب باتیں میرے ذہن میں بجلی کی طرح کوند گئیں۔ قائداعظم چاہتے تھے کہ نوکری سے استعفیٰ دے دوں اور قبائلی علاقے میں جا کر جہاد شروع کروں۔انھوں نے کہا

کہ ان کی معلومات کے مطابق میں اگر واقعی کوشش کروں تو ایسا کرسکتا ہوں۔میں نے اس مسئلے کے مختلف پہلوؤں پر غور کیا، پھر بھی میں نے قائداعظم کے منصوبے کو قبول کیا اور کہا کہ میری کوئی خواہش نہیں کہ عمل کا وقت آنے پر مجھے کمزور پایا جائے۔ کھلے پیسے کی موجودگی میں وزیرستان، تیرہ اور مہمند میں کچھ گڑبڑ کروا سکتا تھا۔ میں نے رقم کا اندازہ ایک کروڑ روپے بتلایا اور پھر کہا کہ اگر میں دہلی سے اس طرح غائب ہوجاؤں تو اس کے لیے بھی کوئی نہ کوئی جواز ڈھونڈنا پڑے گا، یوں معلوم ہوتا ہے کہ قائداعظم نے دونوں مسئلوں پر پہلے سے غور کر رکھا تھا۔کہا کہ تم دہلی کی نوکری چھوڑ کر ہز ہائی نس خان آف قلات کی نوکری اپنا لو اور رقم ہز ہائی نس نواب آف بھوپال دے گا۔میں نواب بھوپال سے ملنے گیا، اس نے مجھے فوری طور پر خرچ کرنے کے لیے بیس ہزار روپے دیے۔ میں نے فوراً کام شروع کر دیا۔چند ایک پرانے معتمد ساتھی ڈیرہ اسماعیل خان اور پشاور سے بلائے۔قبائلی علاقے سے بھی اپنے دوستوں کو بلایا۔کافی بحث و مباحثہ کے بعد ہم نے ایک منصوبہ بنایا کہ جن لوگوں کو میں بہت قریب سے جانتا تھا ان کے ساتھ مل کر وزیرستان، تیرہ اور مہمند علاقے میں رابطہ کرلوں۔ [عبدالولی خان، حقائق حقائق ہیں، دیر ہاؤس، پشاور روڈ، راولپنڈی، 1988ء، صفحہ: 200،201]

② مارچ 1946ء کو قائداعظم نے تقریر کرتے ہوئے کہا: اجازت دیجیے کہ میں غیر مبہم انداز میں بیان کردوں کہ ہم تہیہ کر چکے ہیں کہ پاکستان حاصل کریں گے۔اگر ممکن ہوا تو مذاکرات کے ذریعے پرامن طریقے سے، لیکن اگر ضروری ہوا تو ہم اپنا خون بہانے کے لیے تیار ہیں اور آگ کے اس دریا سے گزرنے کے لیے بھی جس میں سے گزرنا مطلوب ومقصود ہے۔ ہمارے حصول پاکستان کا مطلب ہے ہماری بقا اور ناکامی کے معنی ہیں ہماری فنا اور اس سب کچھ کی بھی جس کا برصغیر میں اسلام علم بردار ہے۔[قائداعظم تقاریر و بیانات، جلد سوم، اقبال احمد صدیقی، بزم اقبال لاہور، 1998ء]

③ جب برطانوی حکومت نے ہندوستان کو متحد رکھنے کی خاطر ایک اور مشن بھیجنے کا اعلان کیا تو قائداعظم نے متذکرہ بالا بھرے ہوئے ریوالور کی لب لبی پر اپنی انگلی رکھ دی اور اعلان کیا کہ اب میں کسی اور مشن سے مذاکرات نہیں کروں گا۔اب میرے پیش نظر مذکرات کے میز کی بجائے زندگی کا وسیع میدان عمل ہے۔اب سلطنت برطانیہ کو یا تو پرامن طریقے سے پاکستان کا قیام قبول کرنا ہوگا یا پھر آل انڈیا مسلم لیگ کی قیادت میں ڈائریکٹ ایکشن (راست اقدام) کا سامنا کرنا ہوگا۔یہ گویا آئینی جدوجہد کی راہ چھوڑ کر مسلح جدوجہد کا راستہ اپنانے کا اعلان تھا۔[فتنہ انکار پاکستان،صفحہ:161]

④ قائداعظم نے فرمایا: ہم نے بالآخر فیصلہ کرلیا ہے کہ پاکستان ہماری واحد منزل ہے، اس کے لیے ہم لڑنے مرنے کو تیار ہیں، اس کے متعلق کسی طرح کی غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے۔[19 نومبر 1940ء]

⑤ قائداعظم نے 18 جون 1945ء کو فرمایا: پاکستان کے لیے لڑیے، پاکستان کے لیے زندہ رہیے اور ناگزیر ہو تو حصول پاکستان کے لیے مرجایئے، ورنہ پھر مسلمان اور اسلام دونوں تباہ ہوجائیں گے۔[قائداعظم تقاریر و بیانات، جلد سوم صفحہ:438، اقبال احمد صدیقی مترجم]

⑥ قائداعظم نے حیدر آباد دکن کے نظام اور مسلمانوں کے لیے فرمایا تھا کہ اگر حالات انتہائی خراب ہو جائیں تو اپنے بنیادی اصولوں سے انحراف کرنے کی بجائے لڑتے ہوئے جان دینا زیادہ افضل ہے۔سیدنا حسین علیہ السلام کی شہادت کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ حق کے لیے جان دینا کتنی اہمیت کا حامل ہے۔[اے جی نورانی،دی ڈسٹرکشن آف حیدرآباد]

31- علامہ اقبال نے جو خطوط 1935ء اور 1937ء میں قائداعظم محمد علی جناح کو

لکھے ان میں وضاحت کے ساتھ یہ رائے دی کہ مسلمانوں کی ایک آزاد ریاست کی ضرورت ہے اور وہ مشتمل ہوگی شمال مغربی اور مشرقی مسلم اکثریتی علاقوں پر۔ گویا اب علامہ اقبال نے مشرقی پاکستان کو بھی اپنی مجوزہ ریاست میں شامل کرلیا تھا۔

قائداعظم، پاکستان اور مولانا ابوالکلام آزاد

32- ① آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر قائداعظم اور انڈین نیشنل کانگریس کے صدر مولانا ابوالکلام آزاد نے کابینہ مشن کے ساتھ مذاکرات کے نتیجے میں برٹش انڈیا کو تین حصوں میں تقسیم کردیا تھا۔ دو حصے مسلم اکثریت کے تھے اور ایک حصہ ہندو اکثریت کا تھا۔ ان میں سے ہر حصے کو یہ اختیار حاصل تھا کہ اگر مرکز ناانصافی کا راستہ اختیار کرے تو وہ مرکز سے الگ ہوکر آزاد اور خودمختار ریاست بن سکتا ہے۔ ہر دو مسلمان زعماء نے جب اس منصوبے کو منظور کرلیا تو کانگریس نے غضب ناک ہوکر مولانا آزاد کو صدارت سے الگ کردیا اور ان کی جگہ پنڈت جواہر لعل نہرو کو لا بٹھایا۔ پنڈت جواہر لعل نہرو نے اپنی پہلی ہی پریس کانفرنس میں منصوبے کی اصل روح سے انحراف کا عہد کیا۔ اس پر قائداعظم نے فی الفور کابینہ مشن کا منصوبہ ترک کردیا۔ اس وقت بھی قیام پاکستان ہی قائداعظم کی منزل تھا۔ کابینہ مشن تو عارضی پڑاؤ تھا۔ قائداعظم کی حکمت عملی نے کابینہ مشن کی ناکامی کی ساری ذمہ داری کانگریس پر ڈال دی اور اس عارضی پڑاؤ کو خیر باد کہہ کر پاکستان کی شاہراہ پر گامزن ہوگئے۔ [فتنہ انکار پاکستان، صفحہ:160]

② بزرگ مسلم لیگی راہنما سید بدرالدین کلکتے والوں نے 3 جون 1947ء کے اعلان منصوبہ تقسیم برصغیر کے بعد مولانا ابوالکلام آزاد کی ملاقات قائداعظم سے کروائی۔ مولانا نے سوال کیا کہ جو اور جس طرح کا پاکستان آپ نے قبول کرلیا ہے اس سے ہندوستان کے ساتھ مسلمان بھی تین حصوں میں بٹ جائیں گے۔ قائداعظم نے فرمایا: اس وقت میں

نے ایک قلعہ مسلمانوں کو لے دیا ہے جہاں وہ قوتیں مجتمع کریں اور اپنی اہلیت اور صلاحیتوں سے کام لے کر اپنے شاندار ماضی کا احیا کرلیں۔ مجھے جو کام کرنا تھا وہ میں نے کر دیا۔ جب مولانا نے قائداعظم سے یہ الفاظ سنے تو اٹھ کھڑے ہوئے اور انھیں گلے سے لگالیا۔ مولانا کا رویہ بدل گیا اور انھوں نے پھر مرکزی حکومت کے ہر ملازم کو یہی مشورہ دیا کہ بھارت میں رہنے کی بجائے پاکستان میں جائیں اور پاکستان کو مضبوط بنائیں۔[نوائے وقت شمارہ بابت 16 دسمبر]

③ پاکستان بن جانے کے بعد پنڈت جواہر لعل نہرو وزیر اعظم ہند نے ڈاکٹر برکت علی قریشی صاحب کو بلایا اور ان سے فرمائش کی کہ وہ ہندوستان کے سفیر بن کر کسی اسلامی ملک میں چلے جائیں۔ ڈاکٹر صاحب نے حامی بھر لی۔ لیکن جب اگلے دن مولانا ابوالکلام آزاد سے ملے تو انھوں نے روک دیا اور فرمایا کہ پاکستان نہ بنتا تو یہ الگ بات ہے مگر اب بن گیا ہے تو اسے مضبوط ملک کی طرح باقی رہنا چاہیے۔ لہٰذا اب آپ بھارت کی طرف نہ دیکھیں آپ واپس پاکستان جائیں اور جس قدر خدمت کرسکتے ہیں کریں۔ [نوائے وقت]

④ پاکستان بن جانے کے بعد مولانا کی دلی تمنا تھی کہ پاکستان مضبوط ہو اور روز بروز ترقی کرے۔ مولانا نے کئی مواقع پر کہا کہ پاکستان اگر وجود میں آجانے کے بعد ٹوٹتا ہے تو پورے عالم اسلام کی گردن جھک جائے گی۔

قائداعظم اور جموں کشمیر

33- ① قائداعظم نے 1944ء میں سرینگر میں پچاس ہزار کے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ہم سرزمین کشمیر پر آپ کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ یہ جنگ تمام ملت اسلامیہ کی جنگ ہے۔ یہ جنگ تب تک جاری رہے گی جب تک ہمارا آخری بچہ

زندہ ہے۔

② قائداعظم محمد علی جناح جب شدید بیمار ہوگئے اور ان کے زندہ رہنے کے زیادہ امکانات نہیں تھے۔ مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح نے ریڈیو چلایا تو اس پر جب کشمیر کی جنگ کی خبر نشر ہوئی تو قائد نے ایک آہ بھری اور کشمیر کہہ کر بے ہوش ہوگئے۔[روزنامہ جنگ، 23 ستمبر 2012ء]

③ قائداعظم کی زندگی پر کتاب لکھنے والے ہیکٹر بلیوتھواس نے ''جناح کریکٹر آف پاکستان'' میں لکھا ہے کہ قائداعظم آخری سال کشمیر کی وجہ سے کافی افسردہ رہتے تھے اور آخری دنوں وہ بات بھی نہیں کر پاتے تھے، ہکلاتے تھے، لیکن 5 ستمبر کو ان کی زبان سے جو درست تلفظ کے ساتھ کلمات نکلے وہ کشمیر کے متعلق تھے۔ ''کشمیر کمیشن کہاں ہے۔ ان کی میرے ساتھ میٹنگ تھی، کشمیر کے بارے میں ان کے ساتھ ڈسکس کرنا تھا، وہ کہاں ہیں۔'' یہ آخری الفاظ تھے جو درست ان کی زبان سے نکلے۔ 11 ستمبر 1948ء کو اللہ کے یہ پیارے بندے مسلمانوں کے عظیم لیڈر دنیا سے رخصت ہوکر اپنے اللہ رب العزت کے پاس چلے گئے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللھم لا تحرمنا أجرھم ولا تفتنا بعدھم ولا تضلنا بعدھم. آمین ثم آمین.**

یہ تھا درد قائداعظم رحمہ اللہ کو۔ آخری بات جو انھوں نے اپنی زندگی میں کی وہ بھی کشمیر کے بارے تھی۔ قائداعظم کی تصاویر لگا کر اپنے سرکاری دفتروں میں بیٹھنے والوں کو بھی جموں وکشمیر کے لیے یہی درد اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے۔

④ قائداعظم کے فرمان ''کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے'' کو بار بار سمجھیں، انھوں نے کشمیر کو شہ رگ کیوں کہا۔ کشمیر نہ ہوتا تو پاکستان کا نام مکمل نہ ہوتا۔ پاکستان کا دفاع مکمل نہ ہوتا۔ پاکستان کی معیشت مضبوط نہ ہوتی۔ سب سے بڑھ کر کشمیر کے بغیر پاکستان مکمل نہیں ہے۔ قائداعظم کے اس فرمان کو غور سے باربار پڑھیں۔ اس میں چھپے اسرار

جاننے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ سرینگر کی پتھر مسجد کا کردار تحریک پاکستان میں سامنے لائیں۔ کشمیریوں سے قائداعظم کی اور قائداعظم سے کشمیریوں کی محبت بھی لازوال ہے۔

قائداعظم کی خارجہ پالیسی

قائداعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ کی زندگی مسلمانوں کی خدمت و محبت سے لبریز تھی۔ جب جہاں موقع ملا مسلمانوں کے لیے ہر قیمت دے کر خدمت کی، کام کیا۔ ان کے کیس لڑے، ان کی مدد کی۔ وہ عالم اسلام کا محافظ پاکستان کو سمجھتے تھے۔ پاکستان بنتے ہی مسلمانوں کے لیے عظیم کردار ادا کیا۔ حالانکہ اس وقت خود پاکستان کی حالت اچھی نہیں تھی، مگر قائداعظم اخوت مسلم کے رشتہ کو ترجیح دیتے تھے۔ غیرت مند خارجہ پالیسی کی بنیاد رکھی، خارجہ پالیسی کی سمت متعین کردی۔ جس کی ایک جھلک حاضر خدمت ہے۔ اگر ہمارے آج کے حکمران پاکستان کو قائداعظم والا پاکستان نہیں بنا پا رہے، پاکستان دولخت ہوگیا تو وجہ وہی ہے کہ قائداعظم کی نصیحت کو ہمارے لوگوں نے بھلا دیا ہے۔ ناخلف اولاد نے باپ کی عظیم وراثت کا نقصان کردیا، اس میں باپ یا ان کے مقدس نظریہ کا کیا قصور وہ تو عظیم تھے، عظیم رہیں گے۔ وہ تو سرخرو تھے، سرخرو رہیں گے۔

ذلت تو ان کا مقدر ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے فرامین سے، محبت رسول سے، اسلام کی محبت سے، غیرت، بصیرت، حمیت، مسلمانوں کے لیے درد سے، اپنی تاریخ سے، دو قومی نظریہ سے، حصول پاکستان کی وجوہات اور قربانیوں سے روگردانی کریں گے۔

34- قائداعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ بہترین عالم، بہترین قانون فراہم کرنے والے، بہترین سیاست دان اور بہترین حکمران تھے۔ ہم میں بعض ایسے لوگ ہیں کہ جب ہم اسلام کی بات کرتے ہیں تو وہ اسے بالکل نہیں سراہتے۔ یاد

رکھیں اسلام صرف چند رسوم و روایات اور چند روحانی افکار کا نام نہیں۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو مسلمان کی زندگی کے ہر پہلو معاشرت، معیشت اور سیاست کے متعلق رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ یہ انسان کے لیے شرافت، دیانت، امانت اور انصاف کے اعلیٰ ترین اصولوں کا حامل ہے۔ [کراچی بار ایسوسی ایشن، 25 جنوری 1948ء]

35- قائد اعظم محمد علی جناح ؒ نے فرمایا: پاکستان کا قیام جس کے لیے ہم گزشتہ دس سال سے کوشش کر رہے تھے، اب خدا کے فضل سے ایک حقیقت کا روپ دھار چکا ہے، لیکن ہمارے لیے ایک آزاد مملکت کا قیام آخری مقصود نہیں تھا، بلکہ ایک عظیم مقصد کے حصول کا ذریعہ تھا۔ ہمارا مقصد یہ تھا کہ ہمیں ایک اپنی مملکت مل جائے جس میں ہم آزاد انسانوں کی طرح رہ سکیں اور سانس لے سکیں۔ جہاں ہم اپنی روشنی اور ثقافت کے مطابق نشو و نما پا سکیں اور اسلام کے عدل عمرانی (معاشرتی انصاف) کے اصول آزادانہ طور پر روبہ عمل لا سکیں۔ [خالق دینا ہال کراچی، 11 اکتوبر 1947ء]

36- قائد اعظم محمد علی جناح نے پہلے اسرائیلی وزیر اعظم اور سینئر صیہونی راہنما ڈیوڈ بن گوریان کے سفارتی تعلقات کے لیے بھیجے گئے ٹیلی گرام کا جواب تک دینا بھی پسند نہ کیا اور فرمایا کہ ''اسرائیل امت کے سینے میں پیوست خنجر ہے اور اس ناجائز ریاست کو پاکستان کبھی تسلیم نہیں کرے گا''۔ پاکستان واحد ملک تھا جس نے اردن کی طرف سے اسرائیل سے دو علاقے فتح کیے تھے جوڈیا اور سماریا کو تسلیم کیا۔ 1950ء میں پاکستان نے چیکوسلواکیہ سے دو لاکھ پچاس ہزار رائفلیں خرید کر عرب ریاستوں کو فراہم کیں اور اٹلی سے تین جنگی جہاز خرید کر مصر کو دیے، تاکہ عرب ممالک اسرائیل کے خلاف اپنا دفاع کر سکیں۔ لیاقت علی خان کے پہلے امریکی دورہ کے موقع پر امریکی تاجروں نے اسرائیل کے ساتھ تعلقات کے معاشی وتجارتی فوائد سے آگاہ کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ ''ہم برائے فروخت نہیں ہیں۔'' 1950ء میں پاکستان سے افغانستان میں مقیم چند

سو یہودیوں کو براستہ پاکستان انڈیا جانے کی درخواست کی گئی، جو پاکستان نے مسترد کر دی، جس کے بعد یہ یہودی ایران کے راستے انڈیا گئے۔ 1967ء اور 1973ء کی عرب اسرائیل جنگوں میں پاکستان نے اسرائیل کو شدید زک پہنچائی۔ پاکستان نے کم ازکم اسرائیل کے دس جہاز مار گرائے، جبکہ وہ ایک بھی پاکستانی جہاز نہ گرا سکے۔ (الحمدللہ) پاکستانی پائلٹ سیف الاعظم نے اکیلے چار جہاز مار گرائے۔ پاکستانی ائیر فورس کے پائلٹ ائیر کموڈور عبدالستار علوی (ستارہ شجاعت اور ستارہ امتیاز ملٹری) اور ونگ کمانڈر سیف الاعظم (ستارہ شجاعت) دو ایسے ہیروز ہیں جو اسرائیل کے خلاف بہت دلیری و بہادری سے لڑے اور 1976ء تک پاکستانی پائلٹ شام میں رہ کر تربیت دیتے رہے۔ انھی جنگوں میں کنیتہ المجاہدین، مجاہدین کی توپیں نامی توپ خانہ بھی بھیجا گیا جس نے اسرائیل کی پیش قدمی روک دی تھی۔ 1960ء کی دہائی میں اسرائیل نے جارج حباش کی مدد سے مجاہدین کی کچھ جماعتوں پر کنٹرول حاصل کر لیا اور ان کو اسرائیل کی بجائے اردن سے لڑانے لگا، تب پاکستان نے بریگیڈیئر ضیاءالحق کو بھیجا جنھوں نے نہ صرف اسرائیلی پراکسی وار کو شکست دی بلکہ اردن کی فوج کی ایسی تربیت کی کہ انھوں نے اسرائیلی فوج کے دانت کھٹے کر دیے۔ 1973-10-6 کو مصر نے اسرائیل پر حملہ کیا تو اس میں 200 پاکستانی شہید ہوئے۔ 1982ء میں اسرائیل لبنان جنگ میں پاکستان سے رضا کار جا کر اسرائیل کے خلاف لڑے اور جب بیروت کا محاصرہ ہوا تو پچاس پاکستانی مجاہدین بھی پکڑے گئے۔ 1980ء کی دہائی میں عراق کے نیوکلیئر پروگرام کو تباہ کرنے کے بعد اسرائیل نے انڈیا کے ساتھ مل کر پاکستان کے نیوکلیئر پروگرام پر حملہ کرنے کا پلان بنایا تو جنرل ضیاءالحق شہید نے بڑی جرأت کے ساتھ ناکام بنایا اور جواب میں اسرائیل کے نجیف ڈیزرٹ میں موجود ایٹمی پروگرام پر حملہ کرنے کی دھمکی بھی دی۔ امریکی کونسلز فار انٹرنیشنل ریلیشنز کے زیر اہتمام چھپنے والی کتاب ''مشرق وسطیٰ سیاست اور عسکری

وسعت'' میں لکھا ہے کہ ''پاکستان کی مسلح افواج نظریہ پاکستان، اس کے اتحاد و سالمیت اور استحکام کی ضامن بنی ہوئی ہے، جبکہ ملک کی سول ایڈمنسٹریشن بالکل مغرب زدہ ہے اور نظریہ پاکستان پر بالکل بھی یقین نہیں رکھتی۔'' اس لیے عوام پاکستان کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ اپنی پاک افواج کو مضبوط کریں، اس کا حصہ بنیں، اس کا ساتھ دیں کیونکہ یہ اسلام کی فوج ہے۔جس کا ماٹو ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ چند شخصی انفرادی غلطیوں کا الزام پوری پاک فوج پر نہیں لگایا جاسکتا۔ مسجد کا امام غلطی کرے تو مسجد اور نمازی تو غلط نہیں ہوں گے۔ ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ جسے ہم امام کی غلطی کہہ رہے ہیں کیا واقعی غلطی ہے، اگر ہے تو کیوں ہے؟

37- 1948ء میں جب انڈونیشیا نے آزادی کا اعلان کیا تو قائداعظم نے انڈونیشیا میں تعینات برصغیر کے مسلمان سپاہیوں کو برٹش آرمی چھوڑ کر انڈونیشین حریت پسندوں کے شانہ بشانہ لڑنے کا کہا، جس پہ انڈونیشیا میں تعینات 600 تا 800 مسلمان سپاہی ہالینڈ کے خلاف لڑے اور 500 کے قریب شہید ہوئے۔ یہ انڈونیشین تحریک آزادی کے لیے بہت بڑی کمک تھی۔ 1947ء کے اگست کے اواخر میں ہالینڈ کے طیارے اسلحہ لے کر انڈونیشیا جاتے ہوئے کراچی ایئر پورٹ پر اترے تو قائداعظم محمد علی جناح نے ڈچ طیاروں کو حراست میں لینے کا حکم دیا، کیونکہ یہ برطانیہ کے کہنے پر بطور کمک جکارتہ انڈونیشیا کی تحریک آزادی کو کچلنے کے لیے بھجوائے جا رہے تھے۔ اس سے انڈونیشیا میں حریت پسندوں کو اپنی جدوجہد جاری رکھنے میں کافی معاونت ملی۔ 1948ء میں ہالینڈ تحریک آزادی انڈونیشیا کو کچلنے کے لیے آخری کوششیں کر رہا تھا، اس میں پاکستان کی طرف سے انفنٹری کے جوان گوریلا جنگ میں حریت پسندوں کی امداد کے لیے بھجوائے گئے، بالآخر دسمبر 1948ء میں انڈونیشیا کو مکمل آزادی نصیب ہوئی۔ قائداعظم کو ان کی ان خدمات کی وجہ سے انڈونیشیا کے سب سے بڑے اعلیٰ سرکاری اعزاز ادی پورہ

(ADIPUAR) سے نوازا گیا۔

نوٹ: قائداعظم یا پاکستان نے مسلمانوں کی، انسانیت کی مدد کر کے کوئی جرم نہیں کیا، بلکہ اپنا فرض ادا کیا۔ دوسرے ممالک بھی اپنے اپنے مفادات کے لیے کرتے ہیں۔ ہندوستان نے ریاست حیدرآباد، ریاست جموں وکشمیر، ریاست جونا گڑھ اور دیگر جگہوں پر قبضے ہی کر لیے، دیگر ممالک میں اپنے مفادات کے لیے کام کرتے ہیں۔ اہل یورپ نے افغانستان، عراق، شام، لیبیا، مشرقی تیمور اور سوڈان وغیرہ میں اپنے مفادات کے لیے کام کیا اور اب یوکرین میں کر رہے ہیں۔ الغرض ہر کوئی اپنے مفاد اور اپنے مذہب کے لیے کام کرتا ہے۔

ممالک اسلامی کی اقتصادی کانفرنس نومبر 1949ء کو حکومت پاکستان نے اپنے قائم ہونے کے دو سال بعد ہی نامساعد حالات کے باوجود اپنی بنیاد کے اہداف کی طرف بڑھتے ہوئے کراچی میں منعقد کی۔ اس میں ترکی، مصر، سعودی عرب، ایران، عراق، افغانستان، مسقط، عمان، الجزائر، تیونس، لیبیا، انڈونیشیا، مالدیپ اور آزاد کشمیر کے نمائندے شریک ہوئے۔ اس موقع پر ایک نمائش بھی ہوئی جس میں افغانستان، ایران، مصر اور عراق وغیرہ اسلامی ممالک کی اعلیٰ مصنوعات دکھائی گئیں۔ اس طرح بین الاقوامی اسلامی اتحاد کا بنیادی پتھر رکھا گیا۔

موتمر اسلامی: پاکستان نے موتمر اسلامی کے لیے تمام اسلامی ممالک کو دعوت نامے بھیجے اور پھر فروری 1951ء کو کراچی میں موتمر کے اجلاس منعقد ہوئے۔ اس موتمر میں دنیائے اسلام کے ممتاز اصحاب اور مندوبین شامل ہوئے اور اسلامی برادری کے رشتے مضبوط و مستحکم ہو گئے۔

دنیا سے سفارتی تعلقات: پاکستان کے سفارت خانے تمام بڑے ممالک میں کھل گئے۔ دوستی کا ہاتھ ہر ملک کی طرف بڑھا۔ لڑائی کی خواہش کسی سے نہیں۔ پاکستان ''زندہ

رہو اور زندہ رہنے دو' کے اصول پر کھڑا ہے۔کسی کا کوئی حق چھیننا نہیں چاہتا۔اسی طرح اپنے ہر حق کی حفاظت میں جان لڑا دینے پر آمادہ ہے۔عالمگیر صلح اور عالمگیر امن اس کا نصب العین ہےاور دنیا کے نظام امن کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بنا دینے کا خواہاں ہے۔[مختصر تاریخ پاک و ہند]

8-4-1950 کو دہلی میں وزیر اعظم لیاقت علی خان اور ہندوستانی وزیر اعظم جواہر لعل نہرو میں اقلیتوں کے تحفظ کا معاہدہ ہوا...... 10-4-1950 کو دونوں ممالک کی اسمبلیوں نے اس معاہدہ کی توثیق کی،مگر افسوس پاکستان ہندوستانی مسلمانوں کے لیے وہ آواز نہیں اٹھاتا، وہ احتجاج نہیں کرتا، دنیا کے سامنے ہندوستانی مظالم پیش نہیں کرتا، ہندوستانی مسلمانوں کی مدد نہیں کرتا جو اسے اس معاہدے کی وجہ سے اپنے ملی، دینی اور اخلاقی فریضہ کی وجہ سے کرنی چاہیے۔

جولائی1978 کو کراچی میں ایشائی اسلامی کانفرنس منعقد ہوئی۔کانفرنس چار پانچ دن جاری رہی۔ایک دن ایشیائی مسلمان اقلیتوں کے احوال وامور کے لیے مختص تھا۔اس دن تمام میڈیا کے نمائندوں سے بڑے ادب سے معذرت کر کے ان کو باہر بھیج دیا۔پھر ہال کے دروازے بند کر کے کارروائی شروع ہوئی۔افغانستان میں روسی فوجیں اتریں تو اس کے پندرہ ہی دن بعد اسلام آباد میں مسلم وزرائے خارجہ کی کانفرنس منعقد ہوئی۔روس جلال آباد میں بیٹھا تھا۔ادھر اسلام آباد میں اس کے خلاف قراردادیں منظور ہو رہیں تھیں۔مذمت ہو رہی تھی۔

افغانستان میں روس کے خلاف اپنے لوگ بھیجنا: افغانستان کے جہاد میں روس کے خلاف پاکستان کے صدر، آرمی چیف، ISI چیف جنرل حمید گل صاحب اور کرنل امام شہید وغیرہ بھی شامل ہوئے...... سوویت یونین کے افغانستان میں شکست کی وجہ سے ٹوٹنے سے کئی مسلم ریاستیں آزاد ہوئیں۔

برما کے مسلمانوں کو ضیاء الحق صاحب کی طرف سے تعاون: جنرل ضیاء الحق شہید کی طرف سے قائداعظم کے ویژن کے مطابق برمااور بنگلہ دیش کے مسلمانوں کی مدد کرنا، بدقسمتی سے عالمی سازش اپنوں کی خودغرضیوں سے بنے بنگلہ دیش مشرقی پاکستان کو پھر مضبوط کررہے تھے۔ وہ مشرقی پاکستان کی ساڑھے آٹھ ڈویژن افواج کو معیاری لڑاکا تیار کروا رہے تھے۔ کافی کام ہوگیا تھا۔ بقول کرنل فاروق صاحب (مجیب کو مارنے والے) ساڑھے آٹھ میں سے ساڑھے چھ ڈویژن آرمی تیار ہوگئی تھی۔ باقی دو ڈویژن بھی تیار ہو جاتی، مگر ضیاء صاحب کو شہید کردیا گیا۔ ضیاء صاحب نے ہتھیاروں کے لیے رقوم کا انتظام بھی عرب ممالک کے ذریعے کیا۔ چین سے بھی بہت کچھ لے کر دیا۔ ضیاء الحق صاحب کی شہادت کا جو بنگلہ دیش کو نقصان ہوا اس کا آپ اندازہ نہیں کرسکتے، وہ شخص اسلام آباد میں بیٹھا ہوا یہاں والوں کا غم کھاتا رہتا تھا اور ظاہر ہے کہ یہاں والوں کی قوت وہاں والوں کے مفاد میں تھی۔ ضیاء الحق صاحب کی شہادت کا سبب صرف افغانستان ہی نہیں بلکہ بنگلہ دیش بھی ہے۔ ضیاء الحق صاحب کی شہادت میں بھارت شریک تھا۔ [کرنل فاروق صاحب، ڈھاکہ] LTTE کے خلاف سری لنکا حکومت کے ساتھ تعاون کرنا...... کچھ خلیجی ممالک جرمنی اور دوسرے ممالک کی مالی و دیگر مدد کرنا...... بوسنیا کے مسلمانوں کی مدد کے لیے اسلحہ اور اپنے لوگ بھیجنا۔ ستمبر 2011ء میں بوسنیا کے مسلمانوں کی مدد کرنے کی وجہ سے سابقہ ISI چیف جنرل ناصر جاوید صاحب کو UNO کے ٹریبونل نے مسلمانوں کی مدد کے الزام میں پاکستان سے مانگا تھا...... ISI کے عہدے داروں کے خلاف امریکہ اور دوسرے ممالک میں کیس ہوئے...... مراکش، لیبیا اور عراق کے مسلمانوں کی مدد کرنا...... دیوار برلن کا ایک ٹکڑا شکریہ کے ساتھ یہ لکھ کر کہ پہلی ضرب آپ نے لگائی تھی، اس کو توڑنے کے لیے جنرل حمید گل صاحب کے گھر بھیجا گیا۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان مرحوم کی عالم اسلام کے لیے خدمات جنھیں سی آئی اے نے خطرناک ترین قرار دیا تھا، ڈاکٹر بشیرالدین صاحب کا روشن کردار...... بہت سے

عرب ممالک کی سیکورٹی کے لیے اپنے لوگ بھیجنا، جنرل راحیل شریف وغیرہ...... امریکہ کے چین کے ساتھ تعلقات قائم کروانا...... UNO کے مشنوں میں پاک افواج کی انسانیت کےامن کے لیےخدمات میں انمول قربانیاں پیش کرنا۔

اللہ تعالیٰ سے دلی دعا ہے کہ وہ وطن عزیز پاکستان کی ہر ہر طرف سے نصرت و حفاظت و دستگیری فرمائے۔ ہر شر و فتنہ، سازش اپنوں، بیگانوں کی یلغاروں، خودغرضیوں سے بچا کر جلد مکمل و مستحکم وسربلند کرے۔ اسے ہر طرح کی غلامی ومحتاجی سے محفوظ رکھے۔ امن وعدل وانصاف کا گہوارہ بنائے۔بفضل تعالیٰ جن اعلیٰ پاکیزہ اہداف کے لیے بانیان پاکستان نے یہ مدینہ ثانی حاصل کیا وہ تمام پاکیزہ اہداف، مقدس مشن، ارادے اور اہل جموں وکشمیر کے لیے ان کی خواہشات پوری کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مکمل جموں وکشمیر جلد مضبوط شہ رگ پاکستان بن کر پاکستان کوصحت مند زندگی دے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین!

بنگال

بنگال بہت پہلے سے ہی غیرت مند مسلمانوں کا علاقہ تھا۔ بنگال کے آخری بڑے گورنر علی وردی خان تھے جو 1756ء میں فوت ہوئے، اس وقت بنگال میں بہار اور اڑیسہ شامل تھے۔ گورنر علی وردی خان کے جانشین ان کے بھتیجے اور داماد محمد مرزا سراج الدولہ تھے جو کہ علی وردی خان کے متبنی بھی تھے جو جنگ پلاسی 23 جون 1757ء کی لڑائی میں اپنوں کی غداری کی وجہ سے شہید ہو گئے۔ 1765ء تک انگریزوں کو بنگال بہار اور اڑیسہ کی دیوانی سند مل گئی۔ اس دوران انگریزوں نے کھل کر مختلف انداز سے بنگال کو لوٹا۔اللہ کی قدرت تمام غداران ملت کا انجام بہت برا ہوا، بلکہ تمام سازشیوں کا انجام بھی عبرت ناک ہوا، اس انگریز کے قبضے کے بعد بھی غیرت مند مسلمان کسی نہ کسی انداز سے اپنے وجود اور غیرت کا اظہار کرتے رہے، پھر یہاں سیدین شہیدین کے جانشینوں نے بھی بہت محنت کی تھی۔ جہاد کے لیے ماحول سازگار بنایا تھا۔ یہاں سے رقوم اورا فراد مسلسل تحریک سیدین کو پاکستان بننے تک سرحد پہنچتے رہے۔ بہت سے پاکباز شہید ہوکر، فوت ہوکر وہیں صوبہ سرحد اور قبائل میں دفن ہوئے۔علامہ شریعت اللہ اور دوسرے علماء، لیڈروں کی محنتوں کے اثرات بھی بنگال میں تھے۔انگریز مؤرخ ڈاکٹر ولیم ہنٹر نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ اس جہاد میں انگریز کے ہاتھوں ایک لاکھ مسلمان شہید ہوئے۔ یہ ایک لاکھ مسلمان سب کے سب (جہادی) وہابی تھے۔

1857ء کی جنگ آزادی میں ڈاکٹر تارا چند کے بقول مسلمانوں کے فرقہ اہلحدیث

نے پانچ لاکھ انسانوں کی قربانی دی۔ [چٹان، لاہور، 1857ء از میاں محمد شفیع]

انگریز نے 1857ء میں جب پھانسیاں ختم ہوگئیں تو مجاہدین کو شاہراہ اعظم کے درختوں پر توریوں اور آموں کی طرح لٹکا دیا۔ [چٹان، لاہور، 1857ء از میاں محمد شفیع]

سیدین شہیدین کی تحریک میں زیادہ مجاہدین بنگال اور بہار کے تھے۔ ایک بنگالی امیر ذمہ دار تھے۔ دو مرتبہ حج کر چکے تھے۔ ہر سال ہزاروں روپے مجاہدین کی خدمت کے لیے بھیجتے تھے۔ پھر اچانک گھر بار چھوڑ کر اسمست پہنچ گئے اور ہر وقت یہی دعا زبان پر رہتی تھی کہ ایسی جگہ موت آئے جہاں اجنبی اقتدار کا سایہ تک موجود نہ ہو۔ چنانچہ وہ اسمست میں ہی فوت ہو کر دفن ہو گئے۔

1905ء کو لارڈ کرزن نے بنگال کو انتظامی وجوہات کے بہانے تقسیم کیا تھا۔ مشرقی بنگال کے مسلمانوں سے انھیں کوئی ہمدردی نہ تھی، لیکن ضمناً مسلمانوں کو ہی فائدہ ہوا۔ مسلمانوں کی اکثریت تھی اس لیے انھیں اپنی مرضی کی حکومت چلانے کا موقع میسر آیا۔ تعلیمی میدان میں مسلمانوں نے خاطرخواہ ترقی کی۔ 1911ء تک صوبہ کے پانچوں ڈویژنوں میں اعلیٰ درجے کے کالج قائم ہو چکے تھے۔ 1912ء میں کالجوں میں تقریباً 1700 طلباء زیرِ تعلیم تھے۔ 1916ء میں تعداد 2500 تک پہنچ گئی تھی۔ 1912ء تک مختلف قسم کے سکولوں میں مسلمان اساتذہ کی تعداد 964 سے بڑھ کر 1556 ہو گئی۔ مشرقی بنگال میں نظم و نسق کی ابتری کے سبب دریائی راستوں پر جرائم بے حد بڑھ گئے تھے۔ اب ان جرائم کی روک تھام کی طرف توجہ دی گئی۔ دریائی پولیس کا قیام عمل میں آیا۔ ذرائع آمدورفت کو بہتر بنایا گیا۔ 1911ء میں سڑکوں کی مرمت کے لیے تین لاکھ روپے کی رقم مختص کی گئی غرضیکہ مسلمانوں کو ہر شعبہ زندگی میں ترقی کرنے کے مواقع میسر آئے۔ اس میں ہندوؤں کا نقصان یہ تھا کہ وہ بنگالی مسلمانوں کے بڑے جتھے کو حسب دل خواہ لوٹنے سے محروم ہو رہے تھے۔ مشرقی بنگال کے نئے صوبے میں آسام بھی

شامل تھا جہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی، لہٰذا وہ اپنے معاملات اپنے ہاتھ میں لے کر کسی حد تک اپنی حالت سنوار سکتے تھے۔تجارت کے ضمن میں بھی ڈھاکہ یونیورسٹی کے قیام کی راہ اسی زمانے میں ہموار ہوئی تھی۔ہندوؤں کو یہ ناگوار گزرا،مسلمانوں کا استحصال کرنے والے ہندو برداشت نہ کر سکے۔انھوں نے زبردست مخالفت کی، مظاہرے کیے، دہشت پھیلائی، وائسرائے پر بم برسائے، تقریباً چھ سال تک ہڑتالوں اور مظاہروں کا سلسلہ جاری رکھا۔اسی دوران 1882ء میں بنکم چندر چڑ جی کے بنگالی میں لکھے گئے ناول "آنندمٹھ" کے ایک گیت "بندے ماترم" خوب گایا گیا اور اس کے نعرے لگائے گئے۔ بندے ماترم کا لفظی معنی ہے "لبیک یا امی" اے میری ماں میں حاضر ہوں۔یہ مسلم مخالف شرکیہ گیت ہے۔جسے اب بھی ہندوستان مقبوضہ جموں و کشمیر میں سرکاری طور پر لاگو کر رہا ہے۔ایف کے درانی کی کتاب The Meanings of Pakistan شائع کردہ شیخ محمد اشرف صاحب، اسی کتاب میں بنکم چندر چڑ جی کے ناول "آنندمٹھ" کا ملخص بھی ہے، جو بندے ماترم کے بارے میں ہے۔یہ کتاب پاکستان کے سیاسی، معاشی اور دینی پس منظر سے آگاہی کے لیے بہتر ہے۔انگریز نے ہندوؤں کو خوش کرنے کے لیے اپنا فیصلہ 11دسمبر 1911ء کو منسوخ کر دیا۔ پھر تقسیم ہندوستان کے وقت تقسیم بنگال میں پاکستان کا حق مارا گیا۔ پھر جب سقوط ڈھاکہ ہندوستانی سازشوں سے ہوا تو پھر مشرقی پاکستان سے سامان مشینری وغیرہ لوٹ لوٹ کر مغربی بنگال اور ہندوستان شفٹ کی گئی۔ریل کے ڈبے انجن تک مغربی بنگال پہنچائے، پٹ سن کے کارخانوں کی مشینری تک لے گئے۔

❀❀❀

سرحد

4 مئی 1799ء کو ٹیپو سلطان شہید کی شہادت کے بعد بالاکوٹ میں 6 مئی 1831ء جمعۃ المبارک کو سیدین کی شہادت، آزاد اسلامی حکومت کی راہ میں یہ دوسرا خون شہادت تھا جو مغلوں کے زوال کے بعد مسلمانوں نے پیش کیا۔ یہ بڑا ہی قیمتی اور پاک خون تھا۔

پورے ہندوستان میں صوبہ سرحد اور قبائل ہی ایسے علاقے تھے جہاں مسلمان اسلام پر عمل کر سکتے تھے۔ ان کے ساتھ افغانستان کا مسلم علاقہ بھی لگتا تھا۔ ان علاقوں کی حریت واسلام پسندی اور جغرافیائی اہمیت نے سیدین شہیدین کو صوبہ سرحد کی طرف راغب کیا۔ وہ غازیوں کی ایک جماعت لے کر بے سروسامانی میں صوبہ سرحد آ گئے۔ سیدین شہیدین نے نومبر 1826ء میں جہاد شروع کیا۔ 1830ء میں پشاور سے لے کر مشرق میں دریائے سندھ تک سارا علاقہ ان کے زیر اثر آ گیا تھا اور اس میں شرعی حکومت کی داغ بیل پڑ گئی۔

تحریک سیدین شہیدین اس غرض سے اٹھی تھی کہ پورے ہندوستان کو غیروں کی حکومت سے آزاد کروائیں اور یہاں صحیح اسلامی حکومت قائم کریں۔ انھوں نے سرحد کو اس لیے مرکز جہاد بنایا تھا کہ وہاں بیٹھ کر اسلامی ملکوں کے ساتھ رابطہ پیدا کرنا اور ان کو اسلامی فرض کی بجاآوری کے لیے جانبازی پر آمادہ کرنا سہل تھا۔ سید صاحب کی تحریک کا خاص طور پر قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ وہ سر سے پاؤں تک اسلامی تحریک تھی۔ مال، سلطنت یا فرماں روائی کے لیے نہیں، بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے کلمے کو سربلند کرنے کے لیے

وقف تھی۔ ہندوستان کے بڑے حصے پر انگریز کا قبضہ تھا، مگر سید صاحب کے کارکن ہندوستان کے چپے چپے پر مختلف انداز سے جہاد کی دعوت دیتے رہے۔ بنگال، دکن کے دور افتادہ علاقوں سے ہزاروں روپے کی تھیلیاں چلتی تھیں اور ایک دمڑی کی خیانت کے بغیر غازیوں کو سرحد میں مل جاتی تھیں۔ انگریز نے ہر ظلم، گرفتاری، لالچ، جائیدادوں کی ضبطی اور معافی کے اعلانات بھی کیے کہ کسی بھی طرح سے وہ مجاہدین کا نظام توڑ سکیں، مگر اصل نظام نہ ٹوٹا اور وہ پاک جذبہ نہ دبا جو سید صاحب نے سوا سو سال پہلے مسلمانوں میں پیدا کر دیا تھا۔ پاکستان کے بننے کے بعد تک یہ سب جاری رہا۔ (الحمدللہ)

ڈاکٹر ولیم ہنٹر اپنی کتاب ''ہمارے ہندوستانی مسلمان'' میں یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہے کہ انگریز ربع ارضی پر داد حکمرانی دینے کے باوجود نہ ان مجاہدین کی خفیہ اصطلاحات کو سمجھ سکا اور نہ ہی مجاہدین کے ذیلی مراکز کا اسے علم ہوسکا۔ ڈاکٹر ولیم ہنٹر نے مزید مجاہدین کے طریقہ دعوت و فنڈ کے حصول کے کامیاب طریقوں کا اقرار کیا۔

کیمپبل جانسن لکھتا ہے کہ 28 اپریل 1947ء کو جب لارڈ ماؤنٹ بیٹن پشاور پہنچے تو مسلم لیگ کے اثر ورسوخ اور مطالبہ پاکستان کی شدت سے بہت متاثر ہوئے۔ قلعہ پشاور کے اردگرد جس طرف بھی نگاہ اٹھی مسلمانوں کا ٹھاٹھے مارتا سمندر نظر آتا۔ خاص طور پر پٹھان عورتوں کے ہجوم در ہجوم کی موجودگی لیڈی ماؤنٹ بیٹن کے لیے زیادہ حیرت ناک تھی۔ مسلم لیگ کی سول نافرمانی کا طوفان بے پناہ تھا۔ کیمپبل جانسن گورنر سرحد مسٹر کیرو کے الفاظ میں کہتا ہے کہ سارے صوبے کا کنٹرول مسلم لیگ کے ہاتھ میں ہے۔

یہی صوبہ سرحد کچھ عرصہ پہلے تک کانگریس کے ہمدرد فرنٹیئر گاندھی عبدالغفار خان کے زیر تسلط تھا۔ کانگریس کی طرف سے بے پناہ دولت خرچ کرنے کے باوجود قائداعظم، مولانا شوکت علی اور دوسرے مسلم لیگی قائدین اور مجاہدین کی محنتوں سے تھوڑے عرصے

میں یہ رنگ پیش کر رہا تھا۔ بقول مولانا ابوالکلام آزاد کشمیر کے عوام نے جس طرح گاندھی پر حملہ کیا اسی طرح پنڈت جواہر لعل نہرو پر بھی سرحد وقبائل میں حملے اور کئی جگہ پتھراؤ کیا۔

ان دونوں علاقوں سرحد و بنگال کی اسلامی غیرت وحمیت، غیر ملکی طاقتوں کو تسلیم نہ کرنے والا جذبۂ حریت مشترک تھا۔ شاید اسی لیے 22 اپریل 1946ء کے ٹائم میگزین نے اپنے فرنٹ پیج پر ان دونوں علاقوں پر شیر بٹھا کر لکھا تھا کہ قائداعظم محمد علی جناح کے مسلم شیر ہندو گائے کو کھا جائیں گے۔ قائداعظم اور علامہ اقبال نے جس اعلیٰ مقصد کے لیے مشرقی اور مغربی پاکستان لیا تھا بدقسمتی سے بعد والوں نے اس عظیم پھیلنے والے پلان کو خراب کر کے خود بھی عبرت کا نشان بن گئے۔

❀❀❀

پاکستان کے قبائل

قبائلیوں کی صدیوں سے روایت ہے کہ اپنی آزادی کے تحفظ میں لڑنا، مرنا، کٹنا اور ایک روایت بن کر ہمیشہ زندہ رہنا۔

دی پٹھان میں لکھا ہے کہ اس خطے نے تاریخ میں اتنے زیادہ حملے دیکھے اور برداشت کیے جو ایشیا کے کسی اور ملک بلکہ دنیا کے کسی اور خطے نے نہیں دیکھے۔ یہاں سورج اور ہوا میں ایسی تاثیر ہے جو یہاں کے انسانوں کو اٹھنے اور ابھرنے پر اکساتی ہے۔ دشوار گزار اونچی نیچی چٹانوں کے لامتناہی سلسلہ ہائے کوہ دلوں میں جوش اور ولولہ پیدا کرتے ہیں۔

ان علاقوں میں کوئی بیرونی حملہ آور حکمرانی نہ کرسکا۔ خود پٹھان بادشاہ بھی ان علاقوں پر حکمرانی نہ کرسکے۔ حالانکہ تمام حملہ آور انھی پہاڑی دروں سے آتے تھے جو ان قبائلیوں کا وطن ہے۔ ان گنت حملہ آور آئے جن میں سکندر اعظم، چنگیز خان اور تیمور لنگ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس کے باوجود قبائلی پٹھان قبائل میں ہی منقسم رہے۔ مگر ہر لمحہ اپنے وطن کی آزادی کے لیے انفرادی طور پر لڑنے کے لیے تیار رہے۔

327 قبل مسیح میں سکندر یہاں سے گزرے۔

97 قبل مسیح سقائی وسط ایشیا سے آئے، ان کے ساتھ موجودہ پشتو زبان آئی۔ پشتو کو سقائی، قدیم ایرانی اور آریہ ہندی گروپ کا مرکب سمجھا جاتا ہے۔

سقاؤں کے بعد اوکس پرے سے کشن اور مزدکی آتشت پرست آئے، جنھوں نے بعد میں کنشک کے تحت بدھ مت قبول کرلیا تھا۔ انھوں نے پشاور کو اپنی راج دھانی بنایا۔

گندھارا آرٹ اسی دور میں پھلا پھولا۔ ان کے بعد کئی یلغاریں آئیں۔ کشنوں کے بعد ساسانی آئے۔

پانچویں صدی میں ہن آئے اور اپنے ساتھ خان کا لقب لائے۔

1000ء میں محمود غزنوی آئے اور اپنے ساتھ اسلام لائے۔

1174ء میں غوری گزرے۔

1221ء میں چنگیز خان آئے۔

1380ء میں تیمور لنگ وزیرستان کے دائیں بائیں سے گزرے۔

1450ء میں لودھی خاندان کے دور میں پٹھان ہندوستان میں آئے۔

1520ء میں بابر یہاں آئے۔

1586-87ء میں بابر کے پوتے مغل بادشاہ اکبر آئے۔

1620ء میں شہنشاہ جہانگیر کا دور رہا۔

1627ء میں شہنشاہ شاہ جہاں کے لوگ رہے۔

1672ء میں شہنشاہ اورنگزیب کے لوگ رہے۔

1823ء میں درانی آئے۔ درانیوں کی لڑائیوں سے فائدہ اٹھا کر رنجیت سنگھ نے کچھ علاقوں کو فتح کرلیا۔

1826ء میں سیدین شہیدین ان علاقوں میں آگئے۔ پشاور کو دارالحکومت بنایا۔

1831ء میں سیدین شہیدین بالاکوٹ میں شہید ہوگئے۔

1845-46ء میں سیدین شہیدین کے جانشینوں نے ہزارہ کے علاقہ اسلام گڑھ میں مولانا عنایت علی کی امارت میں اسلامی حکومت قائم کی۔

1837ء میں پشاور کا گورنر ہری سنگھ مارا گیا۔

1849ء سے 1947ء تک انگریز نے ان علاقوں پر حکومت کرنے کی کوشش کی۔

1857ء سے 1881ء کے چوبیس سالہ دور میں انگریز نے قبائلیوں کے خلاف تیئس بار چڑھائی کی۔

1863ء میں جنگ امبیلہ میں مجاہدین نے 6000انگریزی فوج کو چھ ہفتوں تک گھیر کر رکھا۔ انگریزوں کی اس رسوائی کے بعد پورے ہندوستان میں مجاہدین کے ساتھ تعاون کرنے والوں اور مجاہدین کے گھرانوں کو انگریزوں کی طرف سے مختلف انسانیت سوز سزائیں دی گئیں۔

1891ء سے 1895ء تک انگریز نے کرم اور مالاکنڈ میں تین بار چڑھائی کی۔

سابقہ برطانوی وزیر اعظم ونسٹن چرچل نے اپنی عسکری زندگی میں یہاں بھی حصہ لیا۔ مجاہدین و قبائل کی بہادری جدید اسلحہ کا حصول و بہترین استعمال اور اہل برطانیہ کے مشترکہ جتھوں کو پہنچنے والے نقصانات پر بھی اپنی کتاب جنگ مالاکنڈ میں لکھا۔

1897-98ء میں انگریز نے تیرہ، باجوڑ، سوات، بونیر اور مہمند میں اتنا بڑا جنگی آپریشن کیا جس کی پہلے مثال نہیں ملتی۔ اس وقت مجاہدین کے امیر مولانا عبداللہ بن مولانا ولایت علی تھے۔

1915ء میں مجاہدین کے امیر نعمت اللہ کے عہد میں ماہ اگست میں چکدرہ اور رستم میں انگریزوں کے خلاف کئی کارروائیاں کی گئیں۔ رستم میں حاجی صاحب ترنگ زئی کی معاونت بھی مجاہدین کو میسر رہی، شروع میں اکثر مجاہدین ہی اکیلے لڑے۔ ان کی خبریں جماعت مجاہدین کی طرف سے بلیٹن کی صورت شائع ہوتی رہیں۔

25اگست 1915ء کو برطانیہ کی پانچ ہزار فوج نے دو رسالوں اور اکتیس توپوں کے ساتھ اچانک تین طرف سے حملہ کر دیا۔ مجاہدین پہاڑوں پر مورچہ زن ہوگئے۔ نو بجے سے صبح کے چار بج گئے۔ ایک طرف فوج کا کرنل مارا گیا، ساتھ ہی چھ سو مقتول و زخمی

ہوئے، جبکہ مجاہدین دس شہید اور چھ زخمی تھے۔انگریز فوج فرار ہو کر قلعہ رستم جا چھپی تھی۔

1919ء تا 1921ء انگریز نے بڑی جنگی کارروائیاں کیں اور شکست ہی کھائی، ان علاقوں میں مجاہدین کے مضبوط رابطے اور مراکز تھے۔محسود قبائل نے 43 آفیسر ہلاک اور دو ہزار کے قریب فوجی مارے اور زخمی کیے۔

1935،34ء میں مہمند کے علاقوں پر انگریز نے چڑھائی۔فضائیہ بھی استعمال کی۔ چمرکنڈ میں مجاہدین کے امیر مولانا محمد بشیر (عبدالرحیم) شہید ہوئے تھے۔

1937ء تا 1940ء میں پھر وزیرستان میں انگریزوں نے کارروائیاں کیں۔

اس وقت ان علاقوں میں مجاہدین کے امیر مولانا رحمت اللہ تھے۔ 1947ء میں جہاد کشمیر میں اپنے مجاہدین کے ساتھ لڑائی ملتوی ہونے تک برابر محاذ جنگ پر رہے۔ 1947ء میں یہ سب علاقے قبائلی مدینہ ثانی پاکستان میں شامل ہوئے۔ البتہ کچھ شرائط کے بدلے کچھ اختیارات انھیں حاصل رہے۔

سانحہ ریاست حیدرآباد دکن

حیدر آباد دکن کوئی چھوٹی ریاست نہ تھی۔ 1914ء کی مردم شماری کے مطابق یہاں کی آبادی ایک کروڑ ساٹھ لاکھ سے زائد تھی اور اس کا رقبہ 214000 مربع کلومیٹر تھا۔آبادی اور رقبہ کے لحاظ سے برطانیہ اور اٹلی سے بڑی تھی۔حیدرآباد واحد ریاست تھی جس کی اپنی کرنسی تھی۔ ریاست کی آمدن اس وقت نو کروڑ روپے تھی، جو اقوام متحدہ کے بیس سے زائد ممالک سے زیادہ تھی۔مسلمانوں کی آبادی پندرہ فیصد اور ہندوؤں کی آبادی پچاسی فیصد تھی۔ آصف جاہ خاندان کی ساتویں پشت کے میر عثمان علی خان اس وقت حکمران تھے۔ 1911ء تا 1948ء 37 سال تک حکمران رہے۔ 1967ء میں فوت

ہوئے، وہ دنیا کے سب سے امیر شخص سمجھے جاتے تھے۔ 1937ء میں ٹائم میگزین نے اپنے سرورق پر ان کی تصویر چھاپی، اس وقت ان کی دولت اڑھائی سو ارب ڈالر تھی، نظام کی اپنی کرنسی اور ٹکسال مشین تھی۔اپنے بجٹ کا گیارہ فیصد تعلیم پر خرچ کرتے تھے۔علی گڑھ یونیورسٹی، ندوۃ العلماء اور پشاور کے اسلامیہ کالج جیسے اداروں کی تعمیر و ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔اپنی ریاست میں عالی شان تعمیرات کروائیں۔تمام مذاہب کی عبادت گاہوں کی مالی مدد کرتے تھے۔برطانیہ کی جنگ عظیم کے بعد خراب معیشت کو درست کرنے کے لیے ملکہ برطانیہ کو کثیر سرمایہ دیا۔ دہلی کے سقوط کے بعد علماء کی، اہل فن کی، شاعروں اور ادیبوں کی اور اردو زبان کی بڑی خدمت کی۔ بڑے بڑے علماء کو تنخواہیں اور اخراجات دیے جاتے، تاکہ وہ آزادی سے اپنی دعوت وتصنیف کا کام کرسکیں۔ایک وقت علامہ اقبال بھی ان کے ساتھ منسلک ہونے کا سوچ رہے تھے۔اسی طرح عالم اسلام کے لیے بھی کام کرتے۔جامع مسجد دہلی ،بیت المقدس اور فلسطین کے مہاجرین کے لیے بھی خرچ کرتے تھے۔حجاز کی ریلوے لائن کی تعمیر میں بھی ان کا حصہ تھا۔خلافت عثمانیہ کے آخری خلیفہ کو مولانا شوکت علی کی تحریض پر تاحیات وظیفہ دیتے رہے، بلکہ ان کی صاحبزادی سے 1931ء میں اپنے ولی عہد شہزادہ اعظم جاہ کی شادی بھی کروا دی۔ نظام میر عثمان علی خان صدیقی کے پاس دنیا جہاں کی قیمتی اشیاء، ہیرے، جوہرات اور زیورات تھے۔ جیکب ہیرا ڈائمنڈ کوہ نور ہیرے سے بھی بڑا تھا۔چھٹے نظام نے اسے جیکب مرچنٹ سے خریدا تھا۔ یہ دنیا کا ساتواں بڑا ہیرا جو 125 قیراط کا تھا،اس کی قیمت 20 کروڑ امریکی ڈالر تھی۔ اسے نظام پیپر ویٹ کے طور پر استعمال کرتے تھے۔یعقوبی ہیرا یعنی سفید ہیرا جو ایک انڈے کے برابر تھا، یہ دنیا کا پانچواں بڑا ہیرا تھا۔

قائداعظم نے بھی 1947ء میں دو لاکھ روپے کی حیدر آباد میں سرمایہ کاری کی تھی۔ حیدر آباد کے اسکالر سید علی ہاشمی کے بقول انڈیا کے حکمران اس ترقی یافتہ ریاست کو ہر حال میں ہندوستان میں ضم کرنا چاہتے تھے۔ جب حیدر آباد میں انڈیا کے ساتھ انضمام کی تحریک جاری تھی تو نظام نے وہاں ہندوستانی اخباروں پر پابندی لگا دی تھی، لیکن پاکستان سے چھپنے والے اخبار حیدر آباد میں ملتے تھے، جس سے پتا چلتا ہے کہ نظام کا پاکستان کے ساتھ کیا رشتہ تھا۔ قائداعظم فرماتے تھے: اگر انڈیا کے دونوں بازو کاٹ دیں تو زندہ رہ سکتا ہے، لیکن اگر اس کا دل نکال دیں تو زندہ نہیں رہ سکتا۔ وہ حیدر آباد کو انڈیا کا دل کہتے تھے۔ ہندو رہنما سردار ولبھ بھائی پٹیل نے حیدر آباد کو ہندوستان کے دل کا ناسور (کینسر) قرار دیا تھا۔

قائداعظم نے فرمایا: ان کا خیال ہے کہ نظام اور ان کے مشیروں نے انضمام ہندوستان کے خلاف اپنا ذہن بنالیا ہے تو انھیں مضبوطی اور وفاداری کے ساتھ اس پر جمنا چاہیے، خواہ انڈیا کوئی بھی معاشی پابندیاں کیوں نہ عائد کرے۔ عالی جاہ کا اس بات پر زور ہونا چاہیے کہ آپ چاہے جو کرلیں، جس طرح چاہے دھمکالیں اگر اس انضمام کے کاغذات یا یونین میں شامل ہونے پر اس وقت تک رضا مند نہیں ہوسکتا جب تک میرا ضمیر نہیں کہتا۔ آپ کو مجھے مجبور کرنے کا کوئی حق نہیں۔ جبکہ مجھے اپنے فیصلے لینے کا پورا حق حاصل ہے۔

قائداعظم نے فرمایا: اگر حالات انتہائی خراب ہوجائیں تو اپنے بنیادی اصولوں سے انحراف کرنے کی بجائے لڑتے ہوئے جان دینا زیادہ بہتر ہے۔ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ حق کے لیے جان دینا کتنی اہمیت کا حامل ہے۔ [اے جی نورانی، ڈسٹرکشن آف حیدر آباد]

قائداعظم کی وفات 11 ستمبر کے فوری بعد 13 ستمبر کو آپریشن پولو کے نام پر سردار پٹیل نے فوجی یلغار حیدرآباد پر کر دی کہ پاکستان کے خیرخواہ سوگ میں ہوں گے، اس لیے جان بوجھ کر فوری حملہ کیا گیا۔

سید علی ہاشمی کے بقول انڈیا کی طرف سے معاشی پابندیاں اور ریاست کے اہم عہدوں پر فائض افراد کی غداریوں کی وجہ سے بھی جلد سقوط حیدرآباد ہوا۔

ریاست میں کیمونسٹوں کی تحریک جو خود ان کے مفاد کے لیے تھی اور ریاست میں موجود کانگریسیوں نے بھی انڈین حکومت کو گمراہ کن اشارے دیے۔

اوما جوزف کے مطابق ریاست میں مختلف قسم کے فتنے اور انتشار پیدا کر دیے گئے تھے جن کی وجہ سے نظام اپنی فوج مستحکم کرنا چاہتے تھے۔ تقسیم ہند سے ابھرنے والے خلفشار کے دوران یہ افواہ بھی مختلف افواہوں کے ساتھ گردش کرنے لگی کہ نظام حیدرآباد گووا میں پرتگالیوں اور پاکستان کی مدد سے خود کو مسلح کر رہے ہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ ہندوستان اپنی بنیے والی سوچ کے مطابق کبھی بھی اس امیر ترین ترقی یافتہ ریاست کو اپنے سے الگ نہیں رہنے دینا چاہتا تھا، اس نے قبضہ کرنا ہی تھا۔ قائداعظم کی 11 ستمبر کو وفات کے بعد پٹیل نے جان بوجھ کر 13 ستمبر کو فوجی حملہ کر دیا کہ پاکستان مدد کرنے کی کسی پوزیشن میں نہیں ہوگا۔

قائداعظم کی زندگی میں ہندوستان اس جارحیت و درندگی کی جرأت نہ کر سکا۔ ہندوستانی فوج نے لیفٹیننٹ جنرل ای این گوڈارڈ کی سربراہی میں حیدرآباد پر 12 اور 13 ستمبر 1948ء کی رات کو پانچ مختلف اطراف سے محاذ کھول دیا۔ ہندوستانی فوج کی تعداد چھتیس ہزار تھی اور ریاست میں سے سرکاری عہدوں پر موجود لوگوں، مقامی ہندوؤں اور کیمونسٹوں کی بھرپور حمایت حاصل تھی۔ ریاست کی فوج ویسے تو چوبیس ہزار تھی مگر لڑنے والی چھ ہزار ہی تھی۔ مجلس اتحاد المسلمین کے رضاکار اپنے شعلہ بیان مقرر قاسم

رضوی صاحب کی قیادت میں پانچ دن تک مزاحمت کرتے رہے۔ پھر ہندوستانی افواج اور ان کے جتھوں نے مسلمان آبادیوں پر ظلم کرنا شروع کیا۔خواتین کی بے حرمتی کی، املاک کو جلایا، نہتے مسلمانوں کو قطاروں میں کھڑا کرکے گولیوں کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔

مسلمانوں کے خلاف ہندوستانی فورسز اور جتھوں کی درندگی حیدرآباد کے مسلمان مسلسل سنتے آرہے تھے کہ دو لاکھ لوگوں کو شہید کر دیا گیا ہے۔

ہندوستان نے دنیا کو دھوکا دینے کے لیے عالمی قوانین کو روندتے ہوئے اس فوجی جارحیت کو پولیس کارروائی قرار دیا۔ بقول صحافی ڈی این کارکا یہ کیسی پولیس کارروائی تھی جس میں ایک لیفٹیننٹ جنرل، تین میجر جنرل اور ایک آرمڈ ڈویژن تھی۔ 18 ستمبر کو ریاست پر قبضہ کے چند گھنٹوں کے بعد ہی ہندوستانی حکومت کے ایجنٹ ایم منشی نے نظام دکن سے شام چار بجے ریڈیو پر براڈکاسٹ کروائی۔نظام نے منشی کا لکھا ہوا کاغذ تھام کر پڑھ کر سنایا، پولیس ایکشن کا خیر مقدم کیا، اقوام متحدہ میں انڈین حکومت کے خلاف درج شکایت واپس لینے کا اعلان کیا۔

میں یہ لکھ رہا تھا تو مجھے یاد آرہا تھا کہ سقوط بغداد کے وقت چنگیز خان کے پوتے ہلاکو خان کے سامنے مسلمان حکمران معتصم آہنی زنجیروں میں جکڑا ہوا بے بسی اور بے چارگی کا نظارہ پیش کررہا تھا۔ پھر ہلاکو نے جو معتصم سے کیا وہ اسلام کی تاریخ کا کا کتنا عبرتناک منظر تھا۔کھانے کا وقت آیا تو ہلاکو خان نے خود سادہ ترین کھانا کھایا اور خلیفہ کے سامنے سونے کی طشتریوں میں ہیرے جواہرات رکھ دیے۔ پھر معتصم سے کہا: کھاؤ اور پیٹ بھر کر کھاؤ جو سونا تم جمع کرتے تھے وہ کھاؤ۔بولا میں سونا کیسے کھاؤں؟ ہلاکو نے کہا: پھر تم نے یہ سونا اور چاندی کیوں جمع کیا؟ ہلاکو خان نے نظر گھما کر محل کی جالیاں اور مضبوط دروازے دیکھے اور سوال کیا: تم نے ان جالیوں کو پگھلا کر آہنی تیر کیوں نہ بنائے؟ تم

نے یہ جواہرات جمع کرنے کی بجائے اپنے سپاہیوں کو رقم کیوں نہ دی کہ وہ جانبازی اور دلیری سے میری افواج کا مقابلہ کرتے۔ خلیفہ نے جواب دیا: اللہ کی یہی مرضی تھی، ہلاکو خان نے کڑک دار لہجے میں کہا: پھر جو میں تمھارے ساتھ کرنے والا ہوں وہ بھی خدا ہی کی مرضی ہوگی۔ ہلاکو خان نے معتصم کو مخصوص لبادے میں لپیٹ کر گھوڑوں کی ٹاپوں تلے روند ڈالا اور چشم فلک نے دیکھا کہ اس نے بغداد کو قبرستان بنا ڈالا۔ ہلاکو نے کہا: آج میں نے بغداد کو صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالا ہے اور اب دنیا کی کوئی طاقت اسے پہلے والا بغداد نہیں بنا سکتی۔ تاریخ تو فتوحات گنتی ہے، محل، لباس، ہیرے، جواہرات اور انواع واقسام کے لذیذ کھانے نہیں گنتی، تاریخ عذر بھی قبول نہیں کرتی۔

یقیناً نظام دکن عثمان علی کی بھی حالت اس وقت قابل رحم ہوگی، جس وقت ایم منشی کے لکھے کاغذ کو تھام کر پڑھ رہے تھے۔ یہ ان مسلمانوں کا حال ہوا جن کا دین انھیں جدید اسلحہ بنانے، حاصل کرنے اور استعمال کرنے کا حکم دیتا ہے۔

حیدرآباد کو ضم کرنے کے بعد نظام کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی گئی، بلکہ ایک منصوبے کے تحت گورنر بنا کر اپنی مرضی کے فیصلے کروائے گئے۔ پھر 26 جنوری 1950ء کو حیدر آباد کو باقاعدہ ہندوستان کا حصہ بنالیا۔ پھر اس ریاست کو کئی حصوں میں تقسیم کر دیا۔

وزیر اعظم حیدرآباد میر لائق علی کو امید تھی کہ پاکستان مدد کرے گا، مگر پاکستان قائداعظم کی وفات کے ملی وقومی سانحہ کی وجہ سے کوئی مدد نہ کرسکا۔ ہندوستان نے مجلس اتحاد المسلمین کے سربراہ قاسم رضوی صاحب کو جنھوں نے اپنی شعلہ بیانی اور لڑائی سے مزاحمت کی تھی اور ہندوستان کے خلاف ماحول گرم کر رکھا تھا۔ سقوط حیدر آباد کے بعد گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ وہ جیل سے نو سال بعد رہا ہوکر پاکستان چلے آئے۔ پھر یہیں پاکستان میں فوت ہوئے۔ رضوی صاحب کہا کرتے تھے کہ جارحیت بہترین دفاع

ہے۔ان شاء اللہ! ہم دہلی کے لال قلعہ پر اپنا پرچم لہرائیں گے۔

انڈین آرمی کے میجر جنرل جینتو ناتھ چودھری کے بقول 18 ستمبر کو دن 12 بجے حیدرآباد کے کمانڈر انچیف جنرل سید احمد نے ہتھیار ڈال دیے۔

ضروری کارروائی کے بعد میں نے سگریٹ کیس نکالا، ایک سگریٹ جنرل سید احمد کو دیا اور ایک خود سلگایا۔سگریٹ کے دھویں میں مسلمانوں کا ساڑھے چھ سو سالہ اقتدار تحلیل ہوکر رہ گیا۔(یہ زناٹے دار تھپڑ تھا ان لوگوں کے چہرے پر جن کو ہندو اچھا لگتا ہے۔ایک اور تھپڑ سقوط ڈھاکہ کے موقع پر اندرا گاندھی نے مارا تھا کہ ہزار سالہ غلامی کا بدلہ لے لیا ہے اور دوقومی نظریے کو خلیج بنگال میں ڈبو دیا۔اس کا دادا بھی پہلے نہرو رپورٹ میں تھپڑ مار چکا تھا)۔

ہندوستانی فورسز کے اور ان کے جتھوں کے مظالم جب دنیا کو پتا چلے تو دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے ہندوستان نے ایک کانگریسی رہنما کی قیادت میں یک رکنی کمیشن سندرلال کے نام سے قائم کیا جس کی مکمل رپورٹ آج تک کہیں بھی پیش نہیں کی گئی، کیونکہ کانگریسی ہونے کے باوجود ہندوستانی فورسز کی زیادتیاں اتنی زیادہ تھیں کہ کچھ نہ کچھ لکھنے پر مجبور ہوئے کیونکہ چھپا نہ سکتے تھے۔سب مظالم، درندگی، بربریت آج تک کہیں بھی پیش نہ کی گئیں، وگرنہ مسلمانوں اور انسان دوست لوگوں کے اعدادوشمار بہت زیادہ ہیں۔

میر عثمان علی خان صدیقی کے پاس بہت دولت تھی۔افسوس کہ وہ کوئی اچھی منظم فوج نہ بنا سکے، جو مشکل وقت میں ان کا دفاع کرسکتی۔ خالی مال ودولت، اخلاق، کردار، احسان سے ہندو جیسے مکار مفاد پرست احسان فراموش کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ ہندو طاقت کی زبان سمجھتا ہے۔ اخلاق و کردار اور احسان کو کمزوری سمجھتا ہے۔اسی طرح ملکہ برطانیہ سے وفاداری بھی کسی کام نہ آئی۔حالانکہ ٹیپو سلطان شہید کے مقابل لارڈ ولز کی

ذلت آمیز شرائط کو تسلیم کیا تھا۔

اے کاش! آج بھی مسلمان، اہل پاکستان اور پاکستان کے حکمران ہندو کی ذہنیت کو سامنے رکھ کر تیاری کریں۔ اللہ کرے وقت آئے اور پھر ہندوستان سے ان تمام تھپڑوں اور زیادتیوں کا بدلہ لیا جائے، نہ کہ اقتصادی طور پر معیشت کو مضبوط کرنے کے خبط میں مبتلا ہو کر اپنی سیکورٹی کو خطرے میں ڈالا جائے۔

عسکری چیلنجوں کا پامردی و کامیابی سے مقابلہ کرنے والے امت مسلمہ کا درد رکھنے والے شہید ضیاء الحق نے پاکستانی سیاستدانوں سے تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگر پاکستان کا دفاع صحیح نہیں تو پاکستان کی ترقی کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔آپ کے ترقیاتی پروگرام ہیچ ہیں، آپ کی تعلیم ہیچ ہیں، آپ جتنی مرضی ترقی کر لیجیے اگر آپ کا دفاع کمزور ہے اور لوگوں کی نظریں آپ پر پڑنے کی گنجائش ہے تو پھر آپ یقین کر لیجیے کہ نہ پھر آپ کا بجٹ صحیح ہے اور نہ آپ کا دفاع صحیح ہے اور نہ آپ کی اور نہ پاکستان کی سالمیت کی کوئی ضمانت دی جا سکتی ہے۔ یہ ملک ہے تو ساڑھے آٹھ کروڑ کا اور ٹکر لے رہا ہے اپنے سے دس گنا لوگوں سے۔ ہم ٹکر دینے کے لیے دفاع نہیں کر رہے بلکہ لوگوں کے منہ میں رال ٹپکنے سے روکنے کے لیے کہ (پاکستان) سونے کی چڑیا بیٹھی ہے اس کو ضبط کر لیجیے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

جنرل ریٹائرڈ حمید گل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جو قومیں اپنی حاکمیت اعلیٰ کا سودا کر دیتی ہیں سلامتی کے لیے، اپنے آپ کو بچانے کے لیے، اپنے آپ کو جنگ سے بچانے کے لیے اور اس کی ہولناکیوں سے بچانے کے لیے۔ نہ وہ حاکمیت اعلیٰ کی مستحق ہوتی ہے نہ آزادی کی اور نہ سلامتی کی مستحق ہوتی ہیں، ہمارا المیہ یہی ہے ؂

غیرت ہے بڑی چیز جہان تگ و دو میں
پہناتی ہے درویش کو تاج سردارا

نظام دکن میر عثمان علی کی اقتصادی طور پر مضبوطی اور مال ودولت، جواہرات کس کام آئے؟ اپنی نسلوں اور اپنی ملت کے لیے کیا سبق چھوڑا۔ ہندوستان کے قومی دفاع کے نام پر قائم فنڈ میں 1965ء میں لال بہادر شاستری کے دورہ حیدرآباد کے موقع پر ہندوستانی تاریخ کا سب سے بڑا عطیہ پانچ ہزار کلو سونا دیا، مگر یہ عطیہ ان کے کس کام آیا، کام آیا تو ہندوستان کے۔ اس لیے مسلمانوں کو ہمیشہ اپنی عسکریت مضبوط اور دور حاضر کا جدید سے جدید اسلحہ اپنے نبی ﷺ کی طرح اپنے پاس رکھنا چاہیے، گھر میں کھانے کو کچھ نہیں مگر اسلحہ تھا۔ پہلی اسرائیلی خاتون وزیراعظم گولڈا مائیر نے 1973 میں امریکی اسلحہ کمپنی سے اسلحہ کی معروف ڈیل کے بعد اٹھنے والے اعتراضات پر کہا تاریخ جب کسی کو فاتح قرار دیتی ہے تو بھول جاتی ہے کہ جنگ کے دوران فاتح قوم نے کتنے انڈے کھائے تھے اور روزانہ کتنی بار کھانا کھایا تھا۔ اس کے دسترخوان پر شہد، مکھن، جام تھا یا نہیں اور ان کے جوتوں میں کتنے سوراخ تھے یا ان کی تلواروں کے نیام پھٹے و پرانے تھے، ہمارا مقابلہ ان سے ہے جن کے نبی ﷺ کا جب انتقال ہوا تو ان کے گھر میں اتنی رقم نہیں تھی کہ چراغ جلانے کے لیے تیل خریدا جا سکے۔ لہٰذا ان کی اہلیہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کی زرہ رہن رکھ کر تیل لیا۔ لیکن اس وقت بھی محمد ﷺ کے حجرے کی دیواروں پر نو تلواریں لٹک رہی تھیں۔ یہی مسلمانوں کے لیے اسوہ حسنہ ہے۔ اللہ رب العالمین مسلمانوں کو عمل کی توفیق عطا فرمائے کہ ہر جدید سے جدید ہر ہر میدان کی ٹیکنالوجی و اسلحہ و صلاحیتیں حاصل کریں۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین!

❀❀❀

سقوط مشرقی پاکستان

سقوط مشرقی پاکستان

مشرقی پاکستان کے سلسلہ میں بھارتی، بنگلہ دیشی اور دوسرے لوگوں نے بھارتی ایما پر بنگلہ دیش میں اور دنیا کے میڈیا میں اتنا زیادہ جھوٹ بولا ہے اور مسلسل بولا جا رہا ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کے بنتے ہی ہندوستانی لیڈروں کے بیانات آنا شروع ہو گئے تھے کہ یہ ملک مسلمانوں نے لے تو لیا ہے، مگر ان سے چلے گا نہیں اور جلد ہندوستان کی طرف آ ئیں گے۔مگر جب انھوں نے دیکھا کہ یہ ملک تو اپنے قدموں پر کھڑا ہو گیا ہے، ہمیں 47، 1948ء اور 1965ء کی جنگوں میں شکست بھی دے چکا ہے، ہماری ہر زیادتی، ظلم اور ان کا حصہ غصب کرنے کے باوجود، پھر چانکیائی اصول کے مطابق چانکیہ کے چیلوں نے اپنی بزدلانہ اور مکروہ چالیں چلنا شروع کیں۔مشرقی پاکستان کے اساتذہ اور دوسرے لوگوں کو اپنے ساتھ ملانا شروع کیا، تاکہ بغاوت کے لیے ماحول بنے اور نوجوان نسل کو پاکستان کے خلاف کھڑا کیا جائے۔نفرت کے بیج بوئے جائیں، جس طرح مغربی پاکستان کے پرانے نقشہ سے گورداسپور کاٹ کر ہندوستان میں شامل کر کے زیادتی کی گئی، اسی طرح کلکتہ اور بنگال کا بڑا حصہ مشرقی پاکستان سے کاٹ کر انھیں نہ دے کر قائداعظم کی کوششوں کے باوجود زیادتی کی گئی۔ پھر اوپر سے یہ کہ مغربی پاکستان کے کچھ سیاستدانوں کی غلطیوں کا بوجھ بھی پاک فوج کو اٹھانا پڑا۔مشرقی پاکستان کو الگ کرنے میں جو جو بھی کردار تھے اللہ تعالیٰ نے انھیں نشان عبرت بنا دیا۔مشرقی پاکستان میں افواج پاکستان کے بارے اس جھوٹ کو جھٹلانے کے

لیے خود بھارتی عہدے داروں کے بیان لکھ رہا ہوں اور سقوط مشرقی پاکستان کے لیے بھارت سے روس کا تعاون بھی لکھ رہا ہوں، تا کہ پتا چل سکے کہ بہادری سے اور بے جگری سے کون لڑا، حقیقت میں مظلوم کون ہیں اور جارح کون اور ظالم کون ہے۔ کس نے چوروں بزدلوں کی طرح عالمی طاقتوں سے بھیک مانگ کر وار کیے۔ ایک پاکستانی فوجی کے مقابلے ہندوستان نے 15 فوجی اتارے، RSS کے غنڈوں، مکتی باہنی کے سفاکوں کی تعداد اس سے الگ تھی۔ ہندوستان نے اپنے ریڈیو پر خوب فرضی داستانیں بیان کیں، میڈیا اور اپنے لوگوں کو ہر جگہ کس طرح ہندوستان نے استعمال کیا۔ بدقسمتی سے حکومت پاکستان بھی بھارتی علانیہ جرائم کو انٹرنیشنل فورمز اور عدالتوں میں پیش کرنے سے قاصر رہی، جس سے جھوٹوں کو مکروہ گندی ذہنیت اور اپنا جھوٹا سازشی بیانیہ چلانے کا مسلسل موقع مل رہا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ افواج پاکستان ہر طرح کے نامساعد حالات، جبر وظلم اور جارحیت کے باوجود دلیری سے مقابلہ کرتی رہی، مرد کے بچوں کی طرح لڑی اور ایک عظیم تاریخ رقم کی۔ جس کی گواہی خود ہندوستانی فوجی آفیسرز بھی دے رہے ہیں۔

مؤرخین کے خیال میں مسز اندرا گاندھی سوویت یونین کے ساتھ نئی دہلی کی دوستی کے معاہدے کے بغیر اور امریکی آشیرباد کے بغیر بنگلہ دیش کی جنگ نہیں جیت سکتی تھی۔ سوویت یونین کی کیمونسٹ قیادت 1947ء میں متحدہ ہندوستان خاص کر پنجاب اور بنگال کی تقسیم سے ناخوش تھی۔ شاید اسی لیے جوزف سٹالن نے پاکستان کے پہلے گورنر جنرل محمد علی جناح کو آزادی کی مبارکباد دینا گوارا نہ کی تھی۔ 1954،55ء میں پاکستان سیٹو اور سینٹو کا رکن بنا تو سوویت یونین نے مشرقی پاکستان کی کیمونسٹ پارٹی کے ذریعے 1956ء کی بنگالی زبان تحریک کی خفیہ سرپرستی بھی کی۔ پاکستان اور روس کے تعلقات میں ایک دور ایسا بھی آیا جب سوویت وزیراعظم نکیتا سرگیووچ خروشیف نے پشاور کے گرد سرخ

دائرہ لگانے اور پاکستان کو آگ سے نہ کھیلنے کی دھمکی دی۔ 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں سوویت یونین نے بھارت کو بھرپور فوجی امداد دی، لیکن چونکہ تب پاکستان میں سیاسی استحکام اور یکجہتی تھی، چنانچہ سوویت یونین کی یہ فوجی امداد بھارت کی شکست کو فتح میں نہ بدل سکی۔ لیکن 1971ء میں روس اور بھارت کا پہلا وار ہی یکجہتی پر تھا۔سوویت یونین کی بدنام زمانہ خفیہ ایجنسی KGB کےوارفیئر آفیسر یوربیزمنیوف کےایک انٹرویو کے مطابق ہم نے خطے میں اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے اپنے اسٹریٹجک پارٹنر بھارت کی مدد سے پاکستان کو اندر سےتوڑنے کےلیے نظریاتی تخریب کاری کے نام سے ایک سمت مگر مؤثر حربہ شروع کیااور ہم کامیاب ہوگئے۔شیخ مجیب خود اعتراف کرتا ہے کہ میں پاکستان بنتے ہی پاکستان کوتوڑنے کی سازش کرچکا تھا۔

یوری بیزمینوف کے مطابق مشرقی پاکستان میں KGBنےسوشل ورکرز، دانش ور، ماہرین تعلیم، ماس سرکولیشن،اخبارات، سیاستدان،فلم ساز اور بائیں بازو کے طبقے کواپنے مشن کے لیے چنا۔ایجنسی نے تمام ہدف شدہ حصوں میں کمیونسٹ اور لیننسٹ کے ہمدردوں کو کامیابی کے ساتھ بھرتی کیا، تاکہ نظریاتی اور تخریبی کارروائیوں کو آگے بڑھانے کے لیے انھیں بڑے پیمانے پر استعمال کیا جاسکے۔ جب بھارت میں باغیوں کو عسکری تربیت دی جارہی تھی تب عوامی لیگ کے رہنماؤں کونظریاتی بغاوت کےمنصوبے کےتحت ماسکو کے ہائی اسکولوں میں تعلیم دی گئی۔مکتی باہنی کے گوریلوں کو کریملن اور تاشقند میں KGB کے تربیتی مراکز میں تربیت دی گئی، تاکہ مشرقی پاکستان میں نظریاتی بغاوت اور مسلح بغاوت کا آخری ہدف حاصل کیا جاسکے۔ بھارتی خفیہ ایجنسی را کی مدد سے KGB نے کلاشنکوف، اسالٹ رائفل، راکٹ سے چلنے والے گرینیڈ لانچرز اور گولہ بارود چھوٹے ہتھیار کولکتہ میں سابق سوویت قونصل خانے سے ڈھاکہ یونیورسٹی کے طلبہ کو بھیجے۔ ہتھیاروں کے ڈبوں پرصرف یونیورسٹی کے لیے، کا پرنٹ شدہ لیبل لگا ہوتا ہے۔

جب مشرقی پاکستان میں ہر طبقے سے تربیت یافتہ KGB کی نظریاتی فصل پک کر تیار ہوگئی اور مکتی باہنی کے کور میں بھارتی فوج اور باغی شورش برپا کر چکے، جنگ شروع ہوئی تب بھی روس پیچھے نہیں ہٹا، بلکہ سوویت نیوی کی ایٹمی آبدوزیں K320اور چارلی بحر ہند بھجوائی گئیں۔

اب یہ پڑھ کر اور آگے مزید پڑھ کر آپ کو بخوبی اندازہ ہوجائے گا کہ ہندوستان کس کس طرح غیرممالک سے مدد لے کر پاکستان میں انتشار پیدا کرکے وار کرتا ہے۔ آج کے دن تک اس کی یہ سیاہ کرتوتیں جاری ہیں کہ پاکستان کو اس کے اندرونی معاملات میں الجھا کر یا الجھوا کر اپنے اہداف حاصل کرتا ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے لوگ باربار ایک ہی سوراخ سے ڈسے جانے کے باوجود مومنانہ بصیرت سے عاری ہوکر اپنے ذاتی مفادات کو ترجیح دیتے ہوئے قومی مفادات،قومی وحدت اور قومی سلامتی کو داؤ پر لگادیتے ہیں۔

میں مشرقی پاکستان میں ہندوستانی کارستانیاں دکھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔

بھارتی حکمرانوں نے میجر جنرل او ایس کالکیٹ کی قیادت میں ایک تنظیم مکتی باہنی بنائی جس کا مقصد بنگالیوں کو تربیت دینا تھا۔اس آپریشن کو جیک پاٹ کا نام دیا گیا۔ بریگیڈیئر سنت سنگھ جن کا تعلق فرید کوٹ سے تھا کو سیکٹر کمانڈر مقرر کیا گیااور عسکری کارروائیاں کروائی گئیں، انھوں نے پندرہ ہزار بنگالیوں کو عسکری تربیت دی، ان خدمات کی وجہ سے بھارت نے انھیں اعلیٰ ملٹری اعزاز''مہاویر چکر'' دیا۔ بھارت کے فوجی چیف مانک شاہ نے اپنی ریٹائرمنٹ کے بعد پیرس میں ایک بیان دیا کہ ہم نے تقریباً اسی ہزار افراد کو پوری طرح گوریلا ٹریننگ دے کر مکتی باہنی میں شامل ہونے کے لیے مشرقی پاکستان میں داخل کر دیا تھا۔ ان میں کثیر تعداد مشرقی پاکستان کے ہندوؤں کی تھی۔ ان میں مغربی بنگال کے ہندو بھی شامل تھے، جو بظاہر مشرقی پاکستان میں ہندوؤں کے یہاں

ملازم کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔

یہ ہندوستان کی پاکستان کے خلاف دوقومی نظریہ کے خلاف علانیہ جنگ تھی،تمام انٹرنیشنل اخلاقی قوانین کو پامال کرکے ۔ان خدمات کی وجہ سے بنگلہ دیشی حکومت نے 300 سے زائد ہندوستانی سیاست دانوں، دانش وروں،صحافیوں،سماجی کارکنوں اور فوجیوں کو بنگلہ دیش کا اعلیٰ ترین ایوارڈ ’’بنگلہ ایوارڈ‘‘ دیا۔مشرقی پاکستان میں مکتی باہنی اور نجیب باہنی نے زیادتیوں کی نئی تاریخ رقم کی۔ RSS کے سیوکوں نے مشرقی پاکستان میں مظالم کی انتہا کی۔ وزیراعظم ہند نریندر مودی کے بنگلہ دیش میں اعتراف جرم کرنے کی کہ بنگلہ دیش کی آزادی کے لیےہم نے رت بہائی ہے۔ بھارت نے اپنے ملک میں بنگلہ دیش ٹیکس اور سندھ ٹیکس لوگوں پر لگا کر سرکاری سطح پر فنڈ اکٹھا کیااور پھر اس فنڈ کو اپنے اہداف کے حصول کے لیےخوب استعمال کیا...... ہم سادہ لباس پہن کر مکتی باہنی کے ساتھ مل جایا کرتے تھے اور مکتی باہنی کے لیڈر دیوراج دت کے ساتھ مل کر کام کرتے تھے۔ [جنرل وی کے سنگھ، سابق انڈین آرمی چیف] 1971ء میں انڈین آرمی چیف مانک شا کا اسٹاف آفیسر بریگیڈیئر دیندر سنگھ اپنی کتاب ’’سولجرنگ ود ڈگنٹی‘‘ میں لکھتا ہے کہ ہم نے مکتی باہنی کو تیار کیا، جن میں سے کچھ کو ہم پاک فوج کی وردیاں پہنا کر مشرقی پاکستان میں لوٹ مار اورآبروریزی کا ٹاسک دے کر بھیجتے، جس سے بنگلہ دیش کے لوگوں میں پاکستان کےخلاف نفرت عروج پر پہنچ گئی۔ مجیب الرحمٰن سمیت تمام بنگالی رہنماؤں کی انقلابی تربیت ہم نے روس(روسی میڈیا نے بھی خوب جھوٹ شائع کیا اپنی مداخلت کو سچ ثابت کرنے کے لیے) اور بھارت میں کی اور بنگلہ دیش کے بننے کے بعدان کو انقلابی ساتھیوں کے ہاتھوں ہی مروا دیا گیا، کیونکہ وہ بہت سے رازوں سے واقف تھے۔[سابقہ کے جی بی ایجنٹ یوری پینر پنیوف]

بھارتی ایجنسی را نے مکتی باہنی کی تربیت کی اورانھیں اسلحہ فراہم کیااور اس کے علاوہ

پاکستانی حکومت کے خلاف نفسیاتی پروپیگنڈا مہم چلائی۔[سابقہ را آفیسر بی رامن]

1971ء میں ہم نے پروپیگنڈا کا بھرپور استعمال کیا۔ پاکستانی فوجیوں کے بنگالیوں پر مظالم کے افسانوں کو مکتی باہنی میڈیا اور پاکستان میں موجود ہمارے ہمدردوں کے ذریعے خوب پھیلایا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ لاکھوں بنگالیوں کا قتل عام مکتی باہنی نے کیا اور بڑی خوبصورتی سے اس کا الزام پاکستانی فوج پر لگا دیا۔[فیلڈ مارشل بھارتی آرمی چیف مانک شاہ]

25 دسمبر 1962ء کو مجیب الرحمٰن نے بھارتی وزیراعظم کو پیغام دیا کہ وہ بنگلہ دیش کو پاکستان سے آزاد کروا کر الگ ملک بنانا چاہتے ہیں تو بھارتی وزیراعظم نے جواب دیا کہ پہلے اپنی پارٹی کو مضبوط کرو۔ لوگوں کے دلوں میں پاکستان سے نفرت کا بیج بوؤ۔ مناسب وقت آنے پر علیحدگی کا اعلان کر دینا۔ [1962ء میں ڈھاکہ میں تعینات بھارتی سفیر شانکا ایس بینر جی]

25ہزار پاکستانی فوجیوں پر مشتمل ایک ایسی فوج جو جنگ کے زخموں سے چور ہو، جس کا ہتھیاروں اور خوراک کا ذخیرہ ختم ہو چکا ہو، جس پر مکتی باہنی جگہ جگہ حملے کر رہی ہو، جن کا کیمپوں سے باہر نکلنا مشکل ہو، وہ 30 لاکھ انسانوں کا قتل کر دے؟ ممکن ہی نہیں۔[ڈاکٹر عبدل مومن، بنگالی صحافی]۔ 1971ء کی جنگ کے آخر میں پاکستانی فوجیوں کی کل تعداد لگ بھگ 25ہزار تھی اور یہ تمام وہ فوجی تھے جو ایک سال کی جنگ لڑ چکے تھے، اس کے علاوہ 65 ہزار وہ مغربی پاکستانی تھے جن کا تعلق تعلیم، بینکاری، زراعت، ریلوے اور دیگر سول اداروں سے تھا، جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے، جنگ کے آخر میں ان سب کو قیدی بنا لیا گیا۔[شرمیلا بوس، بھارتی صحافی] 1971ء کے اوائل میں ہی عوامی لیگ کے غنڈوں نے مشرقی پاکستان کے مواصلاتی نظام پر قبضہ کر لیا تھا۔ مغربی پاکستان میں معلومات اور میڈیا کے وفاقی وزیر جو بنگالی تھے، نے اخباروں کو دھمکی دی تھی کہ عوامی لیگ کے ظلم و بربریت اور غیر بنگالی لوگوں کے قتل عام کی خبروں کو جو حقیقت

پر مبنی تھیں کو چھاپنے والوں کو سخت سزا دی جائے گی۔[قطب الدین عزیز، بنگالی دانش ور]۔
انڈیا نے اڑھائی لاکھ فوج کی مدد سے بنگلہ دیش پر تین اطراف سے حملہ کر دیا، بقول انڈین جنرل ہم نے ایک پاکستانی فوجی کے مقابلے میں پندرہ فوجی اتارے تھےاور جغرافیائی کمزوری کا خوب فائدہ اٹھایا اور 1456 کلومیٹر سرحد کا خوب فائدہ اٹھایا، جبکہ بنگلہ دیش کے اندر سے اس کو تین لاکھ مکتی باہنی، مجیب باہنی کے گوریلوں کی مدد حاصل تھی، RSS کے غنڈے الگ سے تھے۔لیکن اس کے باوجود پاک فوج دیوانوں کی طرح لڑی، بقول انڈین جرنیل: ہم ان کو روند کر نہ گزر سکے، ان کے درمیان جو جغرافیائی گیپ پڑے تھے ہم ان سے ہی فائدہ اٹھاتے تھے۔

ڈی آر منکیکر نے اپنی مشہور کتاب Pakistan cut to Size میں لکھا ہے کہ اگرچہ پاکستانی فوج بکھری ہوئی تھی۔ ایک پاکٹ اور دوسری پاکٹ کے درمیان فاصلے تھے۔ بھارتی فوج درمیان سے گزر کر مشرقی پاکستان میں داخل ہو رہی تھی، تاہم جہاں بھی مڈبھیڑ ہوئی پاکستانی فوج نے خوب مقابلہ کیا۔یہی وجہ ہے کہ بھارتی فوجی جتنے جنگ دسمبر 1971ء میں مشرقی پاکستان کے محاذوں پر کام آئے اتنے 1965ء میں مغربی محاذوں پر کام نہ آئے تھے۔شیخ مجیب پاکستان سے رہا ہوکر لندن پہنچے تو بیان دیا کہ پاکستان نے دس لاکھ بنگالیوں کو قتل کیا۔لندن سے ڈھاکہ جاتے ہوئے دہلی رکا تو کہا کہ پاکستان نے ہمارے 35لاکھ بنگالیوں کو قتل کیا۔شیخ مجیب نے کچھ دنوں بعد کہا کہ پاکستان نے 30 لاکھ لوگوں کو قتل کیا اور 3لاکھ عورتوں کی عصمت دری کی اور بھارتی پلاننگ کے تحت یہ بیانیہ خوب چلایا گیا مگر حقیقت کچھ اور ہے۔ بھارتی جنرل جگجیت سنگھ اروڑہ نے ان اعداد وشمار کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔بنگلہ دیش کے پہلے وزیر اطلاعات شیخ عبدالعزیز کے بقول بھی یہ اعداد وشمار غلط ہیں۔بنگلہ دیش کے امریکہ میں تعینات سابق سفیر شمشیر احمد چودھری نے ان اعداد وشمار کو شرارت پر مبنی قرار دیا ہے۔ 2014ء

میں دی ہندو میں بھارتی یہودی جنرل جیکب نے کہا کہ یہ تعداد ہزاروں میں ہے۔ گارجین کے ولیم ڈورمند کی رپورٹ 6 جون 1972ء کو شائع ہوئی، جس میں کہا گیا کہ قتل عام کی بات محض افسانہ ہے۔ بنگلہ دیشی محقق نعیم نے اپنے مقالہ جو 26 جنوری 2008ء کو اکنامک اینڈ پولیٹیکل ویکلی میں شائع ہوا ہے، میں کہا کہ یہ جھوٹ بنگلہ دیش میں اس تواتر سے دہرایا گیا کہ اس پر سوال اٹھانا اب ممکن نہیں رہا۔ شیخ مجیب نے 1972ء میں تحقیقات کے لیے 12 رکنی عبدالرحیم انکوائری کمیشن مقرر کرنے کا کہا، جس کی سرکاری سطح پر خوب تشہیر کی گئی، بلکہ شیخ مجیب نے عوامی لیگ کے تمام عہدے داروں کو بھی تفصیلات اکٹھا کرنے کا حکم دیا۔ گارجین کی 6 جون 1972ء کی رپورٹ میں کہا گیا کہ صرف دو ہزار لوگ قتل کیے گئے، ولیم ڈورمند کہتا ہے کہ شیخ مجیب یہ رپورٹ پڑھ کر کانپنے لگ گیا اور رپورٹ کو اٹھا کر زمین پر دے مارا اور چلانے لگ گیا کہ یہ رپورٹ اپنے پاس رکھو، میں نے تیس لاکھ کہہ دیا تو بس تیس لاکھ ہی ہیں۔ شیخ مجیب بھی حکمران رہے، اب لمبے عرصہ سے بنگلہ دیش پر اس کی بیٹی حسینہ واجد بھی بھارتی تعاون سے غاصب ہے، کیا اپنے دعوے کے مطابق صرف ایک لاکھ لوگوں کی لسٹ بھی سامنے لا سکے، جنھیں واقعی 25 ہزار پاکستانی افواج نے قتل کیا ہو۔

بنگلہ دیشی صحافی جوہری نے اپنی کتاب "The Riddle of Thirty Lac" میں لکھا ہے کہ یہ جھوٹ ہے۔ شرمیلا بوس لکھتی ہیں کہ غیر بنگالیوں کی لاشوں کی تصاویر لے کر جنھیں مکتی باہنی نے مارا تھا، یہ کہا گیا کہ انھیں پاکستانی فوج نے مارا ہے۔ پروفیسر شبروک ولیم اپنی کتاب ''دی ایسٹ پاکستان ٹریجڈی'' میں ہندوستانی جھوٹے بیانیے کا ذکر کرتے ہیں۔ شیخ مجیب نے اعلان کیا کہ جن خواتین کی عصمت دری ہوئی ہے ہر ایک کو تین ہزار ٹکا دیا جائے گا۔ اس لالچ کے باوجود چند ہزار خواتین کی لسٹ بن سکی، وہ بھی مکتی باہنی اور بھارتی افواج کے ہاتھوں بربریت کا شکار ہوئیں۔ یاسمین سائیکیا کی کتاب

''وومن وار اینڈ دی میکنگ آف بنگلہ دیش''اور بینا ڈی کوسٹا نے نیشن بلڈنگ جینڈر اینڈ وار کرائمز ان ساؤتھ ایشیا میں لکھا ہے کہ مکتی باہنی اور بھارتی افواج نے بہاری اور غیر بنگالی خواتین کی عصمت دری کی۔ہندوستان آرمی کی خود اپنے ملک آسام،تامل ناڈو، پنجاب،،جموں وکشمیر اور دوسرے ملکوں سری لنکا وغیرہ میں غیر اخلاقی کرتوتوں سے زمانہ واقف ہے۔خود بھارتی افواج کے اندر آئے روز جنسی سکینڈل اس بات کی گواہی ہیں۔حتیٰ کہ یو این او کے مشنوں پر بھی ہندوستانی آرمی کے سکینڈل سامنے آتے رہتے ہیں کہ یہ فوج اخلاق سے عاری ہے۔بدقسمتی سے ہمارے سیاستدان آج بھی سبق نہیں سیکھ رہے، ان کی خودغرضیوں نے پہلے ہی ہمیں دولخت کیا۔

بھارت کو تو ظہور پاکستان ایک دن نہیں بھایا تھا۔اب اس اندرونی فساد کا فائدہ بھارت کو پہنچ سکتا تھا، لہٰذا بھارت کیوں ٹلتا۔ بھارت فقط یہی نہیں کہ پاکستان کو توڑ دینا اور پھر ختم کر دینا چاہتا تھا،وہ تو سارے برصغیر کے مسلمانوں کو دوبارہ ہندو دھرم کی طرف لوٹا لینا چاہتا تھا۔ پاکستانی سیاستدانوں کی پیدا کردہ افراتفری نے بھارت کو صدی کا سنہری موقع مہیا کر دیا، بھارت کیوں ٹلتا۔[مطیع الرحمان، بنگلہ دیش،نظر بازگشت]

بدقسمتی سے مشرقی پاکستان میں پھنسے پاکستانیوں اور البدر، الشمّس کے مجاہدین جماعت اسلامی وغیرہ کی قربانیوں اور پھانسیوں کی وہ قدر نہیں کی جا رہی جس کے وہ مستحق ہیں۔چاہیے تو یہ تھا کہ پاکستانی حکومت اصل حقائق سامنے لانے کے لیے لوگ مقرر کرتی، جس کا جو کردار تھا اچھا یا برا وہ سب سامنے آتا اور پاک فوج کے جوانوں کی مظلومیت بھی سامنے آتی اور یہ ہندوستانی گھڑی ہوئی خود ساختہ گالی''او آئے جنہاں ڈھاکے بم چلائے'' جیسی گالیوں سے جان چھوٹتی اور جو بنگلہ دیش میں پاکستانی محصور ہیں ان کو باعزت مقام دلایا جاتا۔جو آئے دن پاکستان سے وفا کے جرم میں پھانسیوں کے پھندے چوم رہے ہیں، انھیں ہیرو قرار دیا جاتا، ان کے لیے آواز اٹھائی جاتی۔ افسوس

ہم اب تک ایسا دیکھنے اور سننے کے منتظر ہیں۔ بنگلہ دیش میں محصور پاکستانیوں کو پاکستان میں بستا دیکھنا چاہتے ہیں، تاکہ وہ بھی باعزت آزاد زندگی گزار سکیں۔

سقوطِ مشرقی پاکستان کے بعد بھارت نے اپنی اصلیت بنگالیوں کو بھی دکھائی کہ اسے صرف اپنے مفادات سے غرض ہے بنگلہ دیش یا بنگالیوں سے کوئی ہمدردی نہیں۔ اندرا گاندھی اور شیخ مجیب کے درمیان جو میر جعفر اور کلائیو جیسا معاہدہ ہوا۔ اس بدترین غلامانہ پچیس سالہ معاہدے کو پڑھ کر ہی پتا چلتا ہے کہ شیخ مجیب بنگلہ دیش کے لیے نہیں بلکہ بھارت کے لیے کام کر رہا تھا۔ بھارت نے جو لوٹ مار کی جس طرح مشرقی پاکستان سے مال لوٹ لوٹ کر ہندوستان لے جایا گیا، عبرت کے لیے کافی ہے۔ بھارت اور مجیب کا کردار "فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ"

❀❀❀

اہلِ مغرب کا دوہرا معیار

اہل مغرب کا دوہرا معیار

اہل مغرب میں بہت انسان دوست لوگ بھی ہیں، ہم ان کی قدر کرتے ہیں، ہم یہاں ان کی بات کر رہے ہیں جو اہل مغرب انسانیت دشمنی کا کام کرتے ہیں، خود اپنے ممالک کے قوانین کی اور انٹرنیشنل قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہیں، اپنی اپنی ضرورتوں کے مطابق دوسرے ممالک اور انٹرنیشنل اداروں سے قوانین سازی کروا کر دنیا کے امن کو خطرے میں ڈالتے ہیں، دوسرے مذاہب اور اقوام کی توہین کرتے ہیں۔

اہل مغرب اکثر اپنے مفادات کے لیے پیمانے،قوانین اور پالیساں بناتے ہیں۔ جب مفاد میں ہوا مسلمانوں کو مجاہد بنا کر ہر طرح کا تعاون کیا، وائٹ ہاوس میں ریڈ کارپٹ استقبال دیا۔ جب ضرورت نکل گئی پھر انھیں لوگوں پر کارپٹ بمباری کی اور انھیں دہشتگرد بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا۔تمام انسانیت، اخلاق وکردار، انٹرنیشنل قوانین اور انسانی حقوق کے پیمانے بدل کر رکھ دیتے ہیں۔ جو ان کے لیے ان کی مرضی پر کام کریں ان کو اپنے ملکوں کی شہریت دیتے ہیں، ہر سہولت دیتے ہیں، ان کے جرائم بھی معاف کر دیے جاتے ہیں۔یعنی اپنے مفاد کے لیے ہر وہ کام کرجاتے ہیں جو دوسرے ممالک کریں تو جرم بنا کر ان پر پابندیاں لگا دیتے ہیں، ان ممالک کو دیوار سے لگا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔افغانستان، عراق، فلسطین، لیبیا، سوڈان صومالیہ اور پاکستان وغیرہ میں امریکہ اور اس کے حواریوں کی انسانیت کو شرما دینے والی درندگی اور حیوانگی کی کافی مثالیں ہیں۔قلعہ جنگی، دشت لیلیٰ، باگرام جیل، گوانتا ناموبے میں اور دوسری جگہوں پر

انسانیت کی تذلیل کی، اپنے ملک میں لے جا کرنہیں بلکہ دوسرے ملکوں میں رکھ کر خودساختہ قوانین کا سہارا لے کر انسانیت کش مظالم ڈھاتے ہیں، کیونکہ خود ان کے اپنے ملک کے قوانین اس انسانیت شکنی کی اجازت نہیں دیتے، پھر مظالم ڈھانے والے بھی علانیہ اپنے جرائم کا اعتراف کرتے ہیں، ویڈیو بنابنا کر دنیا کے سامنے شیئر کرتے ہیں۔ بڑی بڑی قیمتیں لے کر لوگوں کو ویڈیو تصاویر اور سٹوریاں بیچتے ہیں۔ پھر ان مظالم ڈھانے والوں میں سے کچھ کا ضمیر جاگتا ہے تو کہتے ہیں ہم غلط کررہے ہیں، جیسے امریکی عہدیدار، فوجی اور برطانیہ کے سابقہ وزیراعظم ٹونی بلیئر بھی، مگر ان کا ضمیر اکثر عہدہ اور حکومت جانے کے بعد ہی جاگتا ہے، تب تک انسانیت پس چکی ہوتی ہے۔ ہر اصول و قانون کو پامال کرکے دوسرے ممالک کی حکومتوں کو بدلنا، اپنی مرضی کی حکومتیں قائم کرنا، جب بھی اپنے مذہب پر بات آنے کا شک بھی ہوا تو اپنے ہی لوگوں کو مروادیا جیسے لیڈی ڈیانا وغیرہ کا قتل اور اسی طرح اخلاقی پستی کا ثبوت دیتے ہوئے ملکہ قیصر ہند 1837ء تا 1901ء کے ملازم حافظ عبدالکریم منشی، 1863ء تا 1909ء جو ملکہ قیصر ہند کے ساتھ 23 جون 1867ء تا 22 جنوری 1901ء تک رہے۔ ملکہ کی وفات کے بعد حافظ عبدالکریم کا سرکار برطانیہ نے جینا دوبھر بنا دیا کہ ملکہ کے رازوں کو راز ہی میں رکھیں۔ پرتگال کے شہر ’’ایوارا‘‘ میں ’’CAPELA DOSOSSOS‘‘ نامی کلیسا ہے اس کو پوپ ’’فرانسس کائی‘‘ نے مکمل طور پر اندلس میں شہید کیے گئے مسلمانوں کی ہڈیوں سے تعمیر کیا۔ اس کی دیواروں پر دو بچوں کی خشک لاشیں لٹک رہی ہیں جن کا گلا دبا کر قتل کرکے خشک کیا گیا تھا۔ اس کو بنانے کے لیے پانچ ہزار مسلمانوں کے ڈھانچوں کو استعمال کیا گیا جن کو اندلس کے سقوط کے بعد نصرانیت نہ قبول کرنے پر شہید کیا گیا تھا۔ جب فرانسیسی جنرل گورو نے شام میں قدم رکھا اور صلاح الدین ایوبی کی قبر پر گیا اور قبر کو لات مار کر کہا ’’اٹھو صلاح

الدین ہم پھر آ گئے۔'' جب فرانسیسی جنرل ''لیوتی'' نے مراکش میں قدم رکھا تو یوسف بن تاشفین کی قبر پر جا کر لات مار کر کہا'' اے تاشفین کے بیٹو، اٹھو ہم تمھارے سرہانے پہنچ گئے ہیں۔'' جب صلیبیوں نے اندلس پر دوبارہ قبضہ کیا تو ''الفونسو'' نے حاجب منصور کی قبر پر سونے کی چارپائی بچھائی اور بیوی کو لے کر شراب پی کر لیٹ گیا اور کہا ''دیکھو میں نے مسلمانوں کی سلطنت پر قبضہ کر لیا ہے''۔ جب یونانی فوج ترکی میں داخل ہوئی تو یونانی فوج کے سربراہ'' سوفوکلس وینیز یلوس'' خلافت عثمانیہ کے بانی عثمان غازی کی قبر کے پاس گیا اور کہا'' اٹھو اے بڑی پگڑی والے اٹھو، دیکھو اپنے پوتوں کی حالت دیکھو، ہم نے اس عظیم سلطنت کا خاتمہ کر دیا جس کی تم نے بنیاد رکھی تھی، اب ہم تم سے لڑنے آئے ہیں۔"

پانچویں صدی ہجری کے آخر میں" میڈیا وار" کے تحت پطرس راہب نے مسلمانوں کے مظالم کے فرضی داستانیں سنا سنا کر پورے یورپ میں اشتعال پیدا کر دیا اور دنیا میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک آگ لگا دی۔ پوپ اربن دوم نے اس جنگ کو "صلیبی جنگ" کا نام دیا اور اس میں شرکت کرنے والوں کے گناہوں کی معافی اور ان کے جنتی ہونے کا مژدہ سنایا۔ زبردست تیاریوں کے بعد فرانس، انگلینڈ، اٹلی، جرمنی اور دیگر یورپی ممالک کی افواج پر مشتمل تیرہ لاکھ افراد کا سیلاب عالم اسلام کی سرحدوں پر ٹوٹ پڑا۔ روبرٹ، نارمنڈی، گاڈفری اور سمون الطولوزی جیسے مشہور یورپی فرمانروا ان بکھری افواج کی قیادت کر رہے تھے۔ شام اور فلسطین کے ساحلی شہروں پر قبضہ کرنے اور وہاں ایک لاکھ سے زائد افراد کا قتل عام کرنے کے بعد شعبان 492ھ اور جولائی 1099ء میں صلیبی افواج نے بیالیس دن کے محاصرے کے بعد بیت المقدس پر قبضہ کر لیا اور وہاں خون کی ندیاں بہا دیں۔ فرانسیسی مؤرخ" میشو" کے بقول صلیبی افواج نے ایسے تعصب کا ثبوت دیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ عربوں کو اونچے اونچے برجوں اور

مکانوں کی چھتوں سے گرایا گیا۔ آگ میں زندہ جلایا گیا۔ گھروں سے نکال کر میدان میں جانوروں کی طرح گھسیٹا گیا۔ صلیبی جنگجو مسلمانوں کو مقتول مسلمانوں کی لاشوں پر لے جا کر قتل کرتے۔ کئی ہفتوں تک قتل عام کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ ستر ہزار سے زائد مسلمان صرف اقصیٰ میں تہ تیغ کیے گئے۔ عالم اسلام پر نصرانی حکمرانوں کی یہ وحشیانہ یلغار تاریخ میں پہلی صلیبی جنگ کے نام سے مشہور ہے۔

عیسائی کمانڈروں نے فتح کے بعد یورپ کو خوشخبری کا پیغام بھجوایا اور اس میں لکھا: اگر اپنے دشمنوں کے ساتھ ہمارا سلوک معلوم کرنا چاہیں تو مختصراً اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ جب ہمارے سپاہی حضرت سلیمان علیہ السلام کے معبد (مسجد اقصیٰ) میں داخل ہوئے تو ان کے گھٹنوں تک مسلمانوں کا خون تھا۔ [تاریخ یورپ، اے جے گرانٹ صفحہ:2570]

ان دنوں پھر ملت ابراہیم کے حسین جال میں پھنسا کر مسلم ممالک اور اداروں سے اسرائیل کو تسلیم کرنے کی کوششیں جاری ہیں، ساتھ لالچ، جبر اور پابندیوں کی دھمکی سے بھی کام لیا جا رہا ہے۔

ابھی حالیہ روس یوکرین لڑائی میں دیکھا گیا ہے کہ کس طرح اہل یورپ نے روس کے خلاف اپنے فوجی سامان، سول لوگ حتی کہ داعش اور دیگر دہشت گرد گروپوں کو بھی روس کے خلاف بھیجا۔ جیسے کل مشرقی تیمور، سوڈان میں اپنی پراکسیوں کے ذریعے ماحول بنا کر کام کیا۔ اگر یہی کام دنیا کے مانے ہوئے فورموں یو این او وغیرہ کے متنازعہ قرار دیے گئے علاقوں فلسطین، جموں و کشمیر، جونا گڑھ اور حیدرآباد دکن وغیرہ میں مسلمان کریں تو جرم بنا دیا جاتا ہے۔ فرانس کی سیمنٹ کمپنی لافارژ نے شام میں دہشت گرد تنظیم داعش کو فنڈنگ کا اعتراف جرم کیا۔ لافارژ امریکہ کو جرمانے کے طور پر 78 کروڑ ڈالر ادا کرے گی (بقول امریکی محکمہ انصاف، ترک خبر رساں ایجنسی)۔

روس اور یوکرین کی حالیہ جنگ میں مغرب کا مکروہ چہرہ

اقوام متحدہ کی سکیورٹی کونسل کی 2014ء میں منظور ہونے والی دو قراردادوں میں کہا گیا تھا کہ کسی اور ملک میں جا کر مسلح جدوجہد کا حصہ بننا غیر قانونی ہے۔ امریکہ، برطانیہ اور دیگر مغربی ممالک نے عالمی قوانین کی خلاف ورزی پر نا صرف چپ سادھ لی ہے بلکہ عالمی قوانین روند دیے ہیں۔

امریکہ کی چھتری کے نیچے مغربی ممالک کی طرف سے یوکرین میں ایک بار پھر اپنے مفاد کے لیے دنیا کے مسلمہ قوانین کو روندا گیا اور اخلاقی قدروں کو پامال کیا گیا۔

① 63 ممالک کے لوگوں پر مشتمل انٹرنیشنل بریگیڈ قائم کی گئی۔

② یوکرین کے وزیر خارجہ دومیتر کولبیا کہتے ہیں کہ جو رضا کار یوکرین کی مدد کرنا چاہتے ہیں وہ اپنے ممالک میں یوکرین کے سفارت خانے سے رابطہ کریں وہ اپنا اسلحہ بھی ساتھ لا سکتے ہیں۔

③ یوکرین کا صدر زیلنسکی کہتا ہے کہ جو جنگجو بھی آنا چاہتے ہیں بغیر ویزے کے آسکتے ہیں، ان کو یوکرین کی شہریت دی جائے گی۔

④ یوکرین کے وزیر خارجہ کے بقول 52 ممالک سے زائد کے 20 ہزار جنگجو ہمارے ساتھ شریک جنگ ہیں۔[سی این این]

⑤ امریکہ روس کے خلاف داعش اور دوسرے گروپوں کو بھی تعاون کر رہا ہے اور تربیت دے رہا ہے۔

⑥ چیچن گوریلوں کی دو بٹالین بھی روس کے خلاف لڑ رہی ہیں (1) وہر دوائیف بٹالین، آدم عثمائیف کی قیادت میں۔(2) شیخ منصور بٹالین، مسلم خیبر لووسکی کی قیادت میں۔

⑦ انڈیا اور جاپان کے نوجوان بھی روس کے خلاف لڑائی میں شریک ہیں۔

⑧ برطانیہ کی سابق وزیر اور اب رکن پارلیمنٹ ہیلن گرانٹ کا بیٹا جو سابقہ فوجی ہے وہ بھی روس کے خلاف جنگ میں شریک ہے۔

⑨ برطانوی وزیر خارجہ لیزٹراس اپنے شہریوں کو روس کے خلاف لڑنے کا کہہ رہے ہیں۔

⑩ روسی وزیر خارجہ کے بقول 63 ممالک کے غیر ملکی جنگجو یوکرین میں موجود ہیں جو روس کے خلاف لڑ رہے ہیں۔ 19-4-2022 تک 1035 غیر ملکی جنگجو مارے گئے ہیں، 1717 غیر ملکی جنگجو پولینڈ سے، 1500 امریکہ، کینیڈا اور رومانیہ سے آئے اور 600 غیر ملکی جنگجو برطانیہ اور جارجیا سے آئے، اس کے علاوہ امریکہ اور برطانیہ کے سابق فوجی بھی شریک ہیں جو جدید اسلحہ سے لیس ہیں اور پہلے عراق میں لڑ چکے ہیں۔

⑪ امریکی کانگریس نے اب تک یوکرین کی عسکری و غیر عسکری امداد کے لیے 40 ارب ڈالر کا بل پاس کیا ہے، یہ امداد روس کے کل دفاعی بجٹ سے زیادہ ہے۔ یوکرین کے فوجیوں کو امریکہ، برطانیہ اور ہنگری میں تربیت دے رہے ہیں۔ بلکہ اب تک امریکی امداد 6.10 بلین ڈالر تک پہنچ چکی ہے، جو صرف اسلحہ کی مد میں ہے۔

⑫ 11-3-2022 کو روسی صدر ولادی میر پیوٹن نے اپنے قومی سلامتی کونسل کے اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے غیر ملکی جنگجوؤں کو روس کی مدد میں لڑنے کی اجازت دی، یوکرینی صدر کے بیان کے بعد۔ غیر ملکی جنگجوؤں کو روس کی شہریت دینے کی بھی پیش کش کی اور کئی دفعہ ایٹمی ہتھیار استعمال کرنے کی دھمکی دی۔

⑬ روس کے وزیر دفاع نے کہا کہ یوکرین کا ضبط کیا گیا اسلحہ یوکرینی علیحدگی پسند گروپوں کو دینا چاہیے، جن میں اسٹینگر میزائل، جیولین میزائل، اینٹی ٹینک راکٹ اور ائیر ڈیفنس سسٹم وغیرہ دینا ہے۔

⑭ روس بھی چیچن حکومت سے تعاون لے رہا ہے، جن کی سربراہی رمضان قدیروف کر

رہے ہیں، یہ چیچن مسلمان روس کی حمایت میں لڑ رہے ہیں۔

⑮ چائنہ اور شمالی کوریا بھی روس کی مدد کے لیے اپنے ایک ایک لاکھ رضا کار بھیجنے کی آفر کر چکے ہیں۔ شمالی کوریا نے کہا ہے کہ اپنے رضا کاروں کو تمام اسلحہ بھی شمالی کوریا دے گا۔

⑯ سی این این کے مطابق روسی صدر ولادی میر پیوٹن نے ایک قانون پر دستخط کیے ہیں، جس کے تحت مجرمانہ ریکارڈ رکھنے والے شہریوں کو بھی فوج میں بھرتی کیا جا سکے گا۔ ان میں قتل، ڈکیتی، منشیات کی اسمگلنگ اور دیگر سنگین جرائم میں ملوث ملزمان بھی شامل ہیں۔

سچ بات تو یہ ہے روس یوکرین جنگ نے ایک بار پھر یو این او، امریکہ اور اہل مغرب یورپی ممالک اور روس سب کو بے نقاب کر دیا ہے۔ اگر انھیں وجوہات کی بنا پر وہی جذبہ لے کر مسلم نوجوان مسلمانوں کی مدد کے لیے جائیں تو پھر جرم کیوں ہوگا، اسے دہشت گردی کیوں کہیں گے، اسے نشان عبرت کیوں بنائیں گے۔

جبکہ یو این او کی قراردادوں کے مطابق پاکستان مسئلہ کشمیر کا ایک فریق ہے، اس لیے پاکستانی شہریوں کو اپنے کشمیر میں لڑنے سے روکا نہیں جا سکتا ہے۔

❀❀❀

ریاست جموں وکشمیر

ریاست جموں وکشمیر

محل وقوع: ریاست جموں وکشمیر ایشیا کے وسط میں واقع ہے۔ اس کو ایشیا کا دل اور برصغیر کا تاج کہتے ہیں۔ کشمیر کو دنیا کی چھت بھی کہتے ہیں، کشمیر کو ایشیا کی انگوٹھی کا نگینہ بھی کہا جاتا ہے۔ ریاست جموں وکشمیر 17-32 سے 58-36 عرض بلد اور 26-73 سے 30-80 طول بلد کے درمیان ہے۔

یہ برصغیر پاک و ہند کے انتہائی شمال مغربی حصے میں واقع ہے، جسے بلند پہاڑی سلسلوں، کوہ ہمالیہ اور کوہ قراقرم نے ڈھانپ رکھا ہے ۔اس کے شمال میں چین اور تاجکستان ہیں، مشرق میں تبت (چین) جنوب میں پاکستان اور بھارت اور مغرب میں پاکستان اور افغانستان ہیں۔اس کی چین کے ساتھ سرحد 950 میل، پاکستان کے ساتھ 700 میل، ہندوستان کے ساتھ 300 میل اور افغانستان کے ساتھ 50 میل ہے۔

سلطان شہاب الدین کشمیر میں اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھنے والے شاہ میری خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ان کا اصل نام شیرانمک تھا، وہ اپنے حکمران باپ سلطان علاؤالدین کی وفات کے بعد 1359ء760ھ میں شہاب الدین کا لقب اختیار کر کے تخت نشین ہوئے۔ مؤرخ جونراج کے بقول ماضی، حال اور مستقبل کے تمام بادشاہوں میں اس بادشاہ کی حیثیت اسی طرح نمایاں تھی جس طرح موتیوں کے ہار میں ایک "ہیرا"۔

"میں نے اپنی افواج کو تین حصوں میں تقسیم کر کے اسے اعلیٰ تربیت دی اور تین نامور جرنیل مقرر کیے۔ ان کے سامنے کاشغر سے بحرالکاہل تک کا نقشہ رکھا اور

کہا میں اس سلطنت کو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ بہادر جرنیلوں نے اس خواب کو پورا کرنے کا یقین دلایا۔ سلطان نے فوج کی کمان خود سنبھالی، پہلے معرکے میں لداخ، بلتستان اور کاشغر کو فتح کیا۔ تبت اور افغانستان بھی فتح کیے۔" (سلطان)

پنجاب یونیورسٹی لاہور کی طرف سے شائع شدہ مشہور مؤرخ ایم ڈی صوفی کی تاریخی کتاب کشمیر میں اس کا نقشہ موجود ہے۔

سندھ اور پنجاب تک بھی فتح کیے، پھر اس نے دہلی پر چڑھائی کی، اس وقت دہلی کے حکمران فیروز شاہ تغلق تھے جس نے تاوان جنگ دے کر صلح کر لی اور اپنی تین بیٹیاں بھی سلطان شہاب الدین کے رشتہ داروں کے نکاح میں دے کر اطاعت و فرماں برداری کا ثبوت دیا۔ یہ عظیم فاتح جس دن فتح کی خبر نہیں سنتا اس دن کو بیکار سمجھتا تھا اور مغموم ہو جاتا۔ کشمیر کا یہ عظیم حکمران 19 برس حکومت کرنے کے بعد 1378ء 760ھ کو فوت ہوا۔ علامہ اقبال نے ان کے بارے کہا تھا ؎

عمر ہا گل رخت بر بست و کشاد
خاک ما دیگر شہاب الدین نژاد

سلطنت شہاب الدین نے سلطنت کو مضبوط بنیادوں پر کھڑا کیا۔ وہ جنگ کا مرد میدان تھا، وہ بیک وقت ایک بہادر سپاہی، تجربہ کار جرنیل اور اعلیٰ منتظم تھا۔ اس نے اپنے ملک میں رواداری، بھائی چارے اور تعصب سے پاک ماحول پیدا کیا۔ اسی کے زمانے میں عظیم صوفی مبلغ سید علی ہمدانی کشمیر تشریف لائے۔

❀❀❀

ریاست جموں وکشمیر کی مذہبی تقسیم 1947ء

کل آبادی 4370000

مسلمان 77.11 فیصد

سکھ 1.64 فیصد

ہندو 20.11 فیصد

دیگر 1.14 فیصد

ریاست جموں وکشمیر کا کل رقبہ 222236 مربع کلومیٹر یا 84471 مربع میل ہے۔

مقبوضہ کشمیر 93708 مربع کلومیٹر (41342 مربع میل) بیالیس فیصد۔

آزاد کشمیر 13297 مربع کلومیٹر (4144 مربع میل) چھ فیصد۔

گلگت بلتستان 77676 مربع کلومیٹر (27946 مربع میل) پینتیس فیصد۔

اکسائے چین 37555 مربع کلومیٹر (11039 مربع میل) سترہ فیصد۔

ہندوستان نے مقبوضہ کشمیر کے تین حصے (① وادی۔ ② جموں۔ ③ لداخ) کیے ہیں اور 22 اضلاع بنائے ہیں۔

وادی کشمیر کے دس اضلاع اور بائیس تحصیلیں ہیں:

① سرینگر۔ ② گاندربل۔ ③ اسلام آباد (اننت ناگ)۔ ④ کولگام۔ ⑤ بڈگام۔ ⑥ پلوامہ۔ ⑦ شوپیاں۔ ⑧ سبارہ مولا۔ ⑨ بانڈی پورہ۔ ⑩ کپواڑہ۔

جموں کے دس اضلاع اور سینتیس تحصیلیں ہیں:

① جموں۔ ② کٹھوعہ۔ ③ ادھم پور۔ ④ رام بن۔ ⑤راجوری۔ ⑥پونچھ۔ ⑦سامبا۔⑧ڈوڈہ۔ ⑨ کشتواڑ۔ ⑩ریاسی۔

لداخ کے دو اضلاع اور چھ تحصیلیں۔

① لداخ۔ ② کارگل۔

آزاد جموں وکشمیر کے تین ڈویژن، دس اضلاع، 32 تحصیلیں اور کل دیہات 1786 ہیں:

① میرپور۔ ② کوٹلی۔ ③پونچھ۔ ④باغ۔ ⑤حویلی۔ ⑥مظفرآباد۔ ⑦نیلم ⑧سدھنوتی۔ ⑨ بھمبر۔ ⑩ہٹیاں۔

گلگت بلتستان کے 7 اضلاع اور 21 تحصیلیں ہیں:

① گلگت۔ ② ہنزہ نگر۔ ③ دیامر۔ ④ استور۔ ⑤ غدر۔ ⑥ اسکردو۔ ⑦ گھانچے

ریاست جموں وکشمیر کے شمال مغرب میں افغانستان کی 50 میل لمبی اور تقریباً 10 میل چوڑی واخان کی پٹی ہے۔ 1890ء میں برطانوی حکومت نے واخان کی پٹی ایک جبری معاہدے کے تحت روس کا راستہ کشمیر سے کاٹنے کے لیے افغانستان میں شامل کر دی، وگرنہ تاجکستان کی سرحد کشمیر سے لگتی تھی۔

❀❀❀

جموں وکشمیر کے حکمران

1177ء تا 1324ء جموں وکشمیر کے ہندو حکمران رہے۔

1323ء میں تاتاریوں نے آٹھ ماہ کے لیے کشمیر پر قبضہ کیا۔

1324ء تا 1327ء میں سلطان صدرالدین حکمران رہے۔

1327ء تا 1339ء میں راجہ سہدیو کے بھائی اودیان دیو جس نے سلطان صدرالدین کی بیوہ کوٹہ رانی سے شادی کر کے حکمران رہے، دوسرے خاوند کے بعد ڈیڑھ ماہ کوٹہ رانی بھی حکمران رہی (ان کی حکومت کا دورانیہ سوا بارہ سال رہا)۔

1339ء تا 1555ء شاہ میری سلطنت رہی۔ باقاعدہ مسلمان 216 سال یہ حکومت کرتے رہے (اس اڑھائی سو سالہ دور حکومت کو سلاطین کشمیر کا دور کہا جاتا ہے)۔

1555ء تا 1586ء بتیس سال چکوں کی حکومت رہی۔

1586ء تا 1707ء مغلوں کا مستحکم دور رہا۔

1707ء تا 1752ء مغلوں کا غیر مستحکم دور رہا۔

1752ء تا 1819ء افغانوں کا چھیاسٹھ سالہ دور رہا۔

1819ء تا 1846ء سکھوں کا ستائیس سالہ دور رہا۔

1846 تا 1947 ڈوگروں کی حکومت رہی۔

❀❀❀

ایشیا کا سب سے بڑا بدمعاش (گلاب سنگھ ڈوگرہ) اور اس کی مسلم دشمنی وعیاریاں

گلاب سنگھ ڈوگرہ کے بارے خود اس کے آقا ایسٹ انڈیا کمپنی والے کیا کہتے ہیں، انھوں نے کشمیر اپنے اس وفادار کو کیوں بیچا، جس کی ساری زندگی تقریباً اپنے محسنوں سے بے وفائی میں گزری۔ ظلم و بربریت جس کی پہچان رہی۔ جو اپنے مفاد کے لیے کسی کو بھی دھوکا دے سکتا تھا، ڈس سکتا تھا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے گورنر جنرل سر ہنری ہارڈ نے 2 مارچ 1846ء کو اپنی بہن کو لکھے ایک خط میں گلاب سنگھ کو ایشیا کا سب سے بڑا بدمعاش کہہ کر متعارف کروایا۔ گلاب سنگھ کو مہاراجہ بنانے کی وجہ انھوں نے چٹھی میں یوں بیان کی:

> "بدقسمتی سے ان کی مدد کرنا لازمی ہے، کیونکہ انھوں نے ہمارے خلاف جنگ میں حصہ نہیں لیا اور ان کی سرحدیں ہماری سرحدوں سے ملتی ہیں، ہم بغیر کسی مشکل کے ان کی حفاظت کر سکتے ہیں اور سکھوں کی سلطنت میں سے انھیں ایک ٹکڑا دے کر سکھوں کے مقابلے میں ان کی طاقت کو تھوڑا بڑھا سکتے ہیں۔"

ایک غدار کو نوازنے کے اس فیصلے پر چارلز نیپیئر اور لارڈ ایلنبرہ نے تنقید کی۔

جب مہاراجہ نے 75 لاکھ نانک شاہی انگریز کو دے کر خود کو کشمیر کی تمام زمینوں کا مالک بنالیا، کشمیریوں پر بھاری ٹیکس لگائے، کسانوں سے حق ملکیت چھین لیا، حالانکہ 75 فیصد آبادی کا انحصار کاشتکاری پر تھا۔ خود برطانیہ میں اس پر تنقید ہوئی اور یہ کہا گیا کہ

کشمیریوں کو بیچ کر مہاراجہ کا غلام بنا دیا گیا ہے۔خود کشمیریوں نے اس فروخت کو مسترد کیا، بلکہ اس برطانیہ کی مدد سے جبری ہندو ڈوگرہ حکمرانی کے خلاف بغاوت کردی، لیکن ہندو حکمرانوں نے انگریز کے تعاون سے بڑے بے رحمانہ انداز سے تحریک مزاحمت کو کچلنے کی کوشش کی۔

رابرٹ تھورپ نے جو کہ ہندوستان میں برطانوی فوج کے ایک آفیسر تھے، نے لکھا ہے کہ یہ اتنی بڑی ناانصافی ہے کہ اس سے ہر تہذیب کی روح کی نفی ہوتی ہےاور اس مذہب کے ہر اصول کے بالکل الٹ ہے،جس کے پیروکار ہونے کا ہم دعویٰ کرتے ہیں۔

ڈاکٹر ایلمسلی ایک مشنری ڈاکٹر تھے اور ان کا تعلق سکاٹ لینڈ سے تھا، انھوں نے کشمیر میں بہت وقت گزارا، وہ لکھتے ہیں کہ لوگوں کا شرمناک استحصال ہم انگریزوں کے لیے شرمناک ہے، کیونکہ ہم نے اس ملک کو ہزاروں جیتے جاگتے انسانوں کےساتھ موجودہ ظالم حکمران کو بیچ کر ان کو ہم نے دائمی غلام بنا دیا۔[ڈاکٹر فوزیہ نذیر لون،ایسوسی ایٹ پروفیسر سٹی یونیورسٹی آف ہانگ کانگ،17 اگست 2020 BBC اردو]

1846ء تا 1947ء ڈوگرہ راج

معاہدہ امرتسر کے آرٹیکل 10 کے مطابق مہاراجہ گلاب سنگھ برطانوی حکومت کی حاکمیت تسلیم کرتا ہے اور اس کی حاکمیت کی وجہ سے ٹوکن کے طور پر ہرسال برطانوی حکومت کو ایک گھوڑا، 12 بکریاں منظور شدہ نسل کے 06 مذکر 06 مؤنث اور کشمیری شال تین جوڑا پیش کرے گا۔13 مارچ 1884ء کو اس آرٹیکل میں کچھ تبدیلی کی گئی۔ معاہدہ امرتسر کے آرٹیکل 4 تا 10 سے بھی اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ ڈوگرہ ریاست برطانوی سرکار کی مرضی کے بغیر نا کسی کو ثالث مقرر کرسکتی ہے اور نہ اپنی سرحد تبدیل کرسکتی ہے۔ برطانیہ حکومت نے اپنا حق استعمال کرتے ہوئے پرتاب سنگھ کو 1889ء سے لے کر

1893ء تک معزول کیا یا ڈسمس کیا اور امر سنگھ کی قیادت میں ایک کمیٹی بنائی۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ جموں وکشمیر خودمختار ریاست نہیں تھی بلکہ اور ریاستوں کی طرح تھی۔ دونوں فریقوں نے ایک دوسرے کی مدد کی، برطانیہ کشمیر پر قبضہ کرنے کے لیے اور ڈوگروں کی حکومت قائم رکھنے کے لیے مدد کرتا رہا، بلکہ ڈوگروں کی ہرطرح حفاظت کرتے رہے اور ڈوگروں نے 1857ء کی جنگ آزادی کو کچلنے کے لیےانگریزوں کا ہر طرح ساتھ دیا تھا۔

دس لاکھ روپےنقد، دوہزارسپاہی، دوسوگھوڑےاور چھ گنیں گلاب سنگھ نے اپنے بیٹے رنبیرسنگھ کی نگرانی میں دہلی بھیجے۔

جموں وکشمیر ان 565 ریاستوں میں شامل ہے جن پر شہزادے برطانوی سامراج کی حمایت اور منظوری سے حکومت کرتے تھے۔جموں وکشمیر کی طرح کچھ ریاستیں تو نظریاتی اعتبار سے کسی حد تک قانون سازی اور عدل وانصاف کے اختیارات رکھتی تھیں لیکن ان پر ڈوگروں اور ہری سنگھ جیسے آدمیوں کی حکومت تھی جو تاج برطانیہ کے بڑے نمک حلال تھے۔ [کشمیر وادی مسرت،وادی موت۔ولیم ڈبلیوبیکر]

نومبر دسمبر 1931ء میں تحریک کشمیر چلو میں جموں وکشمیر کے لیے نکلے ہزاروں کارکنوں سے ڈر کر مہاراجہ کی مدد کی درخواست پر انگریز حکومت نے مدد کرتے ہوئے کشمیر چلوتحریک کے لوگوں کو گرفتار کیا اور انگریز فوج میر پور اور جموں میں تعینات رہی۔

ڈوگرہ راج کے قیام کے چھ سال بعد 1853ء میں برطانوی حکومت نے ایک سرکاری آفیسر مسٹر تیلون کو بھیجا کہ ریاست کے نظم ونسق اور عوامی شکایات کا جائزہ لے۔

ڈوگروں کے سو سالہ عہد میں ریاست جموں وکشمیر میں 28 وزرائے اعظم مقرر کیے گئے جن میں سے ایک بھی مسلمان نہ تھا۔

3-6-1947 کو طے پایا کہ وائسرائے ہند کے زیر قبضہ ہند کو دوقومی نظریہ کی بنیاد

پر تقسیم کیا جائے گا، جبکہ اس وقت تاج برطانیہ کے تحت جموں وکشمیر سمیت 565 ریاستیں تھیں۔

14 اکتوبر 1924ء کو پرتاب سنگھ کے عہد میں وائسرائے ہند لارڈ ریڈنگ سیاحت کے لیے سرینگر آیا تو اسے مسلمانوں کے بنیادی حقوق بارے میمورنڈم پیش کیا گیا۔ جس کی پاداش میں پھر پرتاب سنگھ نے مسلمانوں کا جینا مشکل بنا دیا۔ کچھ کی جائیدادیں ضبط کر کے جموں وکشمیر سے نکال دیا۔

1929ء میں ایک ہندوستانی عیسائی سر ایلیسٹن بینر جی نے جو ہندوستانی وزارتی کونسل کا رکن بھی تھا، کشمیر کا دورہ کیا اور دہلی آکر رپورٹ دی کہ کشمیری مسلمانوں کی بڑی اکثریت افلاس میں ڈوبی ہوئی ہے اور ان کے اقتصادی حالات کچھ اتنے ناگفتہ ہیں کہ ان کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک ہوتا ہے۔ اس نے کشمیریوں کی اس افسوس ناک حالت پر احتجاجاً کونسل میں اپنی پوزیشن سے استعفیٰ بھی دے دیا۔

مہاراجہ رنبیر سنگھ کے دورِ حکومت میں رابرٹ تھارپ اپنے ننھیال جموں وکشمیر آیا اور کشمیری قوم کے حالات اہل یورپ کو بتلانے شروع کیے تو اس کو جموں وکشمیر سے نکال دیا گیا۔ وہ پھر جموں وکشمیر آیا تو پھر ڈوگرہ مظالم لکھنے کے جرم میں 22 نومبر 1868ء کو رابرٹ تھارپ کی لاش تخت سلیمان کے قریب ملی، کچھ لوگوں کے بقول اسے زہر دے کر ٹارچر کر کے مارا گیا۔ اسے سرینگر کے عیسائی قبرستان شیخ باغ میں دفن کیا گیا۔ اس کی وفات کے بعد اس کی جموں وکشمیر کے بارے لکھی تحریروں پر مشتمل کتاب "کشمیر میں بدانتظام حکومت" (KASHMIR MIS GOVERNMENT) لندن میں شائع ہوئی، ڈوگرہ حکومت نے اس کتاب پر بھی پابندی لگا دی۔

ڈوگرہ دور میں میر پور میں 83 فیصد مسلمان تھے، مگر 17 فیصد ہندو ہی کاروبار اور انتظام حکومت پر چھائے ہوئے تھے۔

ڈوگرہ دور میں مسلمانوں کی مجموعی حالت بری ہی رہی۔

مسلمانوں پر بے پناہ ٹیکس لگا کر ان کا معاشی استحصال کیا گیا۔

مسلمانوں کے لیے سرکاری ملازمتوں کا حصول ممکن نہ تھا۔

ساہوکار نظام کے تحت ہندوؤں نے زراعت وتجارت کو اپنے پنجے میں پوری طرح جکڑ لیا۔

مسلمانوں کو عدالتی ڈگریوں اور نیلامی جائیداد کے خلاف کوئی جائے پناہ میسر نہ تھی۔

جس شخص کو بھی بیگار میں پکڑ لیتے تھے اس کی زندگی خطرہ میں پڑ جاتی تھی۔

مذہبی آزادی بہت کم تھی، گاؤکشی کی سزا موت تھی، اکثر اس جرم کی پاداش میں مجرم کو جلتے ہوئے تیل کی کڑاہی میں ڈال دیا جاتا تھا اور پھر لاش سر راہ لٹکا دی جاتی۔ اسلام قبول کرنے کی سزا جائیداد کی ضبطی تھی۔

شہری حقوق کا کوئی تصور نہ تھا،تحریر وتقریر پر پابندی تھی۔

ڈوگرہ دور میں مسلمانوں پر درج ذیل ٹیکس عائد تھے۔

ترقی ٹیکس: ایک روپیہ ہر بھینس پر اور 4.1 ہر گائے پر۔

بکری ٹیکس: دس آنے ہر بھیڑ پر اور چار آنے ہر بکری پر۔

چولہا ٹیکس: آٹھ آنے آتشدان (چولہا پر)۔

بیوہ ٹیکس: چار آنے ہر بیوہ پر۔

ذیلداری ٹیکس: فارسیٹ ٹیکس، درآمدات پر ٹیکس، اسی طرح اور بھی ٹیکس لگائے تھے۔

ALDOUS HUXLEY نے اپنے سفرنامہ میں لکھا: کشمیر میں گاڑی کھینچنے کے لیے بیلوں اور گھوڑوں کی ایک جوڑی سے آدھ درجن انسان سستے پڑتے ہیں۔اس نوعیت کی بار برداری دیکھ کر میری گردن جھک گئی۔

BISCOE لکھتا ہے: اگر برطانوی قوم کو اس ظلم کا سامنا کرنا پڑتا جسے کشمیریوں نے برداشت کیا تو ممکن ہے کہ ہم اپنی مردانگی کھو بیٹھتے۔

برادران ملی خان اور سبز علی خان سمیت ان کے 26 زندہ ساتھیوں کی کھالیں اتار کر ان میں بھوسہ بھر دیا اور درختوں پر لٹکا دیا گیا۔منگ کے مقام پر وہ درخت ابھی بھی موجود ہیں۔

سردار شمس خان نے اپنے لوگوں کو اکٹھا کیا گلاب سنگھ کے حملے سے باخبر کیا، یہ کشمکش 1818ء تا 1838ء جاری رہی۔انگریز مورخ میرج کار مائیکل سمتھ اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ 1832ء میں پونچھ کے حاکم سردار شمس خان کے ساتھ مہاراجہ گلاب سنگھ کی جنگ میں سدھنوتی کے 35 ہزار لوگ شہید ہوئے۔ اس لڑائی میں سیکڑوں عورتوں، بچوں اور مردوں کو قیدی بنا کر مہاراجہ نے جموں بھیجا، جن میں اکثریت کو مار دیا گیا۔

گلاب سنگھ نے سردار شمس خان اور راج ولی خان کو شہید کر کے ان کے سر لوہے کے پنجروں میں بند کر کے لوگوں کو عبرت دلانے کے لیے ان دونوں شہیدوں کے سر پونچھ میں ادھ ٹیک پہاڑی پر تین سال پنجرے میں رکھے تاکہ پونچھ کے سدھن اس سے عبرت پکڑیں۔

مائیکل سمتھ لکھتے ہیں: پونچھ میں مجاہدین کی شہادتوں کے بعد چھ سو مسلمان لڑکیوں کو اودھ ڈھک کے مقام پر بکریوں کی طرح باڑے میں رکھ کر کچی خوراک دی گئی۔

گلاب سنگھ کے سپاہی مسلمانوں کے گھر جلانے لگے، ہر طرف لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کیا گیا۔گلاب سنگھ گرفتار چھ سو مسلمان لڑکیوں کو لے کر جموں کی طرف روانہ ہوا تو جموں پہنچنے تک 400 لڑکیاں شہید ہوگئیں، گلاب سنگھ نے 40 لڑکیاں اپنے محل میں داخل کیں اور باقی لڑکیوں کو دو دو تین تین روپے میں نیلام کر دیا گیا۔

وائین کے مطابق 20 تا 25 اگست 1832ء کو گلاب سنگھ ذاتی طور پر خود پونچھ

گیا۔کچھ قیدیوں کی کھالیں اس کے سامنے ادھیڑی گئیں، اس ظالمانہ فعل کے دوران ایک جلاد کچھ تذبذب کا شکار ہوا تو گلاب سنگھ نے اس کو گالیاں دیں اور طنز کے طور پر پوچھا کہ کیا قیدی اس کے باپ ماں ہیں؟اس کے بعد اس نے کچھ کھالوں میں بھوسہ بھرنے کا کہا۔پھران بھوسہ بھری کھالوں کواس طرح لٹکایا کہ ان کی گردنوں میں کٹا ہوا سر الٹا رکھوایا گیااور معافی مانگنے کے انداز میں ہاتھ باندھ دیے، تاکہ ہر راہ گزر عبرت پکڑے۔گلاب سنگھ نے اپنے بیٹے کومتوجہ کرتے ہوئے کہا کہ حکومت اس طرح کی جاتی ہے۔

گلاب سنگھ اپنے جلادوں کوحکم دیتا کہ شمع آزادی کے پروانوں کی زندہ ہی کھال اتار دی جائے اور کھال سر سے پاؤں کی طرف نہیں، بلکہ پاؤں سے سر کی طرف اتاری جائے، کیونکہ سر سے پاؤں کی طرف کھال اتارنے سے فوری موت واقع ہوجاتی ہے اور اس سے اتنی تکلیف بھی نہیں ہوتی۔لیکن اگر کھال پاؤں سے سر کی طرف اتاری جائے تو مظلوم ہوش وحواس میں رہتا ہے۔اگلے سو برسوں میں ایسے برے اورغیر انسانی فعل عام ہوگئے۔لیکن کشمیریوں نے ڈوگرہ حکومت کےخلاف اپنی مزاحمت میں کمی نہ ہونے دی۔[ولیم ڈبلیوبیکر]

25 اگست 1832ءکو 16 دنوں میں ایک محتاط اندازے کے مطابق سدھن بغاوت کچلنے کے لیےسولہ ہزارسدھن شہید کیے گئے، اس وقت سدھن قبیلے کی کل آبادی چالیس ہزارتھی۔

انگریز مؤرخ میجر جی سی سمتھ اپنی کتاب کےصفحہ 218 سے لےکر 226 پر سدھن قبائل کے بارے لکھتے ہیں کہ راجہ گلاب سنگھ اپنی 8ہزار باقاعدہ اور 12 ہزار بے قاعدہ فوج کو لےکر جدھر سے بھی گزرا ہر چیزتباہ وبرباد کرتا گیااورفوج کوحکم دیا کہ وہ لوٹ مار کریں اورجس حدتک وہ بربریت اور درندگی کر سکتے ہیں کریں۔اس نے اعلان عام کیا کہ جو آدمی کسی باغی سدھن آدمی،عورت بچے کا سر کاٹ کر لائے گا اسے پانچ روپے

انعام دیا جائے گا۔ تو ڈوگرہ سپاہیوں نے پانچ روپے کے لالچ میں نا کردہ گناہوں کی پاداش میں ہزاروں سر کاٹ ڈالے۔ اس اعلان سے قتل عام شروع ہوگیا، نظر یہی آتا تھا کہ کوئی سدھن مسلمان کم ازکم اس سے خطے میں زندہ نہیں رہے گا اور یہ نسل ختم ہو جائے گی۔

یہ ڈوگروں کے مظالم کی ایک جھلک پیش کی ہے، ڈوگروں کے ان مظالم کے باوجود کچھ ہمارے دوست ڈوگروں کے حق میں بات کرتے ہیں۔ حیرت تو یہ ہے کہ وہ بھی سدھنوں کے علاقوں میں، بعض سدھنوں میں سے بھی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ان کو ہدایت دے کہ وہ اپنے ماں باپ، اپنے گھرانوں کے اور اپنی قوم کے دشمنوں کی وکالت سے باز آجائیں، اگر یہ لوگ ڈوگرہ دور میں قائم کیے گئے کمیشنوں کی رپورٹیں ہی تفصیل سے پڑھیں تو پتا چلتا ہے کہ جموں وکشمیر کے مسلمانوں کو کس طرح بنیادی حقوق سے محروم رکھا گیا تھا۔ مہاراجہ اور ہندوؤں کی تنگ دلی اور سنگ دلی ان رپورٹوں سے واضح ہوتی ہے۔ دنیا کی زندگی تو کسی نہ کسی طرح گزر جاتی ہے۔ ڈوگروں کے ہاتھوں شہید ہوئے اپنے بزرگوں کا بھی سامنا کرنا ہے۔ اس لیے وہ کام کریں کہ بزرگ آپ پر فخر کرسکیں کہ آپ نے ان کے قاتل کو پسند نہیں کیا، بلکہ اپنے بڑوں کا قاتل ہی سمجھا ہے اور اپنی نسلوں کا دشمن ہی جانا ہے۔

ڈوگرہ راج کے کچھ کمیشن

مسٹر شارپ کمیشن کی سفارشات اکتوبر 1915ء۔

دلال کمیشن 1931ء۔

گلینسی کمیشن نومبر 1931ء۔

فرنچائز کمیشن 28 مئی 1932ء۔

گنگانارتھ کمیشن 12 جولائی 1943ء۔

صادق پور کے صادق امیرالمجاہدین مولانا عنایت علی رحمہ اللہ

1845ء دسمبر میں بالاکوٹ میں مولانا عنایت علی کو باقاعدہ امیر جہاد تسلیم کیا گیا۔ سید ضامن شاہ کاغانی نے بھی ان کی اطاعت قبول کی۔ مجاہدین کو بالائی ہزارہ میں حکومت قائم کرنے کا موقع ملا۔ اسی نے گلاب سنگھ والی کشمیر کے دیوان ابراہیم شاہ اور اس کی فوج کو بیلہ میں موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ بعد ازاں ضامن شاہ نے کاغان میں انگریزی مداخلت کی مخالفت کی۔

گڑھی حبیب اللہ کو 1262ھ میں فتح کیا، پھر مجاہدین نے قلعہ فتح گڑھ کو فتح کر کے کافی مال غنیمت حاصل کیا، پھر مظفر آباد پر کامیاب کارروائی کی اور او کنلے کے مطابق مجاہدین نے تھوڑے وقت میں خاصے بڑے علاقے پر قبضہ جمالیا۔ جو دریائے سندھ کے بائیں کنارے کے ساتھ ساتھ ہری پور سے کاغان تک اور ستھانہ سے کشمیر تک پھیلا ہوا تھا۔ [کلکتہ ریویو بابت اکتوبر 1870ء۔ صفحہ 382]

1846ء میں احتساب و حدود کا نظام قائم کیا گیا۔ حکومت کا پورا نظام کتاب وسنت کے مطابق انجام پاتا تھا۔ مولانا عنایت علی جو مولانا ولایت علی کے چھوٹے بھائی تھے۔ سید صاحب کے زمانے میں بنگال میں مجاہدین کے لیے مالی اور افرادی قوت فراہم کرتے تھے۔ دعوت و تبلیغ کا کام کرتے تھے۔ جنھوں نے 1857ء کی جنگ آزادی کے لیے انگریز کی چھاؤنیوں میں مجاہدین کو منظم کرنے کی کوشش کی تھی اور باقاعدہ مجاہدین کی سرحد، پنجاب، دہلی اور ہندوستان میں ڈیوٹیاں لگائیں۔ پھر انھوں نے خود اور ان کے خاندان نے بڑی قیمت ادا کی۔

مولانا عنایت علی نے مرکز فتح گڑھ کا نام بدل کر اسلام گڑھ رکھ دیا تھا۔سات قرابینچی ہر وقت ان کے ساتھ رہتے تھے۔سرداروں اور خوانین سے جہاد کے متعلق مشورے کیے جاتے تھے۔رسالداروں یا سالاران جیش میں سے کسی کو بلایا جاتا تو وہ ایک سپاہی کے ساتھ مولانا صاحب کے پاس آتا۔کابل اور کشمیر کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم ہو چکے تھے۔شیخ امام الدین سکھوں کی طرف سے کشمیر کا گورنر تھا۔ اگرچہ انگریزوں نے سکھوں کے ساتھ پہلی جنگ کے بعد کشمیر گلاب سنگھ کے ہاتھوں فروخت کر دیا تھا،لیکن شیخ امام الدین نے ابتدا میں گلاب سنگھ کو کشمیر کا قبضہ دینے سے انکار کر دیا تھا اور مولانا عنایت علی سے خط وکتابت شروع کر دی تھی۔قلمی مکتوب مظہر ہیں۔کشمیر کے صوبیدار شیخ امام الدین نے دلی خواہش سے موافقت کا راستہ پیدا کیا اور ارسال خطوط کے لیے ہرکاروں کی جوڑی مقرر کر دی۔چنانچہ ہر مہینے اس کی طرف سے دوستی اور محبت کے دو تین خطوط آ جاتے تھے۔

اسی طرح میر دوست محمد خاں فرماں روائے کابل اور اس کے فرزند ارجمند محمد اکبر خان غازی سے تعلقات پیدا ہو چکے تھے، بلکہ قلمی مکتوب کے مطابق انھوں نے رفاقت و امداد کے عہد نامے لکھ بھیجے تھے۔

نواں شہر کا قلعہ فتح ہوا تو اس پر سلامی کی توپیں سر کی گئیں۔شیخ امام الدین کے پاس یہ خبر بھیجی گئی تو اس نے قاصد کو بہت سا انعام دیا۔ [سرگزشت مجاہدین،مولانا غلام رسول مہر،صفحہ:236]

مجاہدین نے کابل میں موجود غیر ملکی سفارت خانوں کے ذریعے بھی اپنا تحریکی کام آگے بڑھایا، اپنا لٹریچر چھاپتے۔انگریز کے ہر طرح کے لالچ دھونس کے باوجود ایک مجاہد بھی واپس نہ گیا، کیونکہ یہ فی سبیل اللہ نکلنے والے مجاہد تھے نہ کہ کسی اور مقصد کے لیے۔

24 شوال 1262ھ، 16 اکتوبر 1846ء کو جمعہ کے دن مولانا عنایت علی نے امارت

کا پورا نظام مولانا ولایت علی کے حوالے کر دیا۔ مولانا موصوف کو چھوٹے بھائی کی جانفشانی، مشقت، ملک داری اور فوج کے جملہ انتظام کا پورا اندازہ ہو چکا تھا، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ جمعہ کی مجلس میں بیعت کے بعد با آواز بلند فرمایا کہ میں اپنی طرف سے چھوٹے بھائی کو مجاہدین کا سالار بناتا اور تمام انتظامات پرانے دستور کے مطابق ان کے حوالے کرتا ہوں۔[سرگزشت مجاہدین، صفحہ:242]

امیر المجاہدین مولانا عنایت علی نے مارچ 1858ء کے آخر میں اللہ کی راہ میں "رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ" کے مصداق اپنی جان قربان کردی۔ وہ نوربانڈہ سے چنئی جاتے ہوئے فوت ہوگئے۔ یوں عزم و ہمت، شجاعت، بہادری، سخاوت، دعوت وجہاد اور صبر کا کوہ ہمالیہ، امت کا خیر خواہ اپنے رب کے پاس چلا گیا۔

اسی طرح ان کے بھائی مولانا ولایت علی ستھانہ میں 5 نومبر 1852ء کو وفات پا گئے تھے اور ستھانہ کے قبرستان میں ہی دفن ہیں۔ ان کی وفات کے بعد 1858ء تک مجاہدین یہیں رہے پھر انگریز نے منڈی اور ستھانہ کے مراکز توپوں سے اڑا دیے۔ مولانا ولایت علی کے بیٹے مولانا عبداللہ پھر چالیس سال تک مجاہدین کے امیر رہے۔ قبائل صوبہ سرحد کے علاقے میں انگریز کو ٹکر دیتے رہے۔ باقی خاندان کے بزرگ کالے پانیوں کی سزا بھگت رہے تھے۔ کیا نصیب ہے کہ کچھ میدان عمل میں دفن ہوئے اور کچھ کالے پانی کی سزا کے دوران وفات پا کر کالے پانیوں میں دفن ہوئے۔ جو میدان عمل میں تھے ان کو میزبانوں کے ظلم وستم کا بار بار سامنا کرنا پڑتا۔ دشمن پر تو وہ حاوی تھے، اپنوں کی غداری اور تنگ دلی کی وجہ سے بار بار جگہ بدلتے تھے۔ شہزادوں کی زندگی گزارنے والے بڑے بڑے گھرانوں کے افراد درختوں کے پتے کھا کر راہ جہاد میں گزارا کرتے تھے۔

امیر المجاہدین مولانا عنایت علی فرماتے تھے کہ جس ملک پر کفار مسلط ہوجائیں وہاں

کے مسلمانوں کا فرض ہے کہ متحد ہوکر کفار سے لڑیں۔ جو لڑ نہ سکیں وہ ہجرت کر کے کسی آزاد اسلامی ملک میں پہنچ جائیں۔ ہجرت موجودہ حالت میں فرض ہے اور جو لوگ ہجرت سے باز رکھنے کی کوشش کریں وہ منافقت کی زد میں آتے ہیں۔ جو لوگ ہجرت بھی نہ کرسکیں وہ حکومت سے علیحدگی پر عمل پیرا ہوں۔ مثلاً کسی کام میں حکومت کی مدد نہ کریں۔ اس کی عدالتوں میں نہ جائیں۔ اپنے جھگڑوں کے فیصلے کے لیے پنچایتیں بنائیں۔

مولانا عنایت علی نے جانبازی کی منزل میں قدم رکھا تھا تو اسے اہم دینی اسلامی فرض سمجھا تھا جو ہر حال ادا ہونا چاہیے تھا۔ اسباب اور ماحول کی سازگاری و ناسازگاری اس فرض پر اثر انداز نہیں ہوسکتی تھی۔ مولانا کا نقطہ نگاہ زندگی کی آخری سانس تک یہی رہا۔ سامان کی فراہمی یقیناً ضروری ہے، اس کے لیے کوشش برابر جاری رکھنی چاہیے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ پورا سامان مہیا ہونے تک انسان ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھا رہے۔ اس حقیقت میں بھی شبہ نہیں کہ بعض اوقات صرف جوش، عمل، مظاہرہ اور ایثار ہی سامان کی فراہمی میں معاون بن جاتے ہیں۔

سیدین شہیدین کا صادق پور پٹنہ بہار کا یہ صادق خاندان ہے، جس نے صداقت سے سیدین شہیدین کے بعد صادق پور کے اہل صادقین نے پاکستان بننے تک جہاد کی قیادت کی۔ میدان عمل بھی آباد کیے۔ دعوت کا کام بھی کیا۔ سپلائی بھی مجاہدین کو جاری رکھی، زندانوں کو آباد کیا۔ چاند رات کو گھر بار اور خاندانی قبرستان مسمار کیے گئے اور وہاں بلدیہ کی عمارت بنائی گئی۔ آفرین صد آفرین سیدین صادقین کے صادق پور کے صادق جانشینوں نے انھی کی طرح صرف اور صرف فی سبیل اللہ مشن جاری رکھا۔ اللہ قبول فرمائے۔ امت میں پھر یہ جذبہ صادق پیدا فرمائے۔ آمین!

جب انگریز نے اپنے وفادار گلاب سنگھ کو کشمیر بیچ دیا تو مجاہدین نے جو سیدین

شہیدین کے جماعت سے تھے، کشمیر کو آزاد کروانے کے لیے اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کے لیے کارروائیاں شروع کیں تو انگریز نے گلاب سنگھ کی مدد کی۔

غداروں سے مدد لی یوں ان مجاہدین کا راستہ روک لیا گیا۔ پہلے سیدین شہیدین کشمیر کی طرف آتے ہوئے 1831ء میں بالاکوٹ میں شہید ہوئے۔ پھر مولانا ولایت علی اور مولانا عنایت علی جو پٹنہ بہار کے بڑے گھرانے کے افراد تھے، ہر چیز اللہ کے لیے قربان کر کے سیدین صادقین کے ساتھی بنے۔ انھوں نے جموں وکشمیر کے لیے کوشش کی اور 1846ء بالاکوٹ سے چند کلومیٹر دور مظفر آباد کے ساتھ والے علاقوں میں اسلامی حکومت کا قیام عمل میں لایا۔ پھر اسی تحریک کے اس وقت کے قائدین مولانا رحمت اللہ صاحب اور مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی نے 1947ء، 1948ء والے جہاد کشمیر میں بھرپور حصہ لیا۔ موجودہ تحریک آزادی کے مراکز بھی انھیں علاقوں میں تھے۔

اللہ تعالیٰ چترال سے لے کر کنہیا کماری تک کے پاک بازوں کی جموں وکشمیر کے لیے دی گئیں ہر دور کی قربانیاں قبول فرما کر جلد اہل جموں وکشمیر کو آزادی عطا فرمائے۔ اب پھر مجاہدین کشمیر پر مشکلات ہیں۔ اللہ نہ کرے ماضی کی تاریخ دہرائی جائے۔ اللہ تعالیٰ مجاہدین کو صبر وشکر و استقامت کی نعمت عطا فرمائے۔ آمین!

نوٹ: جہاد ومجاہدین کے میزبان ساتھیوں اور جہادی رہنماؤں یاغستان کے کچھ غیور اسلامی ملی غیرت کے علم برداروں بزرگوں کا تذکرہ نہ کریں تو ناانصافی ہوگی۔ جن میں حضرت سید امیر ملا صاحب کوٹھا، ملا نجم الدین عرف ملا صاحب ہڈا، ملا صاحب بابڑہ عبدالکریم صاحب، ملا صاحب علی احمد عرف ملا صاحب سنڈاکے، حاجی فضل واحد صاحب عرف حاجی صاحب ترنگ زئی، سید عبدالجبار صاحب ستھانوی اور حضرت صاحبزادہ بابا صاحب۔

اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو ان سب بزرگوں پر بھی معلومات جمع کر کے مرتب کریں گے، کیونکہ یاغستان کے ان میزبانان جہاد و جہادی علم برداروں پر الگ ہی لکھا جانا چاہیے۔

❀❀❀

قبائلی مجاہدین کن وجوہات کی بنا پر کشمیر آئے

قبائلی مجاہدین کن وجوہات کی بنا پر کشمیر آئے

مجاہد اول سردار عبدالقیوم خان، سردار ابراہیم خان اور مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی اور دوسرے مجاہدین کے جہاد کشمیر اور 22 اکتوبر 1947ء کو قبائلی مجاہدین کی ملی غیرت اور انسانیت کو بچانے کے لیے کی گئی یلغار کی وجہ سے مہاراجہ ہری سنگھ نے بھارت کے ساتھ الحاق نہیں کیا، بلکہ بہت پہلے سے مکروہ عزائم کے ساتھ جموں وکشمیر پر ہندوستانی حکمرانوں، RSS، اکالی دل کے سکھوں دیگر جنونی ہندو جتھوں نے پاکستان سے بھاگے ہندوؤں کے ساتھ مل کر اپنا اقتدار بچانے کے لیے جارحیت جاری رکھے ہوئے تھی اور مسلم اکثریت کو دھوکا دینے کے لیے اس نے پاکستان سے معاہدہ قائمہ بھی کیا اور ہندوستان سے بھی کرنا چاہتا تھا، مگر خود شدت پسند ہندو ہونے کی وجہ سے اس کی تمام ہمدردیاں ہندوستان کے ساتھ تھیں، اس لیے جیسا کہ ہم آگے پڑھیں گے کہ اس نے کس طرح ہندوستان کے خاکوں میں رنگ بھرا۔ قبائلی مجاہدین کے خلاف یہ ہمیشہ کی طرح جھوٹا مکروہ ہندوستانی بیانیہ ہے جو تواتر کے ساتھ بولا اور لکھا جا رہا ہے، کچھ اپنے بھی اور نئی نسل میں سے کچھ لوگ بھی اس کا شکار ہوئے یا اپنے مکروہ عزائم کے لیے اس مکروہ ہندوستانی بیانیہ کا سہارا لینے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ وہ قبائلیوں کا ذکر تو کرتے ہیں مگر ہندوستان سے آئے ہوئے جتھوں کا، آر ایس ایس کے لوگوں کا، ہندو ریاستوں کی فورسز کا، جموں کے ڈوگروں، پاکستان سے بھاگے ہوئے ہندوؤں، پھر خود ہندوستانی فورسز کے مظالم و درندگی کا ذکر نہیں کرتے جو قبائلیوں سے کہیں پہلے آ کر جموں وکشمیر میں قتل وغارت کر رہے تھے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ قبائلی مجاہدین تو اس ظلم و زیادتی کے خلاف

اہل جموں وکشمیر کی درخواست پر اپنا فرض ادا کرنے آئے۔ ہندوستان سے آئے مختلف قسم کے جتھوں، مہاراجہ کی فورسز، ہندوستانی فورسز کے مظالم کے سامنے ہندوستانی الزامات کے باوجود قبائلی اور مجاہدین تو معصوم نظر آتے ہیں، جو کہ ہندوستانی چھتری تلے پنڈت لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی مکمل حمایت سے مسلمانوں کے خلاف بربریت سن کر آئے تھے، ان کا سامنا انھی ریاستوں کی فورسز سے ہو رہا تھا جنھوں نے مشرقی پنجاب اور ہندوستان میں مسلمانوں کے خلاف بربریت کا بازار گرم کیے ہوا تھا۔اب یہ کچھ حقائق ملاحظہ فرمائیں۔حقیقت یہ ہے کہ ہندوستانی مکروہ عزائم مہاراجہ کی اقتدار کے لیے ہوس، دیگر شدت پسند ہندوؤں اور سکھوں کی بربریت کو مسلمانوں کے خلاف ان کے عزائم دیکھتے ہوئے مسلمانوں نے سردار ابراہیم کی قیادت میں پونچھ میں آزادی کے لیے تحریک شروع کر دی تھی۔ پونچھ میں 70 ہزار کے قریب سابق فوجی رہائش پذیر تھے جو جنگ عظیم میں حصہ لے چکے تھے، ایک طرح پونچھ جنگجوؤں کا علاقہ تھا۔ حالانکہ پونچھ میں آزادی کی جنگ اہل پونچھ لڑ رہے تھے اور کافی علاقہ فتح کر چکے تھے، 24اکتوبر کو آزاد حکومت کا اعلان کر دیتے ہیں، جان بوجھ کر ہندوستان اس کا ذکر نہیں کرتا۔ سردار عبدالقیوم خان مرحوم مقدمہ کشمیر صفحہ 32 پر لکھتے ہیں: اگر قبائلی کشمیر میں نہ بھی ہوتے تب بھی ہندوستان یہی کرتا اور پھر ہندوستان قبائلیوں کے ذکر کو جان بوجھ کر ہوا دیتا ہے، قبائلی تو بعد میں گئے۔ یہ سب سے پہلے تحریک ہم نے چلائی ہے، لگاتار پندرہ مہینے سے تو ہم لڑ رہے تھے۔ ہمارا ذکر بھارت کی حکومت جان بوجھ کر نہیں کرتی، کیونکہ دنیا کے سامنے پھر جھوٹے ہوتے ہیں کہ ریاست کے لوگ خود مہاراجہ کی حکومت نہیں چاہتے تھے بلکہ پاکستان کے ساتھ ملنا چاہتے تھےاور ہماری بدقسمتی سے اس کا کوئی جواب نہیں دیا جاتا۔ ایک لحاظ سے دیکھا جائے تو مہاراجہ اپنی حکومت چھوڑ کر بھاگ چکا تھا۔ سردار ابراہیم خان کی قیادت میں نئی حکومت قائم ہوگئی تھی جو کہ جموں وکشمیر کے بڑے حصے پر

مشتمل تھی۔ اسی فیصد اقتدار سے مہاراجہ محروم ہو چکا تھا۔

گاندھی پاکستان کے قیام کو کہتے تھے کہ یہ گاؤ ماتا کی چیر پھاڑ ہے، جسٹس یوسف صراف کے بقول نہرو کے لیے ہندوستان ایک انگوٹھی اور کشمیر کی اس میں حیثیت موتی جیسی تھی، الیسٹر لیمب اپنی کتاب میں لکھتا ہے: نہرو کی کشمیر میں جذباتی حد تک دلچسپی تھی کچھ ہندو مذہبی طور پر بھی کشمیر کو ہند کے ساتھ رکھنا چاہتے تھے۔ پٹیل ریاست جموں وکشمیر کے مستقبل کو ہندوستان کے ساتھ رکھنے میں اس کی جغرافیائی اہمیت کی وجہ سے دلچسپی لیتا تھا، چونکہ یہ وسطی ایشیا تک ہندوستان کو رسائی مہیا کر سکتی تھی، روس اور چین کے ساتھ سرحدیں ملتی تھیں۔ ہندوستان کے نزدیک کشمیر کو حاصل کر کے کسی حد تک پاکستان کی خودمختاری کو محدود کیا جا سکتا تھا۔ 3 جون 1947ء کو تقسیم برصغیر کے منصوبے کا اعلان کیا گیا، اس منصوبے کے مطابق مسلم اکثریتی علاقوں کو پاکستان میں شامل ہونا تھا، لیکن لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے اثر و رسوخ پر ریڈ کلف ایوارڈ جس نے پنجاب اور بنگال کی حد بندی کرنی تھی، اس نے انتہائی جانب داری کا مظاہرہ کیا۔ ہندوستان کو کشمیر تک رسائی دینے کے لیے مسلم اکثریتی علاقے اصل تقسیم سے 3 ہفتے قبل گورداسپور، بٹالہ، فیروز پور اور پٹھان کوٹ کو انڈیا میں شامل کیا گیا، تقسیم برصغیر کے وقت گورداسپور تحصیل میں 52.01 فیصد مسلمان، شکر گڑھ تحصیل میں 51.03 فیصد مسلمان، بٹالہ تحصیل میں 55.06 فیصد مسلمان، فیروز پور میں 55.02، زیرہ تحصیل میں 65.02 فیصد مسلمان، جالندھر تحصیل میں 51.01 فیصد مسلمان، اجنالہ تحصیل میں 59.04 فیصد مسلمان تھے۔ [ہرمز جی مانک کی کتاب PARTITION OF INDIA:LEGEND AND REALITY]

یہ تمام علاقے ہندوستان کو دینے کا مقصد صرف اور صرف ہندوستان کو کشمیر تک رسائی دینی تھی، برصغیر کی اس سیاسی صورتحال میں ذاتی تعلقات، جذبات اور نفرتوں کو

بڑی اہمیت حاصل تھی، نہرو اور ماؤنٹ بیٹن کے خصوصی تعلقات میں کسی کو شک نہ تھا اور نہرو اور شیخ عبداللہ کی دوستی بھی بہت اہمیت رکھتی تھی۔

لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو جسے کانگریس کی مدد کے لیے وائسرائے لگوایا گیا تھا اور اس کو قائد اعظم نے پاکستان کا گورنر جنرل نہیں مانا تو اس نے فوری نہرو کی خواہش اپنی بیگم کے ذریعے مان کر گورداسپور کو پاکستان سے کاٹ کر انڈیا میں شامل کروا دیا۔ اسی طرح بنگال کا بڑا حصہ بھی کاٹ کر مشرقی پاکستان کو محروم کر دیا گیا۔

باؤنڈری کمیشن کے سربراہ ریڈ کلف کے سیکرٹری کرسٹوفر بیو ماؤنٹ نے 1992ء میں کہا کہ ماؤنٹ بیٹن کے دباؤ میں آ کر ریڈ کلف نے باؤنڈری لائنوں میں تبدیلی کر کے گورداسپور بھارت کو دے دیا، تاکہ بھارت کو کشمیر کا راستہ مل جائے۔

ہندوستان کی غیر منصفانہ اور شر انگیز تقسیم کے جرم عظیم میں جو سازشی عناصر شامل تھے ان کے نام یہ ہیں۔ ① وائسرائے ماؤنٹ بیٹن۔ ② لیڈی اڈینا ماؤنٹ بیٹن۔ ③ پنڈت جواہر لعل نہرو۔ ④ راؤ صاحب وی ڈی آئر اسسٹنٹ کمشنر پنجاب وبنگال باؤنڈریز (جس نے جاسوسی کر کے تقسیم کے راز ماؤنٹ بیٹن تک پہنچائے)۔ ⑤ سر سیرل ریڈ کلف (جو تقسیم کا نقشہ بنانے کا ذمہ دار تھا)۔

لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی بیٹی لیڈی پامیلہ ماؤنٹ بیٹن اپنی کتاب "INDIA REMEMBERED" میں لکھتی ہیں کہ میرے والد برصغیر میں کامیابی بھی چاہتے تھے اور ان کی برصغیر پر حکومت کرنے کی بھی خواہش تھی، اس لیے میرے والد نے میری والدہ کو بھی اپنے مفاد میں استعمال کیا۔ غالباً برصغیر میں ناکامی کا خدشہ تھا کہ اس کے والد نے اپنی اہلیہ (ایڈوانا) اور پنڈت نہرو کے درمیان قریبی تعلقات پیدا کرنے کی حوصلہ افزائی کی اور ان کے درمیان محبت پیدا ہوگئی۔

آگے لکھتی ہیں کہ اس کی بیوی کے نہرو سے تعلقات کارآمد تھے، جب حالات

احتیاط طلب اور پیچیدہ ہوتے تو میرے والد میری والدہ کو کہتے کہ جاؤ اور نہرو کو اعتماد میں لو، مسئلہ بہت اہم ہے۔

اس وقت کے خیبر پختونخواہ کا انگریز ذمہ دار اپنی ڈائری میں لکھتا ہے: ماؤنٹ بیٹن مسلمانوں سے شدید نفرت کرتا تھا۔ یقینی طور پر محسوس ہوتا ہے کہ وہ ہر چیز کو ہندو کی نظر سے دیکھتا تھا۔

آئن سٹیفن جو سٹیٹس مین کے ایڈیٹر تھے، ان کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور لیڈی ماؤنٹ بیٹن نے 26 اکتوبر 1947ء کو ڈنر پر بلایا۔ سٹیفن نے لکھا کہ ان کا کشمیر کے حوالے سے بالکل یک طرفہ موقف تھا اور یہ لگتا تھا کہ جیسے وہ مکمل طور پر ہندو کے ہمدرد ہیں اور پاکستان، مسلمانوں اور جناح کے بھرپور مخالف تھے، درحقیقت ماؤنٹ بیٹن اپنے آپ کو ہندو ہی سمجھ رہا تھا، 15 اگست کو بھارت کے یوم آزادی کے موقع پر جے ہند کے ساتھ پنڈت ماؤنٹ بیٹن کی جے کے نعرے بھی لگے تھے۔

برطانیہ کے قانون کے مطابق برطانوی پارلیمنٹ کے جولائی 1947ء کے انڈین انڈیپنڈنس ایکٹ کی دفعہ B اور 7(1) کی رو سے 15 اگست 1947ء کے روز تمام معاہدے ختم ہوجانے تھے جو برطانیہ نے ریاستوں کے ساتھ کیے تھے اور یوں ساری ریاستیں بشمول جموں وکشمیر قانونی اعتبار سے آزاد ہو جاتی تھیں۔ اس لیے 15 اگست 1947ء کے بعد کوئی بھی معاہدہ حتی کہ معاہدہ امرتسر 1846ء بھی ختم ہوجاتا۔ یہ بات وائسرائے ہند نے ریاستوں کے تمام والیوں کو نئی دہلی میں بتلائی بھی تھی، بلکہ اچھی طرح سمجھائی بھی تھی۔ آر ایس ایس کشمیر میں 1940ء میں داخل ہوئی۔ [الیسٹر لامب]

ہری سنگھ نے بھارتی حکومت کی خواہش پوری کرنے کے لیے آر ایس ایس کو کشمیر میں کام کرنے کی اجازت دی، تاکہ آبادی کا تناسب بدلا جائے۔

"برطانوی آبزرور" 1940ء میں آئینگر ہندی اور ہندی رسم الخط کو زبردستی مسلمانوں پر ٹھونسا گیا اور اسلحہ ایکٹ نافذ کیا گیا، جس کی رو سے ہندو راجپوتوں کو بلا روک ٹوک اسلحہ رکھنے اور ان کے کارخانے چلانے کی اجازت دی گئی، شیخ عبداللہ نے ان دونوں مسلم کش اقدامات کی حمایت کی۔

1946ء میں ہندو انتہا پسند تنظیم ویر دل نے سالانہ مرکزی جلسہ مظفر آباد میں کیا۔ جس میں ہندوستان سے مہا سبھائی لیڈروں ڈاکٹر مونجے، ڈاکٹر کھا پرے اور ویر ساورکر نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تقاریر کر کے ہندو نوجوانوں کو تشدد پر اکسایا۔

1947ء کے اوائل سے ہی مظفر آباد کو ڈوگرہ حکومت آر ایس ایس اور اکالی دل وغیرہ والے اپنا مرکز بنا رہے تھے، جنوری 1947ء میں آر ایس ایس کے رہنما ڈاکٹر ہرنام سنگھ اور اکالی دل کے ماسٹر تارا سنگھ نے مظفر آباد میں سنگھ سبھا کے زیر اہتمام جلسہ سے خطاب کیا اور انھوں نے مسلمانوں کے خلاف اشتعال انگیز تقریریں کیں۔

1947ء میں RSS کے کشمیر کے انچارج پروفیسر بلراج مدھوک نے کہا کہ جموں و کشمیر میں ایک کروڑ بھارتی باشندوں کو آباد کیا جا سکتا ہے۔

لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے کشمیر کے دورے اور مہاراجہ اور کشمیری لیڈروں کو ہندوستان سے الحاق پر راضی کرنے کی کوشش کی، پھر جولائی 1947ء میں سرینگر کے قریب بھارتی کچھ ریاستوں کے غیر مسلم حکمرانوں کی خفیہ میٹنگ ہوئی، جہاں آر ایس ایس کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے قتل عام کے لیے سازش تیار ہوئی۔ ایک ایسا منصوبہ تیار ہوا تھا جس میں مسلمانوں کی آبادی کو مکمل طور پر ختم کرنا تھا، اس کا آغاز پونچھ سے ہوا تھا۔ [بلراج پوری، جو جموں میں ہونے والے تشدد کے عینی شاہد تھے]

19 جولائی 1947ء کو سرینگر میں جموں و کشمیر کے مسلمانوں کی طرف سے سردار ابراہیم کے گھر میں الحاق پاکستان کی قرارداد پاس کی گئی۔ مہاراجہ ہری سنگھ نے

12اگست 1947ء کوحکومت پاکستان کے ساتھ معاہدہ قائمہ کے لیے پیش کش کی اور 15 اگست 1947ء کوحکومت پاکستان نے منظور کر لیا، مہاراجہ نے ہندوستان کو بھی پیش کش کی معاہدہ قائمہ کی، اس نے جواب ہی نہ دیا، سرینگر میں ڈاک خانہ اور دیگر عمارات پر پاکستانی پرچم لہرا دیا گیا، معاہدہ قائمہ میں مہاراجہ کی حکومت نے وہ تمام معاملات و اختیارات جو برطانوی ہندوستانی حکومت کو حاصل تھے وہ تمام حکومت پاکستان کے حوالے کرنے کی پیش کش کی، جوحکومت پاکستان نے قبول کر لی۔ معاہدہ قائمہ کے بعد ریاست جموں وکشمیر میں کسی بھی ملک کی طرف سے مداخلت پاکستان کے معاملات میں مداخلت تھی۔

مسئلہ کشمیر کے بارے وکٹوریہ شیفلڈ کی 2010ء کی کتاب میں (اور سٹینلی والسپرٹ نے بھی اپنی کتاب میں)لکھا کہ اگست کے فوری بعد نہرو اور گاندھی نے کشمیر کا دورہ کرنے کے لیے اصرار کیوں کیا؟ پٹیالہ، کپورتھلہ کے کانگریسی رہنما جے بی کرلائی اور فریدکوٹ کے شہزادے کشمیر میں کیا کر رہے تھے۔

پٹیالہ، کپورتھلہ اور فریدکوٹ کی ریاستوں میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ ان تینوں ریاستوں کے حکمرانوں نے مہاراجہ کشمیر سے ملاقات کی، مہاراجہ اس وقت پاکستان سے سٹینڈسٹل ایگریمنٹ کے معاہدہ کی آڑ میں مسلمانوں پر ظلم کر رہا تھااور ہجرت پر مجبور کر رہا تھا۔

13اکتوبر 1947ء کو روزنامہ ڈان میں رپورٹ شائع ہوئی کہ کشمیر کا مہاراجہ ریاست کا ہندوستان سے الحاق کرنے والا ہے، اس کے لیے خفیہ تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ستمبر 1947ء کومہاراجہ ہری سنگھ ہندوستان سے اس شرط پر الحاق کے لیے راضی ہو گیا تھا کہ اس کے اختیارات شیخ عبداللہ کو نہ دیے جائیں، ان سب تیاریوں اور ہندوستانی سازشوں کے باوجود 27 اکتوبر تک باقاعدہ ہندوستان سے کوئی معاہدہ منظر عام

پر نہیں لایا گیا تھا۔

ہندوستان کی طرف سے 13 ستمبر 1947ء کو سردار پٹیل نائب وزیر اعظم ہند نے وزیر دفاع سردار بلدیو سنگھ کو لکھا کہ میں نے کشمیر دربار سے لیفٹیننٹ کرنل کشمیر سنگھ کٹوچ کو کشمیری افواج کا کمانڈر انچیف مقرر کرنے کے لیے درخواست وصول کی ہے، آپ کشمیر کی مشکلات کو بخوبی سمجھتے ہیں اور میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ یہ ہمارے لیے بہت مفید ہوگا کہ ہماری ہندوستانی فوج کا ایک آفیسر کشمیر کی فوج کا کمانڈر انچیف ہو (اس نے ہندوستانی قبضہ کروانے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان خدمات کے صلہ میں یہ ہندوستانی فوج میں لیفٹیننٹ جنرل تک پہنچا)۔ 13 ستمبر 1947ء کو سردار پٹیل نے مہاراجہ ہری سنگھ کو ریاست کا وزیر اعظم مہر چند مہاجن کو مقرر کرنے پر مبارکباد کا خط بھیجا، مہاجن ایک متعصب قسم کا پنجابی ہندو تھا، جس نے پہلے کانگریس کی نامزدگی پر پنجاب باؤنڈری کمیشن میں بطور ممبر کام کیا اور اس نے ریڈ کلف ایوارڈ میں ہندوستان کو بھرپور فائدہ پہنچایا تھا، اس کو کشمیر کا وزیر اعظم مقرر کرنا دراصل ہری سنگھ اور کانگریس کی ملی بھگت تھی۔ اسی طرح ہندوستان کی فوج سے کشمیر کی افواج کا کمانڈر انچیف لینا بھی ظاہر کرتا ہے کہ درپردہ مہاراجہ ہری سنگھ ہندوستان سے الحاق کا فیصلہ کر چکا تھا۔ معاہدہ قائمہ بارے ہندوستانی عزائم کو بھانپتے ہوئے ستمبر کے وسط میں قائداعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ کشمیر جانا چاہتے تھے، لیکن لارڈ ماؤنٹ بیٹن اس پر راضی نہ ہوئے، پھر پاکستانی وزیر اعظم لیاقت علی خان نے پاکستان اور کشمیر کے نمائندگان کے درمیان ان معاملات کو حل کرنے کے لیے اجلاس کی پیش کش کی، جس کو ریاستی وزیر اعظم نے مصروفیات کا بہانہ بنا کر مسترد کر دیا، پھر لیاقت علی خان نے کرنل اے ایس بی شا جو حکومت پاکستان کے جوائنٹ سیکرٹری تھے کو سرینگر بھیجا کہ وہ کشمیری حکام سے رابطہ کر کے معاملات کو حل کریں، لیکن کشمیر کے وزیر اعظم نے ملنے سے انکار کر دیا۔

15 اکتوبر 1947ء کو جب مہاجن نے عہدہ سنبھالا تو اس نے پاکستانی وزیراعظم کو ایک ٹیلی گرام ارسال کیا، جس میں الزام لگایا کہ پاکستانی مداخلت کار پونچھ میں مداخلت کر رہے ہیں اور انکوائری کا مطالبہ کیا، جس پر حکومت پاکستان نے فوری انکوائری پر اتفاق کیا، لیکن مہاجن نے اب خاموشی اختیار کر لی۔

18 اکتوبر 1947ء کو مہاجن نے ایک ٹیلی گرام گورنر جنرل پاکستان کو ارسال کیا، جس میں دھمکی دی کہ وہ بیرونی فوجی امداد حاصل کریں گے، قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ نے بطور گورنر جنرل 20 اکتوبر 1947ء کو اس کا جواب دیا۔ بیرونی امداد کی دھمکی واضح طور پر ظاہر کرتی ہے کہ آپ کی حکومت ہندوستان کے ساتھ شامل ہونے کے لیے موقع کی تلاش میں ہے اور ہندوستان کی مداخلت اور امداد کو تحفظ دینا چاہتی ہے، یہ پالیسی آپ کی عوام میں بھرپور خوف اور ناراضگی پیدا کرے گی، جس میں 85 فیصد مسلمان ہیں، میری حکومت کی طرف سے آپ کو تجویز کیے جانے والا اجلاس اب ایک فوری ضرورت ہے۔ الیسٹر لیمب اپنی کتاب کے صفحہ 73 پر لکھتا ہے کہ ہندوستان نے 15 اکتوبر سے کافی پہلے ریاست جموں وکشمیر کے ہندوستان سے الحاق کرنے کے لیے انتظامات شروع کر رکھے تھے۔ اس کے بعد سردار پٹیل کی مرضی سے جموں وکشمیر حکومت کو ہر طرح کی ملٹری سپورٹ تیز کر دی گئی۔ 28 ستمبر 1947ء سے مہاراجہ کی درخواست پر پٹیل نے ایک سویلین جہاز کا بندوبست کیا، جو سرینگر سے دہلی خاص پرواز کرتا تھا۔

بھارتی اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ نے 29 جولائی 1947ء کو خبر شائع کی کہ کٹھوعہ اور پھٹان کوٹ کے درمیان سڑک کو پختہ کرنا شروع کر دیا گیا ہے۔ یہ واحد راستہ ہے جو جموں وکشمیر کو ہندوستان سے ملاتا ہے۔ [امریکہ کی سابق سیکرٹری آف سٹیٹ میڈلین البرائٹ کے والد جوزف کوربل کی تصنیف DANGER IN KASHMIR]

یکم اکتوبر 1947ء کو سرینگر ائر پورٹ پر وائرلیس کمیونیکیشن کا انتظام کر دیا گیا تھا،

جس کے بعد اسلحہ کی سپلائی کی پروازیں شروع ہوگئیں، جس میں بڑی تعداد میں اسلحہ سرینگر پہنچا دیا گیا۔[الیسٹر لیمب A BIRTH OF TREGEDY]

2 اکتوبر 1947ء کو پٹیل نے مہاراجہ کو مشورہ دیا کہ وہ سیاسی قیدیوں کو عام معافی کا اعلان کر کے رہا کر دے، پٹیل کی تجویز پر مہاراجہ نے شیخ عبداللہ کو رہا کر دیا اور مہاراجہ اور شیخ عبداللہ کے تعلقات خوشگوار ہو گئے۔

07 اکتوبر 1947ء کو پٹیل نے وزیر دفاع بلدیو سنگھ کو خط لکھا کہ مجھے امید ہے کہ ریاست جموں وکشمیر میں اسلحہ بھیجنے کے انتظامات کیے جا چکے ہوں گے، اگر ضروری ہو تو ہم بذریعہ ہوائی جہاز بھی انتظام کر سکتے، ہیں میرے خیال میں ہنگامی حالات میں عسکری تعاون ہماری دفاعی کونسل کی فوری توجہ چاہتا ہے، ہمارے پاس ضائع کرنے کا وقت نہیں۔

اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ 18 اکتوبر 1947ء کو ہندوستانی فضائیہ مہاراجہ ہری سنگھ کی ڈوگرہ افواج کی مدد ہندوستانی حکومت کی وزارت دفاع کی منظوری کے ساتھ کر رہی تھی۔[ملٹری مؤرخین، مسٹر ایس این پرساد، مسٹر دھرم پال]

مہاراجہ نے 14 تا 17 اکتوبر کے درمیان اکالی دل اور آر ایس ایس کے تعاون سے لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام اور ہزاروں مسلمان خواتین کو اغوا اور شہید کیا۔ مہاراجہ ہری سنگھ اکثر جگہوں پر مسلمانوں پر ظلم کی ابتدا خود کرتا یا کرواتا تھا، جس نے لاکھوں مسلمانوں کو ہجرت پر مجبور کیا اور پاکستانی پنجاب کے دیہاتوں پر بھی ڈوگرہ افواج نے حملے شروع کر دیے اور اس طرح حملے کر کے مہاراجہ ہری سنگھ نے سٹینڈسٹل معاہدے کی کھلی مخالفت کی۔[برطانوی آبزرور، الیسٹر لامب]

ہندو اور سکھ بلوائیوں نے آر ایس ایس کے لوگوں کی مدد سے مسلمانوں پر حملے شروع

کیے۔

ٹائمز آف لندن آئن سٹیفن کی کتاب ہارنڈ مون ۔

انڈرسٹینڈنگ کشمیر اینڈ کشمیریز دی ہندو۔

اکراس دی لائن آف کنٹرول کشمیر لائف ۔

کشمیر اے ڈسپیوٹڈ لیگیسی میجر جنرل ڈی کے پلٹ کی کتاب ہسٹری آف جموں وکشمیر رائفلز بھارتی حکومت کے وائٹ پیپرز۔

رابرٹ ورسنگ کی کتاب انڈیا پاکستان اینڈ کشمیر ڈسپیوٹ ۔

لیفٹیننٹ جنرل ایل پی سین کی کتاب کشمیر کنفرنٹیشن وغیرہ کتب میں مہاراجہ، اس کی فورسز،خود بھارتی سرکار کے مظالم وسازشوں، آر ایس ایس اور ہندو بلوائیوں کے مظالم کا ذکر ہے، جو مسلمانوں پر ڈھائے جا رہے تھے،مسلمانوں کو شہید کیا جا رہا تھا، ان کی املاک کو جلایا اور لوٹا جا رہا تھا اور مسلمانوں کو پاکستان کی طرف ہجرت پر مجبور کیا جا رہا تھا۔

ہندو،سکھ اور وہ لوگ جو باہر سے جموں میں آئے تھے انھوں نے وہاں مسلمانوں کا قتل عام کیا،مسلمان خواتین کی عزتیں تار تار کیں۔ اخبارات میں اس کی پوری طرح اطلاع نہیں دی گئی۔ وہاں جو کچھ ہوا اس کا ذمہ دار مہاراجہ ہری سنگھ تھا۔ [مہاتما گاندھی]

پنڈت جواہر لعل نہرو وزیراعظم ہند نے پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جموں میں مغربی پنجاب کے پناہ گزینوں نے مسلمانوں کو پہلے ہی ہفتے میں خون میں نہلایا اور ان کی حفاظت پر مامور محافظوں نے اپنے فرائض کی بجا آوری سے غفلت برتی۔ [نوائے وقت 1947ء،نومبر 1977ء]

مسلم کانفرنس کے شعبہ اطلاعات نے بتایا کہ اکھنور جموں میں 70 فیصد مسلم آبادی قتل کر دی گئی اور 55 فیصد مسلمان خواتین اغوا کر لی گئیں۔ [نوائے وقت، 7، 8 دسمبر

1947ء-1997ء]

جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کے ایک علامیہ کے مطابق 15 ہزار مسلمان خواتین کو اغوا کر کے مشرقی پنجاب پہنچا دیا گیااور ڈوگرہ فوجی عورتوں کے خلاف جرائم میں مجرموں کی اعانت کرر ہے ہیں اور انھیں تحریک آزادی کے خلاف کام کرنے اور تبدیلی مذہب پر مجبور کر رہے ہیں۔اس کے باوجود آزاد کشمیر کے صدر سردار ابراہیم خان نے فوج کو غیرمسلم پناہ گزین خواتین کے ساتھ کسی بھی قسم کی زیادتی کرنے والوں کوموقع پر گولی مارنے کا حکم دیا۔[19دسمبر 1947ء-1997ء]

صوبہ جموں کے مختلف علاقوں سے ہزاروں مسلمان خواتین کو اغوا کیا گیا، ان کی عصمت دری کی گئی، ان سے شادیاں رچائی گئیں، ان کو اسمگلنگ کے ذریعے بھارت کے مختلف حصوں میں پہنچایا گیا۔[یوسف صراف]

سٹینلے والپرٹ نے ''Tryst with Destiny'' میں نہروگاندھی کا یہ اعتراف لکھا ہے کہ جب بھارت نے فوج سرینگر میں اتاری اس وقت تک کشمیر کا بھارت سے الحاق نہیں ہوا تھا۔

مہرچند مہاجن نے بھی اپنی کتاب ''Looking Back'' میں بین السطور تسلیم کیا ہے کہ الحاق کے دستخط سے پہلے ہی بھارتی افواج کشمیر میں اتر چکی تھیں،یعنی ہندوستان ایک جارح کے طور پر کشمیر میں داخل ہوا، جو انٹرنیشنل قوانین کی مخالفت کر کے بلکہ روند کر اور ویانا کنونشن آن دی لاز آف ٹریٹیز کے آرٹیکل 49 کے مطابق ہر وہ معاہدہ غیرقانونی ہو گا جو طاقت کی دھمکی دے کر یا طاقت استعمال کر کے کیا جائے گا۔

الحاق نامہ پر دستخط ہونے سے پہلے ہی بھارتی فوج سرینگر ہوائی اڈے پر اتر چکی تھی۔[امان اللہ خان، جہد مسلسل، جلد سوم]

پٹیالہ سے اسلحہ اور فوجی اکتوبر 1947ء کے پہلے دو ہفتوں میں بھیجے گئے اور وہ 17

اکتوبر تک سرینگر، جموں اور اوڑی میں موجود تھے۔

مہاراجہ کشمیر ہری سنگھ کشمیر کے اسی فیصد علاقے پر اپنا کنٹرول کھو چکا تھا۔اس کی حیثیت اس بادشاہ کی سی تھی جس کی کوئی سلطنت نہیں تھی۔کشمیر پر قابو پانے کی امید پھر ہری ہونے لگی جب ایک صبح اس نے نو ڈی سی 3 طیارے منڈلاتے ہوئے دیکھے۔ یہ بھارتی طیارے آٹھ ٹن اسلحہ اور گولہ بارود فرسٹ سکھ رجمنٹ کے لیے لے کر آئے تھے، بھارت کے یہ باقاعدہ 329 فوجی کشمیر میں موجود تھے، جلد ہی ایک لاکھ بھارتی فوج اور پہنچ گئی۔[ولیم ڈبلیو بیکر، کشمیر وادی مسرت، وادی موت]

اکتوبر 1947ء کو سرینگر ہوائی اڈے پر اترنے کے بعد وہاں موجود پٹیالہ رجمنٹ کو دیکھ کر انھیں بہت خوشگوار حیرت ہوئی۔[بھارتی فوجی جنرل لائٹل پراتیب سین]

انڈین آرمی نے 12 تا 17 اکتوبر 1947ء کے درمیان اپنی 50ویں پیراشوٹ بریگیڈ کے 4 کمانڈو پلاٹون اور پٹیالہ پولیس کے دستے کشمیر میں بھیج دیے۔سرینگر کے ہوائی اڈے کو بھی پہلے سے ہی انڈین آرمی نے اپنے کنٹرول میں لے لیا تھا۔لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے مہاراجہ کو پہلے ہی ایسی فوجی امداد کی یقین دہانی کروائی تھی۔ جو کمک پہلے سے موجود تھی وہ ریاست پٹیالہ کی طرف سے تھی، ایک انفنٹری بٹالین جموں میں اور ایک ماؤنٹین بیٹری جس کو وادی کشمیر بھیجا گیا۔[بھارتی فوجی میجر جنرل ڈی کے پلٹ]

آر ایس ایس کے ہیڈ سوامی گرو جی کی بائیوگرافی میں ہے کہ اس کا مہاراجہ ہری سنگھ کو بھارت سے الحاق پر راضی کرنا، مہاراجہ کا آر ایس ایس کے لوگوں کا مدد پر شکریہ ادا کرنا اور 19 اکتوبر کو ولبھ بھائی پٹیل کو اس کامیابی کی خبر دینا۔[SHRI GURU JI PIONEER OF NEW ERACP BHISHIKAR]

پٹیالہ کے 5 مئی 1947ء کو بھارت سے الحاق کی وجہ سے پٹیالہ فورسز بھارتی کنٹرول میں تھیں اور بھارتی فوج کا حصہ تھیں جو کہ بھارتی حکومت کی مرضی کے بغیر کشمیر

نہیں آسکتی تھیں۔[الیسٹر لیمب]

پٹیالہ کی فورسز کو نہرو کی درخواست پر بھیجا گیا تھا۔[الیسٹر لیمب]

جموں میں جولائی 1947ء سے ہی مسلمانوں کو شہید کرنے یا ہجرت پر مجبور کرنے کے واقعات شروع ہو چکے تھے۔ ریاست جموں وکشمیر کے ہندوؤں اور ڈوگرہ حکمران کی خواہش تھی کہ ریاست جموں وکشمیر میں مسلم آبادی کا تناسب کم کیا جائے۔

ستمبر 1947ء میں مہاراجہ کی ڈوگرہ افواج نے مسلمانوں کو خوفزدہ کرنے کے لیے ان کے گھر جلانے اور نسل کشی شروع کر دی۔ مہاراجہ پاکستان اور کشمیر کے درمیان تقریباً 3 میل چوڑائی علاقہ کو بفرزون بنانا چاہتا تھا۔ جس کے لیے مسلمانوں کو یا تو پاکستان کی طرف دھکیل دیا گیا یا شہید کر دیا گیا اور دوسرے علاقوں سے ہندوؤں کو کشمیر میں داخل کیا گیا اور ہندوستان خفیہ طور پر ڈوگرہ افواج کو اسلحہ فراہم کر رہا تھا۔

CB DUKE لاہور میں برطانیہ کے ڈپٹی ہائی کمشنر تھے، نے لکھا ہے دریائے چناب کے قریب تقریباً 20 گاؤں کو جلا کر ختم کر دیا اور ان میں مساجد کو بھی راکھ بنا دیا گیا، یہ مسلمان ظلم کا شکار تھے، مہاراجہ نے مذہبی بنیادوں پر علاقہ کی صفائی کا حکم دیا تھا۔

20 اکتوبر 1947ء کو مہاراجہ کی افواج نے پاکستان کی سرحد کو عبور کر کے مارٹر، خود کار بندوقوں اور گرنیڈوں سے حملہ کیا۔ ایک برطانوی آفیسر جو موقع پر موجود تھا کے بقول 1750 لوگوں کو شہید کیا گیا۔

نومبر 1947 تک صوبہ جموں کے 123 دیہات کو مکمل ختم کر دیا گیا تھا۔

ٹائمز آف لندن نے لکھا ہے کہ جموں سے مسلمانوں کو ختم کرنے کی مہم کی مہاراجہ ہری سنگھ خود سربراہی کر رہا تھا۔ جموں میں مسلمانوں کے قتل عام کی ہدایات اور نگرانی مہارانی تارا دیوی، گروست دیو اور گورنر جموں رام چوہڑ مل کر کر رہے تھے، شیخ عبداللہ آتشِ چنار صفحہ 331 پر لکھتا ہے کہ یہ انسانیت کے خلاف سنگین ظلم تھا اور اس کی سربراہی مہاراجہ

ہری سنگھ اور اس کا وزیر اعظم مہاجن کر رہے تھے۔

ڈوگرہ حکومت نے پاکستانی سرحد کے ساتھ ساتھ دفاعی پٹی قائم کرنے کی کوشش کی۔ ان سرحدی شہروں اور دیہاتوں سے مسلمانوں سے ہتھیار لیے گئے اور مسلمانوں سے کسی بھی طرح ان علاقوں کو ڈوگرہ فوج، ریاستی فوج، پولیس، انتظامیہ، مسلح ہندوؤں اور سکھ تنظیموں کی مدد سے خالی کروانے کی کوشش کی۔

مظفر آباد شہر کے مسلمانوں سے ہر قسم کا اسلحہ ضبط کر لیا گیا، جبکہ ہندو اور سکھ تربیت یافتہ مقامی اور غیر مقامی نوجوانوں کو مسلح کر دیا گیا، یہ مسلح نوجوان روزانہ مارچ پاسٹ کرتے۔ اسلحہ لہراتے اور کھلے عام مسلمانوں کو قتل عام کی دھمکیاں دیتے۔ ڈوگروں، ہندوؤں اور سکھوں نے عید کے دن کا پروگرام بنایا کہ عید کے اجتماع پر حملہ کر کے یک بارگی مسلمانوں کو ختم کر دیا جائے، لہٰذا زعمائے مظفر آباد کا ایک وفد قبائلی رہنماؤں کے پاس فریاد لے کر پہنچا کہ آپ دیر نہ کریں، ایسا نہ ہو کہ آپ آئیں تو وہاں کوئی مسلمان نہ ملے۔ ان زعما کی فریاد پر عید کی بجائے 22 اکتوبر کو قبائلی مجاہدین نے حملہ کر دیا۔

عینی شاہدوں کا کہنا ہے کہ (22 اکتوبر کی صبح) جونہی گولیاں چلنا شروع ہوئیں مظفر آباد کے تمام ہندو اور سکھ مسلح ہو کر بازار میں نکل آئے، ان کا خیال تھا کہ شاید نلوچھی گردوارہ کے سکھوں نے بجائے 25 تاریخ کے 22 تاریخ کو ہی حملہ کر دیا، نلوچھی گردوارے میں ہندوؤں اور سکھوں کے مابین طے ہوا تھا کہ 25 تاریخ کو مظفر آباد پر حملہ کر کے مسلمانوں کو ختم کر دیا جائے گا، اس مقصد کے لیے انھوں نے مختلف اطراف سے بندوقیں اور تلواریں لا کر آپس میں تقسیم کر دی تھیں، جس کی بھنک مسلمانوں کو پڑ چکی تھی۔ [تاریخ کشمیر، سید محمود آزاد]

کرشنا مہتا زوجہ دونی چند مہتا (ڈپٹی کمشنر مظفر آباد، جو کرنل رام لداخ کا گورنر بھی رہا، کی بیٹی تھی) لکھتی ہیں: 21 اکتوبر کی رات مقامی فوجی کمانڈر، پولیس کا سربراہ و دیگر

محکموں اور اداروں کے افسران ڈپٹی کمشنر کی رہائشی گاہ پر دعوت پر مدعو تھے۔ رات دیر تک بات چیت اور تبادلہ خیالات کا سلسلہ چلتا رہا، صبح کرشنا مہتا گولیوں کی آواز سن کر بیدار ہوئی۔ اس نے اپنے پتی ڈپٹی کمشنر کو جگانے کی کوشش کی اور اس کو بتلایا کہ فائرنگ کی آواز آ رہی ہے، اٹھ کر صورت حال کا جائزہ لو، لیکن دونی چند مہتا نے سنی ان سنی کر دی اور کہا کہ ہمارے اپنے لوگ ہیں اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں، گولیوں کی آواز قریب سے قریب تر آتی جا رہی تھی، اس نے خاوند کو دوبارہ جگایا، اس سے پوچھا کہ وہ کس طرح اطمینان سے سویا ہوا ہے، ممکن ہے کہ یہ حملہ دشمن کی طرف سے ہو؟ کیا اسے فوجی کمانڈر نے رات کو بتایا تھا کہ ہمارے فوجی کارروائی یا مشق کریں گے۔ کرشنا کے اصرار پر وہ سونے کے لباس میں ہی اٹھا اور سلیپر پہن کر پستول ہاتھ میں لے کر صورت حال کا جائزہ لینے نکلا اور قبائلی مجاہدین کا نشانہ بن گیا۔ دونی چند مہتا ڈپٹی کمشنر مظفرآباد کا اطمینان اور اصرار کہ یہ اپنے لوگ ہیں جو گولیاں چلا رہے ہیں، گھبرانے کی کوئی بات نہیں، اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ ڈوگرہ انتظامیہ نے مسلمانوں کے قتل عام کی مکمل منصوبہ بندی کر رکھی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ بہتر منصوبہ ساز ہے۔ یہی کرشنا مہتا اپنی ڈائری میں مجاہدین کی پاک بازی کا ذکر کرتی ہیں کہ کس طرح اپنی بہنوں کی طرح مجاہدین نے ڈپٹی کمشنر کی بیٹیوں کی حفاظت کی، جبکہ وہ مسلمان خواتین پر ہندوؤں، ڈوگروں اور سکھوں کے مظالم و بربریت ہر وقت سن رہے تھے۔ پھر بھی انھوں نے اپنی روایات اور اسلامی اقدار کا مظاہرہ کیا۔ آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر میں قائم کیمپوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ دوسری طرف سکھ رہنما بدھ سنگھ کی ڈائری میں جموں میں موجود ہندو جتھوں، فورسز کے قائم کردہ کیمپوں کی روداد پڑھیں تو لگتا ہے کہ مسلمانوں اور مسلمان خواتین کے بارے ہر اخلاقی، انسانی قدروں کو پامال کر کے جس درندگی و حیوانگی اور سفاکی کا مظاہرہ کیا گیا اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ جن کو ہندوستان، مہاراجہ ڈوگروں، ہندو جنونیوں کے جتھوں،

سکھوں اور ہندو ریاستوں کی فورسز کے انسانیت کو شرما دینے والے واقعات پڑھ کر بھی خصوصاً اہل جموں وکشمیر کو اور خصوصاً اہل آزاد کشمیر کو اور اپنے آپ کو سدھن کہنے والوں کو، کشمیر چلو تحریک کے مجاہدین، قبائلی مجاہدین اور آج کے مجاہدین سے ہندوستانی مہاراجہ اچھے لگتے ہیں، "ان پر اناللہ وانا الیہ راجعون" ہی پڑھا جاسکتا ہے، کیونکہ یہ اپنے باپ دادا اور قوم کے دشمنوں کو اچھا سمجھ رہے ہیں۔

جب قبائلی مجاہدین اوڑی پہنچے تو پٹیالہ کی فورسز سے سامنا ہوا۔[میجر خورشید انور]

سرینگر میں پٹیالہ کے فوجی قبائلی مجاہدین کا سامنا کرنے سے کترا رہے تھے۔[یوسف صراف]

قائداعظم محمد علی جناح ؒ نے یہ تمام مظالم اور عہد شکنی دیکھ کر جنرل گریسی کو کشمیر میں افواج داخل کرنے کا حکم جاری کیا جو جنرل گریسی نے ماؤنٹ بیٹن کے کہنے پر نہ مانا۔ بعض کے بقول چھ ماہ بعد ہی جنرل گریسی لیٹر لکھتا ہے گورنر جنرل پاکستان کو کہ اگر پاکستان بچانا ہے تو کشمیر میں پاکستانی فوجیں داخل کرنا ضروری ہیں۔

اگر قائداعظم محمد علی جناح ؒ کا حکم جنرل گریسی نے شروع میں ہی مانا ہوتا تو یہ حالات نہ بنتے، بلکہ حالات مختلف ہوتے، کیونکہ جو قائد کی بصیرت دیکھ رہی تھی وہ دونوں برطانوی کمانڈر جنرل گریسی اور جوائنٹ چیف فیلڈ مارشل آرشین لیک اس سے محروم تھے۔ وہ ہندو کی فطرت نہیں جانتے تھے، اس لیے چھوٹے مفادات کے لیے انسانیت پر اتنا بڑا ظلم کر گئے۔

قائداعظم اور اہل مظفرآباد کی درخواست پر قبائلی مجاہدین 22 اکتوبر کو کشمیر میں داخل ہوئے اور ایک حصہ آزاد کروا لیا۔ بدقسمتی سے اپنوں کی طرف سے ان کا راستہ مختلف بہانوں سے روک لیا گیا۔ اس وقت کے مجاہدین کے امیر مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی، مولانا رحمت اللہ صاحب اور کچھ دوسرے لیڈروں نے بہت سی التجائیں کیں کہ مجاہدین کا

راستہ نہ روکیں، وگرنہ مستقبل میں ہر کسی کو بہت بڑی قیمت ادا کرنا پڑے گی۔

قبائلی مجاہدین کو جب جموں وکشمیر میں قتل عام کی خبریں ملیں اور کشمیریوں کی درخواست پر وہ سرحد عبور کرکے کشمیر میں داخل ہوگئے۔ شمالی علاقوں سے انھوں نے ہری سنگھ کی فوج اور بھارتی فوجی دستوں جو خفیہ طور پر کشمیر بھیجے گئے تھے، کو نکال دیا۔ جو علاقے قابض فورس سے آزاد ہوئے انھیں آزاد کشمیر کا نام دیا گیا اور وہاں کشمیر کی عبوری حکومت قائم کر دی گئی۔

جہاد کی وجہ سے آزاد کشمیر کے نام سے ساڑھے چار ہزار مربع میل اور گلگت بلتستان کے بتیس ہزار مربع میل علاقے آزاد کروا لیے۔ اگر مجاہدین کی خواہش کے برعکس 31 دسمبر 1948ء اور یکم جنوری 1949ء کی درمیانی رات بارہ بجے اقوام متحدہ کی طرف سے جنگ بندی کا اعلان نہ کیا گیا ہوتا تو عین ممکن تھا کہ مجاہدین پوری وادی کشمیر آزاد کروا لیتے۔ افسوس یہ کہ مجاہدین کی پاک فضائیہ سے مدد بھی نہ کی گئی بلکہ ان کو اسلحہ، ایمونیشن بھی نہ دیا گیا، وہ اسی اسلحہ اور ایمونیشن سے لڑے جو ان کے پاس تھا یا انھوں نے ہندوستانی جتھوں سے چھینا تھا۔ اگر ان کو ایمونیشن اور اسلحہ دیا جاتا تو زمینی حقائق کچھ اور ہوتے، اگر فضائی مدد بھی مل جاتی، جس طرح ہندوستان اپنے جتھوں کو دے رہا تھا تو چند دنوں میں پورا جموں وکشمیر پاکستان کا حصہ ہوتا اور پاکستان دولخت ہونے سے اور اب تک ہونے والے نقصانات سے بھی بچ جاتا اور خوب ترقی بھی کرتا۔ اے کاش! مجاہدین کی بات مانی جاتی۔ پاکستان کے سابق وزیراعظم حسین شہید سہروردی نے ڈیلی ٹیلی گراف لندن کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ کشمیر پر سے ہندوستانی فوجی جارحیت ختم کرنے کے لیے قبائلی لیڈر مسلح آپریشن کے لیے کراچی برقی پیغامات بھیجتے رہے ہیں۔ لیکن ہم صبر وتحمل کی تلقین کرتے ہوئے یہ یقین دلاتے ہیں کہ یہ مسئلہ اقوام متحدہ کے سامنے ہے۔ اگر صورت حال یہی رہی تو کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ کل کیا ہوگا۔[ڈان 3 فروری

2007ء بحوالہ 3 فروری 1957ء]

پاکستان کے رضا کار مجاہدین آزادی اور صوبہ سرحد کے پٹھان قبائلیوں کے ساتھ آزاد کشمیر میں فوجی بھی شامل ہو گئے اور وہ بھارتی فوجیوں کو جموں کی طرف دھکیلنے میں خاصی کامیابی حاصل کر رہے تھے۔ ایک موقع پر جب بھارتی فوجوں کی شکست کے امکانات روشن ہوئے تو بھارتی حکومت نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل سے رجوع کیا اور 31 دسمبر 1947ء کو اس درخواست کی کہ اقوام متحدہ تنازعہ کشمیر میں مداخلت کرے۔

پاکستانی فورسز کے آگے ناکام ہوتی ہندوستانی فورسز نے جب اپنے وزیراعظم پنڈت جواہر لعل نہرو کو تمام صورت حال اور اس کے خطرناک اثرات سے آگاہ کیا، پنڈت جواہر لعل نے اسی وقت برطانوی وزیراعظم کلیمنٹ ایٹلی سے فون پر رابطہ کیا اور ان پر زور دیا کہ پاکستان کو ہر قیمت پر اس حملے سے روکنا ہوگا، کیونکہ اتنے مختصر وقت میں ہندوستان کے لیے بذریعہ جہاز کمک پہنچانا ممکن نہیں ہے، اگر ہندوستان کو پاکستانی فورسز سے ہزیمت اٹھانا پڑی تو وہ احتجاجاً دولت مشترکہ کی رکنیت چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں گے، یعنی روس کی جانب، اگر پاکستان کو اپنا حملہ منسوخ کرنے پر آمادہ کیا جائے اور ضلع پونچھ ہندوستان کا ہی حصہ رہے تو وہ (پنڈت جواہر لعل نہرو) اگلے سال کشمیری عوام کو استصواب رائے کا حق دیں گے۔ نئی دہلی اور لندن کے درمیان ٹیلیفون کی گھنٹیاں بجتی رہیں، پھر چند گھنٹوں بعد لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے پاکستانی وزیر خارجہ محمد ظفراللہ خان کو فون کیا اور انھیں بتایا کہ پنڈت نہرو نے کشمیری عوام کو حق رائے دہی کا یقین دلایا ہے، جس پر وزیراعظم لیاقت علی خان نے جنگ بندی کا حکم دے دیا۔ لیکن خطرہ ٹلتے ہی بھارتی وزیراعظم نہرو فوری استصواب رائے کروانے کے اپنے وعدے سے منحرف ہو گیا۔

جرمنی کے مشہور نومسلم علامہ اسد کے بقول یہ اتنا بڑا قومی المیہ تھا کہ جس کی تلافی نہیں ہوسکتی تھی۔ ان کا کہنا ہے کہ وزیراعظم لیاقت علی خان کا حکم نامہ پونچھ کے گردونواح میں محاذ جنگ پر تعینات پاکستانی فوجیوں پر بم بن کر گرا اور بہت سے آفیسر اور جوان پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اس صدمے کے بعد میجر جنرل حمید نے خود کو ہیڈ کوارٹر میں بند کر دیا، پھر وہ فوج سے مستعفی ہوگئے۔[محمد اسد، بندہ صحرائی، مترجم محمد اکرم چغتائی]

سردار ابراہیم خان لکھتے ہیں: جنگ بندی تسلیم کرتے ہوئے ہم فائدے میں نہیں رہے، ہندوستان نے اپنی پوزیشن مستحکم کرلی اور اس نے پوری جنگ بندی لائن پر ایک مضبوط دفاعی حصار تعمیر کر لیا۔ پاکستانی وزیر خارجہ ظفراللہ خان نے سلامتی کونسل سے شکایت کی تھی کہ ہندوستان نے فوجی پیش قدمی کرتے ہوئے اپنے وعدے سے انحراف کیا ہے، اس دغابازی سے ہندوستان نے لداخ اور پونچھ کو سپلائی جاری رکھی۔

آکن لیک اپنے ایک خط میں لکھتا ہے کہ تقسیم ہند کے وقت خزانہ میں 4ارب روپیہ تھا۔ پاکستان کو صرف 75 کروڑ دینے کی بات کی گئی مگر دیا صرف 25 کروڑ، جبکہ 50 کروڑ روپیہ روک لیا گیا۔ اسی طرح بری، بحری، اور فضائی آرمی کے سارے ڈپو دہلی میں تھے۔ پاکستان کو اس کی ملٹری ضروریات کا حصہ بھی نہیں ملا، بلکہ پاکستان کے دفاتر میں فرنیچر تک نہ تھا۔ کیونکہ ہندوستان کو تو بنا بنایا ملک ملا۔ پاکستان کی طرف سے جو بھی تھوڑا بہت سامان جاتا اس پر بھی آر ایس ایس کے غنڈے اور سکھ بلوائی حملے کرتے، قائداعظم کو تنخواہ دینے کے لیے حبیب بنک کے مالک سے 8 کروڑ روپیہ قرض لینا پڑا۔ اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے بقول بٹوارے کے وقت پاکستان کو 11ارب 30 کروڑ ملنا تھا اور 58924 کلو سے زائد سونا بھی اب تک نہیں دیا گیا۔[این این آئی]

نظام عثمان علی نے 20 کروڑ بطور قرضہ حسنہ قائداعظم کو بھیجا۔ جو پٹیل نے یہ کہہ کر

روک لیا کہ سٹینڈسٹل ایگریمنٹ آپ کا ہمارے ساتھ ہے۔اس کا لازمی تقاضا ہے کہ جس نے یہ معاہدہ کیا ہے وہ کسی بیرون ملک کے ساتھ کوئی ڈیل نہیں کرسکتا۔ یہ تھا پٹیل اور نہرو کا اصول، جبکہ جموں وکشمیر کے بارے اصول بالکل متضاد تھا۔ جموں وکشمیر نے تو سٹینڈسٹل ایگریمنٹ پاکستان کے ساتھ کیا تھا۔ پھر وہاں کیوں اتنے جتھوں، ریاستوں کی افواج پھر باقاعدہ افواج بھیجی۔ پھر کس طرح ڈوگرہ حکمران پاکستان کی اجازت کے بغیر ہندوستان سے فوجی مدد مانگ سکتے تھے۔ یہ صاف دہرا معیار ہے۔

سٹینڈسٹل ایگریمنٹ:

جس ایگریمنٹ کی بات کی جاتی ہے کہ پاکستان نے اس کی مخالفت کی ہے اس پر بات کی جاسکتی ہے کہ یہ کتنا سچا الزام ہے یادوسرے الزامات کی طرح صرف الزام ہی ہے۔ کیا ہندوستان نے حیدرآباد کے معاملے میں جارحیت کرکے معاہدے نہیں توڑے، جونا گڑھ کے معاملے پراور دیگر علاقوں کے معاملہ پر کیا ہندوستان نے جارحیت نہیں کی۔ سٹینڈسٹل ایگریمنٹ کو روندا نہیں، جبکہ پاکستان کی طرف سے وہاں ان ریاستوں میں کچھ بھی نہیں ہو رہا تھا، جوکہ جموں وکشمیر میں ہندوستان کی مدد سے کیا جارہا تھا، بلکہ ہندوستان کروا رہا تھا۔

غازی ملت سردار محمد ابرہیم خان نے کہا تھا کہ کشمیر کے لوگ اپنے قبائلی بھائیوں کے احسان مند ہیں۔آزاد کشمیر کی حکومت اب تک 24اکتوبر کو یوم تاسیس مناتے ہوئے اپنے محسنوں قبائلی و دوسرے مجاہدین کو ہرسال یاد کرتی ہے۔

پٹیالہ کے فوجی ریاست کے الحاق نامے پر دستخط ہونے سے پہلے ہی کشمیر میں موجود تھے ۔[بھارتی صحافی پریم شنکر جھا ولد چندرا شیکھر جھا (یو این او میں اس نے بھارت کی طرف سے کشمیر کا مقدمہ لڑا]

24اکتوبر 1947ء کو پونچھ میں آزاد حکومت کے قیام کا اعلان کر دیا گیا تھا، گویا کہ

پہلے سے تحریک چل رہی تھی اور اس آزاد حکومت کی تحریک چل رہی تھی اور اس آزاد حکومت کی تیاری چل رہی تھی، کیونکہ جموں وکشمیر میں کوئی حکومت نہ تھی۔ مہاراجہ بھاگ چکا تھا، مقامی لوگوں نے جدوجہد کے بعد 24 اکتوبر 1947ء کو اپنی حکومت کا اعلان کر دیا تھا۔

جنوری 1948ء میں برطانوی وزیر آرتھر ہینڈرسن بھارت کے دورہ پر آئے تو لارڈ ماونٹ بیٹن نے انھیں بتایا کہ بھارت کا کشمیر کے ساتھ الحاق عارضی ہے۔

2 نومبر 1947ء آل انڈیا ریڈیو پر پنڈت جواہر لعل نہرو نے کہا: ہم اعلان کر چکے ہیں کہ کشمیر کے مقدر کا فیصلہ عوام ہی کریں گے اور ہم یہ وعدہ کر چکے ہیں۔ مہاراجہ کو اس کی حمایت حاصل ہے نہ صرف جموں وکشمیر کے لوگ، بلکہ دنیا بھر کے لوگ اس وعدے کو جان چکے ہیں، ہم اس وعدے سے پیچھے نہیں ہٹیں گے اور نہ ہی ہٹ سکتے ہیں۔ جب بھی کسی بین الاقوامی ادارے مثلاً اقوام متحدہ کی نگرانی میں ریفرنڈم کے لیے امن اور قانون کا قیام عمل آیا تو ہم بھی تیار ہوں گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ عوام آزادانہ اور غیر جانبدارانہ طور پر فیصلہ دیں۔ ہم اس فیصلے کو تسلیم کریں گے، یعنی تینوں بنیادی کھلاڑی مہاراجہ، گورنر جنرل بھارت لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور وزیراعظم ہند نہرو کشمیری عوام کی آزادانہ اور دیانتدانہ رائے شماری پر متفق ہوگئے۔ پنڈت نہرو نے کئی بار اپنے بیانات اور خطوط میں جموں وکشمیر بارے اپنے اسی موقف کا اعادہ کیا۔

برطانوی وزیراعظم کلیمنٹ ایٹلی کے نام 25 اکتوبر 1947ء کو بھی ایک ٹیلی گرام میں یہ بات دہرائی۔

میں یہ واضح کرنا پسند کروں گا کہ اس ہنگامی حالت میں کشمیر کی مدد کرنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ اس پر یہ دباؤ ڈالا جائے کہ وہ بھارت میں شامل ہو۔ ہمارا نقطۂ نظر جس کا ہم کئی بار اعلان کر چکے ہیں، یہ ہے کہ کسی متنازعہ علاقے کی شمولیت کا مسئلہ عوام کی

خواہشات کے مطابق حل ہو، ہم اس نقطہ نظر کے پابند ہیں۔

31 اکتوبر 1947ء کو پاکستان کے وزیراعظم لیاقت علی خان شہید کے نام ایک ٹیلی گرام میں نہرو نے اعلان کیا: ہماری یہ یقین دہانی ہے کہ جونہی کشمیر میں امن وامان اور قانون بحال ہوا ہمارے فوجی دستے کشمیر سے نکل آئیں گے۔ ہمارا یہ عہد آپ کی حکومت کے ساتھ ہی نہیں، کشمیر کے عوام اور دنیا کے ساتھ بھی ہے۔

یکم اگست 1952ء میں پنڈت جواہر لعل نہرو بھارتی وزیراعظم نے کہا کہ کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ کشمیریوں کی مرضی اور خوشی کے مطابق ہوگا، اس پارلیمنٹ (انڈین) کے پاس اختیار نہیں کہ وہ کشمیر پر اپنی مرضی مسلط کر سکے۔

1952ء میں جب شیخ عبداللہ نے ریاست جموں وکشمیر کی 1947ء کی پوزیشن پر اصرار کیا تو پنڈت جواہر لعل نہرو نے اپنی لوک سبھا کو خبردار کیا کہ یہ نہ سمجھو تم اتر پردیش، بہار یا گجرات کے کسی حصے کے ساتھ معاملہ کر رہے ہو۔ تم ایک ایسے خطے کی بات کر رہے ہو جو تاریخی، جغرافیائی اور تمام امور میں ایک پس منظر کا حامل ہے۔ اگر ہر جگہ اور ہر معاملے میں اپنے مقامی خیالات اور تعصّبات لاتے رہے تو ہرگز ہندوستان کو مستحکم نہیں کر سکیں گے، ہمیں دور اندیش بننا ہوگا، حقائق کو وسیع النظری سے تسلیم کرنا ہوگا، تاکہ فی الواقع ضم ہوں اور حقیقی انضمام قلب اور ذہن سے پیدا ہوجاتا ہے، نہ کسی دستوری شق سے جو تم دوسرے لوگوں پر مسلط کرو گے۔

ہری سنگھ نے اگست 1952ء کو ہندوستانی صدر راجندر پرشاد کو خط لکھا، اس خط میں تفصیل سے بتلایا کہ وہ 1947ء سے ہی نہرو اور پٹیل کی بات مانتا آرہا ہے۔ خط کا مقصد حکومت ہند کو یہ یقین دلانا تھا کہ وہ شروع ہی سے الحاق ہندوستان کا حامی تھا۔

ہری سنگھ نے جنوری1948ء کو سردار پٹیل کو خط لکھا جس کا لب لباب یہ تھا کہ میں نے اپنی جاگیر کا الحاق ہندوستان سے یہ سوچ کر کیا تھا کہ یہ الحاق ہمیشہ قائم رہے

گا۔لیکن اب اقوام متحدہ میں رائے شماری کی بات ہو رہی ہے۔جس کے نتیجے میں جاگیر پاکستان کا حصہ بھی بن سکتی ہے۔ مسئلہ کشمیر کو اقوام متحدہ لے کر جانا ہی غلط تھا۔ جیسے ہی بحث کا رخ رائے شماری کی طرف مڑا ہندوستان کو بائیکاٹ کر دینا چاہیے تھا۔

ہندوستان نے آرٹیکل 370 بھی اسی وجہ سے بنایا ہے کہ مسئلہ اقوام متحدہ میں ہے، جس سے ریاست کو اپنا آئین بنانے کی اجازت، اپنا الگ جھنڈا لہرانے کی اجازت، اپنا وزیراعظم ریاست کا، ریاست میں پراپرٹی صرف مقامی لوگ خرید سکیں گے۔ ہری سنگھ اور جموں کے غیر مسلموں نے اس کی مخالفت کی تھی۔ 1947ء میں جموں کے غیر مسلموں نے ایک تنظیم جموں پرجا پریشد بنائی۔ یہ لوگ آرٹیکل 370 کے مخالف تھے۔ ان کا نعرہ تھا اک پردھان (وزیراعظم)، اک ودھان (آئین)، اک نشان (جھنڈا) یہ پراجا پریشد والے پوری ریاست کو ہندوستان میں ضم کرنا چاہتے تھے۔ریاست کی خصوصی حیثیت کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ یہ تنظیم ہری سنگھ نے بنائی تھی وہی اس کا تمام خرچہ اٹھا رہا تھا۔

اپریل 1949ء کو نہرو نے پٹیل کو خط لکھا کہ پراجا پریشد انٹیلی جنس رپورٹ کے مطابق ہری سنگھ نے بنائی ہے اوراس کا خرچہ اپنے خاندانی فنڈ دھرم مناتھ سے دے رہا ہے۔

گاندھی پر کتاب لکھنے والے ڈی جی ٹنڈولکر لکھتے ہیں کہ گاندھی نے خود ان سے کہا کہ گریٹسٹ اسٹریٹیجک ویلیو ہندوستان کے لیے کشمیر ہے۔چین، روس، افغانستان کے ساتھ یہ ملتا ہے۔اس لیے اسے پاکستان کے حوالے نہیں کیا جاسکتا۔

یکم اگست کو گاندھی کشمیر آیا تو بارہمولا میں اس کی گاڑی پر سنگ باری کر کے اس کے شیشے توڑ دیے گئے۔ اس موقع پر غلام محمد بخشی نے گاندھی سے کہا کہ کشمیر دو صورتوں پر آپ کو مل سکتا ہے۔ وزیراعظم رام چندر کاک کو ہٹا دو اور شیخ عبداللہ کو رہا کر دو، کیونکہ وزیراعظم رام چندر کاک الحاق ہند کا مخالف تھا اور شیخ عبداللہ کا بھی۔ وہ چاہتا تھا جموں

وکشمیر کا الحاق پاکستان کے ساتھ ہو یا پھر جموں وکشمیر آزاد رہے۔ گاندھی نے اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لیے 11 ستمبر کو اسے گرفتار کرواکر جیل بھیج دیا اور 29 ستمبر کو تاحیات قید کاٹنے والے شیخ عبداللہ کو بھدرواہ جیل سے رام لعل یاترہ کے ساتھ ہندوستان کا ڈیزائن پورا کرنے کے لیے بات چیت کرنے کے بعد رہا کر دیا، جبکہ چوہدری غلام عباس صاحب کو رہا نہیں کیا گیا۔

یہ کچھ دلائل اس مکروہ ہندوستانی بیانیے کے خلاف پیش کیے ہیں، وگرنہ اس پر بہت لکھا جاسکتا ہے، بلکہ اب تو خود یورپی لوگوں نے کافی کچھ لکھا ہے ہندوستانی مظالم و زیادتی پر اور اس طرح ہندوستان سے اور جموں وکشمیر سے بھی لوگوں نے سچ لکھا ہے۔ ہندوستان کا پرانا وتیرہ ہے کہ وہ مجاہدین کا میدان عمل میں مقابلہ نہیں کر سکتا، جھوٹ اور جھوٹی مظلومیت کا سہارا لینے اور اس کے پیچھے چھپنے کی کوشش کرتا ہے اور مجاہدین کی کردار کشی کرنے کی ناکام کوشش کرتا ہے۔ جھوٹ کو اتنا زیادہ بولتے اور پھیلاتے ہیں کہ لوگوں کو سچ نظر آنے لگتا ہے، جبکہ حقائق بالکل اور ہوتے ہیں۔ اس لیے استعماری طاقتوں اور ہندوستان کی ہر بات کے پیچھے چھپی بات، مکرودجل فتنہ کو تلاش کرنا چاہیے، کیونکہ ان کے بارے ہی کہا جاتا ہے:

بغل میں چھری، منہ میں رام رام۔

اس موضوع پر مصنف سینئر صحافی پی جی رسول کی کتاب مسئلہ کشمیر کی تاریخی اصلیت سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

یاد رہے کہ دنیا میں سب سے بڑی مشرک ریاست انڈیا ہے، جہاں ایک ارب کے قریب انسان بتوں کو پوجتے ہیں اور یہودیوں کی پوری دنیا میں واحد نمائندہ ریاست اسرائیل ہے، دونوں ریاستیں پاکستان کو اپنا دشمن نمبر ایک مانتی ہیں۔ دونوں مہابھارت اور گریٹر اسرائیل کے لیے انسانیت کش پالیساں اپنائے ہوئے ہیں اور کسی بھی صورت

کسی بھی قیمت پر گائے اور بچھڑے کا ملاپ چاہتی ہیں۔

﴿وَ مَكَرُوْا وَ مَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ﴾ [آل عمران: ۵۴]

❀❀❀

مقبوضہ کشمیر کے (ہندوستانی غلام) حکمران

نمبر شمار	نام	عہدہ	دورانیہ
1	شیخ عبداللہ	ایڈمنسٹریٹر	30 اکتوبر 1947ء تا 5 مارچ 1948ء
2	مہر چند مہاجن	وزیر اعظم	15 اکتوبر 1947ء تا 5 مارچ 1948ء
3	شیخ عبداللہ	وزیر اعظم	5 مارچ 1948ء تا 9 اگست 1949ء
4	بخشی غلام محمد	وزیر اعظم	9 اگست 1953ء تا 12 اکتوبر 1963
5	خواجہ شمس الدین	وزیر اعظم	12 اکتوبر 1963ء تا 29 فروری 1964ء
6	غلام محمد صادق	وزیر اعظم	29 فروری 1964ء تا 30 مارچ 1965ء
7	غلام محمد صادق	وزیر اعلیٰ	30 مارچ 1965ء تا 12 دسمبر 1971ء
8	میر محمد قاسم	وزیر اعلیٰ	12 دسمبر 1971ء تا 25 فروری 1975ء
9	شیخ عبداللہ	وزیر اعلیٰ	25 فروری 1975ء تا 26 مارچ 1977ء
10	شیخ عبداللہ	وزیر اعلیٰ	9 جولائی 1977ء تا 8 ستمبر 1982ء
11	فاروق عبداللہ	وزیر اعلیٰ	8 ستمبر 1982ء تا 2 جولائی 1984ء
12	غلام محمد شاہ	وزیر اعلیٰ	2 جولائی 1984ء تا 6 مارچ 1986ء
13	فاروق عبداللہ	وزیر اعلیٰ	7 نومبر 1986ء تا 19 جنوری 1990ء
14	فاروق عبداللہ	وزیر اعلیٰ	9 اکتوبر 1996ء تا 18 اکتوبر 2002ء

15	مفتی محمد سعید	وزیر اعلیٰ	2 نومبر 2002ء تا 2 نومبر 2005ء
16	غلام نبی آزاد	وزیر اعلیٰ	2 نومبر 2005ء تا 11 جولائی 2008ء
17	عمر عبداللہ	وزیر اعلیٰ	5 جنوری 2009ء تا 8 جنوری 2015ء
18	مفتی محمد سعید	وزیر اعلیٰ	1 مارچ 2015ء تا 7 جنوری 2016ء
19	محبوبہ مفتی	وزیر اعلیٰ	14 اپریل 2016ء تا 20 جون 2018ء

وزرائے اعلیٰ کے درمیانی عرصہ میں گورنر راج نافذ رہا۔

❁❁❁

مقبوضہ جموں وکشمیر کے ہندوستانی شہری گورنر

نمبر شمار	نام	عہدہ	دورانیہ
	کرن سنگھ	صدر	17 نومبر 1952ء تا 30 مارچ 1965ء
1	کرن سنگھ	گورنر	30 مارچ 1965ء تا 15 مارچ 1967ء
	جے این وزیر	گورنر	15 مارچ 1967ء تا 15 مئی 1967ء
2	بھاگوان سہے	گورنر	15 مئی 1967ء تا 3 جولائی 1973ء
3	ایل کے جھا	گورنر	3 جولائی 1973ء تا 22 فروری 1981ء
4	بی کے نہرو	گورنر	22 فروری 1981ء تا 26 اپریل 1984ء
5	جگ موہن ملہوترا	گورنر	26 اپریل 1984ء تا مارچ 1986ء
6	جنرل کرشنا راؤ	گورنر	مارچ 1986ء تا جنوری 1990ء

7	جگ موہن ملہوترا	گورنر	جنوری 1990ء تا 25 مئی 1990ء
8	گیریش چندرا سکسینا	گورنر	26 مئی 1990 تا 11 مارچ 1993ء
9	جنرل کے وی کرشنا راؤ	گورنر	12 مارچ 1993ء تا 3 جون 1998ء
10	گیریش چندرا سکسینا	گورنر	26 مئی 1998ء تا جون 2003ء
11	لیفٹیننٹ جنرل کے سنہا	گورنر	4 جون 2003ء تا 24 جون 2008ء
12	این این وہرا	گورنر	25 جون 2008ء تا 20 اگست 2018ء
13	ستیا پال ملک	گورنر	21 اگست 2018ء تا اکتوبر 2019ء
14	منوج سنہا	گورنر	2019ء تا برقرار

❁❁❁

مقبوضہ کشمیر میں ہندوستانی قابض افواج وخفیہ اداروں کے ہندوستانی عہدے دار

جنرل آفیسر کمانڈنگ/ چنار کارپس

نمبر شمار	نام	دورانیہ	رجمنٹ
1	ایس ایم شرینگیش	1948ء	19 حیدرآباد رجمنٹ
2	مہندر سنگھ وڈالیا	1957ء تا 1959ء	19 حیدرآباد رجمنٹ
3	شیو ڈیو ورما	1959ء تا 1961ء	16 لائٹ کیولری
4	بکرم سنگھ	1961ء تا 1963ء	13 فرنٹیئر فورس

5	کشمیر سنگھ کٹوچ	1963ءتا1966ء	13فرنٹیئر فورس
6	سرتاج سنگھ	1970ءتا1973ء	آرٹلری رجمنٹ
7	آر کے جسبھیر سنگھ		4 گورکھا رائفلز
8	پرم ناتھ ہون	1983ءتا1984ء	سکھ رجمنٹ
9	محمد احمد ذکی	1989ءتا1991ء	مراٹھا لائٹ انفنٹری
10	سندراجن پدمنابھن	1993ءتا1995ء	آرٹلری رجمنٹ
11	جے ایس ڈھلوں	1995ء	مراٹھا لائٹ انفنٹری
12	کرشن پال	1999ءتا2000ء	آسام رجمنٹ
13	جان رنجن مکھرجی	2000ء	آسام رجمنٹ
14	ویناٹیک گوپال	2002ءتا2003ء	آرٹلری رجمنٹ
15	نربھئے شرما	2003ءتا2005ء	پیراشوٹ رجمنٹ
16	سربجیت سنگھ ڈھلوں	2005ءتا2006ء	دی گرینڈائرز
17	امرجیت سنگھ سیکھوں	2006ءتا2007ء	سکھ لائٹ انفنٹری
18	مکیش سبھروال	2007ءتا2008ء	راجپوت رجمنٹ
19	بکرم سنگھ	2008ء	سکھ لائٹ انفنٹری
20	این سی مرواہ	2009ءتا2010ء	کماؤن رجمنٹ
21	سید عطا حسنین	2010ءتا2012ء	دی گرھوال رائفل
22	اوم پرکاش	2012ءتا2013ء	کماؤن رجمنٹ
23	گرمیت سنگھ	2013ءتا2014ء	آسام رجمنٹ

24	سبرا تا سہا	2014ءتا2015ء	آسام رجمنٹ
25	ستیش دعا	2015ءتا2016ء	جموں وکشمیر لائٹ انفنٹری
26	جسوندر سنگھ	2016ءتا2017ء	5 گورکھا رائفلز
27	انیل کمار بھٹ	2017ءتا2019ء	9 گورکھا رائفلز
28	کنول جیت سنگھ	2019ءتا2020ء	راجپوتانہ رائفلز
29	بی ایس راجو	2020ءتا2021ء	جٹ رجمنٹ
30	دیوندرا پرتاپ	2021ءتا2022ء	سکھ لائٹ انفنٹری
31	امردیپ سنگھ اوجلہ	2022ءتاموجود	راجپوتانہ رائفلز

❁❁❁

ڈائریکٹرز جنرل آف پولیس (مقبوضہ جموں وکشمیر)

نمبر شمار	نام	دورانیہ
1	پیر جی ایچ شاہ	1982ءتا1985ء
2	ایم ایم کھجوریا	1985ءتا1986ء
3	ایف ٹی آر کولاسو	1986ءتا1987ء
4	جی جے پنڈت	1987ءتا1989ء
5	جے این سکسینا	1989ءتا1992ء
6	بی ایس بیدی	1992ءتا1993ء
7	ایم این سبھروال	1993ءتا1997ء

8	گر بچن جگت	1997ءتا2000ء
9	اے کے سوری	2000ءتا2003ء
10	گوپال شرما	2003ءتا2007ء
11	کلدیپ کھڈا	2007ءتا2012ء
12	اشوک پرساد	2012ءتا2014ء
13	کے راجندرا کمار	2014ءتا2016ء
14	ایس پی وید	2016ءتا2018ء
15	دل باغ سنگھ	2018ءتا تاحال

❀❀❀

ڈائریکٹر جنرلز آف نیشنل انوسٹی گیشن ایجنسی (این آئی اے)

مقبوضہ کشمیر

نمبر شمار	نام	دورانیہ
1	رادھا ونود راجو	2009ءتا2010ء
2	شرد چندرا سنہا	2010ءتا2013ء
3	نونیت رجن وسان	2013ء
4	شرد کمار	2013ءتا2017ء
5	یوگیش چندر مودی	2017ءتا2021ء
6	کلدیپ سنگھ	جون 2021ءتا حال

❁❁❁

راء سیکرٹریز

نمبر شمار	نام	دورانیہ	اہم کام
1	آر این کاؤ	1968ء تا 1977ء	بنگلہ دیش کی پاکستان سے علیحدگی
2	کے سنکرن نائر	1977ء	
3	این ایف سنتوک	1977ء تا 1983ء	
4	جی سی سیکسینا	1983ء تا 1986ء	انٹیلی جنس ایجنسیز (امریکہ، روس،، چائنہ، ایران، افغانستان اور سعودیہ وغیرہ) کے ساتھ تعاون بڑھایا)
5	ایس ای جوشی	1987ء تا 1990ء	انٹیلی جنس ایجنسیز کے ساتھ مزید تعاون بڑھایا
6	اے کے ورما	1987ء تا 1990ء	
7	جی ایس باجپائی	1990ء تا 1991ء	کاؤنٹر آپریشن فسادات کے دوران
8	این نرسیما ہن	1991ء تا 1993ء	
9	جے ایس بیدی	1993ء	چیف انوسٹی گیٹر 1993 ممبئی بلاسٹ

10	اے ایس سیالی	1993ءتا1996ء	معاشی سرویلنس بڑھائی
11	رنجن رائے	1996ءتا1997ء	
12	اروند دیو	1997ءتا1999ء	کارگل وار۔آپریشن شکتی
13	اے ایس دولت	1999ءتا2000ء	IC814 ہائی جیکرز سے بات چیت
14	وکرم سود	2000ءتا2003ء	بانی (نیشنل ٹیکنیکل فیسلیٹز)
15	سی ڈی ساہے	2003ءتا2005ء	راء ہیڈکوارٹر قائم کرنا (لودھی روڈ، نیودہلی)
16	ای کے ایچ تھراکان	2005ءتا2007ء	نیوکلئیر کمانڈ اتھارٹی قائم کی
17	آشوک چترویدی	2007ءتا2009ء	انوسٹی گیشن سمجھوتا بلاسٹ
18	کے سی ورما	2009ءتا2010ء	انوسٹی گیشن آف ممبئی اٹیک
19	سنجیو تریپاٹھی	2010ءتا2012ء	
20	آلوک جوشی	2012ءتا2014ء	
21	راجندر کھنہ	2014ءتا2016ء	
22	انیل دھمسانہ	2017ءتا2019ء	بالاکوٹ ائیر سٹرائیک 2019ء
23	سمانت گوئل	2019ء تا حال	آرٹیکل 370اور35 اے ہٹانا

❁❁❁

آزاد جموں وکشمیر کے صدور

نمبر شمار	نام	از	تا
1	سردار محمد ابرہیم خان	14-10-1947	12-5-1950
2	کرنل سید علی احمد شاہ	13-5-1950	4-12-1951
3	مولانا یوسف شاہ	5-12-1951	20-6-1952
4	کرنل شیر احمد خان	21-6-1952	30-5-1956
5	مولانا محمد یوسف شاہ	31-5-1956	7-9-1956
6	سردار عبدالقیوم خان	8-9-1956	12-4-1957
7	سردار محمد ابراہیم خان	13-4-1957	30-4-1959
8	خورشید حسن خورشید	1-5-1959	6-8-1964
9	خان عبدالحمید خان	7-8-1964	7-10-1969
10	بریگیڈیئر عبدالرحمٰن خان	8-10-1969	11-11-1970
11	سردار محمد عبدالقیوم خان	12-11-1970	12-4-1975
12	شیخ منظر مسعود (قائمقام)	16-4-1975	4-6-1975
13	سردار محمد ابرہیم خان	5-6-1975	30-10-1978
14	بریگیڈیئر حیات خان	31-10-1978	31-1-1983
15	میجر جنرل عبدالرحمٰن خان	1-2-1983	29-9-1985
16	سردار محمد عبدالقیوم خان	30-9-1985 26-8-1990	28-6-1990 20-7-1991
17	صاحبزادہ اسحاق ظفر (قائمقام)	20-7-1991	28-7-1991
18	عبدالرشید عباسی (قائمقام)	29-7-1991	11-8-1991

19	سردار سکندر حیات خان	12-8-1991	11-5-1996
20	عبدالرشید عباسی (قائمقام)	12-5-1996	22-5-1996
21	سردار سکندر حیات خان	23-5-1996	11-8-1996
22	راجہ ممتاز حسین راٹھور (قائمقام)	12-8-1996	24-8-1996
23	سردار محمد ابراہیم خان	25-8-1996	24-8-2001
24	میجر جنرل (ر) انور خان	25-8-2001	24-8-2006
25	راجہ ذوالقرنین خان	25-8-2006	24-8-2011
26	سردار محمد یعقوب خان	25-8-2011	24-8-2016
27	سردار محمد مسعود خان	25-8-2016	25-8-2021
28	بیرسٹر سلطان محمود چودھری	25-8-2021	تاحال

❁❁❁

وزرائے اعظم آزاد جموں وکشمیر

نمبر شمار	نام	از	تا
1	خان عبدالحمید خان	11-6-1975	11-8-1977
2	سردار سکندر حیات خان	17-6-1985	28-6-1990
3	راجہ ممتاز حسین راٹھور	29-6-1990	5-7-1991
4	سردار محمد عبدالقیوم خان	6-7-1991	29-7-1996

5	بیرسٹر سلطان محمود چوہدری	30-7-1996	23-7-2001
6	سردار سکندر حیات خان	24-7-2001	23-7-2006
7	سردار عتیق احمد خان	24-7-2006	6-1-2009
8	سردار محمد یعقوب خان	7-1-2009	22-10-2009
9	راجہ فاروق حیدر خان	23-10-2009	28-7-2010
10	سردار عتیق احمد خان	29-7-2010	25-7-2011
11	چودھری عبدالمجید	26-7-2011	26-7-2011
12	راجہ فاروق حیدر خان	30-7-2016	30-7-2021
13	عبدالقیوم نیازی	4-8-2021	14-4-2022
14	سردار تنویر الیاس	18-4-2022	تاحال

❀❀❀

انٹرنیشنل قوانین کے مطابق جموں وکشمیر کی عسکری و سیاسی تحریک

① کیا ہندوستان کے خلاف اہل جموں وکشمیر کی عسکریت انٹرنیشنل لاء (قوانین) کے مطابق ہے؟

جی ہاں اہل جموں وکشمیر کی تحریک انٹرنیشنل لاء (قوانین) کے مطابق ہے، کیونکہ جموں وکشمیر عالمی فورموں پر مانا ہوا متنازعہ علاقہ ہے، ہندوستان نے اس پر غاصبانہ قبضہ کیا ہوا ہے۔ خود ہندوستانی آئین اور سابقہ رہنماؤں کے وعدے اور بیانات اس پر شاہد ہیں۔

1949ء کے جنیوا کنونشن پروٹوکول 1 کے آرٹیکل 1 کی دفعہ 4 میں کہا گیا ہے کہ حق خودارادیت کے حصول کے لیے اگر کوئی غاصب قوت سے لڑ رہا ہے تو اس مسلح جدوجہد کو بھی دیگر جنگوں کی طرح (انٹرنیشنل آرمڈ کانفلیکٹ) بین الاقوامی تنازعہ سمجھا جائے گا۔ یونائیٹڈ نیشنز کے 25ویں اجلاس 1970ء کی قرارداد کے مطابق مقبوضہ علاقے میں رہنے والے لوگوں کو آزادی کے حصول کے لیے ہر طرح کی کوشش کی مکمل اجازت ہے۔

① ا- یہ قرارداد جارحیت کے لفظ کی وضاحت کرتے ہوئے حکومتوں کو عسکری قبضہ کرنے سے روکتی ہے۔ چاہے وہ عارضی طور پر ہی کیوں نہ کیا جائے۔

۲- یہ قرارداد، بمباری، ناکہ بندی اور زمینوں پر قبضہ کرنے سے روکتی ہے۔

۳- یہ تعریف متنبہ کرتی ہے کہ کسی بھی قسم کا جواز چاہے سیاسی، معاشی، عسکری یا جو بھی ہو وہ جارحیت کے لیے جواز فراہم نہیں کر سکتا۔

② یہ تعریف جارحیت کے کسی بھی عمل کو امن کے قیام کے خلاف جرم تصور کرتی ہے البتہ یہ تعریف عسکری جدوجہد کی مکمل طور پر اجازت دیتی ہے۔ اس میں لکھا ہے:

ا- جارحیت کی اس تعریف میں کسی بھی طریقے سے حق خودارادیت اور آزادی کی کوشش کرنے والوں کو جن کو ان کے حق سے محروم کر دیا گیا، کے لیے رکاوٹ نہیں ہے۔

۲- ان لوگوں کے لیے عسکری و سیاسی دونوں طرح کی جدوجہد کے لیے مدد طلب کرنا اور مدد حاصل کرنا بالکل درست ہے۔

۳- جو لوگ مقبوضہ علاقے میں رہتے ہیں وہ آزادی کے حصول کے لیے عسکری جدوجہد کر سکتے ہیں، وہ بیرونی ذرائع سے اسلحہ اور ہر قسم کی مدد بھی طلب کر سکتے ہیں اور حاصل بھی کر سکتے ہیں۔

جنرل اسمبلی قرارداد 3314 کشمیریوں کو مسلح جدوجہد کا حق دیتی ہے، جو 1974ء میں منظور کی گئی۔

3 دسمبر 1982ء کو جنرل اسمبلی میں ایک قرارداد (A/RES/37/43) منظور کی گئی۔ اس کی شق نمبر 2 میں واضح انداز میں لکھ دیا گیا ہے کہ حق خودارادیت کے لیے اور غاصبانہ قبضے کے خلاف مسلح جدوجہد ایک جائز اقدام تصور ہوگا، تمام دستیاب ذرائع استعمال کرنے کا حق دیا گیا ہے۔

فلسطینی جماعت حماس کو جب دہشت گرد جماعتوں کی فہرست میں ڈالا گیا تو لکسمبرگ کی عدالت نے اس فیصلے کو منسوخ کرتے ہوئے حماس کی القسام بریگیڈ کا نام اس فہرست سے نکالنے کا حکم دیا اور کہا کہ اسے مسلح جدوجہد کرنے کا حق حاصل ہے۔

UN مئی 2018ء اور UN ہائی کمیشن برائے انسانی حقوق جون 2018ء کے مطابق کشمیر سے بھارتی تسلط ختم کرنے کے لیے فورس کی ضرورت ہے۔

دہشت گردی پر بین الاقوامی کانفرنس میں او آئی سی کا موقف ہے کہ حق خودارادیت اور غاصبانہ قبضے کے خلاف لڑنے والے دہشت گرد نہیں ہوتے، کیونکہ ان کی مسلح جدوجہد کا حق تسلیم شدہ ہے۔ جموں وکشمیر کی عسکری جماعتوں کو جنیوا کنونشن کے کامن آرٹیکل 3 کے مطابق دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ جماعتیں NIAC کی ریکوائرمنٹس پوری کرتی ہیں، جو کہ "THE PROSECUTOR VS TADIC" کے کیس میں ڈسکس ہوئی کہ منظم گروپس ہوں، کم از کم ان کے پاس کچھ قوت ہو، کشمیر میں موجود عسکری گروپس اپنی لیگل حدود میں کام کر رہے ہیں۔ وہ ملٹری اسٹیبلیشمنٹ کے خلاف لڑ رہے ہیں، جو کہ خوفناک جنگی جرائم میں ملوث ہے۔ کسی شخص کا سٹیٹس جو کہ NIAC کے تحت گرفتار کیا گیا ہو وہ POW کی طرح ہوگا اور اس پر انٹرنیشنل ہیومینیٹیرین لاء لاگو ہوگا۔

جموں وکشمیر عالمی فورموں پر مانا ہوا متنازعہ علاقہ ہے، اس لیے انٹرنیشنل قوانین اجازت دیتے ہیں کہ اہل جموں وکشمیر خود اپنی عسکری جدوجہد جاری رکھ سکتے ہیں، بلکہ پاکستان میں موجود کشمیریوں کو بلا سکتے ہیں۔ اہل پاکستان بھی فریق ہونے کی حیثیت سے اس عسکری تحریک میں شامل ہو سکتے ہیں، بلکہ اہل جموں وکشمیر دنیا بھر سے لوگ اپنی مدد کے لیے بلا سکتے ہیں۔ جس طرح امریکہ اور یورپ عالمی فورموں کے بقول 63 ملکوں کے 20 ہزار سے زائد لوگوں، جنگجوؤں کو ہر طرح کی سہولت دے کر یوکرین میں روس کے خلاف لڑا رہے ہیں۔

مسئلہ جموں وکشمیر پر پاکستان کی حیثیت

سلامتی کونسل نے 20 جنوری 1948ء کو ایک قرارداد میں ایک کمیشن قائم کیا تھا جس کا

نام یونائیٹڈ نیشنز کمیشن فار انڈیا اینڈ پاکستان (UNCIP) ہے۔

سلامتی کونسل نے 3 جون 1948ء کو ایک قرارداد میں انڈیا پاکستان کو کہا ہے (UNCIP)۔

سلامتی کونسل نے 21 اپریل 1948ء کو بار بار قراردادوں میں انڈیا پاکستان تنازعہ کا عنوان استعمال کیا۔اس لیے پاکستان اس مسئلہ کا بنیادی فریق ہے، انڈیا کے مقابل۔

② جیوٹی وی کے پروگرام میں:

جیوٹی وی پر حامد میر کے پروگرام میں پاکستان کے تین سابقہ سفرائے کرام کی جموں وکشمیر کی تحریک کے بارے انٹرنیشنل قوانین کے مطابق رہنمائی:

① اشرف جہانگیر قاضی صاحب۔ ② عبدالباسط صاحب۔ ③ شاہد ملک صاحب۔

اشرف جہانگیر قاضی صاحب: تسلیم شدہ جو حقوق ہیں ان کے لیے مزاحمت، ان کے لیے آرمڈ ریزسٹنس بھی کریں، بندوق بھی اٹھائیں تو وہ جائز ہے، اس کے علاوہ وہ اگر کسی سے مدد مانگیں، کسی ملک سے اپنی جائز مزاحمت کے لیے، جہاد جائز کے لیے تو وہ بھی لیگل ہے۔

حامد میر: عبدالباسط صاحب! آپ قاضی صاحب سے ایگری کرتے ہیں، پاکستان اور آزاد کشمیر کے لوگوں کا رائٹس ہے کہ وہ جا کر ان کی مدد کریں۔

عبدالباسط صاحب: پوری دنیا کا حق ہے صرف پاکستان کا نہیں کہ انڈر انٹرنیشنل لاء ہے، جموں وکشمیر میں جو قبضہ ہے اس کے خلاف جو کشمیری جدوجہد کر رہے ہیں وہ دنیا کے کسی بھی ملک سے مدد لے سکتے ہیں۔ یہ دنیا کا فرض ہے کہ ان کو ان کی آرم سٹرگل میں مدد کرے۔

حامد میر: اچھا۔

عبدالباسط صاحب: جی ہاں، یہ انٹرنیشنل لاء کے تحت رائٹ ہے کہ کشمیریوں کی آرمڈ سٹرگل میں ان کی مدد کرے۔

حامد میر: شاہد ملک صاحب! کیا دنیا کے پاس انٹرنیشنل لاء کے تحت رائٹ ہے کہ کشمیریوں کی آرمڈ اسٹرگل میں ان کی مدد کرے؟

شاہد ملک صاحب: جی بالکل یہ انٹرنیشنل لاء کے تحت ایک اصول ہے، ایک رائٹ ہے کہ جہاں جہاں جس گروپ کے اوپر اس قسم کے مظالم ہو رہے ہیں، اس گروپ کا یہ پورا حق ہے کہ وہ کسی قسم کی امداد اپنے لیے حاصل کرے اور دوسرے لوگ یا دوسرے ملک ان کو کسی قسم کی امداد اگر مہیا کرتے ہیں تو کوئی انٹرنیشنل لاء کے تحت ان پر انگلی نہیں اٹھا سکتا۔

③انٹرنیشنل قوانین کے مطابق اہل جموں وکشمیر کی نسل کشی کی جارہی ہے:

جینوسائڈ کنونشن کے آرٹیکل 2، روم سٹیچیوٹ آف انٹرنیشنل کرمنل کورٹ کے آرٹیکل 2 کے مطابق کسی بھی مذہب نسل یا قومیت سے تعلق رکھنے والے گروہ مکمل یا جزوی طور پر تباہ کر دینے کی نیت سے مندرجہ ذیل اقدامات میں سے کوئی ایک بھی قدم اٹھایا گیا ہو تو اس کا شمار نسل کشی میں ہوگا:

① اس گروہ کے لوگوں کو قتل کیا جائے۔

② اس کے لوگوں کو جسمانی نقصان پہنچایا جائے یا ذہنی اذیت سے دو چار کیا جائے۔

③ اس کی زندگی میں ایسے مسائل پیدا کر دیے جائیں کہ وہ جزوی یا کلی تباہی کے خطرے سے دو چار ہو جائے۔

جموں وکشمیر کے اندر انتہائی ظالمانہ طریقے سے یہ تینوں کام ہو رہے ہیں۔ چھوٹی سی جنت ارضی کو ایک جیل میں بدل دیا گیا ہے، دس لاکھ کے قریب فورسز، 25 کے قریب

انٹیلی جنس ادارے ظلم وستم کے وہ ابواب رقم کر رہے ہیں کہ جس کی ماضی میں نظیر نہیں ملتی۔ اس لیے خود ان عالمی اداروں اور فورموں کو تادیبی کارروائی ہندوستان کے خلاف کرنی چاہیے۔ ہندوستانی مکروہ عزائم، بھیانک مظالم کی ایک جھلک میں نے اس کتاب ''زنداں سے اذاں'' میں بھی دکھانے کی کوشش کی ہے۔

④ انٹرنیشنل قوانین کے مطابق ہندوستانی ہتھکنڈوں سے جموں وکشمیر کی متنازعہ حیثیت پر اثر نہیں پڑے گا:

سلامتی کونسل نے 30 مارچ 1951ء، نومبر 1956ء کو منظور کی گئی قراردادوں اور ڈان 25، 26 جنوری 1947ء کے مطابق دس ممالک نے 26 جنوری کو بھی یہ قرارداد پاس کی، ان میں کہا کہ کوئی آئین ساز اسمبلی کوئی اجلاس کرتی ہے اور اس میں وہ کشمیر یا اس کے کسی حصے کے بارے میں کوئی فیصلہ کرتی ہے تو اسے اقوام متحدہ کے اصولوں کے مطابق حق خودارادیت کا استعمال نہیں سمجھا جائے گا۔ دونوں قراردادوں میں تقریباً ایک ہی بات کہہ کر بھارتی مکروہ عزائم کو مٹی میں ملا دیا۔

1996ء میں سلامتی کونسل نے یہ فیصلہ سنایا کہ جب تک پاکستان اور انڈیا دونوں اتفاق نہیں کریں گے تب تک یہ قراردادیں سلامتی کونسل کے ایجنڈے پر رہیں گی۔

''ویانا کنونشن آن دی لاء آف ٹریٹیز'' کے آرٹیکل 34 کے مطابق دو فریق ایک معاہدہ کرلیں تو تیسرا فریق اس کا پابند نہیں ہے۔ یعنی مقبوضہ کشمیر کی کٹھ پتلی اسمبلی اور بھارت آپس میں کوئی معاملہ کرلیں تو نہ اقوام متحدہ اس کی پابند ہے اور نہ پاکستان اور یاد رہے کہ اقوام متحدہ کے ایجنڈے پر مسئلہ کشمیر کا عنوان ''پاکستان اور بھارت تنازعہ'' ہے۔ جب تک اقوام متحدہ کی ہدایات اور طے کردہ اصولوں کی روشنی میں حق خودارادیت کا اظہار نہیں ہوتا، تب تک ایسے کسی بھی مشکوک فیصلے کی انٹرنیشنل لاء میں کوئی حیثیت نہیں

ہے۔ اقوام متحدہ کے آرٹیکل 103 میں بھی یہی اصول طے کیا جا چکا ہے کہ کوئی معاہدہ اگر اقوام متحدہ کے چارٹر کے تحت عائد ذمہ داریوں سے متصادم ہو تو اس معاہدے کو کالعدم سمجھا جائے گا۔

(آصف محمود صاحب نے اپنی کتاب ''کشمیر انٹرنیشنل لاء کیا کہتا ہے'' میں شاندار طریقہ سے حقیقت واضح کی ہے)

⑤ اہل جموں وکشمیر کے لیے انٹرنیشنل قوانین کے مطابق آواز اُٹھا سکتے ہیں:

انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ کے آرٹیکل 19،

انٹرنیشنل کووینیٹ آن سول اینڈ پولیٹکل رائٹس کے آرٹیکل 19،

افریقن چارٹر آف ہیومن رائٹس اینڈ کے آرٹیکل 9،

یورپی کنونشن فار پروٹیکشن آف ہیومن رائٹس اینڈ فنڈ یمنٹل فریڈم کے آرٹیکل 10،

امریکن کنونشن آن ہیومن رائٹس کے آرٹیکل 13،

اور آسیان ہیومن رائٹس ڈیکلریشن کے آرٹیکل 23، کے تحت کشمیریوں کا حق خودارادیت کے لیے آواز اٹھانا آزادی اظہار رائے کے باب میں انسان کا بنیادی حق ہے۔

❀❀❀

تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام کا جموں وکشمیر کے بارے متفقہ فتویٰ

مشترکہ فتویٰ کے فوائد

مسلمانوں کی عام زندگی میں بھی، تحریکوں میں بھی اور جب دشمن کسی بھی طرح حملہ آور ہو کر مسلمانوں کے جان و مال، دین اور بنیادی حقوق غصب کرے تو مسلمان علمائے کرام کے فتویٰ کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔علمائے حق کے ایسے ہی فتاویٰ ہر دور میں مسلمانوں کے لیے باعث خیروبرکت، اتحادواتفاق اور جذبۂ جہاد پیدا کر کے انتہائی کم وسائل اور افرادی قوت کے باوجود بڑے بڑے جابر، ظالم، قاہر، مکار وعیار دشمن کے مقابل لا کھڑا کرتے ہیں۔ ہر دو صورت میں کامیابی مسلمانوں کا مقدر بن جاتی ہے۔

علمائے برصغیر نے انگریز اور قابض استعماری قوتوں کے خلاف کل بھی اور آج بھی بڑی بڑی قیمتیں ادا کر کے امت مسلمہ کی رہنمائی فرمائی، اپنے مشترکہ فتاویٰ میں۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ تمام مساعی جمیلہ قبول فرمائے اور خوب خوب صلہ وثمر عطا فرمائے اور امت مسلمہ کو ان فتاویٰ سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

چند فتاویٰ بطور مثال پیش کر رہے ہیں، وگرنہ فتاویٰ تو بہت ہیں، ملاحظہ فرمائیے

① شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا جہادی فتویٰ:

الشیخ شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے انگریز کے خلاف ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر فرمایا: مسلمانوں پر جہاد فرض ہے اور مسلمانوں سے مسلح جہاد کی

اپیل کی۔یہی فتویٰ بعد میں مسلم تحریکوں کے لیے بنیاد بنا۔اس فتویٰ کی شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کوانگریز کے ہاتھوں بڑی قیمت چکانی پڑی۔ اپنے خاص شاگرد سید احمد شہید کو جہاد کے لیے روانہ کیا، ان کے ساتھ اپنے باعمل بھتیجے شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ اور اپنے بھانجے اور داماد مولانا عبدالحئ شاہ بڈھانوی کو بھی روانہ کیا۔ برصغیر میں یہ تحریک تقریباً سوا صدی تک جاری رہی۔سیدین شہیدین کے معروف نام سے بھی۔ اخلاص ورضا کے ان پیکروں نے وہ وہ کارنامے سرانجام دیے جن کی داد خود دشمن بھی اب تک دے رہا ہے۔

① شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کافرکسی اسلامی ملک پر قابض ہوجائیں اور اس ملک اور ملحقہ اضلاع کے مسلمانوں کے لیے یہ ناممکن ہو کہ وہ ان کو اس سے باہر نکال سکیں یا ان کو باہر نکالنے کی کوئی امید باقی نہ رہے اور کافروں کی طاقت میں یہاں تک اضافہ ہوجائے کہ وہ اپنی مرضی سے اسلامی قوانین کو جائز یا ناجائز قرار دیں اور کوئی انسان اتنا طاقت ور نہ ہو جو کافروں کی مرضی کے بغیر ملک کی مالگزاری پر قبضہ کر سکے اور مسلمان باشندے اس امن و امان سے زندگی بسر نہ کرسکیں جیسا کہ وہ پہلے کرتے تھے۔تو یہ ملک سیاسی اعتبار سے دارالحرب ہو جائے گا۔جوں جوں ہماری طاقت مضبوط ہوتی گئی علماء کے فتوؤں میں ہندوستان کا دارالحرب ہونا زیادہ نمایاں ہوتا ہوگیا۔ [ہمارے ہندوستانی مسلمان،اقبال اکیڈمی،سرکلر روڈ بیرون موچی گیٹ]

② مولانا عبدالحئ بڈھانوی صاحب [ہمارے ہندوستانی مسلمان،اقبال اکیڈمی لاہور]

③ حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ [محمد میاں تحریک شیخ الہند، دہلی]

④ خانقاہ تھانہ بھون نے فرنگی کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا تھا۔

⑤ امیرالمجاہدین مولانا عنائت علی صادق پوری رحمہ اللہ، جس ملک میں کفار مسلط ہوجائیں وہاں کے مسلمانوں کا فرض ہے کہ متحد ہو کر کفار سے لڑیں۔ جو نہ لڑسکیں وہ ہجرت کر کے کسی آزاد اسلامی ملک میں پہنچ جائیں۔ہجرت موجودہ حالات میں فرض ہے اور جو

لوگ ہجرت سے باز رکھنے کی کوشش کریں وہ منافقت کی زد میں آتے ہیں۔

جو لوگ ہجرت نہ کرسکیں وہ حکومت علیحدگی پر عمل پیرا ہوں۔مثلاً کسی کام میں حکومت کی مدد نہ کریں۔اس کی عدالتوں میں نہ جائیں۔اپنے جھگڑے کے لیے پنچائتیں بنائیں۔[محمد ثانی۔سید صادقین صادق پور،سید احمد شہید اکیڈمی،رائے بریلی، 2007،صفحہ: 89]

صدر پاکستان جنرل محمد ایوب خان نے سید احمد شہید رحمہ اللہ کے مزار پر کھڑے ہوکر کہا تھا کہ پاکستان ہمیں اس عظیم شخص کے خون کے صدقے ملا ہے۔[شہید بالاکوٹ،محمد فیاض، طبع راولپنڈی]

صدر پاکستان جنرل محمد ایوب خان سے 1965 کی جنگ کے دوران کسی نے سوال کیا تھا کہ آپ کا آئیڈیل جرنیل کون ہے؟تو انھوں نے برجستہ جواب دیا کہ میرے محبوب جرنیل سید اسماعیل شہید رحمہ اللہ ہیں جنھوں نے بالاکوٹ کی سنگلاخ چٹانوں اور دشوار گزار پہاڑیوں پر انگریز اور سکھوں کے خلاف بڑی تجربہ کاری اور مہارت سے جنگ لڑی اور ان کو بری طرح ناکوں چنے چبوائے۔سید اسماعیل شہید رحمہ اللہ کا نام جنگی تاریخ میں روشن ستارے کی طرح جگمگا تا رہے گا۔[بحوالہ روزنامہ نوائے وقت، 11 ستمبر 1997،محمد اشرف جاوید مقدمہ بغاوت قاضی کوٹ،ادارہ اشاعۃ السنۃ،کھڑیانوالہ،فیصل آباد 2011 صفحہ: 5]

علامہ اقبال رحمہ اللہ کہتے ہیں: اگر مولانا محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے بعد ان کے مرتبے کا ایک مولوی بھی پیدا ہوجاتا تو آج ہندوستان کے مسلمان ایسی ذلت کی زندگی نہ گزارتے۔[تاریخ اہلحدیث،میر محمد ابراہیم سیالکوٹی صاحب،مکتبہ قدوسیہ لاہور، 2011 صفحہ: 469]

② 1857ء جنگ آزادی میں تمام مسالک کا متفقہ فتویٰ جنرل بخت کے سوال پر:

1857ء میں جنرل بخت خاں نے دہلی میں تمام مکاتب فکر کے جید علمائے کرام سے

جو دہلی میں اس وقت موجود تھے، چاہے وہ دہلی کے یا دہلی کے باہر کے تھے، جہاد کے لیے انگریز کے خلاف فتویٰ حاصل کیا۔ جو ان دنوں اخبار المظفر دہلی میں شائع ہوا۔ اسے صادق الاخبار دہلی نے 26 جولائی 1857ء کی اشاعت میں نقل کیا۔ یہ فتویٰ بہت سی کتب میں بھی موجود ہے۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس ضمن میں کہ اب جو انگریز دہلی پر چڑھ آئے اور اہل اسلام کی جان و مال کا ارادہ رکھتے ہیں ۔اس صورت میں اب شہر والوں پر جہاد فرض ہے یا نہیں اور اگر فرض ہے تو فرض عین ہے یا نہیں اور لوگ جو شہروں اور بستیوں کے رہنے والے ہیں ان کو بھی جہاد کرنا چاہیے یا نہیں؟ بیان کرو اللہ تم کو جزائے خیر دے۔

جواب

درصورت مرقومہ فرض عین کے اوپر تمام اس شہر کے لوگوں کے اور استطاعت ضرور ہے اس کی فرضیت کے واسطے۔ چنانچہ اب اس شہر والوں کو طاقت مقابلہ اور لڑائی کی ہے۔ بہ سبب کثرت اجتماع افواج کے اور مہیا اور موجودہ ہونے والے آلات حرب کے تو فرض عین ہونے میں کیا شک رہا اور اطراف وحوالی کے لوگوں پر جو دور ہیں۔

باوجود خبر کے فرض کفایہ ہے۔ ہاں اگر اس شہر کے لوگ باہر ہوجائیں مقابلہ سے یا سستی کریں اور مقابلہ نہ کریں تو اس صورت میں ان پر بھی فرض عین ہوجائے گا اور اسی طرح اور اسی ترتیب سے سارے اہل زمین پر شرقاً اور غرباً فرض عین ہوگا اور جو عدو اور بستیوں پر ہجوم اور قتل غارت کا ارادہ کریں تو اس بستی والوں پر بھی فرض ہو جائے گا بشرط ان کی طاقت کے۔

③ تحریک خلافت کے دوران علمائے کرام کے مشترکہ فتاویٰ:

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد، صدر آل انڈیا کانگریس اور ہندوستان کے پہلے وزیر تعلیم کا ملت اسلامیہ کے بارے درد دیکھیں اور انھوں نے جو انگریز کے بارے میں کہا کہ مسلمانوں کو باخبر کیا، درس حریت دیا، وہی حالات بلکہ اس سے بھی بدتر خود ان کے ہندوستان میں ان کے ہی پاکستان آنے سے روکے ہوئے تمام مسلمانوں کے ہیں اور جموں وکشمیر میں جس طرح ہندوتوا کے ایجنڈے کے نفاذ کے لیے ہندوتوا کی غاصب قوتیں اپنے استعماری ایجنڈے کو آگے بڑھا رہی ہیں، آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان اس سے آگے بڑھ کر پاکستان بارے مختلف کوروں پردوں سکیموں یوجناؤں میں چھپائے مکروہ عزائم جس طرح ننگے ہو رہے ہیں اور خود ہندوتوا کے استعماری علم بردار اپنے عزائم ہر جگہ واضح کر رہے ہیں۔ ہندوستان کے پاکستان کے تمام مسلمانوں اور اہل جموں وکشمیر کے لیے بھی وہی رستہ کھلتا ہے جو مولانا آزاد و علی برادران اس وقت کے مسلمانوں کو دکھا رہے تھے، وہ بھی گاندھی، نہرو، پٹیل وغیرہ کانگریسی لیڈروں کی موجودگی میں، ان کی حمایت ان کو میسر تھی، کیونکہ تحریک خلافت کا لیڈر تو گاندھی کو بنایا گیا تھا، اگر آج کا مسلمان یہ کام کرے تو کیسے غلط کہا جا سکتا ہے، اس لیے آج کے مسلمانوں کو بھی یہ سب کام کرنے چاہییں، ہندوتوا کے علم برداروں اور حکومت ہند کے خلاف، کیونکہ ان کا ایجنڈا ایک ہی ہوتا ہے چاہے آر ایس ایس ہو، کانگریس ہو، مہا سبھائی ہو، شیو سینا، بجرنگ دل، وشوا ہندو پریشد سب مہا بھارت ہندوتوا کے اپنے اپنے انداز سے علم بردار ہیں۔

اس لیے اہل جموں وکشمیر کو وہ سب کرنا چاہیے جو اس وقت کانگریس اور خلافت کمیٹی انگریز کے خلاف چاہتی تھی۔ بلکہ اب تو اہل ہند اور اہل جموں وکشمیر کے حالات اس سے کہیں برے، ابتر اور ہولناک ہیں۔ قائداعظم محمد علی جناح ؒ کے خدشات درست نکل رہے ہیں۔ اسیر ہند ڈاکٹر محمد قاسم فکتو صاحب نے بھی اس موضوع پر خوب لکھا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد اور کانگریسی لیڈروں نے جن خلافت کے پروگراموں میں ایسے خیالات کا اظہار کیا یا ایسے فتاویٰ پیش کیے یا کروائے، انھیں خلافت کمیٹیوں کو پھر کانگریس میں شامل کرنے کی کوشش کی، مولانا ابوالکلام آزاد، علی برادران اور ہم خیال علمائے کرام کی طرف سے تحریک خلافت کے دوران ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر مسلمانوں کو 1920ء میں افغانستان کی طرف ہجرت کرنے کا مشورہ دیا۔ پھر لوگوں نے افغانستان اور قبائلی علاقوں میں ہجرت کی۔ ہجرت کے وقت ہجرت کرنے والوں کو بڑے جذباتی انداز میں قومی وملی مشن سمجھ کر روانہ کیا جاتا اور پھر ان کے اس ہجرت کے عمل کو عظیم سمجھ کر ان کو خطوط میں سراہتے رہے اور مولانا ابولکلام آزاد اور مولانا شوکت علی اور دوسرے زعمائے قوم نے ہجرت کو اور ان کی میزبانی قبائل اور افغانستان میں جو ہوئی ان کو سراہا (درست منصوبہ بندی اور تیاری نہ ہونے کی وجہ سے یہ تحریکِ ہجرت وہ ثمرات حاصل نہ کرسکی)۔

مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں کہ پس اے عزیزان ملت! اور اے بقیہ ماتم زدگان قافلہ اسلام! اگر یہ سچ ہے کہ دنیا کے کسی گوشے میں پیروان اسلام کے سروں پر تلوار چمک رہی ہو، تعجب ہے اگر اس کا زخم ہم اپنے دلوں میں نہ دیکھیں۔ اگر اس آسمان کے نیچے کہیں بھی ایک مسلم پیروتوحید کی لاش تڑپ رہی ہے تو لعنت ہے ان سات کروڑ زندگیوں پر جن کے دلوں میں اس کی تڑپ نہ ہو۔ اگر مراکش میں ایک حامی وطن کے حلق بریدہ سے ایک خون کا فوارہ چھوٹ رہا ہے تو ہم کو کیا ہوگیا ہے کہ ہمارے منہ سے دل وجگر کے ٹکڑے نہیں گرتے؟ ایران میں اگر وہ گردنیں پھانسی کی رسیوں میں لٹک رہی ہیں جن سے آخری ساعت نزع میں "أشهد أن لا إله إلا الله" کی آواز نکل رہی تھی تو ہم پر اللہ اور اس کے ملائیکہ کی پھٹکار ہو، اگر اپنی گردنوں پر اس کے نشان محسوس نہ کریں۔ اگر آج بلقان کے میدانوں میں حافظین کلمہ توحید کے سر اور سینے صلیب پرستوں کی گولیوں

سے چھد رہے ہیں تو ہم اللہ اور اس کے ملائکہ اور اس کے رسول ﷺ کے آگے ملعون ہوں، اگر پہلوؤں کے اندر ایک لمحہ کے لیے بھی راحت اور سکون محسوس کریں۔ میں کہہ رہا ہوں حال آنکہ اسلام کی روح کا ایک ذرہ بھی اس کے پیروؤں میں باقی ہے تو مجھ کو کہنا چاہیے کہ اگر میدان جنگ میں کسی ترک کے تلوے میں ایک کانٹا چبھ جائے تو قسم ہے خدائے اسلام کی کہ کوئی ہندوستان کا مسلمان، مسلمان نہیں ہوسکتا، جب تک وہ اس کی چبھن کو تلوے کی جگہ اپنے دل میں محسوس نہ کرے، کیونکہ ملت اسلام ایک جسم واحد ہے اور مسلمان خواہ کہیں ہوں، اس کے اعضا و جوارح ہیں۔ اگر ہاتھ کی انگلی میں کانٹا چبھے تو جب تک باقی اعضا کٹ کر الگ نہ ہوگئے ہوں ممکن نہیں کہ اس صدمے سے بے خبر رہیں اور یہ جو کچھ کہہ رہا ہوں محض اظہار مطلب کا زور بیان ہی نہیں ہے، بلکہ عین ترجمہ ہے، اس حدیث مشہور کا جس کو امام احمد نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں کی مثال باہمی مودت و مرحمت اور محبت و ہمدردی میں ایسی ہے جیسے ایک جسم واحد کی، اگر اس کے ایک عضو میں کوئی شکایت پیدا ہوتی ہے تو سارا جسم اس کی تکلیف میں شریک ہو جاتا ہے۔ اسی کے ہم معنی صحیحین کی وہ حدیث ہے جس کو ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے، ایک مومن دوسرے مومن کے لیے ایسا ہے جیسے کسی دیوار کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کو سہارا دیتی ہے۔ فی الحقیقت یہ خصائص مسلم میں سے ایک اولین اور اشرف ترین خصوصیت ہے، جس کی طرف قرآن شریف نے اپنے جامع اور مانع الفاظ میں اشارہ کیا ہے: کافروں کے لیے نہایت سخت مگر آپس میں نہایت رحیم اور ہمدرد۔ (دیکھیے الفتح: 29) ان میں جس قدر سختی ہے باطل و کفر کے لیے اور ان کی جس قدر محبت ہے حق و صدق اور اسلام و توحید کے لیے۔

مولانا آزاد فرماتے ہیں کہ 1916ء میں جب گورنمنٹ نے مجھے نظر بند کیا اور گورنمنٹ آف انڈیا نے اعلان کیا کہ یہ شخص ملکہ معظمہ کے دشمنوں سے ساز باز رکھتا ہے

تو میں نے ایک چٹھی لکھی تھی اور نہایت تفصیل سے اسلام کے احکام درج کر دیے تھے جن کی رو سے کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ ایک لمحہ کے لیے بھی برٹش گورنمنٹ کی نوکری کرے۔

میرے الفاظ یہ تھے کہ نہ صرف حرام ہے بلکہ قرآن وحدیث کے قطعی احکام کے بموجب یہ لفظ کافی نہیں کہ حرام ہے، بلکہ اسلام اور کفر کا فیصلہ کر دینے والا ہے۔ ہر لمحہ جو ایک بدبخت کے لیے انگریزی جھنڈے کے نیچے گزرے گا وہ اس کے لیے حرام ہوگا۔

1916ء میں میں نے یہ چٹھی وائسرائے کے پاس بھیجی تھی۔ اس کی نقل گورنمنٹ آف انڈیا کے پاس موجود ہونی چاہیے۔کیا کراچی میں اس مسئلے کی ابتدا ہوئی؟ نہیں۔ اس مسئلے کا بار بار اعلان ہوتا رہا ہے۔ 28 فروری 1920ء میں جب مسئلہ خلافت کے ابتدائی ایام تھے،انھی ایام میں کلکتہ میں خلافت کمیٹی کا جلسہ ہوا، اس کا صدر میں تھا۔ اس جلسے میں کراچی کی تجویز سے بھی زیادہ صاف لفظوں میں، خصوصیت سے سپاہیوں کو مخاطب کرکےاسلام کے اس عقیدے کا اعلان کیا گیا تھا کہ موجودہ حالات میں چونکہ انگریزی حکومت اسلام کے مقابلے میں لڑنے والا جتھا ہے، اس لیے کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ برٹش گورنمنٹ کی فوج میں نوکری کرے یا نوکر رکھا جائے۔ برٹش گورنمنٹ ،اسلام کے اور ہندوستان کے مقابلے میں لڑنے والا فریق ہے۔ اس لیے برٹش گورنمنٹ سے مددگاری کا کوئی رشتہ بھی رکھنا جائز نہیں۔ اگر آج یہ صورت ہوتی کہ برٹش گورنمنٹ گناہ اور پاپ کے لیے سپاہیوں کو نوکر نہ رکھتی، بلکہ نمازوں کے لیے نوکر رکھتی، تب بھی اس کی نوکری حرام ہے۔ جب برٹش گورنمنٹ فریق محارب ہے تو اب یہ سوال نہیں رہا کہ اس کی نوکری میں ہم کو کیا کرنا پڑتا ہے، کوئی بھی کام کرنا پڑے برٹش گورنمنٹ کی نوکری حرام ہے۔ اگر انگریزی راج کی فوج میں سپاہی کو گناہ نہیں کرنا

پڑتا، بلکہ انگریزی راج، فوجی چھاؤنیوں میں مسجدیں مندر بنا کر مسلمان اور ہندو سپاہیوں سے کہتا کہ صبح وشام خدا کے آگے ماتھے ٹیکو تو بھی میں یہی کہتا کہ انگریزی راج کی فوج میں بھرتی ہونا کسی مسلمان و ہندو کے لیے جائز نہیں۔

اب مجھے بتاؤ کہ ان بدبخت مسلمانوں کا کیا حشر ہوگا، جنھوں نے ان مومنوں کو بندوقوں کا نشانہ بنایا، جو چھ سو برس سے اسلام کی حفاظت کر رہے ہیں؟ کھلی بات ہے کہ آج انگریزی فوج میں بھرتی ہونا یا اس فوج میں رہنا، یا دوسروں کو رکھوانا، یہ سب کے سب ملعون اور پھٹکار کے کام ہیں۔ یہ کام مسلمانوں کو مٹانے اور ہندوستان کو غلام بنانے کے کام ہیں، اس لیے اسلام کے قانون میں بہت بڑے کفر کے کام ہیں۔ گاندھی کی سربراہی والی تحریک خلافت میں کانگریس کے تمام نامور لیڈروں کی رضامندی سے اگر یہ سب مسلمانوں کو ہندوؤں کو انگریز کے خلاف کیا جا رہا تھا تو آج خود ہندوستان اور جموں وکشمیر میں مسلمانوں کو سقوط قرطبہ کی طرح مٹانے کی سازشیں اور بربریت کی جا رہی ہے تو اس کے ردِعمل میں اگر ہندوستان اور جموں وکشمیر کے مسلمان ہند کے خلاف کوئی قدم اٹھائیں تو کیسے غلط ہوگا، جبکہ جموں وکشمیر عالمی فورموں پر مانا ہوا متنازعہ علاقہ ہے، جس کا اقرار ہندوستانی لیڈروں نے خود عالمی فورموں پر کیا ہوا ہے۔ پاکستانی حکمرانوں کو بھی اپنا فرض اور قرض ادا کرنا چاہیے۔

4-8 جولائی 1921ء کو کراچی میں خلافت کانفرنس میں جس کے صدر مولانا محمد علی جوہر تھے، مولانا نے شعلہ انگیز تقریر کی، اس کے ساتھ ہی پانچ سو علمائے کرام کا فتویٰ کانفرنس میں پڑھ کر سنایا۔ جس میں اسلام دشمن انگریز کی حمایت کرنے کو قطعی حرام قرار دیا گیا۔ فتویٰ کے ساتھ قرارداد میں اور بھی باتیں تھیں چند باتیں یہ بھی تھیں:

- آج سے انگریز کے ماتحت فوج میں نوکر ہونا یا رنگروٹوں کی بھرتی میں مدد دینا مسلمانوں کے لیے قطعی حرام ہے۔

✳ حکومت ان تمام مطالبات کو منظور کرے جن کو خلافت کمیٹی اور وفد پیش کر چکے ہیں۔
✳ اگر حکومت برطانیہ نے حکومت (انقرہ) سے جنگ کی تو مسلمانانِ ہند سول نافرمانی کریں گے۔
✳ اگر حکومت برطانیہ ہمارے مطالبات پر جلد غور نہیں کرے گی تو ہونے والے کانگریس کے اجلاس میں جو احمد آباد میں منعقد ہو رہا ہے، ہندوستانی جمہوریت کا علم بلند کر دیا جائے گا۔
✳ 1920ء میں ناگ پور کے مقام پر ہندو کانگریس نے ترک موالات کی تحریک منظور کر کے غم زدہ مسلمانوں کو حکومت کی کونسلوں سے لاتعلقی، خطابات کی واپسی، اسکولوں اور کالجوں کا بائیکاٹ، سرکاری ملازمت سے استعفیٰ اور ترک وطن جیسے اقدام کی ترغیب دی۔ تحریک کی تائید میں پانچ سو علماء نے بھی اپنے دستخطوں سے فتویٰ شائع کر دیا۔

نوٹ: یہ سب پڑھ کر پتا چلتا ہے کہ کانگریس کی قیادت اور علمائے کرام کے مطابق انگریز سے تعاون کرنا اس کی ملازمت کرنا حرام ہے۔ بلکہ پہلے سے موجود ملازمتیں خطابات اور تعلیمی ادارے بھی چھوڑ دینے چاہییں۔ آج تو مظالم، درندگی بہت زیادہ ہے ہندوتوا کے علم برداروں کی طرف سے۔ پھر مسلمانوں کو کیوں آج حکومت ہند کی اطاعت کے لیے مجبور کیا جا رہا اور مسلمانوں کو بھی اس تحریر کی روشنی میں اطاعت نہیں کرنی چاہیے۔ (جب انگریز کی مدد کرنا حرام تھا تو ہندوستان کی مدد کرنا بھی عین حرام ہو گا اور اس کی فورسز میں بھرتی ہونا خود ہندوستان کو مضبوط کرنا بھی درست نہیں ہوگا)۔

5- اسی طرح تحریک پاکستان میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب، مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب، پیر مانکی صاحب، امیر ملت جماعت علی شاہ صاحب، جماعت اہلحدیث کے مفتی مولانا عبداللہ روپڑی صاحب وغیرہ وغیرہ نے فتاویٰ دیے۔

⑥ مقبوضہ جموں وکشمیر کے بارے تمام مکاتب فکر کے جید شیوخ، علمائے کرام، مفتیان ومدارس کا متفقہ فتویٰ:

سوال: جیسا کہ سب کو علم ہے کہ مقبوضہ جموں وکشمیر پر ہندوستان نے ناجائز قبضہ کیا ہوا ہے۔

① یو این او اور او آئی سی کی ڈیڑھ درجن سے زائد قرار دادیں، دیگر انٹرنیشنل فورموں پر تسلیم شدہ جموں وکشمیر متنازعہ علاقہ ہے۔

② خود ہندوستانی لیڈروں کے مقبوضہ جموں وکشمیر کے متنازع ہونے پر اپنے وعدے، بیانات اور اقدامات اس پر دلیل ہیں۔

③ مقبوضہ کشمیر کی الگ شناخت اپنا جھنڈا وغیرہ۔

④ آرٹیکل 370 اور 35 A کی ہندوستانی آئین میں موجودگی اس بات کی شاہد ہیں کہ مقبوضہ جموں وکشمیر پر ہندوستانی قبضہ ہے، یہ اس کا حصہ نہیں ہے۔

⑤ اگست 2019ء کو ہندوستان نے آر ایس ایس کے ایجنڈے مہابھارت کے مطابق جموں وکشمیر کی خصوصی حیثیت اور ایکتا ختم کر دی اور اس کو باقاعدہ اپنے مرکز کے زیر اہتمام علاقہ قرار دے کر دو حصوں میں بانٹ کر دو لیفٹیننٹ گورنر تعینات کر دیے۔ حلقہ بندیوں کے نام پر آبادی کا تناسب بدلا جا رہا ہے، تاکہ مسلم اکثریت کو اقلیت میں بدلا جائے۔

ہندوستانی باشندے اب مقبوضہ جموں وکشمیر میں شادی کر سکیں گے اور وہی حقوق حاصل کر سکیں گے جو جموں وکشمیر کے باشندوں کے ہیں اور جموں وکشمیر میں زمین خرید کر اسرائیلی طرز پر آبادی کا تناسب بدل سکیں گے (بلکہ سقوط غرناطہ اندلس کی طرح مسلمانوں کو ان علاقوں سے ختم ہی کر دیں گے)۔ اس سے پہلے کئی بار کوشش کی گئی مگر

ہندوستان ناکام رہا، جیسے 2008ء میں شرائن بورڈ کے نام پر جب ہندو کالونیاں بنانے لگے تو مقامی عوام نے زبردست تحریک چلا کر اس کو ناکام کیا۔

اب 5 اگست 2019ء سے مسلسل لاک ڈاؤن کر کے ظلم و جبر کے ساتھ اہلیان جموں وکشمیر کے ہر طرح کے حقوق غصب کر کے اور ہزاروں مرد وزن کو گرفتار کر کے دبایا ہوا ہے اور ہندوستانی حکومت وہاں پر ہندوستانی لوگوں کو زمین خریدنے میں سہولت دے رہی ہے، جبکہ اہل جموں وکشمیر کو ڈر، لالچ اور حیلے بہانوں کے ذریعے زمین فروخت یا کرائے پر دینے پر مجبور کر رہی ہے اور ضبط کرنے کی دھمکی دے رہی ہے، بلکہ ضبط بھی کر رہی ہے۔

ہندوستانی حکومت کی سرپرستی میں ہندوستان کے ہندو ایک مہم بھی چلا رہے ہیں کہ کشمیر سے دلہن لائیں گے، وہاں پر اپرٹی خریدنے کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں، بلکہ کچھ حکومتی عہدے دار تو آزاد کشمیر اور پاکستان میں زمین خریدنے بلکہ قبضہ کرنے کی بھی بات کر رہے ہیں اور اپنی اس مہم کو ہندوستانی پارلیمنٹ میں کھڑے ہو کر مہا بھارت کی مہم قرار دے رہے ہیں۔ ہندوستانی وزراء ہندوستان میں کھڑے ہو کر مقبوضہ کشمیر میں جا کر یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم 22 فروری 1994ء کو ہندوستانی پارلیمنٹ میں پاس کردہ قرارداد پر عمل کرتے ہوئے آزاد کشمیر، گلگت اور بلتستان پر جلد قبضہ کریں گے۔ جیسے یہودی گریٹر اسرائیل کے لیے کام کر رہے ہیں۔ 2014ء کے الیکشن کے موقع پر وزیراعظم ہند، گجرات کے قصائی اور مسلمانوں کے قاتل نریندر مودی نے تین نعرے دیے تھے: ① 35A اور آرٹیکل 370 کو ختم کریں گے۔ ② بابری مسجد کی جگہ رام مندر بنائیں گے۔ ③ آزاد کشمیر، گلگت بلتستان پر قبضہ کریں گے۔ ان تین میں سے دو پر عمل کر کے تیسرے کے لیے ماحول بنا رہے ہیں، وہ بھی ہندوتوا کا ایجنڈا پورا کرنے کے لیے، نا کہ انسانیت یا اہل جموں وکشمیر کے لیے۔ 5 اگست 2019ء کو مقبوضہ کشمیر کی خصوصی حیثیت

تبدیل کر کے اور ٹھیک ایک سال بعد اسی تاریخ 5 اگست 2020ء کو ہی بابری مسجد کی جگہ رام مندر بنانے کا افتتاح کر کے اس کو اپنی 500 سالہ جدوجہد کا نتیجہ قرار دے رہے ہیں۔ مقبوضہ کشمیر میں نیو انڈسٹریل اسٹیٹس کے نام پر مختلف بہانوں سے اور دیگر مقاصد کے لیے کشمیریوں کی لاکھوں کنال زمین پر قبضہ کر کے کشمیریوں کو اپنی زمینوں سے محروم کیا جا رہا ہے، اراضی پر قبضہ کر لیا گیا ہے اور دیگر جگہوں پر کیا جا رہا ہے۔ مقبوضہ جموں کشمیر کو آباد کرنے کے لیے 45 لاکھ ڈومیسائل جاری کر چکا ہے۔ ریٹائرڈ ملازموں، فوجیوں اور غیر کشمیریوں کے لیے اور پنڈتوں کے لیے الگ الگ سیکورٹی زون میں سوسائٹیاں آبادی کا تناسب بدلنے کے لیے تعمیر کی جا رہی ہیں۔ وقف بورڈ پر قبضہ کر کے تمام مساجد و مدارس، خانقاہوں، عیدگاہوں، قبرستانوں وغیرہ کی جائیدادوں کو ہتھیانے کی کوشش کر رہے ہیں، بلکہ نئے نئے مندر بنائے جا رہے ہیں۔ تعلیمی اداروں میں شرکیہ بھجن معصوم بچوں سے پڑھوا رہے ہیں، الغرض اسلامی شعار پر ہر ہر طرح سے حملے کیے جا رہے ہیں۔ مقبوضہ کشمیر کے مقامی لوگوں کو سرکاری ملازمتوں میں سے نکال رہے ہیں اور مختلف ٹھیکے اور ملازمتیں مقامی لوگوں کی بجائے ہندوستانی لوگوں کو دیے جا رہے ہیں۔ کشمیریوں کو ان کی جائیدادوں اور مکانات سے محروم کیا جا رہا ہے۔

- ✳ موجودہ حکومت کے مسلم کش اقدامات دنیا کے سامنے ہیں:
- ✳ پہلے مقبوضہ جموں وکشمیر پر آئینی جارحیت۔
- ✳ بھارتی سپریم کورٹ کا بابری مسجد کیس کا ہندوؤں کے حق میں فیصلہ اور دوسری عدالتوں کا حجاب، مسلم شناخت، مساجد اور مدارس کے خلاف فیصلے دینا۔
- ✳ ہندوستانی مسلمانوں کے خلاف شہریت بل کا فیصلہ۔
- ✳ ڈومیسائل قانون کا پاس کرنا اور ہندوستانی شہریوں کو کشمیر میں بسا کر آبادی کے تناسب کو تبدیل کرنا۔

✷ بابری مسجد کی جگہ رام مندر کی تعمیر کی۔

اول: ان حالات میں کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ جب ہندوستان کی حکومت ہندوتوا کا ایجنڈا پورا کرنے کے لیے مہابھارت یا اکھنڈ بھارت کی تکمیل کے لیے مسلم دشمنی بلکہ انسانیت دشمنی میں سامنے آئی ہے، خود ہندوستان میں اور باہر کی دنیا میں اس کی مخالفت ہو رہی ہے، ایسے میں جموں وکشمیر کے شہری کیا کسی ہندوستانی شہری کو اپنی جائیداد فروخت یا کرائے پر دے سکتے ہیں، جبکہ واضح ہے کہ اس سے جموں وکشمیر کے شہریوں کے ایمان اور ہر طرح کے حقوق غصب کر کے ان کو یہاں سے نکلنے پر مجبور کیا جائے گا یا پھر کیمپوں میں زندگی گزارنے پر مجبور کیا جائے گا۔

دوئم: کیا جموں وکشمیر کے شہریوں اور عالم اسلام کو ان لوگوں کا ساتھ دینا چاہیے جو بھارت کے انسانیت کش ان اقدامات کی کسی بھی طرح مخالفت اور مقابلہ کر رہے ہیں۔

جواب: جموں وکشمیر کے لیے تمام مسالک کے بزرگ علمائے کرام کے فتاویٰ جات کا اختصار۔

بھارتی حکومت ریاست جموں وکشمیر کی وہ حیثیت ختم کرنے کے در پے ہے جو وہاں کے مسلمان باشندوں کا پیدائشی حق ہے اور نہ صرف عالمی طور پر مسلم ہے، بلکہ بھارت کا اصل دستور اور عالمی سطح پر بھارتی لیڈروں کے وعدے بھی اس کی گواہی دیتے ہیں۔ ہندوتوا کے ایجنڈے کی تکمیل کی اسی غرض سے اس نے بھارتی باشندوں کو وہاں بسانے کا قانون پاس کیا ہے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس ناپاک اقدام کو ہر طرح روکیں اور کوئی مسلمان کسی غیر ریاستی باشندے کو اپنی جائیداد، کرائے یا لیز پر دینے کا سخت گناہ اپنے سر نہ لے۔ اس موقع پر پاکستان سمیت تمام مسلمان ملکوں کا فرض ہے کہ وہ جموں وکشمیر کے مظلوم ومقہور مسلمانوں اور جو بھی ہندوستان کے انسانیت کش اقدامات کا مقابلہ کر رہے ہیں ان کی ہر طرح مدد کریں اور بھارت کے ناپاک عزائم کامیاب نہ ہونے

دیں۔ ایسا نہ ہو کہ اسرائیل کے قیام اور سقوط غرناطہ (اندلس) کی مکروہ تاریخ خدانخواستہ اس علاقے میں بھی دہرائی جائے۔

❀❀❀

ملی یکجہتی کونسل پاکستان

علمائے کرام خیبر پختونخواہ	
شیخ الحدیث مفتی قاضی ڈاکٹر تقی عثمانی صاحب	دارالعلوم کراچی
ڈاکٹر الشیخ مفتی منیب الرحمٰن صاحب	کراچی
شیخ الحدیث مفتی عبدالرحیم صاحب	جامعۃ الرشید کراچی
شیخ الحدیث حافظ عبدالسلام بن محمد صاحب	مرید کے، شیخوپورہ
شیخ الحدیث مختار اللہ حقانی صاحب	جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک
شیخ الحدیث مفتی زرولی خان صاحب	کراچی
مولانا حافظ عبدالرحمٰن مکی صاحب	لاہور
شیخ الحدیث مولانا عبدالمالک صاحب	صدر رابطہ المدارس اسلامیہ
مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب	ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان
خواجہ معین الدین محبوب کوریجہ صاحب	سجادہ نشین دربار حضرت بابا غلام فرید
شیخ الحدیث صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ	مشیر وفاقی شرعی عدالت
شیخ الحدیث مفتی نعیم صاحب رحمہ اللہ	جامعہ بنوریہ کراچی

شیخ الحدیث مولانا محمد رفیق اثری صاحب	جلال پور پیروالا ملتان
مولانا عبداللہ ناصر رحمانی صاحب	کراچی
مولانا صاحبزادہ ابوالخیر زبیر صاحب	حیدر آباد سندھ
مولانا ارشاد الحق اثری صاحب	فیصل آباد
پیر سید ہارون گیلانی صاحب	سجادہ نشین دربار حضرت میاں میر
حافظ اسد محمود سلفی	گوجرانوالہ
مولانا حافظ عبدالستار حماد صاحب	مفتی مرکز جمعیت اہلحدیث پاکستان
مولانا حافظ ابوعمار زاہد الراشدی صاحب	ملی مجلس شرعی پاکستان
شیخ الحدیث حافظ عبدالغفار اعوان صاحب	دارالعلوم محمدیہ اوکاڑہ
علامہ مولانا حافظ طاہر اشرفی صاحب	سربراہ پاکستان علماء کونسل
ڈاکٹر مولانا عطاء الرحمان صاحب	جامعہ اسلامیہ تفہیم القرآن، مردان
علامہ ابتسام الٰہی ظہیر صاحب	مرکز اہلحدیث لاہور
مولانا طاہر طیب	کے پی کے
مفتی یوسف طیبی صاحب	لاہور
جامعہ الدعوہ الاسلامیہ	شیخوپورہ
جامعہ الدراسات الاسلامیہ	کراچی
الجامعہ الستاریہ الاسلامیہ	کراچی
جامعہ قاسمیہ	فیصل آباد

علامہ ڈاکٹر آصف جلالی صاحب	ادارہ صراط مستقیم لاہور
جامعہ نعیمہ	لاہور
جامعہ ضیاء العلوم	لاہور
جامعہ تعلیم الاسلام	ماموں کانجن
جامعہ سلفیہ	فیصل آباد
جامعہ عائشہ الصدیقہ للبنات	اوکاڑہ
جامعہ اہلحدیث	لاہور
جامعہ محمدیہ اہلحدیث	گوجرانوالہ
حافظ محمد امین	گوجرانوالہ
الجامعہ الاسلامیہ	ملتان
مرکزی علماء کونسل	
وفاق المدارس الشیعہ	لاہور

الحمدللہ، تمام مکاتب فکر کے شیوخ، بزرگ جید علمائے کرام اور علمائے کرام کے مشترکہ اتحادوں، وفاق المدارس، اہم مدارس، ملی یکجہتی کونسل اور علماء کونسل خیبر کے پی کے نے مقبوضہ کشمیر کے بارے الگ الگ فتاویٰ دیے، جن کو پورا شائع کریں تو الگ سے ایک کتاب تیار ہوجائے، ابھی ان فتاویٰ کا اختصار پیش کر رہے ہیں۔ ان شاء اللہ! جلد پورے فتاویٰ کو کتابی صورت میں شائع کریں گے۔

فضیلۃ الشیخ محمد یعقوب شیخ حفظہ اللہ (گولڈ میڈلسٹ کنگ سعود یونیورسٹی) کے اور ان کی ٹیم کے بہت مشکور ہیں، جب امیر محترم اللہ تعالیٰ کے حکم پر ان سے گزارش کی فتاویٰ جات

کے حصول کے لیے تو انھوں نے کمال محنت واخلاص سے دن رات اسفار کرکے، بعض اوقات ایک ایک بزرگ سے فتویٰ کے لیے اپنی بیماری کے باوجود کئی سفر کرکے ناممکن کام کو اپنے اخلاص اہل جموں وکشمیر سے محبت اور اپنے عزم سے ممکن بنایا۔ یہ جموں وکشمیر کی تحریک میں پہلی بار ہوسکا کہ تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام نے اپنا دینی، ملی اور قومی فریضہ ادا کرتے ہوئے جسد واحد کا ثبوت دیا۔ (الحمدللہ)

اللہ رب العزت محترم الشیخ محمد یعقوب شیخ صاحب، ان کے ساتھیوں اور تمام مکاتب فکر کے اکابر شیوخ کے اس اخلاص ومحبت کو قبول فرما کے بہت بہت برکتوں، رحمتوں، نصرتوں اور مغفرتوں سے نوازے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین!

❀❀❀

مسئلہ جموں وکشمیر پر
پاکستان اور ہندوستان کے درمیان مذاکرات

مسئلہ جموں وکشمیر پر پاکستان اور ہندوستان کے درمیان مذاکرات

یہاں پاکستان کے خلاف منفی پروپیگنڈا کے جواب میں ہندوستان کا مکروہ بزدلانہ چہرہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ مذاکرات کے میدان میں ہر جگہ پاکستان کے انتہا تک جاکر مخلصانہ تعاون کے باوجود، ہندوستان نے ہی ڈھٹائی سے راہ فرار اختیار کی۔ مسئلہ کشمیر پر ہندوستان اور پاکستان کے مابین مذاکرات کا سلسلہ مسئلہ کشمیر کے آغاز سے ہی شروع ہو چکا تھا۔ 27 اکتوبر 1947ء کو جب کشمیر کے ہندوستان سے نام نہاد الحاق اور اس کے ساتھ ہی سرینگر ایئرپورٹ پر پہلے سے موجود ہندوستانی افواج کی مدد کے لیے ہندوستانی فوج کی لینڈنگ کی خبر پاکستان پہنچی تو پاکستان کے پہلے گورنر جنرل قائداعظم محمد علی جناح نے پاک فوج کے acting کمانڈر ان چیف جنرل Douglas Gracey کو حکم دیا کہ کشمیر کو بچانے کے لیے پاکستانی فوج کو روانہ کیا جائے۔ مگر ایسا کوئی بھی قدم لینے سے پہلے جنرل گریسی نے دونوں ممالک کے جوائنٹ چیف آف آرمی سٹاف فیلڈ مارشل Claude Auchinleck سے رابطہ کرنا ضروری سمجھا۔ اگلے روز فیلڈ مارشل آشین لیک دہلی سے لاہور آئے، آشین لیک نے قائداعظم کو مشورہ دیا کہ وہ معاملے کو سلجھانے کی خاطر ہندوستانی گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور وزیراعظم جواہر لعل نہرو کو میٹنگ کی دعوت دیں۔ چنانچہ قائداعظم نے ماؤنٹ بیٹن اور نہرو کو لاہور میں میٹنگ کی دعوت بھیجی۔

ماؤنٹ بیٹن، قائد اعظم ملاقات

یوں یکم نومبر 1947ء کو ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ بیٹن قائد اعظم کی دعوت پر لاہور پہنچے اور دونوں ممالک کے درمیان کشمیر پر مذاکرات کا سلسلہ شروع ہوا۔ قائد اعظم اور ماؤنٹ بیٹن کی اس ملاقات کے بارے میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے تفصیلاً نوٹ لکھا جو کہ Patel's Correspondences کے پہلے والیم میں شائع شدہ ہے۔ ماؤنٹ بیٹن نے لکھا کہ بھارت کی ان ریاستوں جن کا الحاق متنازع ہو، کے متعلق پالیسی کے بارے میں بتاتے ہوئے اس نے کشمیر اور جونا گڑھ کے درمیان مماثلت کی طرف اشارہ کیا اور تجویز دی کہ جیسے ہی حالات اجازت دیں دونوں جگہ اقوام متحدہ کی نگرانی میں رائے شماری کروائی جائے گی، مگر ساتھ ہی اس نے جناح سے کہا کہ اس نے بذات خود ایک فارمولہ تیار کیا ہے جسے وہ سمجھتا ہے کہ اس کی حکومت تسلیم کر لے گی۔

ماؤنٹ بیٹن لکھتا ہے: میں نے جہاز میں ایک پلان ترتیب دیا ہے، جسے میں نے ابھی تک اپنی حکومت کو نہیں دکھایا، لیکن میرے خیال سے وہ اسے تسلیم کر لے گی۔ پلان یہ تھا کہ ہندوستان اور پاکستان کی حکومتیں اس بات پر متفق ہیں کہ جہاں کسی ریاست کا حکمران اس مذہب سے تعلق نہیں رکھتا جو کہ اس کی رعایا کی اکثریت کا ہو اور جہاں کوئی ریاست اس ملک سے الحاق نہیں کرتی جس کی اکثریت کا مذہب وہی ہو جو اس ریاست کے عوام کی اکثریت کا مذہب ہو، ایسی صورتحال میں یہ فیصلہ کہ اس ریاست کا الحاق دونوں ممالک میں سے کس کے ساتھ ہونا چاہیے، ایک غیر جانبدار رائے شماری کے ذریعے ہوگا۔

اس پر جناح نے اتفاق نہیں کیا اور کہا کہ وہ ایسے کسی بھی فارمولے کو قبول نہیں کر سکتے جس میں حیدر آباد بھی شامل ہو، انھوں نے کہا: کیوں کہ حیدر آباد کسی بھی ریاست

سے الحاق پر رضامند نہیں ہے، اس لیے وہ کسی بھی ایسی کوشش کا ساتھ نہیں دیں گے جس سے حیدرآباد کو زبردستی الحاق پر مجبور کیا جا سکے۔

تاہم جب ماؤنٹ بیٹن نے حیدرآباد کے مسئلے سے جان چھڑا کر صرف ان ریاستوں پر بات کرنے کو کہا جن کا الحاق متنازع ہو (جیسا کہ جوناگڑھ) تو جواب میں جناح نے کہا کہ اگر ایسی آفر ان کے سامنے رکھی جاتی ہے تو وہ اس پر غور کرنے کو بالکل تیار ہیں۔ اس کے علاوہ قائد اعظم کو ماؤنٹ بیٹن کی تجاویز سے ایک اور اختلاف تھا۔ جناح کی رائے کے مطابق کشمیر میں رائے شماری اقوام متحدہ کی بجائے دونوں گورنر جنرل کی سرپرستی میں کروائی جائے۔

ریاست جوناگڑھ کا پاکستان سے 15 ستمبر 1947ء کو الحاق ہوا اور 9 نومبر 1947ء کو ہندوستان کی طرف سے جارحانہ قبضہ کر لیا گیا۔

نومبر، دسمبر 1947ء میں جوائنٹ ڈیفنس کونسل کی میٹنگز

جوائنٹ ڈیفنس کونسل کی اگلی میٹنگ 8 نومبر 1947ء کو دہلی میں منعقد ہوئی جس میں پاکستان کی جانب سے چودھری محمد علی اور عبدالرب نشتر نے شرکت کی۔ میٹنگ میں کشمیر میں رائے شماری کے مسئلے پر بحث ہوئی اور چودھری محمد علی اور وی پی مینن نے لارڈ اسمے کی مدد سے ایک ڈرافٹ تیار کیا جس میں لکھا تھا: دونوں حکومتیں اس بات پر رضامند ہیں کہ کشمیر سے جلد از جلد تمام روایتی اور غیر روایتی فوجوں کا انخلا ضروری ہے۔ انخلا کے عمل کی شروعات 12 نومبر 1947ء کو ہوگی اور 26 نومبر تک اسے مکمل کر دیا جائے گا۔ حکومت پاکستان پختہ وعدہ کرتی ہے کہ وہ اس پروگرام کے مطابق قبائلیوں کو واپس بلانے کے لیے اپنی پوری کوشش کرے گی اور مزید کسی بھی قسم کی دراندازی کرنے سے گریز کرے گی۔ جبکہ حکومت ہندوستان بھی پروگرام کے مطابق ریاست سے اپنی فوج نکالے

گی۔ رائے شماری کے متعلق یہ طے پایا کہ رائے شماری کا انعقاد ہندوستان اور پاکستان کی جانب سے نامزد کردہ دو لوگوں کے زیر اہتمام ہوگا۔ ساتھ کشمیر کی حکومت بھی ایک آدمی کو نامزد کرے گی جو کہ "Neutral Observer" کا کردار ادا کرے۔

چودھری محمد علی اور وی پی مینن کے تیار کردہ اس ڈرافٹ کو جواہر لعل نہرو نے مسترد کر دیا۔ اس کے بعد جوائنٹ ڈیفنس کونسل کی اگلی میٹنگ 26 سے 28 نومبر تک جاری رہی، جس میں پاکستان کی جانب سے نوابزادہ لیاقت علی خان، غلام محمد اور چودھری محمد علی نے شرکت کی۔ اجلاس کے بعد وی پی مینن اور چوہدری محمد علی نے ایک اور ڈرافٹ ایگریمنٹ تیار کیا جس میں کشمیر میں رائے شماری سے متعلق طے ہوا کہ حکومت پاکستان اپنے تمام اثر و رسوخ کا استعمال کر کے آزاد کشمیر کی افواج کو لڑائی بند کرنے پر اور قبائلیوں کو جلد سے جلد کشمیر کی حدود سے نکلنے پر راضی کرنے کی کوشش کرے گی۔ (جبکہ) حکومت ہند جنگ بندی اور قبائلیوں کا انخلا شروع ہوتے ہی سرحدوں پر کچھ مقامات پر صرف چھوٹے چھوٹے دستے چھوڑ کر، کشمیر کی سرزمین سے اپنی فوج کا زیادہ تر حصہ واپس بلا لے گی۔ جنگ بندی کے ساتھ ہی دونوں حکومتوں کی جانب سے مشترکہ طور پر اقوام متحدہ سے رجوع کیا جائے گا، جس میں وہ اقوام متحدہ سے کشمیر میں رائے شماری کروانے کی درخواست کریں گے۔

اس کے ساتھ ہی اس چیز پر بھی دونوں فریقین کا اتفاق ہوا کہ وہ یہ پرپوزلز جموں و کشمیر میں بالترتیب اپنی اپنی حامی حکومتوں کو دکھائیں گے۔ لہٰذا لیاقت علی خان آزاد حکومت کے لیڈران سے ملے اور ان کے سامنے یہ ڈرافٹ ایگریمنٹ رکھا، جسے تمام لیڈران نے یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ وہ رائے شماری سے متعلق ایسی کوئی بھی تجویز قبول نہیں کریں گے جس میں بھارتی فوج کے مکمل انخلا کا ذکر نہ ہو۔ شاید اسی بنا پر قائداعظم نے بھی اس ڈرافٹ ایگریمنٹ کو مسترد کر دیا۔ جوائنٹ ڈیفنس کونسل کے اجلاس کا یہ

سلسلہ یکم جنوری 1948ء کو ہندوستان کی جانب سے سلامتی کونسل کا دروازہ کھٹکھٹانے تک جاری رہا۔ (حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان پاکستان کو مذاکرات میں الجھا کر اپنے اہداف حاصل کررہا تھا)۔

اقوام متحدہ کی ثالثی

13 اگست 1948ء کی قرارداد میں کہا گیا کہ جب پاکستان اپنی فوج اور قبائلیوں کو نکال لے گا تو یہاں کا انتظام لوکل اتھارٹیز سنبھال لیں گی اور کمیشن نگرانی کرے گا۔ اس کے بعد بھارت اپنی افواج کا بڑا حصہ یہاں سے نکال لے گا اور اسے صرف اتنی فوج رکھنے کی اجازت ہوگی جو امن قائم رکھنے کے لیے لوکل اتھارٹیز کے لیے ضروری ہو۔ جب اقوام متحدہ نے دونوں ممالک سے قرارداد پر عمل درآمد کے لیے پلان مانگا تو بھارت نے مزید دو مطالبات پیش کردیے: ① یہ کہ سیز فائر لائن کی خلاف ورزی کرتے ہوئے شمال اور شمال مغرب کے علاقوں پر کنٹرول دیا جائے۔ ② آزاد کشمیر میں قائم اداروں (فورسز) کو نہ صرف مکمل غیر مسلح کر دیا جائے بلکہ ان اداروں کو ہی ختم کر دیا جائے۔

چیکوسلواکیہ کے جوزف کاربل جو اقوام متحدہ کے کمیشن کے چیئرمین تھے، کمیشن میں ان کی شمولیت بھارتی نمائندے کے طور پر ہوئی تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ بھارتی موقف اقوام متحدہ کی قرارداد سے تجاوز کر رہا تھا۔[ڈینجر ان کشمیر صفحہ:157]

پاکستان نے آزاد کشمیر سے فوج نکالنے پر رضا مندی ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ قرارداد کے مطابق جو ضروری فوج کشمیر میں رکھے گا اس کی تعداد، اس کا مقام کہ کس جگہ کتنی فوج رکھی، اقوام متحدہ کو پیش کی جائے گی، بھارت نے اس سے بھی انکار کردیا۔ اس پر کمیشن نے امریکی صدر ٹرومین اور برطانوی وزیر اعظم کلیمنٹ کی تجویز پر کہا کہ دونوں ممالک اپنا اپنا موقف پیش کریں، جو ایک آربٹریٹر کے سامنے رکھا جائے اور وہ فیصلہ کر

دے۔ اقوام متحدہ کی اپنی دستاویز شاہد ہیں کہ پاکستان نے یہ تجویز قبول کرلی لیکن بھارت نے اسے بھی رد کر دیا۔ بھارت کے خود اپنے نمائندے نے اعتراف کیا کہ اقوام متحدہ کی اس قرارداد پر بھارت کی وجہ سے عمل نہ ہوا۔

سلامتی کونسل نے سلامتی کونسل کے صدر مک ناٹن پر مشتمل ایک رکنی کمیشن بنایا، اس کمیشن نے کہا کہ اب دونوں ممالک بیک وقت اپنی فوجیں نکالتے جائیں، تاکہ کسی کو کوئی خطرہ نہ رہے۔ پاکستان نے یہ تجویز بھی قبول کرلی اور بھارت نے اس تجویز کو بھی رد کر دیا۔

14 مارچ 1950ء کو سلامتی کونسل نے یہ قرارداد پیش کی کہ اب دونوں ممالک ایک ہی وقت میں اپنی افواج نکالیں گے۔

اقوام متحدہ نے اوون ڈکسن کو جو آسٹریلیا کے چیف جسٹس تھے، اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا، انھوں نے افواج کے انخلا کی بہت سی تجاویز دیں۔ پاکستان نے سب مان لیں، لیکن بھارت نے ایک نہ مانی۔

1951ء میں بھارت نے کہا: ہمیں خطرہ ہے اس لیے ہم فوج نہیں نکالیں گے۔ آسٹریلیا کے وزیراعظم گورڈن منریز نے مشترکہ فوج کی تجویز دی، بھارت نے وہ بھی رد کردی۔ انھوں نے اقوام متحدہ کی نگرانی میں مقامی فورس بنانے کی تجویز دی، بھارت نے اس کو بھی رد کر دیا۔ پھر انھوں نے کہا کہ ہم کامن ویلتھ کی فوج بھیج دیتے ہیں، بھارت نے اسے بھی رد کر دیا۔

30 مارچ 1951ء کو سلامتی کونسل نے امریکی سینیٹر فرینک پی گراہم کو نیا نمائندہ مقرر کیا اور کہا کہ تین ماہ میں افواج نکالی جائیں۔ فرینک گراہم نے چھ تجاویز دیں جو بھارت نہ مانا، بلکہ اپنی شرائط رکھیں، جس پر پاکستان نے کہا کہ یہ تو غلط ہے کہ ہم تو مانتے ہیں مگر بھارت پھر بھاگ گیا۔

سلامتی کونسل کے صدر نے کہا کہ آربٹریشن کروا لیتے ہیں، تاکہ معلوم ہو کہ انخلا کے

معاملہ میں کون سا ملک تعاون نہیں کر رہا تو پاکستان اس پر راضی ہو گیا اور بھارت نے پھر راہ فرار اختیار کی۔

نہرو-محمد علی بوگرہ بات چیت

سلامتی کونسل میں ایک سال تک بحث مباحثے کے بعد یکم جنوری 1949ء کو ہندوستان اور پاکستان کے درمیان جنگ بندی ہوئی۔ جنگ بندی کے بعد جب اقوام متحدہ کے کمیشن برائے پاک و ہند نے مذاکرات کا آغاز کیا تو پاکستان کے وزیر خارجہ نے کمیشن کو قبائلیوں کے انخلا کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ خاصی پیش رفت ہو چکی ہے۔ آدھے قبائلی ریاست سے نکالے جا چکے ہیں۔ اس ماہ کے آخر تک انخلا مکمل کر دیا جائے گا، لیکن اس دوران ہندوستان کے گرجا باجپائی نے یہ کہہ کر ڈیڈ لاک دے دیا کہ قبائلیوں کے انخلا کے ساتھ ہی پاکستان آزاد فورسز کو غیر مسلح اور تحلیل بھی کر دے۔ اس کے بعد اپریل 1949ء کو اقوام متحدہ کے کمیشن برائے ہندوستان و پاکستان نے اس کے متعلق ایک نیا پرپوزل پیش کیا، جسے دونوں ملکوں نے قبول نہیں کیا۔ ہندوستان نے آزاد کشمیر کی افواج کو ختم اور غیر مسلح کرنے کے حوالے سے کسی بھی واضح نکتے کی عدم موجودگی پر اعتراض کیا، جبکہ پاکستان شمالی علاقوں میں ہندوستانی فوجیوں کی تعیناتی کے خلاف تھا اور اس مطالبے کا اعادہ کیا کہ کسی بھی ہندوستانی یا شیخ عبداللہ کی کشمیری حکومت کے اہلکار کو گلگت بلتستان کے علاقے میں داخلے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ دونوں مما لک کی طرف سے 28 اپریل کے کمیشن کی تجاویز کو یکسر مسترد کرنے کے بعد کمیشن نے 30 اگست 1949ء کو تجویز پیش کی کہ تمام اختلافی نکات کو ثالثی کمیشن کے سامنے پیش کیا جائے۔ ثالثی کی اس پیشکش کو پاکستان نے تو قبول کر لیا لیکن بھارت نے اسے مسترد کر دیا۔

اس کے بعد کمیشن نے سارا معاملہ ہی سیکورٹی کونسل کے سپرد کر دیا، جس پر سیکورٹی کونسل کے صدر مکناٹن کو غیر رسمی ثالث بنایا گیا، جنھوں نے دونوں اطراف ریاستی ملیشیا یا فورسز کی تعداد میں، ان کو غیر مسلح اور تحلیل کر کے، کمی لائے جانے کی تجویز دی، جسے ایک بار پھر پاکستان نے تو قبول کیا لیکن ہندوستان نے مسترد کر دیا۔ اس کے بعد ہندوستان فوجوں کے انخلا سے متعلق یکے بعد دیگرے پرپوزلز (سر اوون ڈکسن، کامن ویلتھ اور ڈاکٹر فرینک پی گراہم کے پرپوزلز) اور قراردادوں (سلامتی کونسل کی 21 فروری 1951ء اور 23 دسمبر 1952ء کی قرارداد) کو مسترد کرتا رہا، جبکہ پاکستان نے سب کے سب کو قبول کیا۔ یوں ثالثی کی تمام کوششیں ناکام ہو جانے کے بعد دونوں ممالک کو ایک بار پھر دوطرفہ بات چیت سے حل کرنے کی تجویز دی گئی۔ اس سلسلے میں ہندوستانی وزیراعظم پنڈت جواہر لعل نہرو اور ان کے پاکستانی ہم منصب محمد علی بوگرہ اگست 1953ء میں ملے اور ملاقات کے دوران Plebiscite Administrator کے چارج لینے کے لیے اپریل 1954ء کی تاریخ کا انتخاب کیا گیا۔ نہرو اور محمد علی بوگرہ کی اس دوطرفہ بات چیت کے دوران اگست 1953ء سے لے کر ستمبر 1954ء تک کل 27 خطوط لکھے گئے۔ اس دوران پہلے نہرو نے plebiscite administrator ایڈمرل سی ڈبلیو نمیٹز (C.W Nimitz) کو تبدیل کرنے پر اصرار کیا، لیکن جب محمد علی بوگرہ نے نہرو کو لکھے اپنے 4 فروری 1954ء کے خط میں نہرو کی یہ ڈیمانڈ بھی مان لی تو نہرو نے پاکستان سے امریکی امداد لینے پر سوالات اٹھانا شروع کر دیے اور مئی 1954ء کو clear cut انداز میں رائے شماری کروانے سے انکار کر دیا اور یوں یہ پاکستان بھارت مذاکرات بھی بغیر کسی حل کے اختتام کو پہنچے۔

بھٹو۔ سورن سنگھ مذاکرات

1962ء کی بھارت چین جنگ کے دوران بھارت کے وزیراعظم جواہر لعل نہرو نے

پاکستان کے صدر فیلڈ مارشل ایوب خان کو خط لکھ کر جنگ میں نہ کودنے کی درخواست کرتے ہوئے وعدہ کیا کہ جنگ کے اختتام پر وہ مسئلہ کشمیر بات چیت کے ذریعے ضرور حل کر دے گا۔ چنانچہ جنگ کے اختتام کے بعد اسی سلسلے میں بھارت اور پاکستان کے وزرائے خارجہ کے مابین مذاکرات کا سلسلہ شروع ہوا جو کہ دسمبر 1962ء سے مئی 1963ء تک جاری رہا۔ مذاکرات کے دوران دونوں ممالک کے درمیان ریاست جموں وکشمیر کی تقسیم پر غور کیا گیا۔ ہندوستان وادی کشمیر کا 1500 مربع میل پر مشتمل چھوٹا سا ایک حصہ پاکستان کو دینے کے لیے تیار تھا، جبکہ پاکستان کا اصرار تھا کہ تقسیم مذہبی بنیادوں پر کی جائے۔ دونوں اپنی پوزیشن سے ہٹنے کو تیار نہ تھے، یوں یہ مذاکرات بھی پہلے کی طرح ناکام رہے۔

معاہدہ تاشقند

1965ء کی پاکستان بھارت جنگ کے بعد دونوں ممالک کے سربراہان سوویت یونین کے شہر تاشقند میں بیٹھے، جہاں 6 سے 10 جنوری 1966ء تک گفتگو کے بعد اعلامیہ جاری ہوا، جس کے مطابق دونوں ممالک نے اپنی اپنی فوجوں کو اگست 1965ء سے قبل کی پوزیشن پر بلانے پر رضامندی ظاہر کی۔ کشمیر کے متعلق اعلامیہ کے مطابق دونوں ممالک اس چیز پر رضامند ہوئے کہ وہ اپنے تمام باہمی تنازعات کا حل پر امن طریقے سے کریں گے۔

ہندوستان کی جانب سے کشمیر کو اپنا اٹوٹ انگ کہنے اور کسی قسم کے مذاکرات پر راضی نہ ہونے کی وجہ سے معاہدہ تاشقند کے بعد ایک بار پھر ڈیڈ لاک برقرار رہا۔

شملہ معاہدہ

1971ء کی پاکستان بھارت جنگ کے بعد ایک بار پھر سے دونوں ممالک کے

درمیان حکومتی سطح پر مذاکرات ہوئے۔ اس بار مذاکرات کا مسکن بھارت کا شہر شملہ بنا، جہاں ہندوستان کی وزیراعظم اندرا گاندھی اور پاکستان کے صدر ذوالفقار علی بھٹو کے درمیان ہونے والی بات چیت کے بعد ایک معاہدے پر دستخط ہوئے، جو کہ شملہ معاہدہ کہلاتا ہے۔ اس معاہدے کے نتیجے میں ہندوستان پاکستان کو 93 ہزار جنگی قیدی اور جنگ میں چھینا گیا مغربی پاکستان میں پانچ ہزار مربع کلومیٹر علاقہ واپس کرنے پر راضی ہوا۔

معاہدے کے پہلے آرٹیکل کے مطابق دونوں ممالک میں یہ طے ہوا کہ ان کے باہمی تعلقات کو اقوام متحدہ کا چارٹر گورن کرے گا، جبکہ آرٹیکل نمبر دو کے مطابق: دونوں ممالک اس بات کا عزم کرتے ہیں کہ اختلافات کو پرامن طریقے سے دوطرفہ مذاکرات کے ذریعے سے یا کسی بھی اور طریقے سے، جس میں باہمی رضامندی شامل ہو حل کیا جائے گا۔ دونوں ممالک کے درمیان موجود کسی بھی مسئلے کے حتمی حل سے پہلے کوئی بھی فریق یک طرفہ طور پر صورت حال کو تبدیل نہیں کرے گا۔ اور دونوں ممالک ایسے تمام اقدامات کی تنظیم، مدد اور حوصلہ افزائی کو روکیں گے جو پرامن اور ہم آہنگ تعلقات کے لیے نقصان دہ ہوں۔

یہاں ایک غلط فہمی جو عموماً پھیلائی جاتی ہے، وہ یہ ہے کہ شملہ معاہدے نے مسئلہ کشمیر پر اقوام متحدہ کا کردار ختم کر کے اسے دوطرفہ مسئلہ بنا دیا۔ یہ بات سراسر غلط ہے۔ شملہ معاہدے کا پہلا آرٹیکل کہتا ہے کہ دونوں ممالک کے درمیان تعلقات کو اقوام متحدہ کا چارٹر گورن کرے گا۔ اسی چارٹر کے آرٹیکل 103 کے مطابق:

In the event of a conflict between the obligations of the Members of the United Nations under the present Charter and their obligations under any other international

agreement, their obligations under the present Charter shall prevail.

یعنی ایسی صورتحال میں جبکہ اقوام متحدہ کی ممبر سٹیٹس کے اقوام متحدہ کے چارٹر کے تحت فرائض اور ان کے کسی عالمی معاہدے کے تحت فرائض میں تنازعہ کی صورت میں موجودہ چارٹر کے تحت فرائض پر عمل درآمد ہی ضروری ہے۔ چونکہ سلامتی کونسل کی قراردادوں پر عمل درآمد ہو اس چارٹر کے تحت ہندوستان کی ذمہ داری ہے، لہٰذا چارٹر کے آرٹیکل 103 کے مطابق کوئی بھی دو طرفہ معاہدہ ان سلامتی کونسل کی قراردادوں کو supercede نہیں کرتا۔ خود حکومت پاکستان کا بھی یہی موقف ہے جو کہ انھوں نے ایک سے زائد مرتبہ دہرایا۔ اس بارے اقوام متحدہ کی خود کی رائے جو کہ جنرل اسمبلی کے صدر نے ایک سے زائد مرتبہ دہرائی درج ذیل ہے:

The position of United Nations on Jammu and Kashmir is governed by the UN Charter and the applicable Security Council Resolutions.

لہٰذا یہ کہہ دینا کہ شملہ معاہدہ ہو جانے کے بعد کشمیر ایک دوطرفہ تنازعہ بن گیا یا ہندوستان کشمیر پر سلامتی کونسل کی قراردادوں پر عمل درآمد کا پابند نہیں رہا، سراسر غلط ہوگا۔

1999ء تا 2007ء

فروری 1999ء کو پاکستان اور انڈیا کے درمیان لاہور میں ایک دوطرفہ معاہدے پر دستخط کیے گئے، جسے لاہور ڈیکلریشن کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس وقت بھارت کے وزیراعظم اٹل بہاری واجپائی پاکستان کے دورہ پر تھے۔ اس معاہدے کی خاص بات دونوں ممالک پر اس ذمہ داری کا احساس تھا جو کہ دونوں ممالک کے نیوکلیئر پاورز بن جانے کے بعد ان پر عائد ہوتی تھی۔ دونوں ممالک نے اس پر اتفاق کیا کہ تمام معاملات

بشمول مسئلہ کشمیر کو بات چیت کے ذریعے حل کیا جانا چاہیے اور ایسے اقدامات اٹھانے چاہییں جس سے ایٹمی ہتھیاروں کے استعمال کو روکا جا سکے۔ مئی 1999ء میں ہونے والی کارگل جنگ کی وجہ سے دونوں ممالک کے درمیان حالات ایک دفعہ پھر سے نہایت کشیدہ ہو گئے۔ جو بات چیت کا سلسلہ لاہور ڈیکلریشن کے بعد شروع ہوا تھا وہ بھی منقطع ہو گیا۔ جنرل مشرف کے مارشل لاء لگانے کے بعد بھی دونوں ممالک کے تعلقات میں سردمہری جاری رہی۔

جولائی 2001ء میں اس وقت کے صدر جنرل پرویز مشرف نے بھارت کا دورہ کیا، جس کے نتیجے میں 14 سے 16 جولائی تک آگرہ سمٹ کا انعقاد کیا گیا۔ آگرہ سمٹ کا مقصد بھی لاہور ڈیکلریشن کی طرح باہمی مسائل کا حل تھا، جس میں اٹامک ہتھیاروں کی روک تھام اور مسئلہ کشمیر سرفہرست تھے۔ جنرل مشرف نے اپنے دورہ کے دوران کشمیر کے حریت رہنماؤں سے بھی ملاقاتیں کی۔ آگرہ سمٹ کے دوران دونوں سربراہوں صدر مشرف اور وزیر اعظم واجپائی کے درمیان کافی ملاقاتیں ہوئیں، لیکن بھارتی اداروں، آر ایس ایس سے متعلقہ لوگوں کے پریشر کی وجہ سے سب بے نتیجہ رہیں اور آگرہ سمٹ بنا کسی مشترکہ اعلامیے اور فیصلے کے اپنے اختتام کو پہنچی۔

جنوری 2004ء کو پاکستان میں سارک ممالک کی سمٹ کا انعقاد کیا گیا، جس میں بھارت کے وزیر اعظم جناب اٹل بہاری واجپائی نے بھی شرکت کی، یہ ان کا پانچ سال کے دوران پاکستان کا دوسرا دورہ تھا۔ اس سمٹ کے دوران واجپائی اور مشرف کی دوطرفہ ملاقاتیں بھی ہوئیں، جس کے بعد ایک مشترکہ اعلامیہ بھی جاری کیا گیا۔ اعلامیہ میں دونوں ممالک کے درمیان تعلقات کے معمول پر آنے کو سراہا گیا، وزیر اعظم واجپائی کی طرف سے یہ کہا گیا کہ پاکستان دہشت گردی کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کرے، جبکہ صدر مشرف نے یقین دلایا کہ پاکستان کی سرزمین کو دہشت گردی کے لیے استعمال نہیں کیا

جانے دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ دونوں سربراہوں نے اس عزم کا اعادہ کیا کہ تعلقات کو مزید تقویت دینے کے لیے فروری 2004ء سے کمپوزٹ ڈائیلاگ کا سلسلہ شروع کریں گے، جس میں مسئلہ کشمیر سمیت تمام مسائل کو بات چیت کے ذریعے حل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ 6 جنوری 2004ء کے اس دوطرفہ اعلامیہ پر ملا جلا ردعمل دیکھنے میں آیا۔

مئی 2004ء اٹل بہاری واجپائی کی حکومت کا خاتمہ ہوا اور اُن کے بعد کانگرس پارٹی کے منموہن سنگھ بھارت کے نئے وزیراعظم بنے، لیکن سارک کانفرنس کے بعد جو دونوں ممالک کے درمیان بیک چینل رابطوں کا سلسلہ شروع ہوا تھا وہ اپنی رفتار کے ساتھ جاری رہا۔ جس کے نتیجے میں بھارت کے اس وقت کے وزیر خارجہ نٹور سنگھ نے پاکستان کا دورہ کیا۔

فروری 2005ء میں ہونے والے اس دورہ کے دوران دونوں ممالک کے درمیان بحث ومباحثہ کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ:

کشمیریوں کو بھی مسئلہ کشمیر پر بات چیت میں شامل کیا جائے گا، مظفرآباد اور سرینگر کے درمیان بس سروس شروع کی جائے گی۔ اس کے علاوہ پاکستان نے بھارت سے بگلیہار ڈیم کا مسئلہ بھی اٹھایا۔

اپریل 2005ء میں صدر مشرف نے ایک دفعہ پھر بھارت کا دورہ کیا۔ یہ دورہ وزیراعظم منموہن سنگھ کی دعوت پر کیا گیا۔ دورہ کے اختتام پر ایک مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا، جس میں ایک دفعہ پھر اس عزم کا اعادہ کیا گیا کہ دونوں ممالک کے درمیان جاری امن کے عمل کو ہرصورت جاری رکھا جائے گا اور دہشت گردوں کو اسے سبوتاژ نہیں کرنے دیا جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی اپریل 2005ء میں مظفرآباد سے سرینگر بس سروس کا افتتاح کیا گیا۔ 2005ء سے 2011ء تک ان چھے سالوں میں تقریباً پندرہ ہزار لوگوں نے اس

بس سروس سے استفادہ حاصل کیا۔ بس سروس کے آغاز کے بعد تاریخ میں پہلی دفعہ کشمیر کے حُریت رہنماؤں نے براستہ چکوٹھی پاکستان کا دورہ کیا، جو دو ہفتوں تک جاری رہا۔ اس دورے کے شرکا میں میرواعظ عمر فاروق، جے کے ایل ایف کے یاسین ملک، مولانا عبداللہ طائری، پروفیسر عبدالغنی بٹ، مولانا عباس انصاری اور بلال غنی لون سمیت دیگر لوگ بھی شامل تھے۔ سید علی گیلانی صاحب کو انڈیا کی طرف سے پاکستان آنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ شبیر شاہ صاحب کے پاس ان کی مرضی کی سفری دستاویز نہیں تھیں، اس لیے خواہش کے باوجود یہ پاکستان نہ آسکے۔ وہ ہندوستانی دستاویزات کو تسلیم ہی نہیں کرتے تھے۔

جولائی 2006ء میں ممبئی میں ایک واقعہ پیش آیا، جس میں 200 سے زیادہ لوگوں کو اپنے جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔ انڈیا کی طرف سے پاکستان میں موجود جہادی تنظیم پر الزام عائد کیا گیا اور ساتھ ہی دونوں ممالک کے درمیان ہونے والی وزیر خارجہ سطح کی ملاقاتوں کے سلسلے کو بھی روک دیا۔ صدر مشرف نے اپنے ایک پیغام میں معصوم جانوں کے زیاں پر دکھ کا اظہار کیا، ساتھ انھوں نے یہ بھی کہا کہ انڈیا کی طرف سے وزرائے خارجہ ملاقات کو روکنا ہی دہشت گردوں کا اصل ہدف تھا۔ ساتھ ہی اُنھوں نے یہ بھی کہا کہ انڈیا کو بنا ثبوت کے الزام تراشی سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اسی سال اگست میں سارک کانفرنس کا ڈھاکہ میں انعقاد عمل میں لایا گیا، جس میں انڈیا اور پاکستان دونوں نے شرکت کی۔ اس کانفرنس کے دوران دونوں ممالک کے وزرائے خارجہ نے ایک ملاقات کے دوران یہ فیصلہ کیا کہ کمپوزٹ ڈائیلاگ کے عمل کو جاری رکھا جانا چاہیے۔

صدر مشرف کے دور میں دونوں ممالک کے درمیان ہونے والی ملاقاتوں اور بیک چینل رابطوں کے نتیجے میں مسئلہ کشمیر پر ایک نیا حل پیش کیا گیا۔ یہ حل چار نکاتی فارمولہ کے نام سے مشہور ہے، جسے سب سے پہلے صدر مشرف خود منظر عام پر لائے۔ اس حل

کے یہ چار بنیادی نکات تھے:

① فوجیوں کا مرحلہ وار انخلا۔

② کشمیر کی سرحدوں کو تبدیل نہیں کیا جائے گا، لیکن جموں و کشمیر کے لوگ بنا روک ٹوک کے آر پار آجا سکیں گے۔

③ سیلف گورننس یا خود حکمرانی۔

④ مشترکہ نگرانی کا طریقہ کار جس میں انڈیا، پاکستان اور کشمیر کے لوگ شامل ہوں گے۔

اس منصوبے کے تحت سب سے پہلا قدم فوجیوں کا انخلا تھا، مقبوضہ کشمیر میں بھارتی فوجیوں کی ایک بہت بڑی تعداد موجود ہے، جو کہ شدید انسانی حقوق کی پامالیوں میں ملوث ہے، لہٰذا بھارتی فوجیوں کا انخلا کشمیریوں کا ایک بنیادی مطالبہ ہے۔ بھارت کی طرف سے انخلا کی شرط پر عمل درآمد کرنے سے پہلے یہ مطالبہ کیا گیا کہ پاکستان بھی اپنے زیر انتظام علاقے سے فوجیوں کا انخلا کرے۔ باوجود اس کے آزاد جموں و کشمیر کے لوگوں کی طرف سے پاکستانی فوجیوں کے انخلا کے بارے میں کوئی بات نہیں کی گئی، پاکستان نے بھارت کی اس شرط کو من و عن مان لیا۔ یہ فیصلہ کیا گیا کہ دونوں ممالک اپنے زیرانتظام علاقوں میں سے فوج کا ایک بہت بڑا حصہ واپس بلائیں گے۔ ساتھ ہی پاکستان کی طرف سے بھارت کو یہ یقین دہانی بھی کروائی گئی کہ مقبوضہ کشمیر میں کسی طرح کے مسلح گروپ کو امداد یا سپورٹ نہیں مہیا کی جائے گی۔ بھارت کی طرف سے یہ کہا گیا کہ جو لوگ مسلح جدوجہد میں ماضی میں شامل رہے ہیں اُن کو ہتھیار ڈال کر نارمل زندگی گزرنے کے مواقع مہیا کیے جائیں گے۔ انڈیا کی طرف سے لائن آف کنٹرول پر باڑ لگانا بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھا۔

4 نکاتی فارمولا میں سیلف گورننس کو بھی بنیادی اہمیت حاصل تھی، جس کا مطلب

کشمیریوں کا اپنے علاقوں پر خود حکومت کرنا تھا۔

اس فارمولے کو ریاستی عوام کی غالب اکثریت نے یہ کہہ کر مسترد کر دیا:

① اس سے گتھی سلجھنے کی بجائے اور الجھتی ہے۔

② یہ پاکستان کے دیرینہ اور مسلمہ موقف سے انحراف ہے۔

③ پاک بھارت مشترکہ نگرانی کی وضاحت کرنے سے خود پرویز مشرف صاحب قاصر تھے۔

سچ یہی ہے!

وزیر اعظم پاکستان حسین شہید سہروردی نے 4 مارچ 1957ء کو موچی گیٹ لاہور میں ایک بڑے عوامی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے اس یقین کا اظہار کیا کہ یہ ملک کشمیر کی آزادی کی طرف بڑھ رہا ہے اور ان شاء اللہ کامیاب ہوگا۔ انھوں نے وزیر اعظم ہندوستان پنڈت نہرو کو چیلنج کیا کہ وہ پاکستان آکر یہاں کے عوام کے عزم وارادے کو دیکھ لیں۔ پاکستانی عوام اپنی حکومت کی کسی غلطی کو بھول سکتے ہیں یا معاف کر سکتے ہیں، لیکن کشمیر کے بارے میں وہ کسی قسم کا تعطل قبول نہیں کر سکتے۔ [ڈان 4 مارچ 1957ء، 4 مارچ 2007ء]

وزیر اعظم سہروردی شہید نے کراچی بار ایسوسی ایشن کے عشائیہ میں کہا: کشمیریوں کو حق خود ارادیت ملنے تک ہم اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے۔ [ڈان 8 مارچ 1957ء، 8 مارچ 2007ء]

❁❁❁

انسانیت سے عاری ہندوستانی
تعذیب اور تعذیب خانے

تعذیب اور تعذیب خانے

مقبوضہ کشمیر میں تحریک آزادی کے ایک رہنما تاحیات عمر قید کی سزا میں بند سرینگر یونیورسٹی کے محترم پروفیسر ڈاکٹر شفیع شریعتی صاحب نے ہندوستانی مظالم پر خوب لکھا ہے، ان کی تحریر کا ایک حصہ یہاں پیش کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اور تمام اسیران وفا کی قربانیاں قبول فرما کر سب کو جلد از جلد باعزت رہائی عطا فرمائے۔ آمین

ظالم ومظلوم اور جابر ومجبور کی تاریخ جتنی پرانی ہے، اتنی ہی پرانی عذاب وتعذیب کی تاریخ بھی ہے۔ ہابیل وقابیل سے ظالم ومظلوم کے مخاصمانہ تعلق کی ابتدا ہوئی اور ان دو مختلف گروہوں کی ستیزہ کاری کی انتہا ہونا ابھی باقی ہے۔

تاریخ عالم اس حقیقت کی بے شمار گواہیاں پیش کرتی ہے کہ ظالم نے اپنے ظلم کو برقرار رکھنے کے لیے ہر دور میں وحشی جانور کا روپ دھار کر تمام انسانی قدروں اور اصولوں کو پیروں تلے مسلتے ہوئے مظلوم انسانوں کو عذاب وعتاب کے ناقابل بیان مراحل سے گزارا ہے۔ دورِ جہالت کی بات ہو یا آج کے جدید ترین سائنسی دور کی، معاملہ یکساں ہے۔

ہاں اتنا ضرور ہے کہ جدید سائنسی دور نے ظالم کو نئے انسان کش ہتھیاروں، ہتھکنڈوں اور نئے غیر انسانی طور طریقوں سے لیس کیا۔ چنگیز اور ہلاکو کے دل دہلا دینے والے قتل وغارت کے تذکرے ہوں یا ہٹلر اور مسولینی کی درندگیوں کی بات یا انگریز کے ہاتھوں جلیانوالہ باغ امرتسر میں انسانیت کا قتل ہو یا 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد

مسلمانوں پر مظالم ہوں۔ بوسنیا کے مسلمانوں کے اجتماعی شب خون کا درد انگیز معاملہ ہو یا شیرون کے ہاتھوں فلسطین کے نہتے مسلمانوں کی خون ریزیوں کا المیہ، امریکہ اوراس کےحواریوں کے ہاتھوں افغانستان اورعراق وشام اور لیبیا کے مسلمانوں پر بموں کی بارش کی روداد ہو، برما کے مسلمانوں کی نسل کشی ہو یا دنیا کے مکارترین اور ظالم ترین ملک بھارت کی خود مسلمانوں اور اقلیتوں پرظلم وستم اورمتنازعہ علاقہ جموں وکشمیر میں اپنا ناجائز قبضہ قائم رکھنے کے لیے برہنہ درندگی کا مظاہرہ کرنے کی خونچکاں داستان۔ بہرحال ان تمام قوتوں اوران کے سیاہ کارناموں سے انسانیت، انصاف اور اصول بار بار ذبح ہوتے رہے ہیں اور نئے نئے انداز میں ذبح ہورہے ہیں۔

زندہ ضمیر کشمیری یہ بات کیسے بھول سکتے ہیں کہ بھارتی سامراج نے 1947ء میں کس کس مکروفریب اور جبر واستبداد کو استعمال میں لاکر کشمیر پر غاصبانہ طریقے سے قبضہ جمایا ہے۔ پھر گزشتہ پون صدی سے زیادہ عرصہ کے شب وروز گواہ ہیں کہ بھارت جموں وکشمیر کےعوام کی صداقت پر مبنی آواز کو دبانے کی خاطر مکروفریب اورظلم وقہر کے کون کون سے حربے آزماتا آیا ہے۔ یہ بات ہماری نئی نسلوں کو بھی ذہن نشین ہونی چاہیے کہ بقول بھارت، مہاراجہ نے 26 اکتوبر کو دستخط کرکے انڈیا سے مدد مانگی تھی۔پھر 27 اکتوبر 1947ء کے دن جب بھارت کی غاصب افواج کا پہلا دستہ سرینگر کے ہوائی اڈے پر پہلے سے موجود فوجیوں کی مدد کے لیے اترا تو اترتے ہی انھوں نے ایئرپورٹ سے لےکر بٹہ مالو تک کئی مسلمانوں کی لاشیں گرادیں۔ بالکل اسی طرح جموں وکشمیر جسے اس سے پہلے پچھلی ڈیڑھ صدی کے دوران سکھوں، جنونی ہندوؤں اور ڈوگروں نے اپنے مظالم کی تجربہ گاہ بنایا تھا، اب یہ خطہ ایک بڑے تعذیب خانے میں تبدیل ہوگیا تو ماردھاڑ اورقتل وغارت کا بازار گرم کردیا گیا۔ زندانوں کے دروازے کھول دیے گئے۔اہل جموں وکشمیر کو زیرزمین گمنامی میں دفن کیا جانے لگا۔

بھارت نے جموں وکشمیر کے مسلمانوں کی نفسیاتی اور جسمانی طاقت کو توڑنے کے لیے نفسیاتی اور جسمانی اذیتوں کا سلسلہ دراز کیا۔ جموں وکشمیر کے مسلمان جو ریاست کا اکثریتی فرقہ ہیں، باضابطہ نسل کشی کے ایک منصوبے کے تحت بھارتی افواج کی طرف سے اس طرح کی ہمت شکن چالوں کا نشانہ بنتے رہے اور بن رہے ہیں۔ خصوصاً دور دراز پہاڑی علاقوں کے لوگ زیادہ تر اس نوعیت کی منصوبہ بند کارروائیوں کے شکار ہوتے رہے۔ جان بوجھ کر وہاں تک صحافیوں اور دیگر اشاعتی ونشریاتی اداروں کی رسائی ناممکن بنائی گئی ہے۔

چنانچہ 80 کی دہائی میں عسکری جدوجہد شروع ہونے کے ساتھ ہی بھارت نے جموں وکشمیر کی پوری ریاست کو عموماً اور مسلم اکثریتی علاقوں کو خصوصاً ایک فوجی چھاؤنی میں بدل دیا۔ فوج، پولیس اور دوسری خفیہ ایجنسیوں کو وسیع اختیارات دے دیے گئے۔ محلے محلے اور گاؤں گاؤں میں فوج یا نیم فوجی دستوں کے کیمپ قائم کر دیے گئے۔ سڑکوں اور گلی کوچوں پر رات دن گشت بڑھا دی گئی۔ ہر دروازے اور ہر کونے پر پہرے بٹھا دیے گئے۔ بستیوں میں صرف وردی پوش دکھائی دینے لگے۔ ہر گھر میں کسی بھی وقت ان وردی پوش درندوں کو کسی کی اجازت اور کسی کی رکاوٹ کے بغیر داخل ہونے کا اختیار دے دیا گیا۔ ہر کس وناکس، مرد وزن، بالغ ونابالغ اور جواں وبزرگ کو گرفتار کرنے کا ایک طویل سیاہ سلسلہ پیدا کر دیا گیا۔ اب ہر راہ چلنے والے کی کڑی دھوپ میں، برستی بارش میں، کڑاکے کی سردی اور برفباری میں جامہ تلاشی لینے کا سلسلہ شروع ہونے لگا۔ بیماروں، ذہنی مریضوں، عورتوں، بوڑھوں اور سکول جانے والے بچوں کو بھی نہیں بخشا گیا۔ عام شہریوں سے لے کر معاشرے کے اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقے بھی ان سوکھے اور کالے مریل سورماؤں کے حکم کے سامنے سرخم کرنے پر مجبور ہونے لگے۔ شناختی پریڈوں کا سلسلہ شروع کیا گیا تو اب تک برابر مجاہدین کو عسکریت پسندوں کے نام سے تلاش کرنے

کے لیے کسی بھی بستی کے مرد و زن کو گھروں سے باہر نکال کر کسی میدان یا کھلی جگہ پر جمع کیا جاتا ہے۔ نقاب پوش گرفتار شدہ عسکریت پسندوں یا زرخرید خود سپردگی کرنے والے نوجوانوں کو مطلوبہ افراد کی شناخت کرنے کے لیے لایا جاتا ہے۔ اس دوران خانہ تلاشی کرنے لیے مخصوص دستے نوجوانوں کو ڈھال کے طور پر استعمال کرتے ہوئے گھروں کی تلاشی لیتے ہیں۔ خانہ تلاشی پر مامور فوجی یا نیم فوجی دستے تلاشی مہم کے دوران گھروں سے قیمتی چیزیں، زیورات اور نقد رقوم اور بعض اوقات نہایت ہی معمولی چیزیں بھی چرانے سے نہیں شرماتے ہیں۔ نفسیاتی تعذیب کے طور پر وہ بسا اوقات خانہ تلاشی کے دوران خواتین کے ساتھ دست درازی کرنے میں عار محسوس نہیں کرتے۔ کئی مواقع پر خانہ تلاشیوں یا چھاپوں کے دوران نوجوان خواتین کی عصمت ریزی بھی کی جاتی ہے۔ کشمیر میں حیاداری کا ماحول ہونے کے پیش نظر ایسے اکثر واقعات صیغہ راز میں ہی رہتے ہیں۔ اس طرح ایسی بدنصیب بہن بیٹیوں کو پوری عمر کے لیے ایک شدید کرب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ چھانہ پورہ سرینگر، کنن پوشہ پورہ، سعدہ پورہ شوپیاں کے علاوہ بہت ساری بستیوں میں شبانہ محاصروں کے دوران اجتماعی عصمت دریاں کی گئیں۔ مردوں کو بستیوں سے دور میدانوں یا کھیتوں میں عتاب وعذاب کا شکار بنایا جاتا رہا۔ جہاں جہاں مردوں کو اپنی بیویوں، بہنوں یا بیٹیوں کی عصمت وعزت بچانے کا موقع ملا وہ نہایت ہی سفاکی اور بے دردی کے ساتھ شہید کر دیے گئے۔ ایسے تمام واقعات کو کئی وجوہات کی بنا پر یہاں نقل کرنا ممکن نہیں ہے۔ بھارتی افواج کی سیاہ کاریوں کی شکار خواتین کے نام اور پتے کی زیادہ تعداد اور دوسری کئی وجوہ کی بنا پر یہاں نقل نہیں کیے جا سکتے ہیں۔ یہ سب مظالم خواتین پر وہ کرتے ہیں جو مذہبی طور پر خواتین کو بھگوان مان کر پوجا کرتے ہیں۔ مگر جموں وکشمیر کی خواتین کے معاملہ میں مذہبی، اخلاقی تمام قدروں کو پامال کرتے ہیں۔

نفسیاتی تعذیب کے طور پر جو کہ جسمانی تشدد کے مقابلے میں زیادہ ہی حوصلہ شکن،

تکلیف دہ اور ناقابل برداشت ہوتی ہے، جوان لڑکیوں کو تعذیبی مراکز میں گرفتار کرکے لایا جاتا ہے، پوچھ گچھ کے بہانے انھیں جنسی طور پر ہراساں کیا جاتا ہے۔ انھیں حراست میں رکھنے سے بھی گریز نہیں کیا جاتا ہے۔ بہت ساری جگہوں پر انھیں یا ان کے گھر والوں کو جان سے مار ڈالنے کی دھمکیاں دے کر عورتوں کا جنسی استحصال کیا گیا۔ نفسیاتی تعذیب کے ہتھکنڈے کو فروغ دینے کے لیے سرکار کی پشت پناہی سے کام کرنے والے سرکار نواز اور خود سپردگی کی لعنت کو قبول کرنے والے بندوق بردار جو'' اخوانی'' یا ''نابدی'' کے نام سے پہچانے جاتے ہیں، اس روسیاہی میں بہت زیادہ استعمال ہوئے۔ دست درازیوں اور عصمت دریوں کے علاوہ انھوں نے فوج اور نیم فوجی فورسز کے چھتر چھایا میں بے شمار لڑکیاں زبردستی اغوا کیں۔ زنا بالجبر کے بعد انھوں نے بہت ساری جوان لڑکیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ البتہ آنکھوں میں خون کے آنسو لیے کشمیر کے غیرت مند جیالے ایسی تمام روسیاہوں کو غیرت مند ڈھنگ سے ایک ایک کرکے کیفر کردار تک پہنچا رہے ہیں۔

نفسیاتی تشدد کے ایک حصے کے طور پر تعذیبی مراکز میں گرفتار کیے گئے جوانوں کو ایک دوسرے کے سامنے الف ننگا ہونے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ یہ شرمناک عمل انتہائی تکلیف دہ ہوتا ہے۔ بھارت کے سورما ذرہ بھر شرم محسوس نہیں کرتے ہیں۔ تعذیب کا ایک گھناؤنا طریقہ یہ ہے کہ بعض اوقات گرفتار کیے افراد میں سے کسی کو بالکل برہنگی کی حالت میں منہ کے بل لیٹ جانے پر مجبور کرکے اس کے مقعد میں ڈنڈا داخل کرتے ہیں۔ اس ڈنڈے پر کبھی نمک یا مرچ بھی پوت لیتے ہیں اور کبھی پٹرول یا کوئی کیمیکل بھی داخل کرتے ہیں۔ یہ طریقۂ تعذیب اپنے اندر دونوں نفسیاتی اور جسمانی تشدد کے عذاب موجود رکھتا ہے اور ایسی شرمناک حرکات جن کو بیان کرنے سے ابلیس کو بھی شرم آجاتی ہے۔ اس قسم کے تشدد کے پس پردہ ایک عنصر یہ تھا کہ بھارت کی افواج اور نیم فوجی

اہلکار اخلاقی اعتبار سے بہت پست ذات کی ابتر مخلوق ہیں۔ یہ شرافت اور انسانیت سے محروم ہیں۔ غیرت نام کی ہوا ان سے چھو کر بھی نہیں گزری ہے۔ یہ اپنے تربیتی ماحول اور خاندانوں کی ترجمانی کرتے ہیں۔ دوسرا عنصر جو اس بے شرمی اور بے غیرتی کے پیچھے کار فرما ہے، وہ یہ ہے کہ ان کو کشمیر کے مسلم ماحول کی حیاداری اور شرافت پسندی کا بھرپور احساس ہے، اسی لیے وہ اپنی بداخلاقی سے اہل کشمیر کے احساسات اور جذبات کا خون کرنے میں حظ محسوس کرتے ہیں۔

جسمانی تشدد کے نت نئے طریقے استعمال کر کے بھارت کے اہلکاروں نے ماضی کے تمام جابروں اور سفاکوں کے ریکارڈ مات کر دیے۔ جیسا کہ پہلے ہی ذکر کیا جا چکا ہے کہ جموں وکشمیر ایک بڑی فوجی چھاؤنی میں تبدیل ہو گیا ہے۔ مسلم اکثریت والے علاقوں میں بڑی تعداد میں ٹارچر مراکز قائم کیے گئے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ کشمیری مسلمانوں کے لیے سارا بھارت ایک جیل کی مانند تنگ تر ہوتا جا رہا ہے۔ دہلی، بمبئی، کلکتہ، گجرات یوپی، بہار، حیدرآباد، ہریانہ غرض بھارت کی ہر ریاست میں کشمیری مسلمانوں پر قہر بپا کر دیا گیا۔ کشمیر کے تاجر، طالب علم اور ملازمین بھارت میں ہر جگہ عتاب وعذاب اورنفرت وکدورت کا نشانہ بنتے ہیں۔ بہت سے طالب علموں اور تاجروں کو بھارت کے مختلف شہروں میں پراسرار حالات میں قتل کر دیا جاتا ہے۔ اور ان کی محنت کی کمائی کو کئی ایک مختلف بہانوں سے ہتھیا لیا جاتا ہے۔

جموں وکشمیر میں جو بے شمار تعذیبی مراکز قائم کیے گئے ہیں ان میں ''پاپا ٹو (واقع گپکار روڈ سرینگر)...... پاپا ون (واقع متصل پرانا ہوائی اڈا سرینگر)...... کرن نگر کیمپ (واقع کرن نگر سرینگر............ نشاط کیمپ (واقع نشاط سرینگر)...... زکورہ کیمپ (واقع زکورہ سرینگر)...... ہمہما کیمپ (واقع ہمہما بڈگام)...... شریف آباد کیمپ (واقع شریف آباد بڈگام)...... ہری نوس J.I.C (واقع نزدیک بلیوارڈ روڈ سرینگر)...... سیکائی لارک

J.I.C (واقع کپگا روڈ سرینگر J.I.C)...... بارہ مولہ ایس او جی ہیڈ کوارٹر (واقع مگرمل باغ سرینگر)...... J.I.C تالاب تلو (واقع جموں)...... امرتسر کی گندم منڈی...... لال قلعہ دہلی...... چندی گڑھ...... حیدر آباد...... لودھی کالونی دہلی...... ممبئی...... گجرات...... کولکتہ...... مدراس ...... لکھنؤ...... جے پور...... جودھپور...... پانڈی چیری' وغیرہ وغیرہ، خاص طور پر سربکف مجاہدوں غیور کشمیری قوم کو ہمیشہ یاد رہیں گے۔

یہ مراکز بدنام زمانہ قتل گاہوں کی حیثیت سے بھارت کے جرائم پیشہ لوگوں کی تاریخ بن کر تفصیل کے متقاضی ہیں۔ پاپا ٹو...... سیکائی لارک...... ہری نواس...... ایس او جی ہیڈکوارٹر' جو کارگو کمپلیکس کے نام سے بھی جانا جاتا ہے اور ''تالاب تلو جموں'' کو جموں وکشمیر کے جملہ تعذیبی مراکز میں مرکزی قتل گاہوں اور جنسی بدفعلیوں کے مراکز کا درجہ حاصل ہے۔ فوجی، نیم فوجی فورسز جیسے سی آر پی ایف...... بی ایس ایف ......آئی ٹی بی پی...... راشٹریہ رائفلز اور مقامی پولیس سے منتخب'' ایس او جی'' اور تمام مقامی اور بھارتی خفیہ ایجنسیاں آپسی تال میل کے ساتھ کام کرتی ہیں، بلکہ ان کو مختلف طرح کی اسرائیل اور امریکہ کی مدد بھی حاصل ہے۔ جموں وکشمیر کے وزیر اعلیٰ فاروق عبداللہ، عمر عبداللہ اور بعد میں مفتی محمد سعید، محبوبہ مفتی کی سربراہی میں مقامی فورسز کام کرتی رہیں۔ گورنر راج کے دوران گورنر کی سربراہی میں یہ تمام سرکاری دہشت گرد'' Unified Command '' ٹولیوں کے نام سے کام کرتی ہیں۔

ان تعذیبی مراکز میں جسمانی تعذیب کی نوعیت کو تحریر میں لانے سے پہلے اس قابل غور حقیقت پر اجمالی روشنی ڈالنا ضروری ہے کہ جب سے بھارت نے جموں وکشمیر پر اپنا جبری تسلط جمایا ہے، اس وقت سے لے کر آج تک کسی مسلمان کو یہاں کا گورنر مقرر نہیں کیا گیا۔ عسکری دور شروع ہوتے ہی بدنام زمانہ مسلم کش شری جگموہن (جس کے ہاتھوں پر ابھی بھی ترکمان گیٹ اور پرانی دلی کے مسلمانوں کے خون کی چھینٹیں موجود ہیں) کو

یہاں کا گورنر بنا کر بھیجا گیا اور جگہ جگہ قتل عام کرانے کا تانڈو ناچ دکھایا جانے لگا۔ اس کے بعد RAW کے بانی سربراہ شری گریش چندر سکسینہ اور سابق چیف آف دی آرمی سٹاف جنرل کے وی کرشنا راؤ دو دو بار جموں وکشمیر کے گورنر بنائے گئے۔

ان کے بعد 2003ء میں شری ایس کے سنہا، جو بھارت کا ایک اعلیٰ فوجی افسر رہا ہے، اس کو جموں وکشمیر کا گورنر بنایا گیا۔ جنرل سنہا کی سربراہی میں 27 اکتوبر 1947ء کے دن بھارت کی جارح اور غاصب فوج کا پہلا دستہ کشمیر میں وارد ہوا تھا۔ اس طرح عسکری دور شروع ہونے کے بعد سے غداروں سمیت کسی بھی مسلمان کو ریاستی پولیس کا سربراہ مقرر نہیں کیا گیا۔

یہاں کی منصوبہ بند نسل کشی میں ڈائریکٹر جنرل آف پولیس مسٹر سکسینہ (سابق نائب سربراہ آئی بی)...... مسٹر بی ایس بیدی (سکھ) مسٹر گربچن سنگھ جگت...... مسٹر اشوک سوری (جموں) اور مسٹر گوپال شرما اور جنرل بپن راوت کا زبردست رول رہا ہے۔

جن دیگر پولیس آفیسروں نے یہاں کی مسلم نوجوان نسل کو فرضی جھڑپوں کے دوران حراست میں لے کر اذیتیں دے دے کر اور پر اسرار طور پر حراست میں لینے کے بعد لاپتا کر کے قتل کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، ان میں انسپکٹر جنرل پولیس کے راجندرن، جس نے عسکریت شروع ہوتے ہی بحیثیت ایس پی یہاں کام کرنا شروع کیا۔ آئی جی محمد امین شاہ (ترال) موجودہ ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل آف پولیس پی، ایس، گل (سکھ)، ایس پی منوہر سنگھ، ایس پی منیر خان، ایس پی فاروق خان، ایس پی شکور وانی، ایس پی عاشق بخاری، ایس پی سنیل دت، آئی جی ڈاکٹر اشوک بھان (کشمیری پنڈت)، آئی جی تکو (کشمیری پنڈت)، ایس پی بالی (سکھ) ترال کشمیر، ایس پی قیوم منہاس، ایس پی رمیش کمار جالا (کشمیری پنڈت) ایس پی امتیاز، ڈی ایس پی عبدالرشید خان المعروف رشید بلا، ڈی ایس پی تنویر جیلانی (ترال)، ایس ایچ او اشرف اوڑی، ڈی ایس پی درویندر سنگھ

(ترال)،ایس بی کارگو افتخار طالب،آئی پی ایس تنوشیری،انچارج ایس او جی شانتے سنگھ،ڈی ایس پی جاوید ملک،ایس پی امتیاز حسین،ڈی ایس پی سجاد بارہمولا وغیرہ وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

یہ صرف چند بہت ہی بدنام زمانہ پولیس افسروں کے نام ہیں۔آرمی، بی ایس ایف، سی آر پی ایف، راشٹریہ رائفلز اور دوسری ایجنسیوں کے قاتلوں کے نام معلوم کرنا اور گنوانا ناممکن ہے،مگر کشمیر کے غیور بیٹے اپنے دشمنوں کو گِن گِن کر رکھتے ہیں۔

ان تعذیبی مراکز میں جسمانی تشدد کے جو کثیر الاستعمال طریقے بروئے کار لائے جاتے رہے ان میں سے بعض یہ ہیں:

① ٹانگوں کو 80 ڈگری پر کھولا جانا اور بازو پیچھے کرسی یا کسی کھمبے وغیرہ سے باندھنا۔

② پورے بدن کے بال اکھاڑنا۔

③ منہ اور ناک پر پتلا کپڑا باندھ دیا جاتا، ہاتھ پیر باندھنا، کمر کے بل چت لٹا دینا، سینے اور ٹانگوں پر کئی فوجیوں کا بیٹھ جانا اور پھر منہ میں پانی کی آدھی یا ایک چھوٹی بالٹی کا انڈیل دیا جانا۔

④ خوب پانی پلانے کے بعد منہ کے بل لٹکا دیا جانا اور مسلسل برہنہ رکھنا۔

⑤ کئی کئی جگ پانی پلا کر شرمگاہ پر رسی یا کپڑے سے گرہ لگانا، تاکہ آدمی پیشاب نہ کر سکے، پھر بجلی کے ہیٹر پر پیشاب کروانا قریب سے، تاکہ کرنٹ لگے۔

⑥ کئی کئی جگ پانی زبردستی پلا کر فوجیوں کا جوتوں سمیت پیٹ پر چڑھنا۔

⑦ مرچوں والا اور ابلتا پانی کافی مقدار میں پلانا۔

⑧ ناف کے ساتھ تار باندھ کر بجلی کے جھٹکے دینا۔

⑨ ناف میں لوہے کی پتلی سلاخیں داخل کرنا۔

⑩ گرم لوہے کی سلاخوں سے جسم کے مختلف اعضا کو داغنا۔

⑪ زبان کے ساتھ تار باندھ کر بجلی کے جھٹکے دینا۔

⑫ چھری سے مختلف اعضا سے گوشت کاٹنا، اس پر نمک مرچ ڈالنا۔

⑬ چاقو یا حجامت کے بلیڈ سے جسم کے کسی بھی حصے پر لکیریں کھینچنا، پھر اس پر کیمیکل ڈالنا۔

⑭ پلاس سے جسم کے مختلف حصوں سے گوشت نوچنا۔

⑮ لکڑی کے تختوں پر پاؤں رکھوا کر پاؤں میں کیل ٹھوکنا۔

⑯ انگاروں سے جلانا۔

⑰ بارود لگا کر کیمیکل ڈال کر زندہ کشمیریوں کو مارنا۔

⑱ ڈنڈوں اور لوہے کی سلاخوں سے مارنا۔

⑲ الٹا لٹکا کر غلاظت کا دھواں دینا اور غلاظت کھانے پر مجبور کرنا۔

⑳ بازو پیچھے کی طرف باندھ کر لٹکا دیا جانا۔

㉑ پٹرول پلانا، پٹرول چڑھانا۔

㉒ گردن تک زمین میں گاڑھ دینا اور پھر سر پر بھاری پتھر یا لکڑی کا بھٹا وغیرہ رکھنا۔

㉓ موسم سرما میں ٹھنڈے اور برفانی پانی میں نہلانا، گھنٹوں برف پر لٹا کر رکھنا۔

㉔ موسم سرما میں ٹھنڈے پانی میں کپڑے گیلے کر کے پہنا دینا۔

㉕ ٹانگوں پر لوہے کے کھمبے اس طریقے سے پھیر دینا کہ اس بھاری کھمبے کے دونوں سروں پر کئی کئی فوجی کھمبے کا وزن بڑھانے کی غرض سے بیٹھے ہوں۔

㉖ کئی کئی دن تک کھڑے رکھنا تا کہ سو نہ سکے۔

㉗ شلوار میں اسپیشل چوہے ڈال کر شلوار نیچے اور اوپر سے کس کر باندھ دینا۔

㉘ باپ بیٹے کو، بھائی بھائی کو، بہن بھائی کو اور ماں بیٹے کو غلط کام کرنے پر مجبور کرنا۔ خاوند کے سامنے، بھائی کے سامنے، باپ کے سامنے، بیٹے کے سامنے، ماں کے

سامنے زیادتیاں کرنا۔

㉙ داڑھیوں کا نوچنا،سفید داڑھیوں والوں کو بچوں کے ہاتھوں رسوا کرنا۔

㉚ پانی کی بالٹی میں یاندی وغیرہ میں زبردستی منہ ڈلوانا اور سر پر دباؤ ڈالنا۔

تامل ناڈو کی جیل میں کشمیری مجاہدین کو برہنہ حالت میں لوہے کے پنجروں میں مہینوں بند رکھا جاتا۔جس میں نہ وہ کھڑے ہوسکتے ہیں اور نہ لیٹ سکتے ہیں، بالکل جانوروں کے دڑبوں کی طرح کے پنجرے میں گرمی وسردی میں رکھنا۔کوئی بڑا آفیسر آئے تو کبھی نہانے کی اجازت دیتے، وگرنہ اسی حالت میں ہر کسی کے پنجرے کے باہر اس کا نام اس کے جرائم لکھ کر آویزاں کیے ہوتے۔ ہر سوموار کو اور جب بھی پریڈ آتی یعنی آفیسروں کا وزٹ تو پنجرے سے باہر نکال کر کھڑا کرتے۔ وہی پنجرے پر آویزاں نام وکام کا پرچہ ہاتھ میں تھما کر کھڑا کردیتے، وزٹ کرنے والے آفیسر اپنی اپنی ذہنیت وتربیت کے مطابق تبصرے کرتے گزر جاتے۔قیدی چاہتا کچھ دیر اور کھڑا رہنے کا موقع مل جائے؛ تاکہ جسم کی کچھ تھکاوٹ تو دور ہو۔

آفرین صدآفرین غیور صبر واستقامت کی پہاڑ قوم کے فرزندان نے اسی حالت میں بھی کچھ نہ کچھ قرآن یاد کیا، دعائیں یاد کیں، حالانکہ آپس میں بات کرنے پر بالکل پابندی تھی۔اپنے پیٹ پر انگلی سے لکھنے کے انداز میں یا پھر چہرے ومنہ کی بناوٹ سے ایک دوسرے کو سکھاتے۔الحمدللہ ان میں سے کچھ پاکبازوں کی خدمت کرنے کا مجھے بھی موقع ملا۔جب ان کو کوٹ بھلوال جیل لایا گیا۔

ان پیاروں کی تحریک سے پختگی، اپنے دین وقرآن سے محبت، ان کا صبر واستقامت دیکھ کر ایسے لگتا ہے کہ ذلت ہندوستان کے چہرے پر اور ناکامی اس کے مقدر میں لکھ دی گئی۔فتح حق وسچ کی ہی ہوگی، اہل جموں وکشمیر کی ہی ہوگی۔ان شاء اللہ۔آج ہو کہ کل بلکہ اب تک یہی پاکباز فاتح ہیں کیونکہ ہندوستان ان کو ہر درندگی کے باجود توڑ نہ سکا۔

یہ وہ جسمانی تشدد کے طریقے ہیں جن کی صداقت کی بنیاد ذاتی مشاہدے اور معتبر ساتھی قیدیوں کے مشاہدات اور تجربات پر ہے۔ ان طریقوں کے علاوہ اور بھی مہلک تعذیبی طریقے ضرور اختیار کیے جاتے ہیں، جن کی شہادت زندوں سے نہیں بلکہ ایسی لاشوں سے ملتی ہے جن کی زبانیں کاٹ ڈالی گئی ہوتی ہیں۔ جن کی آنکھیں نکال دی گئی ہوتی ہیں، جن کے پیٹ چاک کردیے گئے ہوتے ہیں، جن کے گلے کاٹ دیے گئے ہوتے ہیں، جن کے سر پھوڑ دیے گئے ہوتے ہیں، جن کے اعضا کاٹ دیے گئے ہوتے ہیں، جن کو بارود سے اڑا دیا گیا ہوتا ہے، جن پر مختلف کیمیکل اور گیسوں کے ٹیسٹ کیے جاتے ہیں، یا جن کے گردے اور دیگر اعضا نکالے گئے ہوتے ہیں۔ ابھی نہ جانے کون کون سے مزید ظالمانہ طریقے اختیار کیے جائیں گے۔ بھارت کے تمام مظالم اور شدائد کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ بھارت کے مظالم کی داستان سن کر پتھر کا کلیجہ بھی موم کی طرح پگھل سکتا ہے۔ یہ قلم کی بے جگری نہیں بلکہ اس کی مجبوری ہے کہ یہ خاموشی کے ساتھ رقم کر رہا ہے، کیونکہ اس کی زبان پہلے ہی چاک ہے۔

حق بات یہ ہے کہ اہل جموں وکشمیر جو قربانیاں دے رہے ہیں۔ سات سال کے بچے سے لے کر نوے سالہ بزرگ تک، آٹھ سالہ بچی سے لے کر اسی سالہ بزرگ عورت تک ہر قسم کی قربانی پیش کر رہے ہیں۔ بلکہ میں نے تو خود عقوبت خانوں میں ماؤں کے ساتھ شیر خوار بچوں کو قید دیکھا، ملاقات کی اور پڑھا کہ 1931ء کی کشمیر چلو تحریک میں کس طرح غیر کشمیری ماؤں نے اپنے بچوں سمیت جیل کاٹی۔ تحریک آزادی سے وابستہ ہر فرد کسی نہ کسی طرح قربانی پیش کر رہا ہے، اس کا گھرانہ مشکلات کا سامنا کرتا ہے۔ جموں وکشمیر کے بہت سے غیور جانباز ہیں جو میدانِ عمل سے لے کر ہندوستان کے عقوبت خانوں میں تاریخ رقم کر رہے ہیں، جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ بہت سے جیالے

پاکستان، پاکستانی جھنڈے کے لیے وہ وہ قربانیاں دیتے ہیں کیونکہ انھوں نے دشمن کا سینہ پھاڑ کر یہ جھنڈا وہاں گاڑا ہوتا ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے میڈل ان کے کارناموں کے لیے ناکافی ہیں۔ اگر نشان حیدر دیں تو درجنوں نہیں سینکڑوں نشان حیدر جموں وکشمیر کے فرزندوں کو دینے پڑیں۔ جن کی وفا، عہد سازی، بہادری کی مثالیں خود بزدل ہندو دشمن دیتا ہے۔ کشمیری اپنی پیدائش سے شہادت یا موت تک لڑتا ہے۔ اس کی زندگی میں ریٹائرمنٹ نہیں ہوتی۔ وہ ایک بہادر سپاہی کا اور مخلص جانباز کا کردار ادا کرتا رہتا ہے۔

اللہ رب العالمین یہ سب جلد قبول فرما کر اہل جموں وکشمیر کو جلد صلہ و ثمر عطا فرمائے۔ آمین

❀❀❀

زنداں سے اذاں

زنداں سے اذاں

2001ء میں جب ہندوستانی پارلیمنٹ پر حملہ ہوا تو انڈین حکومت نے جموں وکشمیر کی جیلوں میں قید اکثر مجاہدین کو ہندوستان کی مختلف ریاستوں کی جیلوں میں شفٹ کرنے کا فیصلہ کیا۔ ہم اس وقت جموں کی امپھلہ جیل (جو پہلے سینٹرل جیل تھی) میں تھے، جو کبھی مہاراجہ گلاب سنگھ کا اصطبل (گھوڑے باندھنے کی جگہ) تھی۔ الحمد للہ! ہمارے بلاک کا بہت اچھا نظام چل رہا تھا۔ گرفتار مجاہدین کا جیل میں جہاں ممکن ہو اپنا پورا ایک نظام ہوتا ہے، ایک انچارج ہوتا ہے، جیل والوں سے ڈیلنگ کے لیے الگ بھائی ہوتا ہے، کچن اور مالی امور دیکھنے کے لیے الگ بھائی ہوتا ہے۔ اس وقت راقم ہی اپنے بلاک کا انچارج تھا اور بلاک میں اکثریت مجاہدین کی تھی اور کچھ پاکستانی اسمگلر اور بارڈر کراس کرنے والے بھی تھے۔ جیل والوں کی طرف سے جب تھوڑے تھوڑے بھائیوں کی ''شفٹنگ'' کی پرچی آتی اور وہ انھیں نکال کر لے جاتے تو کسی کو کوئی خبر تک نہ ہوتی کہ کہاں ''شفٹنگ'' کی جا رہی ہے۔ انڈیا کو خوف تھا کہ اگر انھیں علم ہو گیا کہ کہاں شفٹ کیا جا رہا ہے تو کہیں ہمارے خلاف کوئی پلان نہ بنالیں۔ جب بھی پرچی آتی تو بعض پیارے بھائی مجھے کہتے کہ ہم نے تو آپ کے ساتھ ہی جانا ہے۔ ان پیاروں کا روتے ہوئے اصرار کرنا اور بچھڑنے والوں کے ملال سے میرے اپنے دل کی عجیب کیفیت تھی کہ نہ جانے ان پیاروں کو اس دیارِ غیر میں کس کس امتحان سے گزارا جائے گا، کون ان کو سنبھالے گا، کون انھیں تسلیاں دے گا، کس کو دیکھ کر یہ ہمت پکڑیں گے۔

آخر ایک پرچی آئی تو میرے ساتھ دوسرے دو مجاہد بھائیوں کے نام تو آئے، مگر ان پیاروں کے نام نہ آئے جو میرے ساتھ زیادہ جانے کا اظہار کر رہے تھے۔ ہمارے نظم کے بھائیوں کا اجتماعی سامان بھی میرے پاس تھا۔ جو ضرورت کے مطابق بھائیوں کو دیا جاتا تھا، اتنا موقع بھی نہ دیا گیا کہ میں بھائیوں میں ان کا سامان تقسیم کر سکوں۔ خیر وہ ہمیں لے کر جموں جیل کی ''ڈیوڑھی'' میں گئے تو وہاں جیل کے ملازموں کی طرف سے لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم تھا، جو بھی نیا یا اچھا سامان نظر آتا یہ کہتے ہوئے اٹھا لیتے کہ اگر یہ سامان دوسری جیلوں میں لے جانے دیں گے تو ہماری بدنامی ہو گی کہ ہم نے اس قدر آپ کو سہولتیں دے رکھی ہیں۔ اکاؤنٹ والے ملازم کو بھی بلا رکھا تھا، وہ ہماری جمع شدہ رقم (جو ہمارے گھر والوں نے بھیج رکھی تھی) سے اپنی مرضی سے جتنی رقم چاہتا تھا اتنی دے دیتا، اس کے بعد ہماری جسمانی تلاشی لے کر دونوں ہاتھ پشت پر باندھ کر ہتھکڑی لگا دی گئی اور آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی اور کہا گیا:

''اپنا اپنا سامان اُٹھاؤ۔''

اس حال میں کیا سامان اُٹھاتے، آخر گرتے گراتے جو سامان کھینچ سکے کھینچ کر گاڑی میں ڈال لیا۔ پھر اسی حالت میں ہمیں گاڑی میں ''لاد'' کر جموں ہی کے ایک مقام پر لے جا کر مغرب کے بعد اتارا گیا اور پھر ہماری تلاشی لی، اب جو نقدی اور گھڑی وغیرہ جیل والوں سے بچ گئی تھی وہ انھوں نے جمع کر لی اور ہمیں اسی حالت میں ایک کمرے میں داخل کر کے ہتھکڑی کی زنجیر دروازے سے باندھ دی گئی۔ یعنی ہم سجدے کی حالت میں باندھ دیے گئے، ہاتھ پشت پر اور آنکھوں پر پٹی تھی۔ رات کو ایک اور ظالم لوہے کی زنجیر لے کر آیا اور اس نے یہ زنجیر ہمارے پاؤں میں باندھ دی۔ ہم تین بھائی تھے، ایک زنجیر سے تینوں کو سختی سے باندھ دیا گیا، اتنا سختی سے باندھا کہ زنجیر ہمارے پاؤں میں دھنس گئی۔ سردی کا موسم تھا، ہمیں اپنے اوپر لینے کے لیے کچھ نہ دیا گیا،

آخرکار ہمارے شور کرنے پر ایک کالا کمبل (جسے گدھے کے بالوں کا کمبل کہتے تھے) ہم تینوں کے نیچے اور ایک اوپر ڈال دیا، درد کی وجہ سے کروٹ بدلنے یا حرکت کرنے سے وہ کمبل نیچے اُتر جاتا، اب ہاتھ بھی بندھے ہوئے تھے تو ہم اپنے اپنے منہ اور دانتوں سے پکڑ کر اس کو سیدھا کرتے۔ کمبل کی حالت یہ تھی کہ دانتوں سے سیدھا کرنے سے کمبل کے ''بال اور گندی مٹی'' تھوک کے حساب سے منہ میں چلے جاتے۔ شروع میں ہمیں یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ جگہ کون سی ہے، آخرکار وہاں کے ماحول اور وہاں گزرے ہوئے سابقہ اوقات سے مجھے پتا چل گیا کہ یہ تو جموں کا ''پکہ ڈنگہ'' تھانہ ہے، جہاں پہلے کئی راتیں گزاری تھیں، کیونکہ سنگرور (پنجاب) سے جب جموں تاریخ پر لاتے تو مجھے یہیں ٹھہراتے تھے۔

یہاں چوبیس گھنٹے میں صرف ایک بار باتھ روم کے لیے باہر چھت پر لے کر جاتے، وہ بھی اس حالت میں کہ باتھ روم کے سامنے جا کر ایک ہاتھ کی ہتھکڑی کھول دیتے اور دوسرے ہاتھ پر رہنے دیتے اور زنجیر کو ملازم پکڑ کر کھڑے رہتے۔ ہمیں آنکھوں سے پٹی بھی نہ اتارنے دیتے، بلکہ کمرے سے نکالتے وقت اور باتھ سے نکلتے ہوئے اور سختی سے باندھ دیتے، اسی حالت میں سیڑھی چڑھتے اور اترتے، یہاں تک کہ ہمیں کھانا بھی اسی حالت میں کھلاتے۔ جتنے دن بھی وہاں رہے کھانا کھانے کے وقت اور باتھ روم جاتے وقت کبھی بھی آنکھوں سے پٹی نہ کھولی گئی۔ ہاں اگر صبح کے بعد (ان کے اپنے کھولنے کے وقت کے علاوہ) واش روم کی حاجت ہوتی تو وہ کھولتے نہیں تھے، ہمیں شلوار میں ہی کرنا پڑتا، جس وجہ سے ہم تینوں بھائی سخت سردی میں بھیگ جاتے، کیونکہ ہم ساتھ ساتھ بندھے ہوئے تھے، اسی طرح کئی دن گزر گئے۔ ہم کہتے: یہ کون سا طریقہ ہے رکھنے کا؟ کسی افسر سے ہماری ملاقات کرواؤ، یہ کیا طریقہ ہے کہ اس طرح اوندھے منہ ہمیں باندھ رکھا ہے تو جواب میں گالیاں اور بدتمیزی۔ اوندھے منہ بندھے ہوئے جب ماتھا

تھک جاتا تو ہم کندھوں کا سہارا لیتے۔ آخر انسان تھے، کئی سالوں سے جیلوں میں بند، پھر گرفتار ہوتے وقت زخمی ہو کر انتہائی کمزور ہونا اور جب انٹروگیشن سنٹر سے جیل آیا تو بھائی سہارا دے کر مجھے چلاتے تھے۔ پھر سالہا سال سے مختلف جیلوں کی ماریں، ذہنی اذیت اور ایسے ہی انتہائی ناقص غذاؤں کی وجہ سے جسموں کی بری حالت۔ ابھی تک وہ گرفتاری کے وقت کے زخم اور ٹارچر کے ظلم سردی اور گرمی میں اپنا اثر دکھاتے ہیں۔

وہاں تھانے میں کھانا دینے کا طریقہ جانوروں سے بھی بدتر تھا، جن برتنوں میں ہمیں کھانا دیا جاتا، تو جب ہم کھانا کھالیتے تو سنتری ان برتنوں کو پاؤں سے باہر دھکیل دیتا اور جب دوسرے وقت کھانا آتا تو انھی برتنوں میں بغیر دھوئے کھانا ڈال دیتے اور اسی طرح پاؤں سے دھکیل کر ہمارے آگے کر دیتے۔ ہم صرف زندہ رہنے کے لیے چند نوالے لیتے۔ بعض اوقات تو کوئی بدبخت ایسا بھی آتا جو زمین (تھانے کے غلیظ ترین فرش) پر ہی چاول گرا کر کہتا کھاؤ۔ اب بھلا کون کھاتا، اگر کھاتا بھی تو کتنا، وہ بھی اس حال میں کہ ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے، آنکھوں پر پٹی، جانوروں کی طرح کھانے پر مجبور کیا جاتا۔ تھانے کے لاک اپ کے کمرے والا باتھ پہلے ہی غلاظت سے ابلا پڑا تھا، ہم نے ایک بار بھی استعمال نہیں کیا، جس کی غلاظت کمرے تک پھیلی ہوئی تھی۔ بدبو انتہا کی الگ تھی۔

رات کو سردی سے بری حالت ہوتی، اگر کمبل اتر جاتا تو اور بری حالت ہو جاتی، ہم دروازے کے ساتھ ہی باندھے ہوئے تھے، جس سے سردی سروں کو لگتی تھی۔ میں نے پکول (افغانی ٹوپی) لی ہوئی تھی، جسے انھوں نے کھینچ کر گردن تک آنکھوں کی پٹی کے اوپر سے ڈال دیا تھا تاکہ میں دیکھ نہ سکوں۔ البتہ مجھے اس کا ایک فائدہ ہوا کہ سردی سے کچھ بچ جاتا۔ مگر کندھے اور ماتھا پیشانی شدید تھک جاتے اور بازو بھی جواب دے دیتے۔ اس حالت میں سوائے اللہ کے ذکر کے کوئی چیز آرام وسکون نہ دیتی۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلنے اور پھر کفار کی جیلوں میں سختیاں برداشت کرنے پر شریعت اسلامی کے

وعدوں اور اس پر ملنے والے اجر کی حلاوت اس درد کی کڑواہٹ کو کم کر دیتی۔ (الحمدللہ)

اس وقت ہماری حالت عجیب ہوتی تھی جب قریب مسجد سے اذان کی آواز آتی تو دل پھٹنے کو آتا کہ اللہ! ہم تندرست ہیں، ایمان کی حالت بھی بہتر ہے، ہم اذان سن سکتے ہیں، لیکن مسجد میں نماز نہیں پڑھ سکتے۔ ہائے! مسجد میں نماز پڑھنا کتنی بڑی نعمت ہے۔ ذرا ہم سے پوچھیے! اس نعمت سے محروم لوگوں سے پوچھیں۔

مجبوراً ہم اسی ناپاکی کی حالت میں تھانہ کے لاک اپ میں اسی گندی جگہ پر اسی حالت میں نماز ادا کرتے تھے، ایسی نماز کو قبول کرنے والا اللہ (رحیم وکریم) ہے۔ دل ڈرتا تھا کہ اگر اسی حالت میں موت آجائے تو کم از کم نمازوں کا قرض تو نہ لے کر جائیں۔ اندازہ کریں ہم اس حالت میں کیسے نماز پڑھتے ہوں گے۔ پونے بارہ سال بعد جب آزاد ہو کر اپنے وطن عزیز آئے تو مسجد میں پہلی نماز پونے بارہ سال بعد پڑھی تو جی چاہتا تھا کہ مسجد کے ستونوں، دیواروں اور منبر کو گلے لگا لگا کر روؤں۔ بالکل اسی طرح جس طرح ''انٹیروگیشن سنٹر'' میں ڈیڑھ ماہ بعد قرآن دیکھا تو کتنی دیر سینے سے لگا کر روتا رہا کہ یااللہ! قرآن سے دوری گوارا نہیں، تو ہمیں معاف کر دے۔

انھوں نے ہمیں مساجد میں نماز کیا پڑھنے دینی تھی، وہ تو تاریخ پر سنگرور پنجاب سے لے جاتے ہوئے جان بوجھ کر دکھاتے کہ وہ دیکھو تمھاری مسجد...... ''اوئے او ویکھ تیرے اللہ دا گھر'' دل پھٹ کے رہ جاتا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ مساجد میں جانور بندھے ہوئے ہیں۔ بعض مساجد میں تو ''سور'' بند کیے ہوتے۔ انڈیا میں ''ہندو'' سوروں کو بکریوں کی طرح رکھتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں توفیق دے تیرے ان اور ان جیسے گھروں کو پھر آباد کر سکیں، آمین!

تھانے میں اسی حالت میں بندھے ہوئے ہوتے تھے کہ جمعہ کی اذان اور خطبہ سنتے، مگر مسجد میں جا کر خطبہ سن اور نماز پڑھ نہ سکتے تھے۔ کیفیت وہی ہوتی کہ پیاس بھی سخت اور

اس کی وجہ سے گلے میں کانٹے اُگے ہوئے۔ پانی دیکھ سکتے ہیں پی نہیں سکتے۔لیکن اللہ کا مجھ گناہ گار پر خاص کرم یہ ہوا کہ پونے بارہ سال بعد پہلا جمعہ اپنے مرکز میں پڑھنے کو ملا، وہ بھی پہلی صف میں امیر محترم کے پیچھے، ان کی زیارت کرتے ہوئے اور رمضان المبارک کی مبارک ساعتوں میں جمعۃ الوداع۔ ایک طرف اس نعمت کے ملنے پر تشکر کے آنسو اور دوسری طرف پیارے بھائیوں کی یاد جنھوں نے آنسوؤں کی برسات میں مجھے جیل سے رخصت کیا۔

آتے ہوئے (رہائی کے وقت) تمام اسیر مجاہدین نے بلکہ بعض ہندو، سکھ بھی اور جیل ملازم بھی سب گلے ملتے اور روتے ہوئے دعائیں دے کر رخصت کر رہے تھے۔ جب ہم بلاک سے نکل رہے تھے تو اسیر بھائی لمبی قطاریں بنا کر کھڑے الوداع کر رہے تھے، مختلف نعرے لگا رہے تھے، نعروں کی گونج میں ہر بھائی دوسرے سے بڑھ کر گرم جوشی سے آنسو بہاتے ہوئے ملتا اور ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ رخصت کرتا اور دعاؤں کی التجا کرتا۔ اللہ تعالیٰ ان سب بھائیوں کی قربانیوں محبتوں کو شرف قبولیت بخشے اور جلد ثمر آور فرمائے۔ آمین

تھانے میں سردی اور درد کی وجہ سے جب ہماری بس ہو جاتی تو ہم کہتے او ظالمو! ہمارے پیسوں ہی سے ہمیں چائے لا دو، ہمارا سامان جو تم نے جمع کیا ہوا ہے، اس میں سے ہمیں ہمارے کمبل ہی دے دو۔

مگر کون سنتا، البتہ ایک دو مرتبہ ایک مسلمان منشی نے رسک لے کر ہمیں چائے پلائی۔ اس کے مقابلہ میں ہندو منشی بڑا ہی بد بخت تھا۔جس دن مسلمان منشی ہوتا تھوڑا نرم کر کے باندھتا، جس دن ہندو ہوتا تو وہ اپنے گھٹیا پن کا پورا پورا اظہار کرتا۔

ایک دو مرتبہ ہمیں کہا گیا: ’’آپ صبح کسی دوسری جگہ چلے جائیں گے، صبر کریں۔ مگر پھر وہیں کے وہیں...... سخت اذیت کی وجہ سے سوچتے کہ چلے جاتے تو اس مصیبت سے

جان تو چھوٹ جاتی کہ ہاتھ، پاؤں اور آنکھیں کھل جاتیں۔ اذان سننے کے بعد نماز اور جمعہ مسجد میں نہ پڑھ پانے پر جو ہماری ناقابل بیان کیفیت ہوتی اس سے بھی بچ جاتے۔‘‘

آخر کئی دنوں کے بعد وہ وقت آ ہی گیا کہ ایک الگ فورس ہمیں لینے کے لیے آ گئی۔ تو ہمیں اسی حالت میں گاڑی میں بٹھا کر نامعلوم مقام کی طرف روانہ ہو گئے اور آنے والوں میں کچھ جانی پہچانی آوازیں ہمارے بارے کچھ غلط تبصرے کرتے سنیں، میرا نام لے کر بھی ایک نے کچھ گھٹیا سی بات کی۔ آنکھوں پر پٹیاں اور ہتھکڑیاں اور بھی سخت کر کے باندھ دی گئیں۔ ہتھکڑیاں اور گاڑی بھی روٹین سے ہٹ کر تھی، کافی سفر کرنے کے بعد ہمیں اُتارا گیا تو کتے کے بھونکنے اور جہاز کی آواز آئی تو بات سمجھ میں آ گئی کہ جموں کے فوجی ایئر پورٹ پر لائے ہیں۔ فوراً ذہن میں پہلے مجاہدین کی باتیں یاد آئیں کہ کس طرح دوران اسیری جہاز کے سفر میں قرآن اور دینی کتب کی کتوں کے ذریعے بے حرمتی کی گئی اور خود انھیں کیا گیا ٹارچر یاد آ گیا اور سفر کی صعوبتیں الگ سے۔ تو جو دعائیں مجھے آتی تھیں جلدی جلدی پڑھنا شروع کر دیں۔

پھر اچانک گالی دیتے ہوئے ایک ظالم نے میری گردن دبائی اور منہ کے بل گرا کر بولا: اپنی اور سامان کی تلاشی کرواؤ۔ میں نے کہا: کہاں ہے سامان، مجھے سامان تو نظر نہیں آ رہا۔ یہ سنتے ہی اس نے سامان پر دھکیلتے ہوئے کہا: یہ پڑا ہے۔ گالیاں، ٹھڈے کھاتے ہوئے تلاشی کروائی۔ یہاں تک کہ نہ ہاتھ کھلے اور نہ ہی آنکھوں سے پٹی کھولی گئی۔

پھر زنجیر کھینچنے والے نے زنجیر کھینچی اور جہاز کی طرف روانہ ہوا۔ سامان جہاز کے قریب پھینکا اور پکارنے والے نے میرا نام اور جماعت کا نام پکارا، پھر وہاں کھڑے کسی نے کہا کہ اچھا ’’تو تم ہو، بڑا نام سنتے تھے تمھارا اور تمھیں کب سے دیکھنا چاہتے تھے۔‘‘ دو آدمیوں نے پکڑا، کھینچتے گھسیٹتے ہوئے جہاز میں کھڑکی کے ساتھ لے جا کر ایک سیٹ پر بٹھا دیا۔ جہاز میں دوسری جیلوں سے لائے ہوئے بھائی بھی پہلے ہی آگے بٹھائے ہوئے

تھے۔ میرا نام سنتے ہی شاہد محمود بھائی اوردوسرے بھائی خوشی سے چلائے: افتخار بھائی السلام علیکم!

میں نے بھی کھڑے ہوکر جواب دیا اور باقی بھائیوں بلبل اسلام حافظ سہیل بھائی اور وسیم بھائی وغیرہ کا پوچھا جو ان کے ساتھ کٹھوعہ جیل جموں میں تھے۔تو فوراً کندھوں سے پکڑ کر ہمیں ملازموں کی طرف سے بٹھا دیا گیا۔اس کھینچا تانی میں آنکھوں کی پٹی کچھ ڈھیلی پڑ گئی اور کچھ نہ کچھ نظر آنے لگا۔

ہمیں پریشانی یہ تھی کہ منزل معلوم نہیں تھی کہ انڈیا کے کس صوبے اور کس جیل میں بھیجا جا رہا ہے، حالانکہ مجھے عمر قید کی سزا تھی، قانوناً مجھے جموں وکشمیر سے باہر نہیں بھیج سکتے تھے؛ کیونکہ انڈین آئین کے مطابق جموں وکشمیر ایک الگ ریاست ہے، اس کا اپنا قانون ہے، اپنا پرچم ہے، پھر بھی انڈیا میں بھیجا جا رہا تھا، خیر جہاز نے رن وے پر بھاگنا شروع کیا۔ بغیر اس اعلان کے کہ جس میں ایک منزل کا نام بتلایا جاتا ہے کہ یہ فلاں کمپنی کا جہاز جموں سے دہلی پرواز کرنے والوں کو خوش آمدید کہتا ہے۔ ہمارے ساتھ ایک ایک ملازم بٹھا دیا گیا۔ وہاں جہاز میں دو ہندو آفیسر ایسے تھے جو کہ CiK پولیس کے ملازم تھے۔ وہ کوٹ بھلوال جیل میں میرے پاس آ کر کھانا کھاتے، پیسے لیتے، بہت عزت کرتے، لیکن یہاں مجھے دیکھتے ہی منہ موڑ لیا، بالکل اجنبی بن گئے، چانکیائی اصول کے مطابق۔

خیر دوران سفر جو قرآن یاد تھا پڑھنا شروع کر دیا اور اذکار وغیرہ کرنے شروع کر دیے۔ یہ طریقہ میں نے شیخ العرب والعجم بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ سے افغانستان کے جہادی سفر کے دوران سیکھا تھا کہ یہ راستہ قیامت کے دن گواہی دے گا کہ اس پر اللہ کا کوئی بندہ اس کا ذکر کرتے گزرا تھا۔ مجاہدین کو بھی اس کی عادت بنا لینی چاہیے، گاڑی میں طیارے اور اسی طرح دوسری سواریوں میں تلاوت لگا لیا کریں۔

جہاز میں سفر کے دوران جب دوپہر کو سورج کی گرمی جہاز کی کھڑکی پر پڑنا شروع ہوئی تو کافی تپش محسوس ہونے لگی، کیونکہ ہمیں کھڑکی والی سائیڈ پر بٹھایا گیا تھا اور اندر والی سائیڈ پر ملازم تھے، ہم بار بار سر ہلاتے تو ایک آفیسر بار بار تھپڑ مارنے کے انداز میں آنکھوں کے سامنے ہاتھ مارتا کہ کہیں ہمیں نظر تو نہیں آ رہا۔ہم اس کو یہی تاثر دیتے کہ کچھ نظر نہیں آ رہا، وگرنہ وہ آنکھوں پر پٹی اور مضبوط کر دیتا۔سفر کے دوران کئی مرتبہ فضا میں اور طیارے بھی نظر آئے۔تو مجھے مولانا جعفر تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ کی وہ بات یاد آ جاتی کہ ہمیں پنجاب میں ''انگریز'' دوران سفر ایک جیل سے دوسری جیل لے کر جا رہا تھا تو راستے میں ''مہاراجہ'' کا جلوس جا رہا تھا، جس میں ہاتھیوں اور گھوڑوں پر شاہی سواریاں ہونے کی وجہ سے زیور تھا جس کی جھنکار تھی اور خود وزیروں اور ان کی سواریوں کے زیورات کی الگ جھنکار تھی۔ہمیں ان کے زیوروں کی جھنکار سنائی دے رہی تھی تو دوسری طرف انگریز کے ہمیں پہنائے ہوئے زیور بیڑیوں، طوقوں اور ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں اضافی ڈنڈوں کی آواز تھی۔ یہ بھی آواز تھی اور وہ بھی آواز، مگر اللہ کے ہاں اس جھنکار کا مقام اور اس آواز کا مقام اور...... !

اسی طرح اس وقت نجانے کتنے لوگ جہازوں میں سفر کر رہے ہوں گے، مگر اللہ کے ہاں اُن کا مقام اور، ہمارا مقام اور...... ایک دو بار کوشش کی کہ ہتھکڑی سے آزادی حاصل کر کے طیارے کے پائلٹ پر حملہ کر دیا جائے جو سامنے بیٹھا تھا۔تاکہ اپنے اوپر ہونے والے مظالم کا کچھ تو بدلہ لیا جائے۔مگر جتنی مرتبہ کوشش کی ہتھکڑی اتنی سخت ہوتی گئی۔'' ہر دفعہ پیچھے بیٹھ کر نظر رکھنے والا افسر آ کر زور سے سیٹ کے ساتھ باندھ دیتا۔کبھی ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کے رنگ بھی نرالے ہوتے ہیں، کبھی یہاں بریلی، دہلی، حیدر آباد، بنگال، پٹنہ، بہار، میسور، قنوج، بھوپال، اتر پردیش، مالیر کوٹلہ وغیرہ اور ان شہروں سے مجاہدین آزاد علاقوں اب (پاکستان) کی طرف جاتے تھے اور آج ہم اسی

قافلہ کے لوگ ان بزرگ ہستیوں کے شہروں میں قید کیے جارہے ہیں، جہاد کا پہیہ گھوم چکا ہے۔''

دوپہر کے کھانے کا وقت ہوا تو وہ ہندو افسر جو جیل میں اپنے بچوں کے لیے کپڑے اور کھانے کے پیسے مجھ سے لے کر جاتے ''کانی'' آنکھوں سے میری طرف دیکھ کر کھانا کھاتے رہے، پورے سفر میں ہمیں پانی تک نہ پوچھا گیا، حالانکہ ہم رات کا کھانا کھائے اور پانی پیے ہوئے تھے۔ ہم اب تک پریشان تھے کہ پتا نہیں کس جیل میں لے کر جا رہے ہیں، کہیں جودھپور راجستھان تو نہیں لے کر جارہے۔

''جیل تو کوئی بھی اچھی نہیں، مگر جودھپور میں اسیروں کو برے طریقے سے کپڑے اُتار کر برہنہ کر کے تلاشی لے کر مارتے ہوئے کھانسی کرواتے ہوئے رکوع کی حالت میں کر کے کمر پر کہنیاں مار مار کر کہتے ہیں کھانسی کرو۔ شرمگاہ برے طریقے سے چیک کرتے ہیں، پھر اسی برہنہ حالت میں کافی عرصہ سیلوں میں رکھتے ہیں۔''

اس حال میں ایک مجاہد پر جو بیتتی ہے وہی جانتا ہے یا اس کا اللہ جانتا ہے۔ اکٹھے سب کو ایک ہی بارک میں اسی برہنہ حالت میں رکھتے ہیں، اب نماز کیسے پڑھیں، کیسے اکھٹے رہیں، بہت ہی مشکل ہوتا ہے ایک مجاہد کے لیے۔

خیر مغرب سے تھوڑی دیر پہلے جب جہاز کا پائلٹ نیچے ایئرپورٹ پر بات کر رہا تھا اور ہمارے ساتھ بیٹھے ملازم جب آپس میں بات کر رہے تھے تو ہمیں پتا چل گیا کہ ہماری منزل الہ آباد (یوپی) اترپردیش ہے، الہ آباد سے خطبہ الہ آباد علامہ اقبال مرحوم کا اور مولانا ابوالکلام آزاد کی اسیری یاد آگئی۔

جہاز ایئرپورٹ پر اترا تو وہ آفیسر نیچے اترے جو ہمارے ساتھ آئے تھے۔ اب ہمیں ایک ایک کر کے جہاز سے نیچے اتارا گیا۔ فوجی ایئرپورٹ پر یوپی کے مختلف محکموں کے بڑے بڑے آفیسر ہمیں لینے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ اب ہماری

ہتھکڑیاں کھول دی گئیں، مگر آنکھوں پر پٹی بندھی رہنے دی گئی۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اب اتنے دنوں بعد ہاتھ تو آزاد ہوگئے۔ فوراً ہاتھوں کو آگے کی طرف کر کے ہلاتا، کبھی ان کو آگے باندھتا کبھی لٹکاتا، کیونکہ کافی دنوں کے بعد یہ موقع ملا تھا۔ ابھی چند لمحے ہی گزرے ہوں گے کہ نئے میزبانوں نے پکڑ کر ہتھکڑیاں لگانی شروع کر دیں۔ ان کی ہتھکڑیاں اتنی چھوٹی تھی کہ کلائی پر لگتی نہ تھیں۔

سپاہی نے افسر سے کہا: ''سر ہتھکڑی نہیں لگتی ان کے بازو موٹے ہیں۔''

افسر نے کہا: زبردستی لگاؤ۔

اس نے کہا: ہڈی ٹوٹے گی۔

افسر نے کہا: پھر کیا ہے ہڈی ہی تو ہے۔

اس سے نئے میزبانوں کی ذہنیت کا اندازہ ہوگیا۔ آخر وہی ہتھکڑیاں جو بچوں کے سائز کی تھیں زبردستی لگا دی گئیں۔ شاہد بھائی تو درد سے کراہنے لگے مگر سنتا کون......!!

اب آنکھوں پر پٹیاں بھی سخت کر کے نئے سرے سے باندھی گئیں اور ہمیں نئے میزبانوں یوپی والوں کے حوالے کر دیا گیا۔ تو جموں سے آنے والا ہندو افسر میرے پاس آیا اور میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا: معاف کرنا، ہم اوپر کے حکم کی وجہ سے مجبور تھے، اس لیے آپ کے ساتھ کوئی تعاون نہ کر سکا اور گپ نہ لگا سکا۔ نئے میزبان افسر نے اس سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو اس جموں والے ہندو افسر نے کہا: یہ ان کا لیڈر ہے، اس کی جموں میں بہت چلتی تھی، ہم اس سے ڈرتے تھے۔ یہ جموں وکشمیر کی جیلیں بلاک کروا دیا کرتا تھا، ہمارے گھروں اور کیمپوں پر حملے کروا دیتا تھا۔

میں نے اسے کہا: ''انسانیت اور شرم وحیا بھی کسی چیز کا نام ہے۔ ہم نے سدا اسی حالت میں یہیں نہیں رہنا...... یہ سب بتلانے کا تمھارا مقصد کیا ہے، اگر اتنے بہادر تھے تو جموں میں ہم سے بات کرتے۔ اس گندی ذہنیت کا اظہار وہاں کرتے، بہت احسان

فراموش ہوتم۔

اب ہمیں نئے میزبان کھینچ کھینچ کر اپنی گاڑی میں بٹھانے لگے۔ گاڑی کے فرش پر ہمارا بچا کھچا سامان پڑا تھا۔ ہم چیختے رہے کہ اس میں ہمارے قرآن ہیں۔ مگر کون سنتا، وہ تو اپنی دھاک بٹھانے کے لیےمکروہ عزائم لیے ہوئے تھے...... اب سفر شروع ہوا، بھائی ہتھکڑیوں کے درد کی وجہ سے کراہتے رہے۔ سفر جاری رہا۔ الٰہ آباد کا مشہور گنگا جمنا، سرسوتی کا پل'' جو تین دریاؤں کے مقدس سنگم کے پاس ہے'' جو ہندوؤں کا مقدس مقام ہے، جہاں بہت بڑا ہندوؤں کا میلہ کمبھ لگتا ہے، وہاں ننگے سادھو نہاتے ہیں، گاڑیاں اس کے اوپر سے کراس کر کے ہوٹر بجاتی ہوئی ہمیں لے کر جا رہی تھیں۔ یہ مقدس پل ہماری وجہ سے عام ٹریفک کے لیے بند کر دیا گیا تھا، ورنہ عام ٹریفک کے لیے ہرگز بند نہیں کیا جاتا تھا۔ آخر ہم سنٹرل جیل الٰہ آباد پہنچا دیے گئے۔ ہمیں اور ہمارے سامان کو گاڑی سے نیچے پھینکا جانے لگا۔ ہم نے پھر شور کیا سامان میں ہمارے قرآن ہیں، دینی کتب ہیں۔ مگر سنتا کون ہم بھول گئے کہ ہمارا واسطہ تو ان سے پڑا ہے جن کا ہر 50 کلومیٹر بعد بھگوان بدل جاتا ہے، ایک ہی شہر میں دو آپس میں دشمن بھگوان کے طور پر پوجے جاتے ہیں رام اور راون۔

ہمیں ایک احاطے میں لے جا کر کھڑا کر دیا گیا۔ جس طریقے سے بالوں سے کھینچتے ہوئے گاڑی سے گھسیٹ رہے تھے، اس سے ان کی نیت اور آنے والے حالات کا بخوبی پتا چل گیا تھا۔ اب ہم آٹھ بھائیوں کی مکمل کپڑے اُتار کر تلاشی لی گئی۔ صرف آنکھوں پر پٹی رہنے دی گئی۔ ہمیں ان کے غلیظ تبصرے سن سن کر ہمارے اپنے جسموں کے بارے میں سخت غصہ آ رہا تھا، مگر کیا کر سکتے تھے۔ انتہائی دردناک طریقے سے منہ میں لکڑی ڈال ڈال کر اور اسی طرح شرم گاہوں کی تلاشی لی جا رہی تھی۔

ہماری شلواروں سے ازار بند نکال لیے گئے۔ ہمیں کہا گیا: صرف ایک قمیص اور

شلوار پہنو، باقی کچھ نہیں۔ ابھی میں شلوار کو گرہ دے کر باندھ ہی رہا تھا، کیونکہ ازار بند تو جیل حکام نے نکال لیے تھے کہ کہیں ہم پھانسی کے لیے استعمال نہ کر لیں کہ جوتے سرچ کرنے والے نے شور کر دیا کہ اس کے جوتوں سے کانچ (شیشہ) نکلا ہے۔ اب افسر مجھ پر ٹوٹ پڑے کہ کانچ کس لیے چھپایا تھا، مجھے سمجھ نہ آئی کہ یہ کانچ میرے جوتوں میں کہاں سے آیا۔

میں نے کہا: ہم کافی دن تھانے میں بند تھے۔ بوٹ باہر پڑے رہے، وہاں سے کسی نے ڈال دیا ہوگا۔ اب بھلا میری کون سنتا، گالیاں تھپڑ شروع۔ پھر میرے کپڑوں کی دوبارہ سہ بارہ تلاشی شروع کر دی، تلاشی کے دوران پکول (افغانی ٹوپی) سے رسی نکل آئی، پھر شامت آئی یہ رسی کیوں چھپائی تھی۔ اس سے کیا کرنا تھا۔

لاکھ کہا: یہ ٹوپی ایسے ہی بنتی ہے، یہاں مسلمان ہوں گے، کسی سے پوچھ لیں، مگر کون سنتا وہ تو اپنی دھاک بٹھانا چاہتے تھے۔ ایک افسر کہنے لگا: یہ بڑا کلاکار لگتا ہے، مگر وہ میری ایک بھی بات نہ مانے بلکہ سننا ہی نہیں چاہتے تھے......

پھر شور ہوا ''سر! یہ کانچ رنگ بدلتا ہے۔''

اب مجھے یاد آیا: ''یہ میری عینک کے وہ اضافی شیشے تھے جو گھر سے جوتے میں اس لیے چھپا کر بھیجے گئے تھے کہ راستہ میں پارسل سے انڈین ڈاک والے نکال نہ لیں یا ٹوٹ نہ جائیں، میری لاعلمی کی وجہ سے وہ جوتا پہنتے ہوئے ٹوٹ گئے تھے۔ مگر وہ تو کچھ اور ہی سمجھے ہوئے تھے۔ آخر ایک افسر نے کہا: ''اس کانچ اور جوتے کو سنبھال لو، لیبارٹری میں بھیج کر چیک کروا لیں گے''۔

مجھے سخت افسوس ہوا کہ میری وجہ سے باقی بھائی بھی جوتیوں سے محروم کر دیے گئے۔ دیکھا جائے تو اس میں میری خطا کم جیل والوں کی جہالت زیادہ تھی۔

ہمیں اسی حالت میں کہ ایک شلوار قمیص میں ملبوس کر کے پاؤں سے ننگے۔ اس سخت

سردی میں رات کے وقت ایک ایک بھائی کو ایک ایک ملازم نے پکڑا اور اندھیرے میں لے کر چل پڑے۔ راستے میں ٹھوکریں کھاتے اور گندے پانی والی نالیوں میں گرتے ہوئے جا رہے تھے کہ اچانک ایک ہجوم ہم پر ٹوٹ پڑا۔ ہجوم والوں نے گالیاں بکتے ہوئے اندھا دھند پٹائی شروع کر دی۔ بغیر کسی تمیز کے کہ کہاں لگ رہی ہے۔ اکثر بھائیوں کو گرا گرا کر مارا جا رہا تھا، اس برے طریقے سے کہ مارنے والوں کی آپس میں ایک دوسرے کو بھی لگ رہیں تھیں۔ زیادہ لوگ مارنے والے تھے، ایک دو بچانے کی بھی ایکٹنگ کر رہے تھے۔ مگر مارنے والے اتنے زیادہ تھے کہ اگر حقیقت میں بھی بچانے والے بچانے کی کوشش بھی کرتے تو بچا نہ سکتے۔

یہ جیل کا ایک خاص حصہ تھا، جسے سرکل کہتے تھے۔ وہاں گراؤنڈ کے ارد گرد گھما گھما کر پہلے سے بند بارکوں میں قیدیوں کو دکھا رہے تھے کہ دیکھو ہم مجاہد کشمیری قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں۔ اکثر ہندوستانی حکومت کی گندی ذہنیت کا یہ مظاہرہ ہوتا کہ مجاہدین کو اخلاقی جرائم میں بند قیدیوں سے مرواتے ہیں، تا کہ مجاہدین ذہنی طور پر ٹوٹیں۔

کافی دیر کے بعد جب جیل والوں نے دیکھا کہ ہمارے جسم اب یہ سب ظلم و بربریت برداشت نہیں کر پا رہے اور مارنے والے بھی تھک گئے ہیں تو کھینچ کر ایک بلڈنگ کی طرف لے گئے۔ تو اب ہمارے سر جھکا جھکا کر ایک کمرے میں داخل کر دیا گیا کیونکہ دروازہ بہت چھوٹا تھا۔ اب جو جسم پر کپڑے باقی رہ گئے تھے وہ اُتار کر پھر برے طریقے سے تلاشی لے کر مارتے پیٹتے ہوئے اور انتہائی غلیظ ریمارکس دیتے ہوئے اسی برہنہ حالت میں سیلوں میں بند کرنے لگے۔ کوئی ان سے پوچھے کہ گھنٹہ پہلے بھی تو تم نے ہی تلاشی لی تھی، پھر مار پٹائی کی تھی، تب سے تمھارے ہاتھوں میں ہیں۔ پھر اب تلاشی کیوں مگر ان کے ارادے تو کچھ اور ہی تھے۔

ان کے انداز سے محسوس ہو رہا تھا کہ آٹھ نمبر سیل بہت دور ہے، کیونکہ کافی دیر کے بعدآواز آتی تھی جب بھائی کو لے کر جاتے ایک۔ دو۔ تین۔ سب بھائی چاہتے تھے کہ کسی دوسرے بھائی کی جگہ میرا ہی آٹھ نمبر آئے یا جس کا بھی آئے اللہ اس کو استقامت دے۔

عجیب بات یہ ہوتی جب بھی ہمارے جسم سے کپڑے اُتارے جاتے تو ہماری آنکھوں کی پٹی اور سخت کر دی جاتی۔ جب سیلوں میں پھینکا گیا تو ساتھ ہی کہا گیا۔

اُدھر دیوار کی طرف منہ کر کے بیٹھو ٹھنڈے فرش پر تا کہ ہم ظالموں کے چہرے نہ دیکھ سکیں۔

ایک بھائی کہتا رہا: میں بلوچ ہوں، مجھے گولی مار دو، مگر اس طرح ننگا کر کے ذلیل نہ کرو۔

مگر انھوں نے نہ سندھی، نہ سرحدی، نہ پنجابی، نہ کشمیری، نہ بلوچی چھوڑا، سب کو مارا۔ وہاں تو جرم صرف مسلمان ہونا مجاہد ہونا تھا، ننگے جسم، سخت سردی، جب آٹھوں بھائیوں کو اسی طرح برہنہ حالت میں مارتے گھسیٹتے ہوئے بند کر دیا تو ایک بڑا آفیسر جسے وہاں ''ادھیکاری'' کہتے تھے آیا اور بولنا شروع کر دیا کہ ''تم ہمارے ملک کے دشمن ہو۔ تم ہمارے دیش کو توڑنے آئے تھے۔ تم نے ہماری ''سنسد'' پارلیمنٹ (جمہوریت کے مندر) پر اٹیک کیا۔ اب تمھیں پتا چلے گا کہ تمھارا واسطہ کن سے پڑا ہے۔ یہاں انسان بن کر رہنا ورنہ پتا بھی نہیں چلے گا کہ تم کہاں گئے۔ تم ہندوستان اور انسانیت کے دشمن ہو، تم جموں وکشمیر کی جیلوں میں بیٹھ کر باہر رابطہ رکھتے تھے، کارروائیاں کرواتے تھے، یہاں سے تمھاری ہوا بھی باہر نہ نکل سکے گی، دیکھتے ہیں تم یہاں سے کیسے باہر رابطہ کرتے ہو، یہ دیکھو! جالیاں لگی ہیں، مکھی بھی اندر نہیں آ سکتی، جالیاں سیلوں کے آگے اور چھت پر بھی لگی ہوئی ہیں۔ یہ سخت ترین جیل ہے، اس لیے یہاں نہرو اور گاندھی اور دوسرے

آزادی کے لیڈروں کو بھی انگریز نے بند کیا تھا۔ یہاں چارلس سوبھراج (انٹرنیشنل کریمنل) اور ببلو شری واستو بھی سر پر بازو رکھ کر روتے تھے، تم ان سے شاطر نہیں، شکر کرو ہماری سرکار نے تمھیں زندہ چھوڑ دیا...... ورگرنہ تمھارے ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دینے چاہیے تھے۔

اسی طرح کوئی دس منٹ اس نے تقریر کر کے اپنا قومی فریضہ ادا کیا۔ یہ سب تقریر اس نے ہندی اُردو میں کی تھی۔ تقریر جھاڑ کر ادھر اُدھر اپنے ماتحتوں کو فاتحانہ انداز میں دیکھنے لگا کہ میں نے ان کو سنادی ہیں ان پر دھاک بٹھا دی ہے۔

اللہ نے توفیق دی اور ایسے موقعوں پر اللہ ہی توفیق دیتا ہے، بندہ اللہ کی توفیق سے وہ بات کر جاتا ہے جس کا کسی کو بھی اندازہ نہیں ہوتا، تو میں اللہ کی توفیق سے آنکھوں سے پٹی اُتار کر اس کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا اور کہا:

''جناب ہم سب آپ سے کہیں اچھے مقرر ہیں، یہ آپ کی تقریر الیکشن کے دنوں میں اچھی لگے گی۔ یہاں نہیں وہاں شوق پورا کر لینا۔ رہی بات کہ ہم نے پارلیمنٹ پہ اٹیک کیا، تو آپ کی اپنی بات میں تضاد ہے وہ ہم نے نہیں کیا، ہم تو 1993ء سے گرفتار ہیں۔ آپ کی فورسز کا دعویٰ ہے کہ ان سب کو وہیں ہم نے مار دیا تھا، جنھوں نے پارلیمنٹ پر اٹیک کیا تھا۔ آپ کی فورسز میں ابھی اتنی طاقت نہیں کہ لوگوں کو مار کر پھر زندہ کر کے یہاں تمھارے پاس بھیج دے۔

یاد رکھو......! ہم مسلمان ہیں لاوارث نہیں۔ ہمارے پیچھے بدلہ لینے والے ہیں جو ضرور بدلہ لیں گے۔ جس اللہ کی راہ میں ہم نکلے ہیں وہ اللہ ہمارے لیے راستے بھی بنائے گا؛ کیونکہ ہم صرف اور صرف اس کی رضا کے لیے اس کے راستے میں نکلے ہیں۔ ہم میں اور آپ میں فرق یہی ہے کہ آپ جیتے ہو اپنے لیے، جبکہ ہم جیتے ہیں اوروں کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق، وہ ہمیں آپ کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑے

گا۔(ان شاءاللہ)

ایک دن تم خود مانو گے کہ ہم مسلمانوں کا اللہ کتنا طاقتور ہے۔ ہم انسانیت کے دشمن نہیں، بلکہ انسانیت کے دشمن آپ اور آپ کی سرکار ہے،جن سے کچھ بھی محفوظ نہیں ہے، نہ آپ کے ہم مذہب شودر اور نہ دوسرے دھرموں کے لوگ یعنی اقلیتیں۔ آپ مہربانی کر کے ہمیں ہمارے کپڑے دیں، تاکہ ہم اپنے ستر ڈھانپ کر نمازیں پڑھ سکیں، ہماری نمازیں رہتی ہیں۔ ہم آپ کے بھگوان یا مذہبی رہنما نہیں کہ ننگے رہیں، کیونکہ ننگے رہنا آپ کے دھرم میں تو ہے، ہمارے دھرم میں ہرگز نہیں ہے۔

رہی بات زندگی اور موت کی تو وہ ہمارے اللہ کے ہاتھ میں ہے، جب اس نے لکھ دی کوئی ایک لمحہ ٹال نہیں سکتا...... جب وہ نہ چاہے کوئی لاکھ کوشش کرے مار نہیں سکتا، آپ کے ظلم کے وجہ سے ہماری موت تو عظیم سعادت والی شہادت ہے۔ آپ لوگوں نے کیا سمجھا ہے کہ آپ نے ہمیں قید کر رکھا ہے ہرگز نہیں، یہ ہمارے رب کی حکمت ہے کہ ہم تمھاری قید میں کچھ سیکھنے کے لیے بند ہیں، جب اس کا حکم ہوگا تم الٹے لٹک جانا ہمیں روک نہیں سکو گے۔ آپ کو ہمارے بارے میں معلومات نہیں ہیں۔ آپ پہلے اسلام کا مطالعہ کریں، تاکہ آپ کو پتا چلے ہم کون ہیں، کیوں یہ جوانیاں تمھاری جیلوں کی نظر کر رہے ہیں...... کیوں تمھارا ہر ستم سہ کر بھی حوصلہ نہیں ہارتے...... کیوں تمھارا کوئی بھی ظلم ہمارے چہروں سے مسکراہٹ نہیں چھین پاتا۔ سنیں! اگر ہم دہشت گرد ہیں تو سبھاش چندر بوس کیا ہے؟...... اودھم سنگھ، بھگت سنگھ کیا ہیں...... جھانسی کی رانی کیا ہے،کل کے دہشت گردوں کی تصاویر تو آپ نے اپنی پارلیمنٹ میں لگائی ہوئی ہیں، ان کے نام پر سرکاری چھٹی بھی کرتے ہو،کل وہ برطانیہ کے لیے دہشت گرد تھے، آج آپ کے ہیرو ٹھہرے، آج ہم آپ کے لیے دہشت گرد کل اپنی قوم کے ہیرو ہوں گے، بلکہ آج بھی ہیں الحمد اللہ۔ ان شاء اللہ! نہرو جی اور دوسرے سیاسی لیڈروں کی مثال آپ نے خود اس جیل کے

حوالے سے دی ہے، گویا یہ جیل آزادی پسندوں کا پرانا مسکن ہے۔ہمیں کپڑے دلوا دیں مہربانی ہو گی۔

اللہ نے اس کا دل نرم کیا، اس نے ہمیں ایک ایک شلوار قمیص دینے کا کہہ دیا۔ہمیں کپڑے دیے گئے، ہم نے وہ پہنے اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

کپڑے ملتے ہی ہم نے کہا: قبلہ بتاؤ، ہم نے نمازیں پڑھنی ہیں، انھوں نے قبلہ بتایا،تو ہم نے جلدی جلدی جسم پر پانی پھینکا، اور جو سرکاری سامان جیل والوں کی طرف سے دیا گیا تھا اس میں سے بڑے رومال (جسے وہ گھم چھا کہتے تھے) کو ستر کے طور پر باندھا اور سرکاری سفید چادر کو اوپر اوڑھ کر نمازیں ادا کیں اور اپنی شلوار اور قمیص پانی سے دھو کر خشک ہونے کے لیے ڈال دیں، کیونکہ وہ تھانے کی غلاظت اور جیل میں مار پٹائی کے دوران خراب ہوئی تھیں۔

اس بات پر وہ آپس میں تبصرہ کرنے لگے کہ دیکھو کتنے دھارمک (پکے) مذہبی ہیں کہ آتے ہی نماز پڑھی...... وگرنہ قیدی تو آ کر لیٹ جاتے ہیں، بیمار پڑ جاتے ہیں۔ اتنی مار کے بعد کئی دن اُٹھتے نہیں۔ کسے اپنا دھرم یاد رہتا ہے۔(ان عقل کے اندھوں کو کیا خبر کہ یہ عاشق بڑے عجیب ہوتے ہیں)۔کسی میں اس طرح آفیسروں سے بات کرنے کی ہمت نہیں ہوتی ہے، جس طرح انھوں نے ادھیکاری کو کھری کھری سنا دیں۔

نماز پڑھ کر اپنے مالک و خالق سے دعا کر کے سکون ملا، کافی دنوں کے بعد آزاد ہاتھ پاؤں سے نماز ادا کرنے کا اور اپنی جبیں پر سجدہ کرنے کا موقع ملا، کیونکہ ایسی حالت میں سکون بہت بڑی نعمت ہے۔ اگر کافروں کو پتا چل جائے کہ سکون کتنی بڑی نعمت ہے تو یہ اس کے لیے بھی ہم پر شب خون ماریں۔

الحمدللہ! ہم نے دن کی نمازیں پڑھنے کے بعد دو نفل پڑھ کر اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس تھانے والے عذاب سے جان چھوٹی اور جیل والوں کی وحشیانہ مار سے بھی معذور نہیں

ہوئے، اور دعا کی:

اے اللہ! یہ کافر چیلنج کر رہے ہیں کہ ہماری آواز بھی باہر نہ نکلے گی، تو انھیں رسوا کر اور ہماری مدد فرما، تیرے علاوہ ہمارا کوئی نہیں، انھیں دکھا دے کہ تو ہمارا ہے، واقعی تو ہمارا ہے۔ تو نے ہمیشہ ہمیں عزت دی کامیابی دی، ہمیں پھر کامیاب فرما کر ان کی ہدایت یا رسوائی کا ذریعہ بنا۔ اپنے اسیر تمام مجاہدوں کی ہر طرف سے ہر جگہ سے نصرت وحفاظت فرما۔ انھیں جلد باعزت رہائی عطا فرما۔ ان کے گھرانوں کے بھائیوں کی نصرت وحفاظت فرما۔ ہر جگہ اسلام جہاد کو عزت دے، اپنے مجاہد بندوں کو کامیاب فرما۔ اہل جموں وکشمیر، اہل فلسطین، اہل افغانستان کو جلد آزادی عطا فرما۔ تمام بلاد اسلامیہ میں وحدت، امن و سکون پیدا فرما۔ آمین

اس وقت یہ ارادہ مزید پکا ہوا کہ پچھلی جیلوں کی طرح یہاں بھی کچھ لکھنا ہے ان شاء اللہ، تاکہ یہاں سے کوئی ایسا پیغام اپنی ملت کو دوں کہ میری ملت ہندو کی اصلیت کو جان لے، اس کے مکر، دجل وفریب، درندگی اور مکروہ عزائم کو پہچان لے، اگر خود زندہ نہ نکل سکا تو کم از کم وہ پیغام قیامت تک زندہ رہ کر میری ملت کے لیے نشان منزل کی طرح ہو۔

صبح جیل والوں نے بعض بھائیوں کی شلواریں لا کر دیں، جو رات کی مار پٹائی کے دوران کھل کر گر گئی تھیں اور ان کو علم بھی نہ ہوسکا۔ اگر علم ہوا بھی تو بیچارے کیا کر سکتے تھے، کون اس وقت سنتا تھا۔ ہم صبح اُٹھے تو بالوں کی کثرت سے اپنے سیل کو بھرا دیکھا۔ پہلے خیال آیا کہ حجام نے یہاں پہلے موجود قیدیوں کے بال کاٹے ہوں گے۔ بعد میں پتا چلا کہ یہ تو ہمارے ہی کمبلوں سے جھڑے ہیں جو جیل والوں کی طرف سے ہمیں دیے گئے تھے۔

جی ہاں! اس حال میں یہ کتاب ''زنداں سے اذاں اور اسلامی تربیت'' مرتب کرنے کا اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا، (جو اللہ نے پورا کروایا یہ کتاب اب کچھ الگ الگ

حصوں میں چھپے گی ان شاءاللہ۔(1)زنداں سے اذاں۔(2)اسلامی تربیت۔(3) ہندتوا کی یلغاراور بھی ناموں سے باقی حصے چھپیں گے) وہ بھی اس حال میں کہ ٹارچر کی وجہ سے تقریباً ایک سال میں ہی ''بون ٹی بی'' ہوگئی۔اب کوئی علاج نہیں ہو رہا تھا، ہر آنے والا ڈاکٹراور ڈسپنسر مجھ پر ایک نیا تجربہ کرتا۔

جب میں چلنے سے بھی معذور ہو گیا تو ایک دن یو پی اتر پردیش کی جیلوں کا وزیر آیا اچھا انسان تھا۔اس سے بات چیت کے دوران جہادِ کشمیراور پاکستان پر بات ہوئی۔پھر وہ اپنے ملک کی تعریف کرنے لگا کہ یہاں انسانیت کا کتنا احترام ہوتا ہے سب تہذیبوں کا احترام ہوتا ہے۔تب میں نے اپنی ٹانگ کی طرف توجہ دلائی تو اس کی انسانیت پر کی گئی تمام تقریر دھری کی دھری رہ گئی۔میں نے کہا رہی بات تہذیبوں کی،احترام ملنے کی،تو آئے دن اخبارات میں ان کی دھجیاں اڑنے کی خبریں پڑھنے کو ملتی ہیں پورے ہندوستان میں۔

کھسیانا سا ہوکر جیل SP کو کہنے لگا: یہ آپ سے بھی اسی طرح بات کرتے ہیں۔وہ کہنے لگا سر آپ سے تو یہ آرام سے بات کرتے ہیں، ہم سے تو یہ الجھتے ہیں اور اُلٹی سیدھی سناتے ہیں۔جیل SP(سنتوش کمار شری واسطو)بڑا ہی بد بخت تھا اس سے تمام جیل ملازم بھی تنگ تھے، بہت بڑا راشی تھا۔جب اس کا تبادلہ اس کے روکنے کی کوشش کے باوجود نہ رکا توتو بال ٹھاکرے کی طرح اپنے بھگوانوں کو بھی برا بھلا کہنے لگا کہ یہ میرا تبادلہ نہ رکوا سکے۔

وزیر جیل نے جیل ڈاکٹر سے کہا: باہر سے ڈاکٹر بلاؤاور ان کا چیک اپ کرواؤ۔مگر کہاں ڈاکٹر آنے تھے۔ چند ماہ بعد پھر دوبارہ جب وہ وزیر جیل آیا تو پھر وہی بحث و مباحثہ، اس بار اس نے سختی سے کہا: تو پھر باہر سے جو ڈاکٹر چیک کرنے آتے تھے ان سے چیک کروایا گیا تو انھوں نے کہا: یہ تو TB ہے۔مزید چیک اپ کے لیے ایکسرے

اور ٹیسٹوں کا لکھا...... کافی عرصہ بعد بڑی مشکل سے ایکسرے ہوئے الہ آباد شہر جا کر۔ تب پہلی بار ہم نے الہ آباد شہر کا کچھ حصہ دیکھا اور گنگا، جمنا (خیالی) سرسوتی کا سنگم بھی جہاں ہندوؤں کا سب سے بڑا کمبھ میلہ لگتا ہے۔

ہندو سادھو اور سادھویاں اس میں ننگے نہاتے ہیں اور ننگے ہی رہتے ہیں اور اس گندے پانی میں نہا کر بھی وہ محسوس کرتے ہیں کہ ہمارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، وہ اس گنگا کے پانی کو اسی طرح پوتر مانتے ہیں، جس طرح مسلمان زم زم کو مانتے ہیں، حالانکہ گنگا کے پانی میں مختلف قسم کے سیوریج کا پانی جگہ جگہ پڑتا ہے۔ کچھ لوگ یورپ سے آ کر یہاں سے گندا کاروبار بھی کرتے ہیں۔کبھی ان دریاؤں میں شاہ اسماعیل شہیدؒ اور ان کے ساتھی تیراکی کر کے جہاد کی تیاری کرتے تھے۔

ہاں! جب علاج نہیں ہو رہا تھا تو ایک دن ڈاکٹر آئے کہ زخم بہت خراب ہوگیا ہے، پاؤں کاٹنا پڑے گا، میں نے کہا: بالکل نہیں آپ علاج کریں، میرا اللہ شفا دے گا، کہنے لگے: آپ لکھ کر دو کہ پھر آپ خود نقصان کے ذمہ دار ہوں گے، میں نے کہا لائیں کہاں اور کیا لکھنا ہے۔ پھر کچھ عرصہ بعد آئے کہ گھٹنے کے قریب سے ٹانگ کاٹنی ہوگی، کیونکہ اوپر تک خراب ہوگئی ہے۔ میں نے پھر انکار کیا اور کہا کہ جس طرح مجھے پہلے دن سے یقین ہے کہ میرا اللہ مجھے آزادیاں دے کر باعزت گھر لے کر جائے گا، اسی طرح مجھے یقین ہے کہ وہ شفا بھی دے گا۔اللہ تعالیٰ نے شفا بھی دی، باعزت آزادی بھی دی اوراب میں دوڑ بھی لگا لیتا ہوں۔ الحمدللہ! اللہ پر یقین ہونا چاہیے کہ وہ اپنے بندوں کی سنتا ہے اور واقعی سنتا ہے۔خود ہندوستان نے واہگہ کے رستے پاکستان کے حوالے کیا، ہمارے بدلے اپنے بندے بھی لیے، حالانکہ میں عمر قید سے زیادہ قید کاٹ کر آ رہا تھا۔

خیر بات دوسری طرف نکل گئی۔ میں نے کتاب مرتب کرنے کا تہیہ کیا تو اب مسئلہ تھا کہ کاغذ اور قلم کہاں سے آئے۔ نیت ٹھیک ہوتو راستے نکل ہی آتے ہیں، اس کا انتظام

اس طرح ہوا کہ ہم سے پہلے ان سیلوں میں تامل رہتے تھے (تامل گوریلے LTTE، جو انڈیا اور سری لنکا سے اپنی آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے، جن کی اپنی ائیر فورس اور بحریہ بھی تھی۔ یورپی ملک میں ان کا سیاسی آفس بھی تھا اور اس وقت انڈیا ان کا مخالف تھا)۔

ایک سیل میں بال پوائنٹ کا آدھا سکہ پھنسا ہوا ملا۔ کاغذ اس طرح ملے کہ جیل ملازم جب ''بیڑی'' پی کر یا ''سگریٹ'' پی کر خالی پیکٹ پھینک دیتے تو شام کو جب ہمارا سیل چینج کیا جاتا تلاشی کے بعد تو کیونکہ اپنا سارا سامان ساتھ لے کر جانا ہوتا تھا تو جہاں رستے میں وہ خالی پیکٹ پڑا نظر آتا اس پر بستر گرا کر وہ اُٹھا لیتے۔ اس طرح ابتدا میں لکھنا شروع کیا۔کاغذ کی کمی اور پنسل کی سیاہی کے کم ہونے کی وجہ سے بہت باریک لکھنا پڑتا تھا۔ اگر لکھ بھی لیا تو اب سنبھال کے رکھنا کہ شام کو تلاشی میں پکڑا نہ جائے۔ پھر کوئی مناسب ملازم ڈھونڈنا، تاکہ وہ اسے لے جا کر پوسٹ کر دے۔

پہلے تو کوئی ملازم ہمارے قریب ہی نہیں لگتا تھا، پورا ماحول بنا کر رکھتے تھے مرعوب کرنے کے لیے۔بعض ملازموں سے چار چار گھنٹے بات کرتے رہتے، مگر وہ ہمارا کام کرنے پر راضی نہ ہوتے۔بعض پنڈت ملازموں کی واہیات قسم کی گھنٹوں کچھ نہ سمجھ آنے والی تبلیغ بھی سنتے رہتے مگر وہ پھر بھی کام نہ آتے۔بعض اوقات مہینہ مہینہ گزر جاتا کوئی پوسٹ کرنے والا نہ ملتا، ہر طرح کے لالچ کے باوجود۔

آخر کار کسی سیل میں ڈمپ کر دیتے، کہ یہ تحریر کہیں شام کو تلاشی میں پکڑی نہ جائے۔بعض اوقات اچھا آدمی مل جاتا۔ اب تحریر پاس نہ ہوتی تھی، اللہ کی مزید رحمت یہ ہوئی کہ کچھ کاغذ ہمیں مل گیا اور قلم بھی۔ اب بڑی محنت سے لکھتے اور بچ بچا کر، کیونکہ کیمرے بھی لگ گئے تھے، دو سنتری نیچے مسلسل چکر لگاتے رہتے تھے اور ایک اوپر چھت پر چکر لگاتا تھا۔(یہ ملازم بھی اندر قید ہو جاتے، کیونکہ ڈیوٹی آفیسر انھیں بند کر کے بلاک میں باہر سے تالا لگا جاتے۔ چاہے دھوپ ہو یا بارش جو سنتری اوپر ہے اس نے چھ

گھنٹے اوپر ہی رہنا ہے) اگر اس کو قضائے حاجت کا مسئلہ بنا تو اس نے کھلی چھت پر ہی حل کرنا ہے اور ہمارے پینے والے پانی سے اپنی غلاظت صاف کرنی ہے۔

ہم نے کئی بار یہ معاملہ اعلیٰ حکام کے سامنے اٹھایا کہ ہمارے پینے والے پانی میں یہ آپ کے ملازم اپنی غلاظت صاف کرتے ہیں، جیل حکام کی طرف سے، کچھ وقت کے لیے ان ٹینکیوں پر لاک بھی لگائے گئے، مگر پھر معاملہ وہیں کا وہیں۔لاک بھی ملازم اتار کر لے گئے۔

بہر حال جب کوئی ملازم ہماری کوئی تحریر لے کے جاتا تو خوشی ہوتی کہ اپنی منزل پر پہنچ جائے گی۔بعض اوقات کوئی ملازم آکر تمبا کو پان کھانے کی کثرت کی وجہ سے پیلے دانت نکال کر کہتا: خان! وہ تو جائیا(ضائع) ہوگیا۔دل چاہتا اس کے منہ پر تھپڑ ماروں کہ ظالم میں نے خونِ جگر سے لکھ کر دیا ہے،تو بڑے مزے سے آکر کہتا ہے کہ ضائع ہو گیا۔ واضح رہے کہ اس جیل میں ہی کیا پورے سسٹم میں کرپشن بہت چلتی ہے، ہم بھی اس سے فائدہ اٹھاتے اور جو ملازم بھی ہمارے لیے کام کرتا اس کی خدمت بھی کرتے، معاوضہ بھی دیتے، ان کی ضروریات کا خیال بھی رکھتے۔تبھی ان پر غصہ آتا کہ کام درست کیوں نہیں کیا۔

خیر اس طرح آہستہ آہستہ کر کے لکھ کر بھیجنے لگا۔ ادھر ٹانگ کا درد اپنا پورا اثر دکھا رہا تھا، میں بیساکھیوں پر چلتا تھا۔ وہاں باتھ کچھ اونچے تھے تھوڑا پردہ بھی تھا کہ ستر چھپ جاتا تھا، سنگرور جیل (پنجاب) کی طرح بالکل اوپن نہ تھے۔ رات کو جب ایک ٹانگ سے اچھل کر باتھ روم جانے کی کوشش کرتا تو کبھی کبھار پھسل کر وہیں گر جاتا، ٹانگ کے درد اور چوٹ کی وجہ سے کئی کئی گھنٹے اُٹھ نہ پاتا، کیونکہ الگ الگ اکیلے اکیلے ہمیں سیلوں میں بند رکھتے تھے۔ اس لیے کوئی دوسرا بھائی تعاون نہ کرسکتا تھا، اوپر سے گرمی بھی اخیر......! پسینا بھی حدوں کو پھلانگ کر آتا...... اس حال میں کوئی اچھا کاغذ نہ ملتا، جیسا

بھی کوئی کاغذ ملتا اس پر ہی لکیریں کھینچ کر، سطور لکھ دیتا کہ اللہ قبول کر لے۔ وگرنہ کئی مرتبہ ایسا محسوس ہوتا کہ میری شہادت ہی تحریر بنے گی۔ شاید اسی سے میری قوم اور حکمران جو غفلت کا شکار ہیں جاگ جائیں۔ کفر کی عیاریوں، مکاریوں اور مکروہ عزائم کو سمجھ کر زندوں والی زندگی گزاریں اور وطن عزیز مدینہ ثانی پاکستان کی قدر کریں اور اس کے محافظوں کو عزت دیں، اس کے بے لوث گمنام ہیروز کی قدر کریں۔ مگر اللہ تعالیٰ جو کام لینا چاہے اسے کون روک سکتا ہے۔ یوں ایک ایک صفحہ بعض اوقات کئی کئی مرتبہ لکھ کر روانہ کرنا پڑتا، بعض اوقات اپنی منزل پر پہنچ کر بھی ضائع ہوجاتا، یا درست پڑھا نہ جاتا رستے میں خراب ہونے کی وجہ سے، اس وجہ سے تحریر میں ربط نہ رہتا۔

اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے 24 رمضان المبارک بمطابق 2004-11-7 کو جس وقت رہا ہو کر آرہے تھے، واہگہ پر امیگریشن کے آفس میں بٹھایا گیا، ساتھ اور بھی پاکستانی قیدی تھے۔ وہاں دوردرشن (سرکاری انڈین چینل) کی بیورو چیف جو ''کارگل کی جنگ'' کے دوران میرے کئی انٹرویو کر چکی تھی، وہ میرے بارے میں سب سے پوچھ رہی تھی کہ وہ کہاں ہے۔ میں اپنی کشمیری قیادت خصوصاً محترم گیلانی صاحب کے مشورہ کے مطابق ایک طرف خاموش کھڑا تھا، اس نے ہمارے ایک بھائی سے پاکستان اور جہاد کے بارے میں سوال کیے۔ ہمارے بھائی سے جواب درست نہیں دیے جارہے تھے، وہ ایک طرح سے طنز کرنا شروع ہو گئے، میڈیا والے اور انڈین عہدے دار بھی، تو میں آگے بڑھا، منہ سے چادر ہٹا کر کہا:

ہاں میں ہوں، مجھ سے سوال (بات) کرو۔ وہ حیران رہ گئی کہ آپ کی یہ کیا حالت ہوگئی ہے۔ میں نے کہا کہ آپ ہی کی حکومت کا کیا ہوا ظلم ہے۔ تو پھر کہنے لگی کہ کیا آپ واقعی ہی رہا ہو کر جارہے ہیں، مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔ پھر بولی: یہاں سے کیا پیغام لے کر جارہے ہو؟ میں نے کہا: ''گولی اور نفرت کا پیغام لے کر جارہا ہوں۔''

پھر میں نے اس سے کہا: میں آپ کی ہر بات کا جواب دوں گا، آپ کو بخوبی علم ہے کہ مجھے جواب دینا آتا ہے، الحمد للہ، اگر آپ میں اخلاقی جرأت ہے تو میری بات کو ریکارڈ کرنا، پھر اس کو اپنے چینل پر چلانا (مجھے علم ہے کہ آپ نہیں چلا سکیں گی)۔ آج ایڈوانی (نائب وزیر اعظم ہند)، مرلی منوہر جوشی (مرکزی وزیر ہند)، جوگندر سنگھ (سربراہ سی بی آئی)، جج سائیں داس (ٹاڈا کورٹ جموں) پچھتا رہے ہوں گے کہ ان کی ماؤں نے ان کو کیوں جنم دیا۔ آج میرے اللہ کا فضل ہوگیا۔ میں کہتا تھا نا کہ ''میرا اللہ جب چاہے گا مجھے لے جائے گا اور تم مجھے روک نہیں سکو گے۔'' (اب میں جا رہا ہوں، تم مجھے نہیں روک سکو گے، ابھی میں بات کر ہی رہا تھا کہ پاکستانی سفارتخانے دہلی سے آنے والے آفیسر مختار صاحب مجھے پکڑ کر گاڑی کی طرف لے گئے اور کہنے لگے کہ پہلے ہی بڑی مشکل سے آپ کی رہائی پر ہندوستانی حکومت راضی ہوئی ہے اور آپ پھر ان سے الجھ رہے ہیں۔ جو پولیس والے مجھے کوٹ بھلوال جموں جیل سے واہگہ کی طرف لے کر آ رہے تھے اور پہلے سے جانتے تھے وہ بھی کہتے تھے: ''دل نہیں مانتا کہ تمھیں چھوڑا جا رہا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ ہم خود تجھے چھوڑنے جا رہے ہیں۔''

ہمارے وکیل پروفیسر بھیم سنگھ جو جموں کے ایک سیاسی رہنما اور جموں کی پینتھر پارٹی کے سربراہ بھی ہیں، اکثر انڈین نیشنل اسمبلی کے رکن بھی رہے ہیں، ہماری رہائی کے کچھ سال بعد ہمیں ملنے آئے تو بتلانے لگے کہ مجھے انڈین ادارے آکر پوچھتے ہیں کہ وہ کیسے چلا گیا۔ میں انھیں کہتا ہوں کہ وہ تمھیں کہتا تھا نا کہ ''میرا اللہ تعالیٰ بہت طاقتور ہے مجھے لے جائے گا'' اس کا طاقتور اللہ اسے لے گیا ہے۔'' اس الہ آباد جیل میں جس میں پہلے دن ہی ہمیں بہت ڈرایا گیا تھا، ہزار رکاوٹوں کے باوجود اللہ کی وہ رحمتیں ہوئیں، نصرتیں اتریں کہ جن کا تصور بھی ہم نہیں کر سکتے تھے اور وقت گزرنے کے ساتھ جیل حکام کی طرف

سے بھی نرمی ہوئی۔ یہاں ہمیں موبائل بھی میسر آ گیا جو ہم چھپا کر رکھتے تھے، اپنی اپنی باری پر استعمال کرتے تھے، باقی بھائی پہرہ دیتے تھے کہ جیل حکام کو علم نہ ہو جائے۔ گیارہ سال بعد جب اپنے بزرگوں، بھائیوں اور گھر والوں سے رابطہ ہوا تو اللہ ہی جانتا تھا کہ ہمارے دلوں کی کیا کیفیت تھی۔ ہم ڈرتے تھے کہ کہیں ہمارے صبر واسیری کا صلہ دنیا میں ہمیں اپنے بزرگوں سے بات چیت کے نتیجے میں ہی نہ مل گیا ہو، اور کہیں آخرت میں ہم خالی ہاتھ نہ رہ جائیں۔

بزرگوں نے خصوصی شفقت فرما کر ہماری تشفی فرمائی اور بتلا دیا کہ آپ ہمارے جسم کا حصہ ہیں ہم آپ کو نہیں بھولے۔ دوسری جیلوں سے بھائیوں کے اور گھروں سے بھی خط آنے جانے لگے۔ پھر جو ڈاک کے ذریعے گھر والے کپڑے، طرح طرح کی نعمتیں اور ضروریات کا سامان بھیجتے تھے، پارسلوں کی وہ بارش ہوئی کہ رکھنے کی جگہ نہ تھی۔

ایک دن وہی پہلی رات والا افسر پارسل اُٹھا کر لا رہا تھا اور آتے ہی کہنے لگا کہ واقعی تمھارا اللہ بہت طاقتور ہے، آپ سچ کہتے تھے، آج میں خود یہ سامان لا کر دینے پر مجبور ہوں۔ میں نے موقع غنیمت جانتے ہوئے اُسے اسلام کی دعوت دی اور کچھ کتب پڑھنے کو دیں۔

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے خاص فضل سے امیر محترم ﷾ اور باقی ساتھیوں اور ماؤں اور بہنوں کی دعاؤں سے مجھے پونے بارہ سال بعد آزادی دی اور اللہ نے کفر کی ہر تدبیر اور رکاوٹ کو الٹ کر رکھ دیا، الحمد للہ۔ پاکستان کی قدر وہاں ہندوستان کے مسلمانوں کی حالت زار دیکھ کر خوب تر ہوتی ہے۔ اے کاش! لوگ آزادی کی نعمت کو سمجھ سکیں کہ پاکستان کتنی بڑی نعمت ہے۔ اس نعمت پر اپنے رب کا جتنا بھی شکر ادا کریں، وہ کم ہے۔ افسوس، ہم اس نعمت عظمیٰ، 27 رمضان المبارک کو ملنے والے اس احسانِ رب کریم اور انعامِ رب حکیم کی قدر نہیں کر رہے۔

واپس آنے کے بعد شادی کی، اللہ تعالیٰ نے بچے دے کر بھی کفر کو رسوا کیا۔ اللہ انھیں صرف اپنی راہ میں جینے مرنے کی توفیق دے، ہماری اور ملت اسلامیہ اور انسانیت کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور تمام مخلوقات کی دعاؤں کا مستحق بنائے اور گھرانے کے لیے سرمایۂ آخرت اور صدقہ جاریہ بنائے۔آمین!

شاید یہ اعزاز بھی کم ہی کسی کتاب کو نصیب ہو گا کہ لکھی تو ایک دشمن ملک کی جیل میں گئی، پڑھی اپنے ہی ملک کی جیلوں میں جائے، پھر اس کی تصحیح اپنے ہی ملک کی تیسری جیل میں ہو، اس کا مقدمہ بھی جیلوں سے ہی لکھا جائے۔یعنی یہ کتاب ''زنداں سے اذاں و اسلامی تربیت'' یہ سب آر پار گرفتاریاں، تکمیل پاکستان اور فلاح انسانیت کے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں، بھائیوں، بہنوں کی ہر کاوش وقربانی کو شرف قبولیت بخش کر جلد ثمر آور بنائے اور ان کی قربانیوں کے ثمرات انھیں بھی فی الدارین عطا فرمائے۔آمین

جیل کی زندگی میں کھانے کی بہت اہمیت ہوتی ہے، کیونکہ جسم ٹارچر سہ سہ کر اس قابل نہیں رہتے اور معمولی بے پروائی بھی شدید بیمار کر دیتی ہے۔ جیلوں میں جتنی بیماریاں بندہ سنتا ہے یا سامنا کرتا ہے باہر کی دنیا میں نہیں کرتا۔ اس بات کا کئی بار تجربہ ہوا کہ اگر کھانا بنانے والے جیل کے کچن میں مسلمان ہیں تو عبادت بہتر ہوتی ہے۔ اگر خود بنائیں تو پھر تو عبادات کا اپنا ہی مزا ہوتا۔ اگر اللہ نہ کرے جیل والے خود بنا کر دیں وہ بھی بدبودار مشرک تو عبادات پر بہت برا اثر پڑتا تھا۔

الہ آباد جیل میں آئے تو آتے ہی ہمیں ساگ نما سبزی ملی جو جڑی بوٹی ہوتی ہے۔ سردیوں میں گرم ہوتی ہے، قیدیوں کے لیے بہت بڑی نعمت ہوتی ہے۔ جسے جیل والے چارا کاٹنے والی (ٹوکا) مشین میں کاٹتے ہیں۔ اس سبزی سے زندگی میں پہلی مرتبہ پالا پڑا تھا۔ اسی طرح کٹھل جس کے ریشے بڑے گوشت کی طرح ہوتے ہیں یہ درخت کے

اوپر لگتا ہے۔ اس پھل کو کچا سبزی کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ جب درخت پر ہی پک جاتا ہے تو پھل کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اس کے اندر بادام کی طرح گریاں بھی ہوتی ہیں۔ گرمیوں میں سخت گرمی سے بچنے کے لیے کھٹائی، املی، کھٹا آم اور مصالحے ڈال کر سوپ سا بنا کر دیتے تھے کہ بے چارے قیدی گرمی کی شدت سے بچ سکیں۔ ان جیلوں میں قیدیوں کے لیے یہ بہت بڑی نعمت ہوتی ہے؛ کیونکہ یہ قیدی باقی ضرورتوں سے محروم کیے گئے ہوتے ہیں۔

بہر کیف ہم ہائی سکیورٹی وارڈ میں تھے۔ ہر کوئی وہاں نہیں آ سکتا تھا۔ ہمارا جو ناشتہ آتا ایک دن بھیگے ہوئے کالے چنے ایک مٹھی اور ایک کیلا، ایک دن دلیہ آتا، ایک دن بند آتا اور چائے کے نام پر گرم میٹھا سیاہ پانی ملتا۔

صفائی کا یہ عالم تھا کہ جو آدمی ہمارا ناشتہ لے کر آتا سخت سردی میں پاؤں سے ننگا ہوتا، سردی کی شدت سے بچنے کے لیے کبھی ایک پاؤں دوسرے پر اور کبھی دوسرا پہلے پر رکھتا، سردی کے مارے کانپ رہا ہوتا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر ترس بھی آتا، مگر ہم اس کے لیے کچھ کر نہیں سکتے تھے اور گھن بھی آتی کہ جیسے عرصہ سے نہایا ہی نہ ہو۔ اس کے کپڑوں پر بھی میل کی تہ چڑھی ہوئی تھی، برتنوں کی بھی عجیب حالت تھی، صفائی نام کی چیز ان کے قریب سے نہ گزری تھی، اکثر چائے والی کیتلی کا سوراخ بند ہوتا تھا۔ کیونکہ ہمیں سیلوں سے نکلنے کی اجازت نہ تھی، صرف شام کو سیل کی تبدیلی کی وجہ سے نکالتے تھے۔ ہمیں جیل کی طرف سے ملے ہوئے کالے کمبلوں سے بال کثرت سے جھڑتے تھے۔ ہم پاؤں سے اکٹھا کر دیتے تو وہ ٹھٹھرتے ہاتھوں کے ساتھ انھیں اُٹھا کر لے جاتا۔ بار بار ہاتھ دھونے سے بچنے کے لیے پھر بغیر دھوئے انھی ہاتھوں سے ہمیں ناشتہ ڈال کر دیتا۔ جب اُسے ٹوکتے تو کہتا:

''ادھیکاری (افسر) سے بات کرو۔'' افسر سے بات کرنا اکثر فضول جاتا۔ جب دلیہ

آتا، وہ پہلے پہل تو کچھ ٹھیک رہا، پھر کئی مرتبہ ایسا ہوتا کہ رات کے سالن والی بالٹی ہوتی۔ رات بھر بغیر دھوئے گندی بالٹی اور برتنوں میں چوہے بلیاں خوب اچھلتے کودتے، پھر انھی برتنوں میں ناشتہ قیدیوں کو دیا جاتا۔ اس میں ہی دلیہ ڈال کر ہمارے لیے لاتے، جو میٹھے دلیہ کے ساتھ ساتھ سالن کا ذائقہ بھی دیتا۔ کئی مرتبہ اس میں دلیہ کے ساتھ ساتھ سرسوں بھی ہوتی۔ ایک دن میں نے افسر سے شکایت کی، افسر کچھ اچھا انسان تھا۔

تحقیق کی تو پتا چلا کہ ''گاؤ شالا'' (گائیوں) کے لیے جو راشن گاؤشالہ میں بھیجا جاتا تھا، اس کی بالٹی میں سے ہمارے لیے ناشتہ آ گیا تھا۔ جیل میں کافی تعداد میں باہر کی باؤنڈری کے اندر گائیں رکھی ہوئی تھیں۔ جن کا دودھ افسروں کے گھروں میں ہی دیا جاتا۔ قیدیوں کے لیے سفیدی مٹا ہوا دودھ آتا۔

افسر کہنے لگے: ''پہلے بھی کبھی ہوا۔''

میں نے کہا: ''کئی مرتبہ ایسا ہوا ہے۔''

ایک دن بند (ڈبل روٹی) آئے تو پھپھوندی کی وجہ سے سبز تھے۔ شکایت کی تو افسر کہنے لگا کہ توڑ کر کھا لو، کیا کریں ٹھیکیدار ایسا مال ہی لاتا ہے۔ ایک دن چاول کی بالٹی میں دو تین موٹے موٹے پتھر تھے۔ سب سے پہلے کھانا لینے کے لیے میں نکلا تو میں نے دیکھ کر پوچھا: یہ تازہ پتھر مٹی والے کیوں پڑے ہیں؟ وہ بڑے آرام سے کہنے لگا: ''چلتے ہوئے جوتی کے ساتھ اُڑ کر پڑ گئے ہوں گے۔''

اب تصور کریں! ایک تو ہے گندا ہندو قیدی، پھر اس کی جوتی سے پتھر کھانے میں گریں تو کھانے والوں پر جنھوں نے چند نوالے زندہ رہنے کے لیے کھانے ہوتے ہیں، ان پر کیا بیتتی ہوگی۔ ایک دن روٹی میں کاکروچ (لال بیگ) پورے کا پورا پکا ہوا آیا۔ افسر کو دکھایا، تو بڑی بے نیازی سے وہ حصہ توڑ کر کہنے لگا: کوئی بات نہیں اب کھا لو ایسا ہوتا رہتا ہے، کوئی بڑی بات نہیں......!

سالن سبزی میں پتھر اور دھاگے معمول کی بات تھی۔ ہوتا یہ تھا کہ دوپہر اور رات کے کھانے کے وقت بھائی اپنے اپنے سیلوں کی جالیوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے، تا کہ اجتماعیت کا احساس رہے، چند ساتھی سیل کے سامنے ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کو دیکھ بھی رہے ہوتے تھے۔ ایک دن لائٹ نہیں تھی، اندھیرے میں مغرب کے بعد سیل کی جالی کے ساتھ کچھ روشنی تھی میں وہاں بیٹھ کر کھانا کھا رہا تھا، باقی بھائی بھی اپنی اپنی جگہ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔تو اچانک میرے منہ میں رسی نما کوئی چیز آئی جو چبائی نہیں گئی، نکال کر دیکھا تو وہ چوہے کی دُم تھی۔ میں ہنسنے لگا، بھائی پوچھنے لگے: ''کیا ہوا ؟'' میں نے کہا: ''میرے حصے میں صرف دم ہی آئی ہے، باقی چوہا نجانے کس کس کے حصہ میں آیا ہے۔''

صبح افسر سے بات کی کہنے لگا: یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ یہاں اکثر ہو جاتا ہے، بھنڈارے (کچن) میں بہت موٹے موٹے چوہے ہیں۔

الٰہ آباد جیل میں بھنڈارے (کچن) پر لگنے کے لیے بڑی بڑی رشوت دے کر جیل ملازم ڈیوٹی لگواتے۔ کئی ملازموں نے ہمیں خود بتلایا کہ ایک یا دو مہینے لنگر پر ڈیوٹی کی، اس سے وہ پورے سال کے لیے گھر میں راشن اکٹھا کر لیتے۔بعض اوقات بیگم دوسروں کو بھی دے دیتی ہے۔ آپ اندازہ کریں صرف ایک ملازم اوپر تک منتھلی پہنچا کر اتنا بچا لیتا۔

جب جیل کے سنتری سے لے کر منتری (وزیر، وزیر اعلیٰ) تک کو منتھلی جاتی ہو تو بے چارے قیدیوں کو کیا ملتا ہوگا۔ کوئی قیدی افسر کے آگے بات نہیں کر سکتا، کرتا ہے تو ہڈیاں سلامت نہیں رہتیں۔ SP جیل کی اپنی سول فورس پکے قیدی نمبرداروں کی صورت میں ہوتی، جو سانڈوں کی طرح گیروے رنگ کی وردی پہن کر پوری جیل میں گھومتے پھرتے، کھاتے پیتے اور جیل ملازموں کی طرح انھیں بھی اختیارات ہوتے۔ بعض جیل

ملازم بھی ان سے ڈرتے کہ یہ SP کو شکایت نہ کر دیں، کیونکہ یہ SP جیل کے بہت وفادار ہوتے، اسی وجہ سے ان کو پروٹوکول ملتا تھا۔

اللہ کی خاص توفیق سے جیلوں میں بھی بعض بھائی خوشیاں اور نیکیاں حاصل کرنے کا موقع ڈھونڈ لیتے ہیں۔ بھائیوں کو دیکھا کہ وہ جب موقع ملتا اللہ کے لیے خرچ کرتے، جب حالات الٰہ آباد جیل جیسے ہوں، جہاں اپنے اکاؤنٹ سے صرف بیس روپے ماہانہ خرچ کر سکتے ہیں، اس سے زیادہ خرچ نہیں کر سکتے۔ جن بھائیوں کو خرچ کرنے کی اور مدد کرنے کی خاص توفیق ملی ہوتی ہے وہ راستہ نکال ہی لیتے ہیں۔ الٰہ آباد جیل میں دیکھا کہ بھائی شدید بیمار ہے، میڈیکل ڈائٹ لگی ہوئی ہے، وہ اس کا ایک حصہ خود رکھتا، تین حصے بھائیوں میں ہر روز تقسیم کر دیتا۔ رمضان المبارک میں جیل حکام کی طرف سے افطاری کے لیے روزانہ دو کیلے اور دو یا تین کھجوریں مل جاتیں تو بھائی ان میں سے آدھا کیلا اور ایک کھجور خود رکھ لیتا، باقی بھائیوں میں تقسیم کر کے وہ فرحت محسوس کرتا، وہ ہی اس کی لذت کو جانتا ہے یا اس بھائی کا رب۔ واقعی اوروں کے کام آنے والی کیفیت کی الگ ہی لذت ہے، کیونکہ جب اپنے آپ کو شدید ضرورت ہو اس وقت وہ چیز اللہ کی راہ کے مسافروں میں معتکفین فی سبیل اللہ میں تقسیم کی جائے تو الفاظ میں وہ سکون ومزہ بیان نہیں ہوسکتا۔

جیلوں کے اندر چھوٹی چھوٹی چیزوں کی بہت اہمیت ہوتی ہے، جسے انسان باہر کی دنیا میں اہمیت نہیں دیتا۔ کافی عرصہ گزر گیا تو ہم نے مطالبہ کیا کہ ہم مسلمان ہیں، صفائی کا خیال رکھتے ہیں، ہمیں ریزر اور قینچی دی جائے اور نائی کو بلوا کر ہمارے بال کٹوائے جائیں۔ ہمارا انچارج وہی رٹا رٹایا جواب دیتا: ’’اگر یہ سہولت آپ کو دی گئی تو باہر بہت غلط پیغام جائے گا کہ ہم نے اتنی سہولتیں دی ہوئی ہیں۔ بندہ پوچھے سہولت اور ضرورت میں فرق ہوتا ہے۔‘‘

اب بعض بھائی بغلوں کے بال اکھیڑنے لگے۔ کچھ نے دانتوں سے مونچھیں کاٹیں، بعض نے وہ بھی اکھاڑ دیں۔ نہ کنگی، نہ تیل سب کی عجیب ہیئت بنی ہوئی تھی۔ آخر ایک دن ہمارے انچارج نے ہمیں یہ خوش خبری سنائی کہ کل نائی کو لاؤں گا، مگر کہاں، کئی دن پھر گزر گئے۔ جب یاد کرواتے تو کہتے دھیرے دھیرے سب ہو جائے گا۔

ہم ہر کسی کے منہ سے یہ ''دھیرے دھیرے'' کی گردان سن کر تنگ آ گئے۔ آخر ایک دن ایک افسر سے اصرار کر کے ہم نے پوچھ ہی لیا تو اس نے پوچھنے پر بتایا ''دھیرے دھیرے'' سے مراد چند دنوں سے لے کر چند سالوں پر مشتمل دورانیہ ہوتا ہے۔

آخر وہ دن آ ہی گیا کہ نائی آ گیا، مگر وارڈ انچارج نے پرانے حکمرانوں والے سٹائل میں بڑی سی کرسی منگوائی، اس پر خود بیٹھ گیا۔ ایک قیدی بڑا سا ہاتھ والا پنکھا لے کر اس کو ہوا دے رہا تھا۔ ساتھ دو تین لٹھ بردار قیدی آنکھیں پھاڑے کھڑے ہیں۔ دو قیدی اس کی ٹانگیں دبا رہے ہیں۔ وہ بیٹھا آدیش (آڈر) جاری کر رہا ہے۔ سب سے پہلے مجھے سیل سے نکالا گیا تو لٹھ بردار نمبردار اس افسر تک لے کر گئے۔ جب ہم اس جیل میں آئے تو کھانا لینے کے لیے شروع شروع میں ہمیں نکالا جاتا تو یہ انتہائی الٹی باتیں کرتے ہوئے لاٹھیاں لے کر کھانے والی بالٹیوں تک ہمیں لے کر جاتے، پھر واپس سیل میں چھوڑ کر جاتے۔ ہر کسی نے اپنی اپنی لاٹھی کو خوب سجایا اور سنبھالا ہوتا بلکہ خوب تیل پلایا ہوتا، ایک دم ہوشیار ہوتے۔

بہر کیف افسر نے مجھے کہا: کیا خیال ہے سب کے سر چھیل دیں، ساتھ ہی نائی کو کہا کہ سب کے سر چھیل دو۔ میں پریشان ہو گیا، ان درندوں کا کیا ہے۔ یہاں تو قیدی آئے دن مرتے ہیں، جن کے بارے کوئی پوچھنے والا بھی نہیں ہوتا۔

میں نے کہا: ہم نے سر چھلوانے نہیں، منڈوانے ہیں۔

کہنے لگا: ٹھیک ہے۔

پھر اور بھائیوں کو بھی ان کے سیلوں سے نکالا گیا۔ باری باری ۔ نائی نے ایک بھائی کے سر کے مخصوص پچھلے حصے میں بال چھوڑ دیے۔

میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟

کہنے لگا: سر چونڈی (چوٹی) ہے۔

میں نے کہا: ارے بھائی! ہم مسلمان ہیں، ہم اس کو نہیں مانتے۔

نائی کہنے لگا: ''کچھ مسلمان بھی رکھتے ہیں۔'' میں نے کہا: ''ہم ان میں سے نہیں کہ منت مان کر چوٹی چھوڑیں، آپ اس کو صاف کریں بالکل۔''

اسی دوران ایک قیدی پنڈت آیا جو کئی مرتبہ اپنا (گیان) علم ہم پر جھاڑ چکا تھا، بحث کر چکا تھا، اب وہ جیل افسر کے پاؤں پر سر رکھ کر بیٹھ گیا۔ پھر اس کے پاؤں کو ہاتھ لگا کر اپنے ماتھے اور سر کو لگایا۔ تو میں نے کہا: پنڈت جی یہ کیا...... یہ آفیسر تو شودر ہیں (چھوٹی ذات کے) آپ پنڈت جو کہ دعوے دار ہیں کہ ہم براہما کے منہ سے پیدا ہوئے، جبکہ شودر براہما کے پاؤں سے پیدا ہوا اور آپ لوگ منہ سے پیدا ہوئے ہیں، اس لیے آپ کے دھرم کے مطابق آپ افضل ہیں۔ باہر آپ لوگ ان شودروں کو جانوروں سے بھی بدتر سمجھتے ہیں، انھیں انسان سمجھنے کو بھی تیار نہیں ہوتے۔

تو کہنے لگا: ''کیا کریں بھگوان نے یہاں انھیں بڑا بنایا ہے۔''

میں نے کہا: ''بھگوان نے یہ تفریق بھی بتائی ہے کہ جہاں تم طاقتور ہو تو انھیں جانوروں سے بھی بدتر جانو اور اگر یہ افسر بن کر آ جائیں تو تم محکوم ہو جاؤ، یہ کیا دھرم ہے؟ کیسا آپ کا دھرم اور انصاف ہے؟''

اب جیل افسر کی قوت برداشت جواب دے گئی۔ مجھے کہنے لگا: ''اپنے کام سے کام رکھو۔'' میں نے کہا: ''ہمیں مرعوب کرنے کے لیے آپ نے یہ دربار لگایا ہوا ہے، یاد رکھو! ہم ایک اللہ کو ماننے والے ہیں، اسی سے ڈرتے ہیں، اسی کو اپنا حامی و ناصر سمجھتے

ہیں۔آپ کے اس دربار کی ہماری نظروں میں کوئی حیثیت نہیں ہے، میں نے انصاف کی بات کی اور حقیقت بتلائی۔ خیر ہم سب کے سر مونڈ دیے گئے۔اور واپس سیلوں میں بند کر دیا گیا۔

ہر آنے والے افسر سے ہمارا مطالبہ ہوتا تھا کہ یہاں وال کلاک لگوا دیں، ہم نے نماز پڑھنی ہوتی ہے، ہمارے پاس گھڑی نہیں ہے۔ چھت پر لگی ہوئی جالیوں کی وجہ سے وقت کا درست پتا نہیں چلتا۔ ہم صبح کی اذان'' بار بار'' دیتے رہتے ہیں اس سے بھائیوں کی نیند بھی خراب ہوتی تھی، ہندوستان کے زندانوں میں فجر کی اذان دینے کا اپنا ہی مزا ہوتا ہے۔جیل ملازم یا جیل کا ماحول جتنا شدت پسند ہندو ہوتا اتنا ہی اذان دینے کا مزہ آتا؛ اس لیے اکثر بھائی چاہتے فجر کی اذان وہ دیں۔اس لیے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے کہ بس میں ہی فجر کی اذان دوں۔ ایک دن میں نے چار مرتبہ فجر کی اذان دی، اس وقت جو سنتری ڈیوٹی پر تھے، ان میں سے ایک مسلمان تھا، دور اپنے سیل میں بیٹھا کہتا کہ ابھی وقت نہیں ہوا۔

بعض اوقات سنتری اپنے مخصوص سیل میں ہی بیٹھے رہتے۔اونچی آواز میں وقت کا اس لیے نہ پوچھتے کہ باقی بھائیوں کی نیند خراب نہ ہو۔ ہمارے بار بار کے اصرار پر SP جیل نے یہ کیا کہ ہماری چھت پر سکول والی گھنٹی لگا دی کہ آپ کو بھی پتا چلے، باقیوں کو پتا چلے کیا وقت ہوگیا ہے اور پورے گھنٹے بعد ہی وقت کا درست پتا چلتا۔ گرمیوں میں ایک تو بڑی مشکل سے نیند آتی، جب گیارہ بارہ بجتے تو اتنی تعداد میں گھنٹیاں بجنے پر اٹھ کر بیٹھ جاتے اور SP کو بد دعائیں دیتے کہ کس مصیبت میں ڈال دیا ہے۔

ہم نے بار بار کہا کہ:

ہم نے خبریں سننی ہوتی ہیں، ہمیں ہمارے سامان سے ایک ریڈیو دے دیں جو کہ جیل کے قانون کے مطابق ہمیں ملنا چاہیے۔ ہماری ڈیمانڈ غیر قانونی نہیں ہے۔

کہنے لگا: یہاں جیل کے چکر سے کنکشن لگوا کر اسپیکر لگوا دیتا ہوں، بھجن (ہندو مذہبی اور مسلم مخالف گیت) بھی سننا اور خبریں بھی۔ ہم نے معذرت کر لی کہ پہلے گھنٹی سے ہی تنگ ہیں اسپیکر تو اور پریشان کرے گا۔

خطبہ الہ آباد کی وجہ سے ہمیں اس شہر اور یہاں کے مسلمانوں سے محبت تھی، مگر یہاں تو مسلمان ملازموں کی بھی عجیب حالت ہوتی، ایک دو کو چھوڑ کر وہ بھی ہمارے قریب نہ لگتے۔ ان میں ایک حوالدار ''امام مسجد'' تھا۔ ایک دن ''ہولی'' کے دن اس کے ماتھے پر تلک لگا ہوا اور کپڑے رنگ سے بھرے ہوئے تھے، میں نے پوچھا یہ کیا، کہنے لگا: ''یہاں ایسے ہی ''چلت'' ہے (یعنی چلتا ہے)، بھئی! ہم مل کر ہولی، دیوالی، عید اور شب براءت کی خوشیاں مناتے ہیں، کیونکہ اکٹھے رہتے ہیں، ہمارا رہن سہن ایک ہی ہے۔''

ان میں ایک مسلمان جیل ملازم نمازی تھا۔ جب وارڈ میں نماز کا وقت ہو جاتا تو نماز ضرور پڑھتا۔ ہم بھی اس کی عزت کرتے۔ ایک دن ''رکشا بندھن'' (ہندو تہوار جس میں بہنیں بھائیوں کی کلائی پر دھاگا باندھتی ہیں کہ ہماری حفاظت کریں گے) والے دن وہ لیٹ آیا تو میں نے لیٹ آنے کی وجہ پوچھی تو کہنے لگا: ''میری بیٹیاں شرما جی (ہندو) کے بیٹوں کو راکھیاں باندھنے گئی ہیں۔''

میں نے کہا: ''اللہ کے بندے! تیری جوان بیٹی تو تیرے جوان سگے بھتیجے کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتی، یہ کیسی مسلمانی ہے۔''

کہنے لگا: ''بھائی! یہاں ایسے ہی ہوتا ہے یہ پاکستان نہیں ہے۔''

غلامی ان بیچارے مسلمانوں کے چہروں سے صاف جھلکتی تھی، ہولی والے دن جیل SP سنتوش کمار شری واسطو (عرف ٹوپی لال) ہمیں ملنے آتا تو حالت ایسی ہوتی کہ رنگ برنگے پانی سے نچڑ رہا ہوتا، کیونکہ ملازم بھی اس پر خوب رنگ پھینکتے، کچھ اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اور کچھ غصہ نکالنے کے لیے، اس طرح رنگوں سے نچڑتا ہوا آتا۔

میں اسے دیکھتے ہی پردہ لگا کر باتھ روم میں ایسے جا کر بیٹھ جاتا اور پانی کھول دیتا کہ ایسا لگے جیسے میں حاجت کے لیے واش روم میں ہوں۔ جس کو بھی گلے ملتا سارے کپڑے خراب کر دیتا، وہ بے چارے بعد میں دھوتے پھرتے...... میں اس کے جانے تک نہ نکلتا...... حالانکہ وہ آوازیں دیتا رہتا۔ یہ سب وہ اپنی انسانیت نوازی دکھانے کے لیے کرتا۔ وگرنہ اپنے دھرم سے تو اس کا کوئی خاص تعلق نہ تھا۔ جب جیل ملازموں کی کوشش کے بعد اس کا تبادلہ اس جیل سے ہو گیا تو اس کی بیوی بھگوان کو چڑھاوا چڑھانے کے لیے لے کر جا رہی تھی کہ اس کا تبادلہ رک جائے۔ اس نے ''پرشاد'' (بھگوان) کے سامنے ٹرے میں پیش کی جانے والی اشیاء چھین کر پھینک دیں کہ یہ بھگوان میرا تبادلہ نہ رکوا سکا، اس کی کیا عبادت کرنی ہے۔

بعض پنڈت خصوصی طور پر ہم سے بحث کرتے، اپنی طرف سے ہمیں سمجھانے کی کوشش کرتے کہ ہندو دھرم کتنا اچھا ہے، پھر جب ہم اسلام جو وسعت نظری، انسانیت کے احترام اور بقا والا دین ان کے سامنے پیش کرتے تو اپنا سا منہ لے کر چلتے بنتے۔ شروع شروع میں ہم انھیں قریب کرنے کے لیے کئی کئی گھنٹے ان کی کبھی نہ سمجھ میں آنے والی فلاسفی سنتے جو کہ شرم و حیا سے بالکل عاری ہوتی، مگر وہ پھر بھی ہمارا کوئی کام کرنے پر راضی نہ ہوتے۔ یعنی خط پوسٹ کرنے پر اور دوسرے بلاک میں قیدیوں کو پیغام دینے پر۔ ہندوستان کے مرکزی اداروں کے لوگ ہمیں الٰہ آباد جیل میں ملنے آتے رہے کہ چیک کریں ان کی کیفیت کیا ہے، اپنی تحریک سے کتنا جڑے ہیں۔ ایک بار ایڈوائزری بورڈ جموں وکشمیر سے مجھے ملنے آیا، ان کو علم تھا کہ میرے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے، سزا بھی پوری ہو چکی ہے، اب میرے خلاف پی ایس اے کا سہارا لیا جا رہا تھا۔ جب میرے سوالات کا سامنا ایڈوائزری بورڈ والے نہ کر سکے تو ڈی آئی جی جیل خانہ جات یو پی وہاں بیٹھے تھے، اس کو میرے بارے بتلانے لگے کہ یہ کتنا خطرناک ہے۔

ہمیں جب الٰہ آباد جیل سے دہلی کی طرف لے کر آ رہے تھے، راستہ میں بریلی آیا تو ہماری عجیب کیفیت ہوئی کہ سید احمد شہیدؒ کا شہر تھا۔ ان کی سیرت و تاریخ ہماری آنکھوں کے سامنے گھومنے لگی۔کل یہ ہمارے علاقوں کی طرف آئے تھے۔آج ہم اسیری کی حالت میں شہر سے انھیں یاد کرتے ہوئے گزر رہے تھے۔

جب پوری ملت اسلامیہ سنت ابراہیمی پر عمل کر کے قربانی کا گوشت کھا رہی تھی، اس وقت ہم نے الٰہ آباد سینٹرل جیل نینی، یوپی میں صرف ایک لیموں وہ بھی چھلکوں سمیت کھا کر عید منائی اور اپنے اللہ کا شکر ادا کیا۔اسی دوران ہندوستانی گجرات میں مسلم کش فسادات بلکہ مسلم کشی کی مہم شروع کر دی گئی۔ اخبارات میں دل کو پھاڑنے والی خبریں آنے لگیں، جو اکثر ہمیں ملازم آ کر بتاتے، یا چھپا کر ہمارے لیے اخبار لاتے تو پتا چلتا کہ آر ایس ایس کے ہندو جنونیوں نے کیا قیامت برپا کی ہوئی ہے۔

بچوں کو بھون کر ماؤں کو ان کا گوشت کھانے پر مجبور کیا جاتا۔ حاملہ مسلم خواتین کے ساتھ اجتماعی زیادتی کر کے ان کے پیٹوں کو چاک کر کے سؤروں، کتوں اور بلیوں کے بچے ان کے پیٹوں میں بھرے گئے۔ چھوٹی بچیوں سے لے کر بوڑھی عورتوں تک کو بھی نہ بخشا گیا۔ ہندو عورتیں پاس کھڑے ہو کر اپنے عزیزوں سے مسلمان عورتوں کے ساتھ زیادتیاں کرواتیں۔ ہندو عورتیں مسلم عورتوں کی پہچان کروا کر یہ ستم کرواتیں۔

مسلم خواتین اجتماعی زیادتیوں کے بعد شرم گاہوں میں پٹرول والے ڈنڈے ڈال کر زندہ جلا دی گئیں تا کہ اجتماعی زیادتی کا ثبوت نہ مل سکے۔ مسلمان مردوں کی کھوپڑیوں سے فٹ بال کھیلے گئے۔ احسان جعفری جیسے بڑے بڑے سیاسی لیڈروں کو ان کی اپنی ہی پارٹی کے ہندوؤں نے کاٹ کاٹ کر اور گلے میں رسی ڈال کر گلیوں میں گھسیٹ گھسیٹ کر شہید کیا۔ مساجد اور مدارس کو راتوں رات صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ قرآن

کے مقدس اوراق سڑکوں اور گلیوں میں پتوں کی طرح اُڑنے لگے اور نالیوں میں بہنے لگے۔ جب مسلمان خواتین نے مساجد اور درگاہوں پر پناہ لی تو وہیں ان کو پکڑ کر قرآن کے مقدس نسخے نیچے بچھا کر اوپر امتِ مسلمہ کی بیٹیاں لٹا کر اجتماعی زیادتیاں کی گئیں۔ پھر انھیں زندہ جلا دیا گیا۔ بعد میں جوہڑوں اور سیوریج کے کنوؤں سے مسلم لاشیں دریافت ہونے لگیں۔ یہ نعرہ ہر طرف سنائی دینے لگا کہ مسلمانوں کے لیے دو ستھان (جگہیں) قبرستان یا پاکستان .... ہندو لیڈر بڑے فخر سے اور مزے لے لے کر مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم بیان کرنے لگے۔ نریندر مودی کی قیادت میں ہونے والے اس قتل عام و بربریت کی وجہ سے اس پر 2005ء سے 2014ء تک امریکہ میں داخلے پر پابندی تھی۔

پھر یہ اعلان کرنے لگے کہ گجرات کے بعد راجستھان اور ہریانہ میں یہی کام کریں گے، (بلکہ اب تو ہر طرح سے پورے بھارت میں شروع کر دیا گیا)۔ اب مقامی مسلمانوں کی طرف سے ہمیں یہ پیغام بار بار ملا کہ کہاں ہیں تمھارے مجاہد، کیا تب آئیں گے جب ہم مٹ جائیں گے۔ کیا امت مسلمہ کی خصوصا پاکستان کی یہ ذمہ داری نہیں ہمارا خیال رکھنے کی اور ہماری حفاظت کرنے کی۔

الحمدللہ! اکشر دھام مندر پر حملہ کر کے مجاہدین ہندو بنیے کو اس کی حقیقت بتلاتے ہیں، ہندوستان کے مسلمانوں کو حوصلہ ملتا ہے کہ ہم لاوارث نہیں۔ اکشر دھام مندر پر حملے سے پہلے گجرات کے مسلمانوں کی کوئی خبر نہ لیتا تھا۔ جو لینے گیا اس کو بھی تنگ کیا گیا۔ چاہے وہ کتنا بڑا سیاسی مذہبی مسلمان لیڈر کیوں نہ ہو، جیسے ہی اکشر دھام مندر پر حملہ ہوتا ہے وزیر اعظم واجپائی سری لنکا کا دورہ بیچ میں چھوڑ کر آتا ہے اور ہاتھ جوڑ کر کہتا ہے کہ بدلے کی بھاونہ بند ہونی چاہیے، ہندو کی فطرت ہے کہ یہ طاقت کی زبان سمجھتا ہے، بلکہ طاقتور کو بھگوان مان لیتا ہے، اس کو قانون، اخلاق، اقدار اور انسانیت کی کم ہی سمجھ

آتی ہے۔مختلف وجوہ کی بنا پر کتاب لیٹ ہوتی گئی، پھر کوشش کی ہے کہ اس میں اب تک کے چنیدہ تازہ حالات کو بھی عنوانات کی صورت میں شامل کر دیا جائے۔اس کے کئی حصے ہیں:(1) زنداں سے اذان۔(2) اسلامی تربیت۔(3)ہندتوا کی یلغار اور بھی جلد ان شاء اللہ۔

لکھنے کو باتیں تو بہت ہیں، جیسے ہمارا کشمیر جانا،لڑنا، گرفتاری، انٹیرگیشن کے حالات، جموں جیل، کوٹ بھلوال جیل، سنگرور جیل،تہاڑ جیل،امرتسر جیل اور جالندھر جیل کے گزرے لیل ونہار وغیرہ،مگر یہاں موقع نہیں، پھر کبھی تفصیل سے (ان شاء اللہ) درج ذیل موضوعات پر بھی لکھیں گے :

کشمیر میں الفتح اور الفتح کیسوں کی اور اس کے کرداروں وشخصیات کی...... مسلم متحدہ محاذ کی...... الیکشن میں جیت کو ہندوستان کی طرف سے شکست میں بدلنے کی...... جموں وکشمیر کے حاجی گروپ کی...... 31 جولائی 1988ء کو سرینگر کے سینٹرل ٹیلی گرام آفس میں دھماکہ ہونے کی اور عسکری کارروائیوں کی اور عسکریت کے شروع ہونے کی، پھر عسکری جماعتوں کی کثرت کی...... جموں وکشمیر کے سٹیٹ سبجیکٹ لاء کی......آرٹیکل 370 اور 35A کی...... دہلی میں پاکستانی سفارتی عملہ اور سفراء کی...... ہندوستانی انٹیروگیشن سینٹروں اور جیلوں میں کی جانے والی عیدوں کی...... جیلوں اور انٹیروگیشن سینٹروں میں بھائیوں، بہنوں اور بزرگوں کی استقامت و سسکیوں اور چیخوں کی...... انٹیروگیشن سینٹروں اور جیلوں کی بھوک ہڑتالوں کی...... الہ آباد (یوپی) جیل میں ہماری دس روزہ بھوک ہڑتال کی...... ہندوستانی جیلوں میں ٹوکن بھوک ہڑتالوں کی...... الہ آباد جیل میں ہماری میڈیکل ڈائٹ کی اور پنگا نمبردار کی...... ہم پر پونچھ اور راجوری کے آرمی کیمپوں میں ہونے والے ظلم کی...... میرے جموں کینٹ کے ہسپتال میں بیتے تاریخی ایام کی...... جموں تالاب تلو انٹیروگیشن سنٹر کی...... جموں تلاب تلو میں ڈوڈہ کے عظیم گھرانے کی مجھ

سے محبت کی اور سکھ علیحدگی پسندوں سے دوستی کی...... ہمارے ساتھیوں کی جموں جیل میں بارک اڑانے کے لیے بارود بنانے کی اور اس پر جیل حکام کے ہمارے خلاف فوری بھیانک ردعمل کی...... ہندوستانی جیلوں میں قید پاکستانی اسمگلروں کی عجیب وغریب داستانوں کی...... اسمگلروں کے دوران سفر مزاروں، مندروں اور گردواروں کو دھوکا دینے کی...... جموں جیل میں پاکستانی مجاہدین اور پاکستانی اسمگلروں کی لڑائی کی...... جموں جیل میں پاکستانی اور ہندو قیدیوں کے درمیان لڑائی کی...... جموں جیل میں اسیر کشمیری مجاہدین اور قید ہندوؤں میں لڑائی کی...... جموں جیل کے عملہ کی، خصوصاً پرچیزروں کی...... جیلوں میں قید ہندوؤں کی طرف سے تاریخ پر جانے سے پہلے اپنے بھگوان کی صبح پوجا اور دوپہر کو واپس آ کر اپنے اسی بھگوان کو ہی رسوا کرنے کی...... ہمارے ان ہندوؤں کی ماتا ''وشنو دیوی'' سے مستفید ہونے کی...... جموں جیل میں تحریک مخالف سرگرمیوں کی اور اس کے نقصانات کی...... مولانا ابوالکلام آزادؒ اور ان کی تصنیفات کی اور ہمارا جیلوں میں ان کی تصنیفات سے مختلف قسم کے فائدے اٹھانے کی...... ان کی ملحد کا بیٹا وہابی کتاب کی...... کشمیری مفرور پنڈتوں کی...... جموں وکشمیر کے مستقبل کے بارے میں ان کے مکروہ عزائم و ارادوں کی اور ان کی جموں اور کشمیر میں رہائشوں کی، ہندوستانی سرکار اور شدت پسند ہندوؤں کی، دنیا بھر سے ان کی مدد کرنے کی...... 1989ء میں جموں میں اپنے ہی ہم مذہب ڈوگروں کے ہاتھوں اغوا ہونے والی کشمیری پنڈتانیوں کی اور کشمیر کے گورنر جگموہن کے کہنے پر وادی سے جموں اور دہلی فرار ہوکر آنے والے پنڈتوں کی...... 1832ء میں پلندری و منگ سے مسلمان خواتین کی ڈوگروں و گلاب سنگھ کے ہاتھوں اغوا اور مسلمانوں کے قتل عام کی...... 1947ء میں جموں کے ڈوگروں، آر ایس ایس کے بلوائیوں اور پاکستان سے مفرور ہندوؤں اور اکالیوں کے ہاتھوں 27000 مسلمان خواتین کو اغوا کر کے اپنے گھروں میں ڈالنے، بیچنے اور شہید کرنے کی اور نومبر

1947ء میں جموں میں سات دنوں میں چھ لاکھ مسلمانوں اور 350 مساجد کو شہید کرنے کی...... 1990ء میں مولانا عبداللہ طائری کی قیادت میں تحریک حریت کشمیر بننے کی...... 1992ء میں حریت کانفرنس جموں وکشمیر کے بننے کی......حریت کانفرنس میں کثرت سے جماعتیں بننے کی...... 21 مئی 1990ء میر واعظ محمد فاروق صاحب کی شہادت کی...... 1992ء میں انڈین آرمی کے آفیسروں کی اہل کشمیر کو طعنہ دینے کی (کہ اگر جموں وکشمیر کے لیے پاکستان مخلص ہے تو اپنے شہری ''فورسز'' بھیجے، جس طرح اس نے افغانستان میں بھیجے ہیں) اس کے بعد'' ایل اوسی'' کی اس طرف کے لوگوں کو باقاعدہ تحریک میں شامل کیے جانے کی...... 1990ء میں آٹھمقام آزاد کشمیر سے چیمہ گروپ کی کارروائیوں اور کشمیری مجاہدین کی خدمت اور رہنمائی کی......نومبر 1992ء میں کپواڑہ میں ایک تاریخی معرکہ کی، پھر ہندوستان فورسز کی طرف سے کیمیکل استعمال کرکے تین مجاہدین کو شہید کرنے کی اور انڈین جرنیل بخشی کی طرف سے کیمیکل استعمال کرنے کی بات میڈیا پر علانیہ تسلیم کرنے کی کہ انڈین آرمی کشمیر میں شروع سے ہی کیمیکل استعمال کرتی ہے...... 7 فروری 1993ء کو میری زخمی حالت میں مینڈھر پونچھ ساگرہ کیمپ کے قریب ساتھیوں سمیت گرفتاری کی اور تین بھائیوں کی شہادت اورہماری کچھ غلطیوں کی...... میری شہادت کی اطلاع کی وجہ سے فروری 1993ء میں پاکستان میں میرا جنازہ پڑھائے جانے کی...... پاکستانی مجاہدوں اور مجاہد اسیروں کی عظیم ماؤں کی عظیم قربانیوں اور استقامت کی...... ہندو مذہبی رہنماؤں، چندرا سوامی کی (عدنان خشوگی اور برونائی کے سلطان، ہندوستانی وزیر اعظم نرسیما راؤ اور بڑے بڑے لوگ بھی اس کے مرید تھے) اور ہندو مذہبی رہنما چندرا سوامی کے دہلی میں موجود آشرم کی اور اس میں اخلاقی جرائم کی...... برہیندر برہمچاری کی (اندرا گاندھی کے دوست، ہندو مذہبی رہنما اور ان کی جموں میں اسلحہ کی فیکٹری اور جموں میں ہیلی کاپٹر حادثہ میں کٹرہ کے مقام پر موت

کی)...... جموں جیل میں ملاقات کی جگہ (جنگلہ میں) پر میرا ٹھاکروں کی کنواری کنیا کی مانگ میں بے ساختہ سندھور بھرنے کی...... جموں کے ہندو پنڈت چڑھا وکیل کی چرب زبانیوں سے ہر کسی کو دھوکہ دینے کی......نیشنل کانفرنس کے سیاسی لیڈر، سابقہ وزیر اسپیکر اور رکن نیشنل اسمبلی علی محمد وکیل کی، مجھ سے آئے دن گھر کے کچن کے لیے رقم لینے کی اور حکومت میں آ کر میرا سامنا کرنے سے کترانے کی...... 17-10-1995 عبدالقادر سیلانی شہید وکیل کی شہادت اور ان کی اور ان کے گھرانے کی تحریک کے لیے خدمات کی...... جماعت اسلامی کے زاہد علی وکیل کی تحریک کے لیے اور جموں عدالت میں ہماری وکالت کرنے کی......جلیل اندرابی شہید کی خدمات، مارچ 1996ء میں انہیں گرفتار کرنے کی اور تین ہفتوں کے بعد ان کی لاش دریائے جہلم سے ملنے کی، دوران حراست شہادت اور ان کے قاتل کے المناک انجام کی اور گرفتاری سے پہلے جلیل اندرابی شہید ہمیں جموں ملنے کے لیے آنا چاہتے تھے......جلیل اندرابی شہید کے قاتل 35 راشٹریہ رائفل کے میجر اوتار سنگھ کو ہندوستان نے پہلے پنجاب میں چھپایا کہ مجاہدین اسے مار نہ دیں پھر باہر ملک بھیج دیا۔ پہلے اس نے اپنے بچوں کو خود مارا اور پھر اپنے آپ کو خود مار کر اپنے انجام کو پہنچا...... پیارے لال ہنڈو وکیل کی......بخشی وکیل کی......بھیم سنگھ اور بلوریا وکیل کی...... دہلی سے جموں آنے والی نومسلم سونیا خان وکیل کی، وزیر آباد پاکستان سے مفرور پنڈت خاندان کی ہندسما چار، پنجاب کیسری اور جگ بانی اخبار کے مالکوں لالہ جگت نارائن وغیرہ کی اور ان کی ہندوازم کے لیے خدمات کی...... سرکاری جرس کارواں اخبار کی...... 1993ء میں ڈاکٹر گرو شہید کی شہادت کی......تحریک آزادی کے دوران شہید ڈاکٹروں کی اور ان کی خدمات کی...... جموں وکشمیر میں مجاہدین کے فدائی حملوں کی...... دہلی پر فدائی کارروائیوں کی...... بادامی باغ سرینگر پر فدائی کارروائیوں کی...... کالو چک جموں میں فدائی کارروائی کی...... 10 جنوری 1971ء کو ہاشم قریشی اور اشرف قریشی کے انڈین IB

کے پلان کے مطابق گنگا طیارہ اغوا کرکے تحریک آزادی اور پاکستان کو نقصان پہنچائے جانے کی اور اس کے بعد سے لے کر اب تک ہاشم قریشی اور اس کی اولاد کی ہندوستانی خدمت کی...... 10 ستمبر 1976ء دہلی پالم ائرپورٹ سے عبدالحمید دیوانی صاحب کے انڈین بوئنگ طیارہ 737 کے اغوا کی...... 25اپریل1993ء کو دہلی سے IC-427 نمبر انڈین طیارہ کو جموں کے جلال الدین عرف محمد یونس شاہ کے ہاتھوں اغوا کی...... 24-12-1999 کو کھٹمنڈو سے قندہار IC-814 انڈین جہاز کے اغوا کی...... امرتسر، لاہور، دوبئی پھر قندھار افغانستان میں لے جانے کی انڈین وزیر خارجہ جسونت سنگھ اور اجیت دیوال کی طرف سے بدلے میں مولانا مسعود اظہر صاحب، مشتاق زرگر صاحب اور عمر شیخ صاحب کو قندھار افغانستان میں لے جاکر رہا کرنے کی...... جنرل ضیاء الحق شہید کی کرکٹ ڈپلومیسی کی، ہندوستان جاکر وزیراعظم راجیو گاندھی کو ائیرپورٹ پر ہی دینی غیرت حمیت سے بھرپور دی جانے والی دھمکی کی کہ اگر میرے پاکستان میں واپس اترنے سے پہلے تم نے اپنی افواج بارڈر سے واپس نہ کیں اور اپنے عزائم کو نہ بدلا تو میرے پاکستان اترتے ہی میرے منہ سے جو لفظ نکلے گا وہ فائر ہوگا۔ پھر دنیا میں کوئی ہندو ریاست نہ بچے گی، جبکہ مسلمانوں کے بہت ممالک ہوں گے، پاکستان کے نقصان کے بعد بھی۔ راجیو گاندھی کے سیکرٹری کے بقول ضیاء الحق کی دھمکی سن کر راجیو گاندھی کی عجیب حالت ہوگئی...... 8-12-1989 کو روبیہ سعید انڈین وزیر داخلہ مفتی سعید کی بیٹی کے اغوا کی اور اس کے بدلے مجاہدین کی رہائی کی......مجاہدین جموں وکشمیر کی طرف سے انڈین حکام، سیاستدانوں اور فورسز کے آفیسروں اور ان کے جوانوں کے اغواء اور ان کے بدلے اپنے ساتھیوں کو چھڑوانے کی کوششوں کی...... اہل جموں وکشمیر کے خلاف CBI کیسوں کی اور جودھپور راجستھان میں اسپیشل عدالت اور جیل کی...... 1993 حضرت بل سرینگر سانحہ کی...... حضرت بل میں ہی کچھ سالوں بعد بشارت صاحب اور

دیگر مجاہدین کی شہادت کی...... 1994ء چرار شریف کشمیر میں سانحہ کی...... ہندوستانی فورسز کی طرف سے چرار شریف کو جلائے جانے کی...... سانحہ سیالاں پونچھ جموں میں امتیاز مجاہد کے گھرانے کے 18افراد کی ہندوستانی افواج کے ہاتھوں دردناک شہادت کی...... جموں جیل میں ہندوؤں کے بھگوان پیپل کے پیڑ کی اور بھگوان لوہے کے پول کی...... جموں وکشمیر کے گائیڈوں کی، خصوصاً ''چاچا صابر، بابا نبیا اور اس کی بیٹی نوراں'' کی اور پیارے چٹا چاچا وغیرہ کی عظیم خدمات وقربانیوں کی...... ڈوڈہ کے فاروق جھا کی شرارتوں کی...... بدرواہ ڈوڈہ کے پیارے فردوس کی، جیلوں میں پرہیز گاری کی...... ڈوڈہ بدرواہ کشتواڑ کی عظیم ماؤں کی تحریک کے لیے عظیم خدمات کی...... بانہال جموں کے شہزادے کی...... ڈوڈہ کے پیارے کم سن فاروق کی جرأت وبہادری کی...... ڈوڈہ کے پیارے کم سن شفاعت کی اور ان کی عظیم ماں کے ایثار وقربانی کی...... جموں سٹی کے خلیل ڈان کی اور اس کی غیرت مسلم کی...... آپا جی ام طلحہ کی اسیروں پر شفقتوں کی اور مجاہدین، غازیوں اور ان کے گھرانوں سے محبت کی، اہل جموں وکشمیر کے لیے ان کی خدمات کی اور ان کی بہترین جانشین باجی ام اسمٰعیل کی قربانیوں وتحریکی خدمات کی...... آپا جی اُم حماد صاحبہ کے جموں جیل میں ہمیں بھیجے تحائف کی...... مجلۃ الدعوۃ کے بارے انڈین انٹیلی جنس آفیسروں کے شاندار تبصروں کی کہ مردوں کو بھی پڑھ کر سنائیں وہ بھی اٹھ کر کھڑے ہوجائیں ہندوستان کے خلاف، ہم خود بھی پڑھتے ہیں تو ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہندوستان کے خلاف گن اٹھالیں...... جموں سٹی کے مجاہد کاکا قصائی کے عظیم کردار اور ہندوؤں پر رعب اور بابا فیملی کی قربانیوں کی...... جموں اور سرینگر کے مسلمان بچوں میں ماحول کی وجہ سے واضح فرق کی...... جموں وکشمیر کی تحریک میں حصہ لینے کی وجہ سے کم ظرف انڈین فورسز کے تنگ کرنے پر اچھے اچھے کشمیری کمانڈروں اور لیڈروں کی بہنوں، بیٹیوں کو طلاق ہونے کی...... ٹاڈا کورٹ جموں، دہلی کے ججوں اور اسٹاف کے انسانیت کو

شرمانے والے فیصلوں اور کرتوتوں کی...... کوٹ بھلوال جیل میں مجھے دہلی سے انڈین آفیسر کے آ کر یہ کہنے کی کہ رانا جی'' آج کل گانے کی کیسٹیں بھیج رہے ہیں، اپنے گھر کی...... ٹاڈا کورٹ جموں کے منشی مولوی کے رنگین کپڑوں کی...... GIC جموں والوں کے مجاہدین سے غلط رویہ کی اور اہل جموں وکشمیر کے گھرانوں سے خوب کمائی کرنے کی...... مجاہدین کی طرف سے جموں وکشمیر کی جیلوں میں لگائی گئیں ٹنلوں (سرنگوں) کی...... 1994ء میں کوٹ بھلوال جیل میں نوید انجم شہید کی شہادت کی......1999ء میں کوٹ بھلوال جیل ٹنل کے وقت کمانڈر سجاد افغانی شہید کی عظیم شہادت کی...... پاکستان میں بابا سعید گجر کے میلوں اور اجتماعوں کی...... پاکستان میں چودھری کمال دین گجر کے ایڈریس پر میرے جیلوں سے خطوط بھیجنے کی...... میرے سنگرور جیل پنجاب انڈیا میں گزارے ایام وکردار کی...... انڈین DGP پنجاب پولیس کے پی ایس گل اور وزیر اعلیٰ پنجاب بے انت سنگھ کے سکھوں پر ظلم وبربریت کی اور ان کے بلٹ پروف ٹریکٹروں کی...... اپنے مطلب کے لیے انڈین پنجاب کے سکھوں کے ہمارے ساتھ اچھے سلوک کی...... پاکستان بنتے وقت ہزاروں مسلمان بہنوں کو ہندوؤں اور سکھوں کے اغوا کرنے کی اور ان کو اپنے گھروں میں ڈال کر ان سے اولاد پیدا کرنے کی اور ان ماؤں، بہنوں کی اپنی آزادی کے لیے اہل پاکستان سے امید رکھنے کی...... امیر محترم کی اجازت سے میرا ان کی آزادی کے لیے کام کرنے کی، مگر افسوس جو کرنا چاہیے تھا نہ کرسکا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے سامنے ہمیں شرمندہ نہ کرے...... جموں کے مسلمانوں کی 1947ء میں عظیم قربانیوں کی...... ہمارے ہندوستانی جیلوں میں دیکھے گئے خوابوں کی...... ہماری ہندوستان میں دوران اسیری فرار کی کئی کاوشوں کی...... ہماے اپنے اسلاف کی سنت کے مطابق باوضو ہوکر ہندوستانی عدالتوں میں جانے کی...... 1947ء میں کشمیری لیڈر چوہدری غلام عباس کی بیٹی اور حامد میر کی نانی غلام فاطمہ جیسی لاپتہ اسلام کی بیٹیوں کی...... جموں میں 1947ء

میں مستری عطاء محمد نے اپنی تین جوان بیٹیاں خود اپنے ہاتھوں ذبح کردیں، تاکہ ان ظالموں ہندوؤں، سکھوں اور ڈوگروں کے ہتھے نہ چڑھ جائیں کی......1993ء میں کسی پاگل پاکستانی قیدی سے چپل مانگ کرمیرے عدالت میں جانے کی اور میرا گھسی ہوئی شلوار کو الٹا پہن کر عدالت جانے کی...... زیر حراست شہید عشرت جہاں کیس گجرات کی...... میری سکھ قیادت اور کشمیری قیادت سے دوستی کی......سکھ اور کشمیری قیادت کے پاکستانی حکمرانوں سے شکووں کی...... میرے بارے میں سید علی گیلانی شہید کے تبصرے کی کہ ''آپ کی شہرت سے تو لگتا ہے کہ آپ بڑی عمر کے بزرگ ہیں، مگر آپ تو ابھی نوجوان صالح ہیں۔'' ......محترم گیلانی صاحب کا میری رہائی کے وقت امیر محترم کے لیے مزار شہداء سرینگر کشمیر کی مٹی میرے ہاتھ بھیجنے کی، اس پیغام کے ساتھ کہ اہل جموں وکشمیر کے پاس اس سے قیمتی چیز کوئی نہیں کہ اہل پاکستان اور ورثائے شہدا کو پیش کرسکیں......معرکوں کے دوران اللہ تعالیٰ کی نصرت ورحمت کے نظاروں کی...... دوران معرکہ ہماری قرآن مقدس کی تلاوت سے حاصل کی جانے والی حلاوت کی...... دوران گرفتاری کفر کے ستم کی (میرے اوپر نمک ڈال کر گھڑے میں پھینکنے کی تیاری کی) باقی شہدائے کرام کے ساتھ...... ساگرہ کیمپ پونچھ کے باہراے جیندا اے مینوں وی چکھ لین دے، کہہ کر ہم خچروں پر بندھے ہوؤں پر ہندوستانی فورسز کے گنوں کے بٹوں سے ٹارچر اور لاٹھی چارج کی...... ساگرہ کیمپ میں اپنے پیارے ساتھیوں شہدائے کرام نعیم الرحمن شہید، حافظ یحییٰ شہید کی زیارت کی اور علی عمران شہیدؒ کی زیارت نہ کرپانے پر افسوس کی...... انڈین آرمی کے آفیسروں کی میرے زندہ ہونے پر خوشی سے نعرے مارنے کی......ساگرہ کیمپ پونچھ میں آرمی کیمپ ساگرہ پونچھ کے ڈاکٹروں کے ہمارے ساتھ منفی رویے کی...... ہمارے ساتھ ساگرہ کیمپ، بلنوئی کیمپ، مینڈھر کیمپ پونچھ کے بھارتی سورماؤں کی ہم پر کی جانے والی حیوانگی کی...... اور رات کے وقت میرے دوران

ٹارچر ایک اسپیشل دھماکے پر بھارتی سورماؤں کی دوڑ کی اور اس پر میری بے ساختہ ہنسی کی، پھر میری برے طریقے سے درگت کی اور شرمناک طریقے سے سرچنگ کی...... تین دن تک ہمیں ملنے کے لیے دہلی اور جموں سے آنے والے مختلف فورسز کے اعلیٰ آفیسروں کی اور ہم سے طویل ملاقاتوں میں یہ جاننے کی کوشش کی، اتنی چھوٹی سی عمر میں کیسے تین دن، چار کیمپوں کی انڈین آرمی سے بہادری سے لڑتے رہے...... ساگرہ کیمپ پونچھ کے کرنل کی آدھی ولایتی بیٹی کی...... پھر ہمارے انڈین آرمی کی تحویل میں پونچھ سے راجوری کے آرمی کیمپ کی طرف عاشقانہ سفر کی...... مجھے ٹوٹے ہوئے سٹریچر پر باندھ کر ٹرک میں پھینک کر لے جانے کی اور ساتھ انڈین آرمی کی طرف سے تبصرہ کی کہ مشکل سے ہی زندہ بچے گا۔ ساگرہ کیمپ پونچھ میں پکڑ کر لائے گئے مسلمانوں کی میرے لیے دعاؤں کی...... راجوری کے آرمی کیمپ میں رات کو بھارتی سورماؤں کی درندگی کی (ایک حیوان نما انسان کی ضمیر بھائی کو یہ کہتے ہوئے: ''چھوٹو! منڈی کٹاں کہ اکھاں کڈاں'' سور کاٹنے والا برچھا دکھاتے ہوئے کی)...... ہمارے پھر راجوری آرمی کیمپ سے جموں کی طرف سفر کی...... راستہ میں فوجی بودھے سنگھ کے ہم سے تعاون کی...... فوجی حوالدار اور شوکا سپاہی ملازم کی راستے میں شیطانی کی...... ہماری انٹیروگیشن سنٹر تالاب تلو جموں میں پہلی خونی انٹری کی...... مجھے انٹیروگیشن سینٹر سے ہسپتال بھیجنے کی کہ انٹیروگیشن کے قابل کر کے لاؤ۔ بھائیوں پر ہوتا ٹارچر دیکھ کر انڈین فورسز کا ٹرک میں ہی کھونٹے گاڑنے والے لکڑی کے ہتھوڑے سے مجھ پر وحشیانہ ٹارچر کرنے کی، پھر مجھے نیم مردہ حالت میں جموں کینٹ کے ہسپتال کی طرف لے جانے کی...... میری جموں کینٹ کے ہسپتال میں داخل ہونے اور وہاں ملنے والے ناقابل بیان اذیت ناک پروٹوکول کی اور جموں کینٹ کے ہسپتال کے اسپیشل روم میں ہندوستانی سورماؤں کی مجھ سے درندگی کی...... عیسائی کیپٹن لیڈی ڈاکٹر کی میری خدمت کی اور ان کے پائلٹ بھائی کی اور مجھ سے وعدہ لینے کی کہ جیلوں میں جا کر

میں دادا بن کر ہندوستانیوں کو ماروں گا نہیں کی...... اپنے کمانڈر کے حکم پر ہسپتال کے سکیورٹی انچارج کی میری خدمت کرنے کی اور صفائی کرنے والی ہندو عورت کی رنگ برنگی باتوں کی...... جموں کی ڈوگرہ ہندو عورتوں کی میرا نام لے کر بچوں کو ڈرانے کی...... ہسپتال میں آ کر مجھے بتلانے کی کہ ہم اپنے بچوں کو کیسے ڈراتی ہے آپ کا نام لے کر کہ چپ کرو وگرنہ 'حیدر' کے حوالے کردوں گی وغیرہ وغیرہ...... لیڈی ڈاکٹر کرنل سکھنی کی اور اس کی بے باکی اور شرم و حیا سے عاری ہونے کی...... اور دوسری لیڈی ڈاکٹروں کی بار بار مجھے دیکھنے کے لیے آنے اور تصاویر بنانے کی...... جموں میں مجھے ہسپتال میں ملنے کے لیے ہسپتال میں ہی ملازم مسلمان لڑکیوں کی آمد کی...... عمران خان کی عاشق ہندو لیڈی ڈاکٹر کی...... ہسپتال کے اسٹاف، ڈاکٹروں اور خصوصاً لیڈی ڈاکٹروں کی (بغیر اپریشن کے میری ٹانگ سے گولی نکالنے کی)...... میرا ریل گاڑی کے ہارن سے تہجد اور سنتریوں کی ڈیوٹی بدلنے سے نمازوں کے اوقات کے اندازہ لگانے کی...... الحمد اللہ ہسپتال میں میری عاشقانہ نمازوں اور ماہ صیام کے روزوں کی، پٹائی کھاتے ہوئے ٹکڑے ٹکڑے نمازیں ادا کرنے کی، وہ بھی بندھی حالت میں...... جموں ہسپتال میں جتنی دیر بھی رہا کبھی نہ دیکھ کر کھانا کھانے دیا جانے کی اور نہ واش روم میں جاتے ہوئے آنکھیں کھولے جانے کی...... میرے جموں کینٹ ہسپتال سے فرار کی ناکام کوشش اور ہر طرف کینٹ میں چرچے ہونے پر اور اس کے بعد کور کمانڈر جموں کی طرف سے مجھے اپنے آفس دیکھنے کے لیے بلانے کی اور اس کے طنز کی کہ ''میری گوت دیا تو کتھے آ گیا ایں۔ مسلمانوں کے خلاف تو ہمیشہ جنگجو راجپوت ہی لڑے ہیں کی اور میرے منہ سے بے ساختہ اللہ کی طرف سے یہ جملہ نکلوانے کی، اس جواب پر اس کے لاجواب ہونے کی کہ بڑوں کا کفارہ ادا کرنے آیا ہوں، آپ کی فورسز سے لڑ کر کی...... ہسپتال میں میری سیکیورٹی پر مامور فوجیوں کی میرے نام پر میری آڑ میں عیاشیوں، چھٹیوں اور ہسپتال سے سرکاری مراعات لینے

کی...... میری پولیس ہسپتال جموں میں منتقلی کی...... انڈین فوج کی طرف سے دریائے توی کے پل پر مجھے فائر مار کر دریا میں پھینکنے کی کوشش کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بار پھر بچانے کی...... انڈین فوج کے سینئر آفیسروں کی آمد کی، مجھے یہ کہتے ہوئے بچانے کی کہ ابھی اس کا زندہ رہنا بہت ضروری ہے...... انٹیروگیشن سنٹر کے انچارج شیتل سنگھ جموال اور SHO پاتھا کی اور وہاں کے اسٹاف کی...... انٹیروگیشن سنٹر کے پنڈٹ منشی کی اور شراب کے نشے میں دھت ہو کر پورے دن کی گارگزاری آئے دن ہمیں رات کے وقت بتلانے کی......میرے آتش پرست انٹیروگیٹر نانک چند کی...... کشمیری اسیر قیدیوں پر حملہ کرنے والے جموں انٹیروگیشن میں قید پنڈت اشوک کمار اور اس کی پنڈتانی ماتا کی......1993ء میں بھدرواہ کے ہندو پنڈت چنی لال کی جمعہ پڑھنے کی خواہش کی...... دہلی سے آنے والے ہندوستانی اداروں کے اعلیٰ آفیسروں کی مجھ سے ملاقاتوں کی...... دہلی سے آنے والے ایک آفیسر کے تبصرہ کی کہ وہابیت قابل فخر اور غیرت سے بھرپور ہوتی ہے اور یہ کہ یہاں کسی کو نہ بتلانا کہ تو وہابی ہے، وگرنہ مشکل مزید بڑھ جائے گی کی...... میرے جموں انٹیروگیشن سینٹر میں فرضی اور نفلی روزوں کی عاشقانہ سحریوں اور افطاریوں کی...... انٹیروگیشن سینٹر میں دوران گرفتاری آنے والی پہلی چھوٹی عید کی...... بھدرواہ اور جموں کی مسلمان ماؤں بہنوں کی مجھ سے تلاب تلو میں عید پر محبت کی (ان کے بیٹے، بھائی بھی انٹیروگیشن سنٹر میں قید تھے)...... بڑی رشوتیں دے کر ہمارے لیے کشمیری کھانے گھر سے پکا کر لانے کی اور عید کے لیے کپڑے بھی، تاکہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو گھر کی کم یاد آئے، کچھ عید منا سکیں......مارچ 1993ء میں انٹیروگیشن سنٹر تلو تالاب میں آپا جی آسیہ اندرابی صاحبہ اور ان کے معصوم بیٹے پیارے محمد سے پہلی ملاقات کی۔ آپا جی اور ان کے معصوم بچے کی پاکستان سے محبت اور ایمانی غیرت کی......تلاب تلو انٹیروگیشن سینٹر میں ہر روز صبح واش روم آتے جاتے ہوئے انڈین

فورسز کے ہاتھوں ہماری درگت بننے کی اور دوران رفع حاجت بھی ہمیں مسلسل گالیاں نکالنے کی...... تلاب تلو انٹیروگیشن سینٹر میں ایک صبح ان کے بھگوان سانپ کوخود CRPF کے ہاتھوں مار کھاتے ہوئے مارنے کی میری کوشش کی...... میری غفلت پر ایک سکھ گوریلے کی طرف سے مجھے سنت نبوی یاد کروانے پر میرے شرمندہ ہونے کی کہ مسلمانوں کوتوحکم ہے کہ جوتا جھاڑ کر پہنیں...... انٹیروگیشن میں ہی عاشقانہ اذان اور اس پر انٹیروگیشن سینٹر کے انچارج آفیسروں کے ردعمل کی...... دہلی سے آنے والے ایک بڑے ہندو آفیسر کی امیر محترم حفظہ اللہ تعالیٰ کے بارے پیش گوئی کی کہ جوتو بتلا رہا ہے ان کے بارے، اگر ان کا یہی کردار رہاتو ہماری مائیں ان کا نام لے کر اپنے بچوں کو ڈرائیں گی اور دنیا میں ان کا بڑا نام ہوگا...... انٹیروگیشن سینٹر میں ہندو ڈوگروں کے ہاتھوں ٹارچر کے دوران اپنی قیادت کے بارے بکواس پر اپنی قیادت کے لیے میری دعاؤں کی...... جموں انٹیروگیشن سینٹر میں مارچ 1993ء کو اہل کشمیر کے بارے میں میری پیش گوئی (کہ وقت بتلائے گا دنیا کی بہادر ترین قوم کشمیری ہوں گے) کی...... تلاب تلو انٹیروگیشن سینٹر جموں میں سرینگر کے پیارے فردوس بیگ اور ان کی خدمت کی اور مجھے اپنی بہن کا رشتہ دے کر اپنا رشتہ دار بنانے کی خواہش کی...... ان کے اس ایثار ومحبت پر میرا اپنے اللہ کا شکر ادا کرنے کی۔ جہاد سے مزید محبت ہونے کی کہ خونی رشتہ داروں نے جہاد کی وجہ سے رشتہ دینے سے انکار کر دیا تھا اور جہاد کی برکت سے کس حالت میں کس جگہ ایک مخلص بھائی خود مجھے رشتہ دے رہا ہے۔ اللہ اکبر کبیرًا۔ ان کے جذبۂ حریت کی وجہ سے انہیں کوئی جیل نہ رکھتی تھی، اس لیے ان کوخطرناک جان کر انٹیروگیشن سینٹر میں ہی زیادہ رکھا گیا...... تلاب تلو میں کپواڑہ کے لفافہ مریض کی...... جیلوں میں اور فیلڈ میں تمباکو، سگریٹ، بیڑی اور دیگر نشہ آور اشیاء کی تباہ کاریوں کی...... سکھ علیحدگی پسندوں سے انٹیروگیشن میں میری یاری کی...... سردار سنت جرنیل سنگھ بھنڈراں والا کی سکھ

قوم کے لیے خدمات کی اور بال ٹھاکرے کو ممبئی میں جا کراس کے چیلنج کا جواب دینے کی اور بال ٹھاکرے کے دبک کر اپنی بل میں بیٹھ جانے کی اور سنت جرنیل سنگھ کے ممبئی کی سڑکوں پر نعرے لگانے کی...... تلاب تلو جموں میں ممبئی سے گرفتار کر کے لائے جانے والے مسلمان دادا کی؛ تاکہ یہ اپنا اثر ورسوخ استعمال کر کے ہندوستان میں فائدہ نہ اٹھا پائے اور اثر ورسوخ استعمال کر کے چھوٹ نہ جائے...... دوران اسیری میں قبول ہوتی اسیروں کی دعاؤں کی...... سنٹرل جیل جموں میں میرا استقبال کیے جانے کی...... جموں جیل میں پیارے امیر حمزہ بھائی کے میرا والہانہ استقبال کرنے کی، میرا امیر حمزہ بھائی کو حوصلہ دینے کی...... ہر روز پیارے ضمیر اور امیر حمزہ بھائی کا پورا دن جموں جیل کے گیٹ پر بیٹھ کر میرا انتظار کرنے کی...... جموں جیل میں پہلے دن ہی جناب شبیر احمد شاہ صاحب کی محبت کی اور مجھے اپنے بلاک میں بلا کر میری مہمان نوازی کی...... مجھ سے کشمیری مجاہدین کی محبت کی اور خالصتانی ویروں کی الفت کی (چاچا کلونت سنگھ، منموہن سنگھ اور ان کے بڑے بھائی وکیل دھرم ویر سنگھ وغیرہ کی)...... جموں جیل میں سکھ کھاڑکوں کے شام کو ''زلفیں'' لہرا لہرا کر واک کرنے کی، ان سے ضمیر بھائی کی شرارتوں کی...... معروف کمانڈر فاروق احمد ڈار المعروف بٹہ کراٹے سے میری دوستی اور ان کے کردار کی...... معروف کشمیری عسکری حاجی گروپ کے جاوید میر اور محترم یاسین صاحب سے جموں جیل میں میری ملاقات کی...... شیخ تجمل صاحب کی قربانیوں و خدمات کی...... محترم عبدالغنی لون صاحب کی سیاست و قومی خدمات کی...... محترم عبداللہ طاہری صاحب کی قیادت و علم و خطابت اور تحریک سے پختہ وابستگی کی...... ڈاکٹر قاسم فکتو صاحب کی دو قومی نظریہ پر بیباکانہ مدلل تحریروں اور نئی نسل کی رہنمائی اور خدمات و قربانیوں کی...... غلام نبی فرید آبادی صاحب سے انٹیروگیشن میں اور جیل میں ملاقاتوں اور ان کی خدمات و بیٹوں کی شہادت کی...... محترم سعداللہ تانترے صاحب کی...... محترم غلام نبی ڈار عرف غنہ صاحب

شہید کی...... محمد یاسین ملک صاحب کی عسکریت، سیاست اور سفارتکاری کی...... محترم مشتاق الاسلام صاحب کی تحریک آزادی جموں وکشمیر سے بے لوث محبت، قربانیوں اور قیادت کی...... محترم مسرت عالم بٹ صاحب کے دوران اسیری مثالی کردار کی قیادت اور تحریکی غیرت اور پاکستان سے محبت کی...... محترم ڈاکٹر طارق احمد ڈار صاحب کے تحریک میں سنہری کردار کی...... شکیل بخشی صاحب اور شوکت بخشی صاحب (ان کے چھوٹے بھائی شارق بخشی شہید کی) نور محمد کلوال صاحب کی...... طاہر میر کی...... بابر بدر کی...... احسن ڈار اور عمران راہی کی...... عبدالسلام راتھر کی...... یونس ٹاک کی...... یوسف مجاہد صاحب کی...... شاہد الاسلام کی...... آغا سید حسن بڈگامی صاحب کی...... جاوید میر کی...... بشیر احمد طوطا کی...... بشیر مولوی کی...... مفتی فیض الوحید صاحب (جموں والوں) سے انٹیروگیشن جموں اور جموں جیل میں ملاقاتوں اور جموں کے مسلمانوں کے لیے ان کی خدمات و گوجری زبان میں قرآن پاک کا ترجمہ کرنے کی...... میر محمد شمسی صاحب (راجوری والے) اور ان سب قابلِ فخر دوستوں اور تاحیات قید بھائیوں بزرگوں کی...... محمد شفیع شریعتی صاحب کی...... غلام قادر بٹ صاحب کی...... شیخ عبدالعزیز شہید صاحب کی شفقتوں انمول انمٹ تحریکی خدمات کی...... مشتاق احمد زرگر صاحب کی پاکستان اور پاکستانیوں سے بے لوث محبت وعقیدت کی...... نعیم احمد خان مرحوم کی...... مظفر شاہ صاحب مرحوم کی...... اجوری کے اسلم ملک صاحب کی...... فریدہ بہن جی اور ان کے گھرانے کی قربانیوں وتحریکی خدمات کی...... باجی ناہیدہ نسرین صاحبہ کی مخلصانہ قیادت وتحریکی بصیرت کی...... باجی فہمیدہ صوفی کی اور دوسری اسیر بہنوں کی خدمات وقربانیوں کی...... غلام احمد میر صاحب (راجوری والے) کی تاریخ پر گرفت کی...... جموں جیل کے نمبردار شوکا کی...... ہریانہ کے فوجی رنگبیر سنگھ نمبردار کی البیلی داستانوں اور وزیراعظم ہند (راجیو گاندھی) سے اس کی بیٹی پریانکا گاندھی کا رشتہ مانگنے کی...... جموں کے جیل ایس

پی چینچل سنگھ کی...... DSP ہریش کوتوال، ملازم کشمیری پنڈ تانی کے سیاہ کرتوتوں کی اور ڈی ایس پی ڈاکٹر ونود کی...... ہماری جموں جیل میں دوران اسیری پہلی بڑی عید کی...... شبیراحمد شاہ صاحب کی عید کے روز بند دروازے سے ہمیں عید ملنے کی اور ہماری بارک میں عید کے لیے مرغیاں بھجوانے کی......جیل آفیسر ہیم راج کے قتل اور جیل والوں کے ہم پر برے طریقے سے ٹارچر کرکے ٹرو منانے کی اور ہم پر لاٹھی چارج سے پہلے شبیر احمد صاحب کو جیل سے نکال کر ایس پی کے آفس میں ڈیوڑھی سے باہر بٹھانے کی......سید شبیر احمد شاہ کو جن ہندوؤں نے مارنے کی پلاننگ کی جب وہ جیل میں ہی پولیس آفیسر کو مارنے کے کیس میں پکڑے گئے دوران تفشیش انہوں نے بتلایا کہ یہ ہتھیار شبیر احمد شاہ صاحب کو مارنے کے لیے منگوائے تھے ہمیں شدت پسند ہندوؤں نے کہا تھا آپ کا کیس بھی ہم لڑیں گے باہر آپ کے گھروں کا خیال بھی رکھیں گے شبیر احمد شاہ صاحب کو پتہ چلا جا کر انکو پٹائی سے بچایا اور کہا زندگی موت میرے اللہ کے ہاتھ میں ہے اور ایک موقع پر انکی بیڑیاں بھی کھلوا دیں......سید شبیر احمد شاہ صاحب علاج کے لیے جموں کے کسی ہسپتال میں تھے۔کوشش کی حکومت نے کہ ان کو کسی باہر کوٹھی یا سیف ہاؤس میں رکھیں۔اس پر شاہ صاحب نے کہا مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔ مجھے جموں جیل میں ہی اپنے لوگوں کے ساتھ رہنا ہے۔پھر ایک دن محترم شاہ صاحب ہماری بارک میں مجھے اونچی آواز میں پکارتے ہوئے تشریف لائے اور کہا کہ ہندوستان ہار گیا ہم جیت گئے۔ہندوستان مجھے چھوڑ رہا ہے میں نے ایک گھر سے آئی ہوئی پرفیوم پیش کی تو کہنے لگے کہ خوشبو لے کر جا رہا ہوں اور خوشبو ہی بانٹو گا۔سوئی دھاگہ لے کر جا رہا ہوں سب کو پرو کر اکٹھا کروں گا۔پھر مشورہ کرنے لگے میرا ارادہ ہے کہ ہندوستان کے تمام سیاسی لوگوں،میڈیا والوں،انسانی حقوق کے علمبرداروں سے ہندوستان میں جا کر ملوں۔میں نے کہا اچھی بات ہے۔پھر محترم شاہ صاحب جموں جیل سے نکلے تو باہر جموں کے غیر مسلموں نے ان کا تاریخی

استقبال کیا۔ یہ واجپائی سے دہلی پارلیمنٹ کے باہر ملے۔انہوں نے اس سے کہا کہ کیا ہماری تحریک حقیقت پر مبنی نہیں ہے۔آپ کے بڑوں نے ہمارے لوگوں سے حق خودارادیت کے وعدے نہیں کیے تھے۔واجپائی کہنے لگے کہ آپ درست کہہ رہے ہیں۔جاؤ شبیر شاہ جموں کشمیر کی حکومت سنبھالو۔ہندوستان سے سنبد (تعلق) رکھنا، چاہے کچے دھاگے کے رکھنا۔اگر جموں کشمیر الگ ہواتو ہندوستان بکھر جائے گا۔(واجپائی اس وقت حزب اختلاف کے لیڈر تھے)۔ ایک اور سابق وزیراعظم کانگریس کے نرسیما راؤ نے کہا تھا: جموں وکشمیر کے لیے ہم آسمان کے نیچے کسی بھی حد تک جانے کے لیے تیار ہیں۔یہ اس وقت کی باتیں ہیں جب جموں وکشمیر میں عسکریت مضبوط تھی...... جموں جیل میں پاکستانی فوج کا کرنل سمجھ کر مجھے الٹی جگہ اسٹار لگائے جانے کی...... جموں جیل کے اسٹاف کی اور ڈاکٹر ڈوگرا کی...... جموں جیل کے نمبرداروں رنگبیر سنگھ، کپور سنگھ راجہ وغیرہ کی اور SP رجنی کے جموں جیل وزٹ کے دوران برہنہ موسیٰ پاگل کی طرف سے اسے پکڑنے کی اور اس کے چیخیں مار کر بھاگنے کی...... پاکستان سے اندھی عقیدت کی وجہ سے کشمیری قیدیوں کے پاکستانی سگریٹ سے روزہ نہ ٹوٹنے کی اور روزوں میں ہی محبت میں پاکستانی گانا سننے پر گناہ نہ ہونے کی...... ایم کیو ایم کے پاکستانی اشتہاری مجرموں زبیری وغیرہ کی جموں جیل میں آکرخلاف قانون پاکستانی قیدیوں سے ملاقات کرنے کی اوراپنے لیے کام کرنے پر آمادہ ہونے پر رہائی اور دیگر مراعات دینے کی آفروں کی......

ہندوستان میں مختلف جگہوں پر پاکستان مخالف ٹریننگ سنٹرز اور وہاں دی جانے والی مختلف تربیتوں کی...... ہندوستان میں کئی مقامات پراور مختلف ادوار میں شدھی تحریک کی...... جموں جیل کی عیدوں اور ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں کے تہواروں کی......سکھ علیحدگی پسندوں کی پاکستان اور پاکستانی کرکٹ ٹیم سے محبت کی...... ہندوستانی حکومت کی

طرف سے ہندوستانی اداکاروں اور ماڈلوں کو اپنے ملک اور مذہب کے لیے استعمال کرنے کی...... ہندوستانی حکومت کی طرف سے ہندوستانی اداکاروں اور مولویوں کو بطور پیغام رساں پاکستان اور دوسرے ممالک میں استعمال کرنے کی...... جامع مسجد دہلی اور اس کے ائمہ کی...... ہندوستان کی طرف سے بالی وڈ فلم انڈسٹری کو اپنے ''وار ویپن'' کے طور پر استعمال کرنے کی...... ہندوستان کے ہندوستانی ثقافت اور کلچر کو ''وار ویپن'' کے طور پر استعمال کرنے کی......منظورالاسلام شہید سے رفاقت اور ان کے اخلاص و شہادت کی...... پیارے محمد شفیع شاعر کی انمول نوازشوں کی اور پیارے محمد شفیع صاحب کے انمول انمٹ آنسوؤں کی......مشکل اوقات میں محترم شبیر احمد شاہ صاحب سے تعاون لے کر جیلوں اورمیدان عمل میں امانتیں پہنچانے کی...... دختران ملت جموں وکشمیر کی باحیا بیٹیوں کی جفاکشی اور لازوال قربانیوں کی...... ہمارے جیلوں میں غیر مسلم تہواروں پر رکھے جانے والے روزوں کی؛ تاکہ اس دن کی مناسبت سے جیلوں کی طرف سے مہیا بڑے کھانوں سے بچ سکیں کی...... ہمارے گھروں سے آنے والے خطوط، منی آرڈروں اور پارسلوں کی اور ہندوستانی عہدے داروں کی سرچنگ اور قانونی کارروائی کے نام پر لوٹ مار کی...... جموں جیل میں پاکستانی پاگلوں کی پاکستانی غیرت کی......عبدالرشید عرف باباٹلی کی......آزادکشمیر کے پاپا اشرف کی......گلزرین پٹھان اورعزیز خان پٹھان کی...... عیسائی بابا کی گرفتاری پر انڈین میڈیا کے شور کی کہ بہت بڑا پاکستانی ایجنٹ پکڑا گیا، اسے ایک سکھ اور ایک پٹھان کا خون لگنے کی، پھر تینوں خونوں کے ملنے سے بابا کی جیل کی دیوار پھیلانگنے کی کوشش کی......ننکانہ کے نمبردار اللہ دتہ پیر کی اور اس کی زمین ہڑپنے کے لیے اس کو جموں کی طرف اس کے رشتہ داروں کی طرف سے دھکیلنے کی...... جموں جیل میں پاکستانی قیدیوں کے ہی پاکستانی قیدیوں کے ساتھ غلط رویوں کی، پھر ہماری اس کی اصلاح کرنے کی......باڑ لگنے سے پہلے سیالکوٹ سے موٹر سائیکل پر جموں پہنچنے والے

سیالکوٹی طالب علم کی گرفتاری اوراس کی جج کوموٹر سائیکل دے کر رہائی کی اور جموں آنے کی عجیب وجہ کی......DSP پھینہ کی اور اس کی بیگم کی کرامات کی اور اس کی سالی کی پاکستانی اشیا پر مرمٹنے کی......جموں جیل سے پتنگوں کے ذریعے باہر شدت پسند ہندوؤں سےلڑائی کی اور باہر پیغام رسانی کی...... جیلوں میں مجاہد تنظیموں کی آپسی لڑائیوں میں ثالثی مجھ سے کروانے کی...... جموں جیل میں حسد کی وجہ سے میرے اپنے اوپر ہونے والے اپنے ہی مجاہد لوگوں کے جادو کے واروں کی اور ان واروں کے مجھ پر ہونے والے اثرات کی، پھر میرا اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑا کر دعا کرنا اور پھر ان کے خود اعتراف جرم کی اور میرا اس وعدے پر ان کو معاف کرنا کہ آئندہ کسی مسلمان کے خلاف یہ خطرناک وار نہ کرنا کی...... ہمارے جموں جیل کی راتوں کو باری باری زندگی بخشنے کی، پہلے امیر حمزہ بھائی اٹھتے، پھر وہ سونے سے پہلے مجھے اٹھا دیتے، میں اپنی عبادت سے فارغ ہوکر ضمیر بھائی کو اٹھا دیتا، وہ تہجد سے فارغ ہوکر فجر کی اذان دے کر ہم سب کو اٹھاتے...... جموں جیل سے 1994ء میں کشمیری بھائیوں اور سکھ ویروں کی انمٹ محبت سے، نعروں کی گونج میں مجھے اور کچھ کشمیری بھائیوں کو کوٹ بھلوال جیل روانہ کرنے کی...... پھر 1994ء میں ہی مجھ سے کوٹ بھلوال جیل کے اسٹاف کے متعصّبانہ رویے کی...... جموں جیل میں پھول توڑنے کی پہل کی...... پاکستان میں جلد بدلنے والی حکومتوں کی اور تحریک کشمیر پر پڑنے والے ان کے منفی اثرات کی...... آئے دن پاکستان کی بدلتی پالیسیوں اور غیر ملکی پریشر لینے کی وجہ سے تحریک کشمیر کو پہنچنے والے نقصان کی...... جموں وکشمیر اور ہندوستانی جیلوں میں پاکستانی ایٹمی دھماکوں کی خوشی اور مختلف انداز میں شکرانے کی...... جموں جیل کے بندر کی بے باکی کی...... جموں جیل میں ملے عمر قید کاٹنے والے پاکستانی بھائیوں عبدالستار، محمود اور حیات وغیرہ کی محبتوں، اخلاص، استقامت وغیرت وحمیت اور عبادات کی...... کوٹ بھلوال جیل کے آم کے پیڑوں کی...... الجہاد کے چیف کمانڈر پیارے الطاف

عالمگیر صاحب کی...... کوٹ بھلوال جیل میں انڈین فورسز کے ٹارچر کے وجہ سے زخمی کشمیری بھائیوں کی ہماری مہمان نوازی کی ......کوٹ بھلوال کے جیل حکام کی مجھے اور منظور الاسلام شہید کو ملاقات والی جگہ پر جیل سے نکال کر جنگلے میں بند کرنے کی کہ یہ جیل توڑ کر بھاگ نہ جائیں...... نذیر پونچھی سے جنگلے میں ملاقات کی...... کوٹ بھلوال جیل میں ہمارے لیے زخمی کشمیری بھائیوں کی حکام سے منت سماجت کرنے اور الجھنے کی کہ ان کو واپس بارکوں میں بھیجو، ہم ان کی ہر طرح کی گارنٹی دیتے ہیں، ہمارا ان کو حوصلہ دے کر واپس کرنے کی کہ صبر کریں ہم ٹھیک ہیں تحریک میں ایسا ہوتا رہتا ہے...... مجھے پہلے غیر کشمیری کو آؤٹ آف سٹیٹ سنگرور جیل بھیجنے کی...... تایا جان اور چچا جان کے جیلوں میں آنے والے بابرکت خطوط کی...... جموں جیل میں انڈین انٹیلی جنس اداروں کی مجھے بار بار توڑنے کی کوششوں کی...... انڈین اداروں کے سامنے اپنے کانوں سے میری استقامت سن کر سید شبیر شاہ صاحب کا مجھے اپنے گلے لگا کر پیار کرنے کی اور مجھ پر فخر کرنے کی...... حریت کانفرنس کے ایک دھڑے کی حکومتِ ہند سے مذاکرات کی...... حریت کانفرنس کے ایک دھڑے کی بذریعہ چکوٹھی پاکستان آمد کی...... حزب المجاہدین کے سیز فائر کی اس وجہ سے پیدا ہونے والی غلط فہمیوں اور انتشار کی...... سیز فائر کے درمیان مجاہدین اور انڈین آرمی کے مابین کرکٹ میچ کی...... جموں جیل کے زنانہ وارڈ کی...... جموں کی مسجد اہلحدیث کی تاریخ وتحریکی خدمات کی...... جموں جیل میں پاکستان مخالف اور کشمیر کی تحریک مخالف ریشہ دوانیوں کی...... 1996ء میں بابر بدر کی قیادت میں بننے والے ایک خود ساختہ مذاکراتی گروپ کی...... اخوان نامی تنظیم کے بننے کی اور ان کے اپنی ہی قوم کے خلاف مظالم اور پھر خود ان کے عبرت ناک انجام کی...... VDC ویلج ڈیفنس کمیٹیوں کے نام پر بھارتی حیوانگی کی...... جموں وکشمیر میں نابدیوں کی درندگی کی...... رشید خان، فیاض نابدی، علی تل، شفیع ڈبہ، شکور وانی کی...... غلام نبی آزاد، محمد

یوسف پرے عرف کوکا پرے کی...... پاپا کشتواڑی، جاوید شاہ، غلام احمد میر عرف بدنام زمانہ ممہ کنہ کی...... سانحہ کنن پوش پورہ کی...... سعدہ پورہ، شوپیاں، چھانہ پورہ سرینگر کی...... دسمبر 1991ء میں اقبال مارکیٹ سوپور کی...... جنوری 1992ء کیرالہ ٹینگ کی...... اگست 2001ء میں امریکی صدر کلنٹن کی آمد پر چھٹی سنگھ پورہ میں 38 سکھوں کے قتل کی...... واندہ ہامہ، سنگرام پورہ، نادی مرگ کی...... ہندوستانی فورسز کی طرف سے بانہال جموں میں مظالم کی...... BSF کی سرینگر میں آفیسر رانی کی عجیب و غریب داستانوں کی......شدت پسند ہندوؤں کے بابری مسجد، کاشی مسجد، متھرا مسجد، چار مینار مسجد اور دیگر مساجد، مدارس، خانقاہوں، قبرستانوں، عیدگاہوں کے بارے ہندوستان بھر میں مکروہ عزائم کی...... ہندوستان بھر میں ہندو آشرموں کی اور اکھاڑوں کی...... ہندوستان بھر میں شدت پسند ہندو تنظیموں کی عسکری تربیت کی اور انہیں عسکری تربیت فراہم کرنے والے ہندوستانی فورسز کے حاضر سروس آفیسروں کی...... کشمیر میں امرناتھ یاترا کو مذہبی سے زیادہ عسکری و دفاعی حیثیت کے طور پر بھارت کی طرف سے استعمال کیے جانے کی...... امرناتھ شرائن بورڈ کے نام پر ہندوتوا کے مکروہ منصوبوں کی...... کشمیر میں محاذ رائے شماری کی...... اندرا عبداللہ ایکارڈ کی......مولانا عبدالرحمن مالیر کوٹلوی صاحب کی غیر مسلموں کے گھروں میں زبردستی ڈالی گئیں مسلم خواتین کی رہائی کی کوششوں اور مسلمانوں کے لیے عظیم کردار کی...... ریاست مالیر کوٹلہ پنجاب اور اس کے مسلم حکمرانوں اور ان کی باقیات کی اور مالیر کوٹلہ میں ہی تقسیم ہند کے وقت لگنے والے مہاجر مسلمانوں کے کیمپوں کی...... انڈین فلم انڈسٹری کی...... دلیپ کمار عرف یوسف خان کی......ممبئی کے ڈانوں کی......کشمیری پنڈتوں کے لیے ہوم لینڈ کی غیر ملکی سازش کی......کشمیری پنڈتوں کی تنظیم ''پنن کشمیر'' کے لیڈروں سے میرے رابطوں کی......تقسیم ہند سے پہلے امریکی افواج کی کشمیر آمد کی اور تقسیم ہند کے بعد امریکی دلچسپی اور اپنے مکروہ عزائم کی آبیاری کے لیے

جموں وکشمیر میں مختلف کوششوں کی...... مقبوضہ جموں وکشمیر میں امریکہ، یورپ، برطانیہ اور کچھ مسلم ممالک کی سازشوں کی اور ہندوستان نوازی کی...... مقبوضہ جموں وکشمیر میں ''اسرائیلی'' منصوبوں کی اور بھارت اسرائیلی گٹھ جوڑ کی...... سیاچن گلیشئر کی، اس کی عسکری حیثیت کی...... سیاچن گلیشئر پر امریکی رال ٹپکنے کی...... کلومنالی ہماچل پردیش میں امریکی اڈا بنانے کی امریکی خواہش کی...... دیوسائی میدان میں امریکہ کی اڈا بنانے کے لیے سازشوں کی اور سازش کے کچھ کرداروں کو تحفظ دینے کی...... بھارتی فوجیوں کی جموں وکشمیر میں خودکشیوں کی اور آپس میں ایک دوسرے اور اپنے آفیسروں کو قتل کرنے کی...... بھارتی فوجی آفیسروں کی اپنے ماتحت آفیسروں کی بیویوں اور ملازم خواتین کا استحصال کرنے کی...... PSA، ٹاڈا، پوٹا، افسپا جیسے کالے قوانین اور جموں وکشمیر میں گمنام قبروں کے دریافت شدہ کئی قبرستانوں کی...... لندن، واشنگٹن اور برسلز وغیرہ کے کشمیر سینٹروں کے کاموں کی...... امریکی اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ اور جموں وکشمیر کی...... ایشیا واچ اور ایمنسٹی انٹرنیشنل UNO کی جموں وکشمیر پر مجرمانہ خاموشی کی...... UNO اور دوسری انسانی حقوق کی تنظیموں کی جموں وکشمیر پر پاس کی گئی قراردادوں کی...... مقبوضہ جموں وکشمیر کی عسکری تحریک 1982-12-3 کو جنرل اسمبلی کی قرارداد 37/43 کے مطابق انٹرنیشنل قوانین کے مطابق ہونے کی...... جموں وکشمیر کی تحریک پر عالم اسلام کی بے توجہی کی...... جمعیت علمائے ہند اور مقبوضہ جموں وکشمیر کی...... مشرف کے چناب فارمولہ کی اور چار نکاتی فارمولہ کی...... 1931ء میں کشمیر چلو تحریک کے تحت جموں جیل میں قید غیر کشمیری غیرت مند مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کی اور ان کی کشمیریوں کے لیے انمول انمٹ قربانیوں کی...... 1931ء میں غیر کشمیریوں کی انمول قربانیوں سے اہل جموں وکشمیر کو ملنے والی کچھ آزادیوں کی...... 1931ء کی کشمیر چلو تحریک کی جموں وکشمیر کے لیے خدمات کی اور علامہ اقبال کی سربراہی میں بننے والی کشمیر کمیٹی کی...... جموں وکشمیر

کے صرف ہندو انڈین گورنروں کی...... بدنام زمانہ مسلم کش گورنر جگموہن کی سازشوں کی...... را کے ڈائریکٹر اے ایس دلت کے مکروہ عزائم کی...... سابقہ چیف آف آرمی سٹاف گریش چندر سکسینہ کی...... را کے بانی گورنر کے وی کرشنا راؤ کی...... 27 اکتوبر 1947ء کو پہلے سے موجود انڈین فورسز کی مدد کے لیے بھارتی فوج کا دستہ لے کر کشمیر اترنے والے بھارتی فوج کے اعلیٰ آفیسر ایس کے سنہا کی...... جموں وکشمیر میں بھارتی ریگولر فوج اور پولیس کے علاوہ بلیک کیٹ کمانڈو، ایس ٹی ایف،ایس او جی، سی آر پی ایف،آئی ٹی بی پی، راشٹریہ رائفل،این آئی اےاور آئی بی وغیرہ وغیرہ اور 25انٹیلی جنس اداروں کی...... اور دس لاکھ کے قریب تمام فورسز کی...... پاپا ٹو سرینگر میں روپا فورس کی اسیروں کے خلاف کارستانیوں کی...... دہلی میں فلسطینیPLOکے دفتر کی اور پھر اسےاسرائیلی خوشنودی کے لیے بند کرنے کی...... دنیا کی پہلی خاتون ہائی جیکر لیلیٰ خالد کی جس نے اسرائیلی جہاز اغوا کرنے کے لیے چھ بار سرجری کروانے کی...... دہلی میں کئی سالوں سےموجود100اسرائیلی کمانڈوز کی...... ورلڈ جیوش کانگریس کی...... کارگل کی جنگ میں انڈیا سے ہر قسم کے اسرائیلی تعاون کی...... دوران کارگل جنگ انڈین NSA برجیش مشرا کے اسرائیل میں قیام کی...... امریکہ، انڈیا اور اسرائیل کی گائے اور بچھڑے کے ملاپ کے لیےکوششوں یعنی گریٹر اسرائیل اور مہا بھارت کے لیےعزم اور مشترکہ غلیظ کاوشوں کی...... سقوط اندلس کے بعد بنت اسلام سیدہ حرہ کئی سالوں تک صلیبیوں کو سمندروں میں ناکوں چنے چبوانے کی (1492ء میں سقوط اندلس کے وقت 7 سال کی عمر میں ہجرت کی،تقریباً ایک لاکھ مسلمانوں کوشہید اور 20ہزار مسلمانوں کو قیدی بنالیا گیا۔ یہ تمام مظالم اس بچی کے ذہن میں ساری عمر رہے۔پھر یہ بچی سیدۃ البحر (سمندروں کی ملکہ) کے نام سے مشہور ہوئیں۔جنہوں نے خلافت عثمانیہ کے ایڈمرل خیرالدین باربروسہ کے ساتھ اتحاد کرکے 30سالوں تک بحیرہ قلزم اور شمالی افریقہ میں صلیبیوں کو

ناکوں چنے چبواتے رہے۔سمندروں میں عظمت اسلام کا پرچم لہراتے رہے)...... ہندوستانی اور جموں وکشمیر کی جیلوں میں سلفی لائبریریوں کی...... 1994ء میں اکبر سلفی سے سرینگر میں پہلی ایم 16امریکن گن پکڑے جانے پر امریکی سفیر وزنر کی سرینگر یاتراؤں کی...... اکبر سلفی صاحب سے جب امریکن گن پکڑی گئی تو اس نے سوچا کہ ہندوستانی مار سے بھی بچوں گا اور ان کو بیوقوف بھی بناؤں گا، اس نے یہ بیان دیا کہ امریکہ سعودیہ کے ذریعے ہمیں کشمیر کے لیے ہتھیار دے رہا ہے، مار سے بھی بچا بلکہ اوروں کو بھی بچایا، کیونکہ آئے روز کوئی نہ کوئی امریکن انہیں پھر ملنے آتا تھا...... پیارے اکبر سلفیسے تنگ آکر امریکی سفیر وزنر کے اس کے آگے ہاتھ جوڑنے کی کہ ہمارے تعلقات کیوں خراب کروا رہے ہو ہندوستان سے...... بھارتی افواج کے حفاظت میں یورپی یونین اور دیگر ممالک کے سفراء اور ملٹری اتاشیوں کے جموں وکشمیر کے دوروں کی ہندوستانی فورسز کی طرف سے اور کشمیری اسیروں سے اپنے مطلب کے لیے اپنی مرضی سے ملاقاتیں کروانے کی...... 1994ء میں ICRC کی جموں وکشمیر آمد اور کشمیری قیدیوں کے بارے ہندوستانی زیادتیوں پر بے بسی کی...... ہمارے احتجاج پر کمانڈر سجاد افغانی کی شہادت کے بعد ICRC کی طرف سے جنیوا اور اپنے ہیڈ کوارٹر سے ذمہ داروں کو بلوا کر ہم سے ملانے کی۔ پھر جیل والوں اور انڈین اداروں کی طرف سے مجھ سے تحقیقات کرنے کی کہ اتنے بڑے لوگ کس طرح بلائے جو دہلی میں ہندوستانی حکام کو ملے بغیر یو این او واپس چلے گئے اور یو این او میں ہندوستان کےخلاف ماحول بنایا...... مجھ سے انڈین منتری راجیش پائلٹ کی تالاب تلو جموں میں ملاقات کی اور پھر اس تبصرہ کی کہ پاکستان کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمیں بھی اپنے نوجوانوں میں اسی طرح کا شعور ولگن اپنے وطن سے محبت پیدا کرنا ہوگی، وگرنہ ہم مستقبل میں پاکستان کا سامنا نہیں کرسکیں گے، ہم تو بارود پر بیٹھے ہوئے ہیں...... پاکستان کےخلاف انڈین آبی

جارحیت کی اور پاکستان کے کھیتوں کو بنجر کر کے انڈین ریگستانوں کو آباد کرنے کی سازشوں کی...... ہندوستانی واٹر بم کی ......موہن داس کرم چند گاندھی کی...... جواہر لعل نہرو کی...... سردار ولب بھائی پٹیل کی......مولانا ابوالکلام آزاد کی...... اندرا گاندھی کی...... ہندوستانی آئین کے خالق بیم راؤ رام جی امبیڈ کر کی......صدر ہندوستان گیانی ذیل سنگھ کی...... راجیو گاندھی کی...... چندر شیکھر کی......نرسیما راؤ کی...... اندر کمار گجرال کی...... دیو گوڑا کی...... واجپائی کی...... منموہن سنگھ کی...... گجرات کے قصائی نریندر مودی کی...... ملاں ملائم سنگھ کی...... لالو پرشاد یادو، مایا وتی، جے لیلتا کی...... ہندوستانی بزنس مینوں مکیش امبانی، انیل امبانی، گوتم اڈانی، سبرت رائے، لکشمی متل، سجن جندال، ٹاٹا فیملی وغیرہ کی ہندوازم اور مہا بھارت کے لیے تعاون کی...... شیخ عبداللہ اور اندرا گاندھی کی...... 11 فروری 1986ء کو تہاڑ جیل نیو دہلی میں مقبول بٹ شہید کو پھانسی دیے جانے کی اور وہیں جیل میں ہندوستان کی طرف سے دفن کرنے کی...... 9 فروری 2013ء کو تہاڑ جیل نیودہلی میں ڈاکٹر افضل گورو کو پھانسی دیے جانے کی اور تہاڑ جیل میں ہی دفن کرنے کی اور ورثاء کو ان کی نعشیں نہ دینے کی...... 21 نومبر 2013ء کو سینٹرل جیل پونے مہاراشٹر میں محمد عامر اجمل قصاب کو پھانسی دیے جانے کی...... 30 جولائی 2015ء کو ناگپور جیل میں یعقوب میمن کو پھانسی دیے جانے کی اور پھانسی سے قبل پاکستان کے بارے ان کے تاریخی الفاظ کی...... ارکان جماعت اسلامی جموں وکشمیر کی تحریک آزادی میں انمول قربانیوں کی...... جموں کے تالاب کھٹیکاں اور استاذ محلہ اور اس کے غیرت مند مسلم باسیوں کی...... جموں کے مولانا عبدالرحمنؒ کی مسلمانوں کے لیے عظیم خدمات کی...... جموں میں ''پہلوان دی ہٹی'' کی مٹھائی کی...... انڈیا کی پاکستان اور عالم اسلام کے خلاف سازشوں کی...... انڈین وزارت خارجہ کے انڈر اسپیشل ڈیسکوں کی...... انڈین وومن ویپن کی اور اسے انڈین دفتر خارجہ کی طرف سے اپنے مقاصد کے لیے ہر جگہ

استعمال کرنے کی...... سرینگر کے چھ بہنوں کے اکلوتے مجاہد بھائی پیارے طاہر کی...... عظیم کمانڈر منتظم پیارے شکیل گلکار شہید عرف وسیم سلفی کی...... سیرت نبوی ﷺ سپیشلسٹ شعیب سنگو کی......جموں و کشمیر میں مجاہدین کے علاقوں میں ٹرانسفر ہوتے ہوئے سرکاری ملازموں کی ہم سے مجاہدین کے لیے سفارشی خط لکھوا کر لے جانے کی؛ تاکہ انہیں کچھ نہ کہا جائے کی......کوٹ بھلوال میں آنے والے ظالم آفیسروں کے میرے نام کشمیری بھائیوں سے سفارشی خطوط لکھوا کر لانے کی؛ تاکہ ان کے سابقہ جرائم کی وجہ سے ان کو اس جیل میں کچھ نہ کہا جائے......اس جیل میں قیدیوں کی اور دوسری جیلوں میں چلہ کشی اور جن پکڑنے کی مہم کی...... میری طرف سے کئی بار اور کشمیری اسیروں کی طرف سے یہ کہنے کی کہ SP صاحب یہ جیلیں ہمارا گھر ہیں، آپ جیسے مسافر کئی آئے اور کئی گئے ہیں...... انڈین آرمی کے حاضر سروس آفیسروں کے ہندوستان و جموں وکشمیر میں اسلحہ بیچنے کی...... انڈین فورسز کے حاضر سروس آفیسروں کی، ہندوستان میں ہندو بنیاد پرستوں کو عسکری تربیت دینے کی...... انڈین آرمی و دیگر فورسز کے اہلکاروں کی جموں وکشمیر کے اسیروں اور لاپتا اسیروں کے گھروں اور خواتین کے استحصال کرنے کی...... انڈین فورسز کی اہل کشمیر کے انسانی اعضا کی فروخت کی...... 2005ء میں بی ایس ایف کے ڈی آئی جی کے اقبالیہ بیان کی کہ ہم کشمیری لڑکے لڑکیوں کو پہلے نشے پر لگاتے ہیں، مفت نشہ دے کر جب یہ عادی ہوجاتے ہیں پھر ان سے اپنی ڈیمانڈ پوری کرواتے ہیں......2020ء میں این ٹی آئی نے پاکستان کو سب سے بہترین نیوکلیئر سیکیورٹی اصلاحات کرنے والا ملک قرار دیا، جبکہ ہندوستان کو بیسویں درجے پر رکھنے اور ہندوستان کے ایٹمی پروگرام کے خطرناک حقائق کی...... انڈیا کی طرف سے مقبوضہ جموں وکشمیر کا بدلہ کراچی اور بلوچستان میں لینے کی...... بلوچستان کے مختلف قبائل اور سرداروں کی......عبدالمالک ریکی اور مولانا مجیب الرحمٰن ضامرانی شہید اور ان کے قبیلے کی......

ملاں عمر ایرانی کی خدمات اور شہادت کی...... ہندوستان اور کچھ طاقتوں کی بلوچستان اور گوادر کو پاکستان سے الگ کرنے کی مہم وسازشوں کی...... برطانوی سفارت خانہ دہلی کی اپنے ہر قسم کے شہریوں کا انڈین جیلوں میں جا کر پیچھا کرنے کی اور ان کا خیال رکھنے کی اور ان کے لیے اپنا اثر ورسوخ استعمال کرنے کی...... ہمارے کوٹ بھلوال جیل جموں سے سنگرور جیل انڈین پنجاب کی طرف سفر کی...... پیارے منظور احمد بٹھو، ماسٹر اعظم صاحب، فرید شاہ صاحب، منظور الاسلام شہید کی اور مستانہ جی کپواڑہ والے کی مستانی باتوں کی اور پیارے گلزار سرینگر والے کے بھی ہمسفر ہونے کی...... جموں کے پولیس مین شکیل بھائی اور دوسرے شکیل بھائی کی...... ڈوڈہ کے اسیر ہم سفر بھائیوں ریاض، فردوس طارق وغیرہ کی......سنگرور جیل کے اسٹاف سے پالا پڑنے کی......سنگرور جیل انڈین پنجاب کے ڈاکٹروں کی......سنگرور جیل کے زنانہ وارڈ کی...... انڈین پنجاب کی جیلوں کے ملازموں کی یونین کے ذمہ داروں (پردانوں) سے میری دوستی کی، پھر اس دوستی سے اسیران جموں وکشمیر کو فوائد پہنچانے کی......سنگرور جیل میں ہمیں علیحدہ علیحدہ سیل میں بند کرنے کی......سنگرور جیل میں نچھتر سنگھ روڈے (سکھ رہنما) اور کرم جیت سنگھ سے دوستی کی اور اس دوستی سے قیدیوں کے لیے فائدہ اٹھانے کی...... ایس پی سنگرور جیل پنجاب جگروپ سنگھ اور ڈی ایس پی ہندو بانیے کی...... ایس پی جیل جگروپ سنگھ کی ببلی نامی بیٹی کی کرتوتوں کی......سنگرور جیل کے بوڑھے حوالداروں کی اور جواں حوالداروں کی......سابقہ نیکسلائٹ اصلاح پسند لیڈر خاندانی بندے کلدیپ سنگھ، جس نے ہندو بانیوں کے سودی سسٹم کے خلاف کامیاب کام کیا۔ لالوں کے بہی کھاتے چھین کر جلاتے رہے۔ مسلم خواتین جو سکھوں اور ہندوؤں کے گھروں میں زبردستی 1947ء میں ڈال لی گئیں تھیں، ان کی آزادی کے لیے ریلیف کے لیے انہوں نے مجھ سے تعاون کیا۔ اسی سلسلے میں طرفین کی طرف سے لکھے گئے کچھ خطوط جب پکڑے گئے تو پہلے چنڈی گڑھ پھر دہلی بھیجے گئے،

پھر مرلی منوہر جوشی نے وہ انڈین پارلیمنٹ میں دکھائے کہ پاکستانی دہشتگرد ہماری جیلوں میں بیٹھ کر یہ کام کررہا ہے۔تبھی سی بی آئی کے سربراہ جوگندر سنگھ کو میرے پاس بھیجا گیا۔ جوگندر سنگھ کے آ کر لڑنے کے انداز میں مجھ سے الجھنے کی کوشش کی، مجھے رات کو اسی جیل میں بند سکھ علیحدگی پسند لیڈر نچھتر سنگھ روڈے نے پیغام بھیجا کہ صبح آپ سے ملنے یہ آ رہا ہے۔

جوگندر سنگھ جب میرے سیل میں آئے تو میں عصر کی نماز پڑھ کر بیٹھا تھا،آتے ہی اس نے کہا کہ پوجا پاٹ کرلی ہےتو میں نے کہا پوجا بھی آپ کی ہے پاٹ بھی آپ ہی ادا کرتے ہیں،ہم تو عبادت کرتے ہیں۔ میں جائے نماز کو لپیٹ کر دروازے کی اندرونی طرف کھڑا ہوگیا، باہر کی طرف جوگندر سنگھ اپنے ساتھ آنے والے آفیسر کے ساتھ کھڑا تھا، مجھے پوچھنے لگا: یہ مسلمان عورتوں کے بارے میں آپ کام کررہے ہیں، یہ خطوط آپ کے ہی ہیں، میں نے کہا میں ہی یہ کام کر رہا ہوں؛ کیونکہ یہ ہمارا فرض ہے ہم کریں گے، کہنے لگا کہ پہلے ہی اپنا ملک دوٹکڑوں میں کروا کر بیٹھے ہو۔ بھیک پر گزارہ کرتا ہے آپ کا ملک۔ کب تک ہم سے لڑتے رہو گے۔ میں نے کہا: رہی بات ہمارے ملک ٹوٹنے کی تو یہ آپ کے ملک نے نہیں، بلکہ سوویت یونین اور دیگر ملکوں نے مل کر ہمارے آپسی انتشار سے فائدہ اٹھا کر کیا ہے۔ رہی بات ہم کب تک لڑیں گےتو جب تک اپنے تمام بدلے نہیں لے لیتے، جب تک اپنے تمام مقبوضہ علاقے واپس نہیں لے لیتے، تب تک یہ فریضہ ادا کرتے رہیں گے۔ ہم یہ سب نہ کرسکے تو ہماری آنے والی نسلیں یہ سب کریں گی؛ کیونکہ ہم مسلمان ہیں، یہ سنتے ہی بھڑک اٹھے کہ تمہاری نسلیں، اپنی بغل سے فائل نکال کر دکھانے لگا کہ یہ دیکھیں ہندوستان کے وزیر اعظم کے دستخط ہیں اس پر کہ تم زندہ ہماری جیلوں سے نہیں جا سکتے، مجھے ہنسی آ گئی میں نے کہا واہ خالصہ جی واہ آپ لوگوں نے کیا سمجھا، آپ لوگوں نے ہمیں قید کر کے رکھا ہے، جب میرے اللہ کا حکم ہوا میں چلا

جاؤں گا۔تم سب الٹے لٹک جانا مجھے نہیں روک سکو گے ان شاء اللہ...... رہی بات میری نسل روکنے کی تو تمہارے بس میں کچھ نہیں۔ اگر میں آپ کی جیلوں میں ہی شہید ہو گیا تو جو بھی مسلمان کے گھر بچہ پیدا ہوگا، ایمان اور کلمہ کے رشتے سے میری نسل ہوگا اور آپ لوگوں سے آ کر بدلہ ضرور لے گا؛ کیونکہ مسلمان بدلہ ضرور لیتا ہے، میں نے کہا سردار جی مشورہ دوں، پہلے سکھ مذہب ہی پڑھ لیں۔ اس کے جانے کے بعد جیل انتظامیہ ایس پی سمیت میرے پاس آئے اور کہا کہ ان لوگوں سے نہ الجھا کرو۔ یہ پھر ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ آپ کے خلاف ایکشن لیں ...... ڈی ایس پی کلدیپ سنگھ کی مجھ سے دوستی کی اور دوستی کا حق ادا کرنے کی...... ڈی ایس پی جوگا سنگھ (بھنگڑے کا چیمپئن) اس کے والد اور بیوی (گدا کی چیمپئن) کی، جوگا سنگھ اپنے والد اور اپنی بیوی کو مجھ سے ملوانے لائے، انہوں نے گوجرانولہ کی معلومات لے کر جوگا سنگھ سے کہا: اے میری جنم پوئے دا اے یعنی میری پیدائش کی جگہ کا ہے اس کا خیال رکھنا......سنگرور جیل پنجاب میں مسجد کے علاوہ، مندر، گردوارہ کے بنے ہونے کی......سنگرور جیل میں ہر روز عصر کی نماز کے بعد پوری جیل میں چکر (کنٹرول روم) میں لگے بڑے اسپیکر کے ذریعے دہلی سرکار کے حکم پر مسلم مخالف کیسٹوں کے چلنے کی؛ تاکہ پاکستان اور مسلمانوں کے بارے نفرت بھری جائے لوگوں کے دلوں میں...... بھارتی سینا کے ریٹائرڈ حوالدار جو سقوط ڈھاکہ کے وقت جنرل اروڑہ کے ساتھ تھا اور اب سنگرور جیل کے حوالدار کی ہم سے بغض کی اور ہمارا اس کو سبق سکھانے کی، مجاہدین اور پاکستان کی حقانیت اس کے منہ سے منوانے کی......مختلف وجوہ سے ہندوستانی وزارت خارجہ کے انڈین جیلوں میں گرفتار آفیسروں کی، ان کے پاکستان اور عالم اسلام کے خلاف انڈین ہتھکنڈوں کے انکشافات کی اور پاکستان کے مختلف محکموں، سفارت خانوں اور اداروں میں انڈیا کے ایجنٹ لوگوں کے بارے بتلانے کی...... دہلی میں پاکستانی سفیروں ریاض کھوکھر صاحب،عبدالباسط صاحب اور جلیل

صاحب کی غیرت مندی کی اور اپنا فرض احسن طریقے سے ادا کرنے کی...... مجھ سے ملنے کے لیے دہلی سے آنے والے انڈین آفیسر کی جموں تلاب تلو میں کراچی کے جلنے کی پیش گوئی کی اور پھر دو سال بعد مجھے آکر سنگرور پنجاب میں طعنہ دینے کی (کہ دیکھ کراچی جل رہا ہے)...... انڈین انٹیلی جنس آفیسروں کے بلوچستان میں کبھی نہ ختم ہونے والی لڑائی جاری رکھنے کے مکروہ عزائم کی...... ہندوستانی انٹیلی جنس میں پاکستان مخالف دو سیکشنوں (CIJUX-CIJUT) کی...... سنگرور جیل کے روزوں اور (راتوں) شبوں کی...... سنگرور جیل کی عیدوں کی...... جموں وکشمیر سے وابستہ اسیران کی آپس میں ملاقات کی...... بہترین مربی و استاذ پیارے عبدالرشید کرال کی...... جموں وکشمیر اور بٹہ مالو کی عظیم ماؤں کی، خصوصاً گگا جی (مشتاق الاسلام صاحب) کی والدہ محترمہ کی مجاہدین وتحریک کے لیے خدمات کی...... مقبول بٹ شہید کی والدمحترمہ کے ایثار وقربانی اور خدمات کی...... مشتاق زرگر صاحب کی والدہ محترمہ اور بہنوں کی قربانیوں کی...... شیخ عبدالعزیز شہید کی عظیم بہنوں کی...... سیدہ آسیہ اندرابی صاحبہ کی والدہ محترمہ کی قربانیوں کی...... سید شبیر احمد شاہ کے شہید والد صاحب اور والدہ محترمہ اور بہن کی تحریکی خدمات کی...... ام حفظ الرحمن صاحبہ کی جہادی خدمات ومجاہدین سے محبت واخلاص قربانیوں کی بقول مولانا فضل الرحمن خلیل صاحب کے اماں جی ام حفظ الرحمن صاحب مجاہدین کی خدمت بھی کرتیں اور ساتھ مالی تعاون بھی کرتیں۔ یوسف نسیم صاحب کی والدہ محترمہ اماں سائیں کی......محترم یاسین ملک صاحب کی والدہ محترمہ اور بہنوں کی قربانیوں کی...... سرینگر یونیورسٹی کے پروفیسر اعظم اصلاحی صاحب کی اسیری پھر رہائی کی پھر گرفتاری کی اور کلکتہ کے سیمینار میں ان کی شرکت کی، وہاں امریکہ سے آئے وفد کی ان سے مقبوضہ کشمیر میں ہندوستانی بھیانک مظالم آشکار کرنے کی کہ آپ اس کشمیر سے آئے ہیں جہاں سے انسانی اعضا کی اسمگلنگ باہر کی دنیا میں انڈین فورسز کی طرف سے کی جاتی ہے...... سنگرور جیل میں

پاکستانی اسیروں کی آمد کی (سرینگر کے مختلف ٹارچر سنٹروں سے)...... محترم شیخ یعقوب ''برادر شیخ عبدالعزیز شہید'' صاحب کی اور ان کے گھرانے کی عظیم قربانیوں کی...... جیلوں میں قبول ہوتی دعاؤں کی اور رب کائنات کی نعمتوں کی...... تہجد کے وقت دعا کی اور ظہر کے وقت اس کا صلہ و پھل کا مل جانا بعض اوقات ہاتھ نیچے کرتے ہی پھل مل جانا...... سنگرور جیل میں بحرین سے آئے میرے پارسل کی اور اس میں طرح طرح کی نعمتوں کی...... ان نعمتوں کو پاکر اپنے اللہ سے تعلق مضبوط ہونے کی۔ میرا اور فہداللہ بھائی کا شکرانے کے نوافل ادا کرنے کی، صبح مانگی دعا کے حرف بحرف پورا ہونے پر...... انڈین جیلوں میں ہمارا ہر طرح خیال رکھنے پر پیارے جبران سعید، پیارے افتخار شاہ اور ہمارے محسن عبدالرحمن عابد کی عظیم خدمات کی...... پیارے جبران سعید کی والدہ محترمہ کی اور پیارے عبدالرحمن عابد کی والدہ محترمہ کی اسیروں پر شفقتوں کی...... ہر تین ماہ بعد جیلوں میں ہمارا ایمان چیک کرنے کے لیے آنے والے مختلف ہندوستانی اداروں کے آفیسروں کی...... ان میں سے بعض آفیسروں کے مجھے سلیوٹ کرنے کی، اس پر جیل کے ڈی ایس پی نے کہا: یہ تو ان کا پردھان ہے، شدت پسند ہے، ہمارا دشمن ہے، اس پر دہلی سے آنے والے کئی آفیسروں کے ایک ہی وقت میں یہ کہنے کی: جب سے اسے پکڑا جہاں سے جب بھی اسے کاٹا اس سے اس کی اپنے مقصد سے وفاداری ہی نظر آئی، اس کی بہادری و استقامت ہمیں اس کو سلیوٹ کرنے پر مجبور کرتی ہے...... بعض اوقات ان آفیسروں میں سے کہتے کہ دیکھیں ہندوستان کے علماء جہاد کشمیر کو شرعی نہیں مانتے، علامہ وحید الدین خان کو دیکھیں کتنا بڑا اسکالر ہے وہ بھی نہیں مانتا۔ میں نے کہا آپ ان علمائے کرام کے سروں سے خوف وطمع کا ڈنڈا اٹھائیں پھر دیکھیں۔ رہی بات وحیدالدین صاحب کی تو ان کی تحریریں اچھی بھی ہیں، مگر جہاد کے بارے میں ان کا بالکل غلط نظریہ ہے، یہاں وہ ڈنڈی مارتے ہیں جانتے بوجھتے ہوئے بھی۔ انہیں ہماری طرف سے مناظرہ

کا چیلنج دیں اپنے سرکاری ٹی وی دور درشن پر، میں بھی آپ کی جیلوں میں بند اپنے مجاہد علمائے کرام کو لے کر آجاتا ہوں، وہ بے شک جس کو مرضی لے کر آجائیں۔ پتا چل جائے گا کون سچا ہے اور کون غلط ہے۔ اگر ہم ہار گئے تو ہندوستان کے خلاف ہم نہیں لڑیں گے۔ اگر وحیدالدین صاحب ہار گئے تو ہندوستان مانے گا کہ وہ جموں وکشمیر اور ہندوستان کے مسلمانوں اور اقلیتوں کے خلاف ظلم کر رہا ہے۔ وہ ظلم سے رک کر ان سب کو ان کا حق دے گا۔ جاؤ جا کر اپنے بڑوں سے بات کرلو۔ پھر ہم بعد کی ملاقاتوں میں ان کے پیچھے پڑے رہے وہ کوئی مناسب جواب نہ دے پائے...... ہندوستانی پنجاب کی کچی شراب اور اس کی تباہی کی......سنگرور جیل کے کھانوں کی......میرے سنگرور جیل سے جموں تاریخ پر آنے جانے کی اور دوران سفر مختلف کاموں کی......سنگرور جیل کے اسپیشل پھانسی گھر کی، جہاں بیک وقت میں تین لوگوں کو اکٹھے پھانسی دی جاسکتی ہے، انگریز کی طرف سے بنائے گئے ہر پھانسی گھر کے کنویں کی 13 سیڑھیاں ہونے کی، کیونکہ انگریز 13 کے ہندسے کو منحوس سمجھتا تھا......سنگرور جیل کے انسان دوست پرچیزر ورماجی کی انسانیت کی......

پیارے مقبول کے ذریعے ہند کے ایک جموں میں تخریب کاری کے سینٹر کے ایکسپوز ہونے اور اس کو ایکسپوز کرنے کا الزام مجھ پر آنے کی......جیل حکام کی مجھ سے باز پرس کی، میں نے کہا کہ میں نے کروایا نہیں تھا۔ اب ہو گیا ہے اگر مجھ پر ڈالتے ہیں تو میرے لیے سعادت کی بات ہے؛ کیونکہ یہ میری کشمیری قوم کے خلاف سازش و تباہی کا اڈا ہے۔ الحمدللہ پھر اس اڈے پر مجاہدین نے حملہ بھی کیا پھر ایسے گھناؤنے اڈے ہندوستانی حکومت کی طرف سے یا تو انڈین آرمی کے کیمپوں میں منتقل کیے گئے یا پھر جموں وکشمیر سے باہر منتقل کیے گئے ......انڈین پنجاب کی سیاسی جماعت شرومنی اکالی دل کی......اکالی دل کے بادل، ٹوھرا اور مان گروپوں کی...... سکھوں کی مذہبی شرومنی گردوارہ پر بندھک

کمیٹی کی......سکھ طلبہ کی جماعت سکھ اسٹوڈنٹ فیڈریشن کی......سنگرور جیل میں ملازموں میں جب جھگڑا ہوتا تو ہمارے پاس فیصلہ کے لیے آتے کہ چلو میاں (مسلمان) کے پاس، کیونکہ میاں جھوٹ نہیں بولتا۔ درست فیصلہ کرے گا، یہ مسلمانوں کے بارے سنا اپنے بڑوں سے کہ میاں جھوٹ نہیں بولتا...... جالندھر میں ہندسما چار اخبار والوں کی وادی سے مفرور کشمیری پنڈتوں کے لیے قائم فنڈ کی...... کشمیری سکھ لیڈر منجیت سنگھ پیاسا کو گرفتار کرکے لائے جانے کی اور ہمارے ساتھ رکھے جانے کی سنگرور جیل میں۔ میرا اس سے مختلف امور پر تبادلہ خیال کرنے کی......کوٹ بھلوال جیل میں سنگرور سے واپسی کی اور یعقوب شیخ صاحب اور ماسٹر اعظم صاحب کے ہمسفر ہونے اور یادگار سفر کی...... انڈین پنجاب کے ہندو نواز منندر جیت سنگھ بٹہ کی خباثتوں اور اپنی سکھ قوم سے غداری کی......میری جزائر انڈومان (کالا پانی) جانے کی دلی خواہش کی، تاکہ اپنے اسلاف کی قید کی جگہیں دیکھ سکوں...... کوٹ بھلوال جیل جموں میں ایک دن مولانا مسعود اظہر صاحب اور باقی کچھ ساتھی بھی بیٹھے ہوئے تھے، ہم نے مشورہ کیا کہ ہم نے اپنے رشتہ داروں کو جہاد کی دعوت نہیں دی۔ ان کو دعوت دیتے ہیں۔ میں نے بھی اس سلسلے میں اپنے کچھ رشتہ داروں کو خطوط لکھے تھے۔پھر جب ایک خط کا جواب آیا تو پریشانی ہوئی، مولانا مسعود اظہر صاحب نے بھی اس پر لکھا اور میں نے بھی جواب دیا...... مجھے پاکستان سے کوٹ بھلوال جیل میں تبلیغی جماعت کے رہنما کے آنے والے جہاد مخالف خط کی، پھر جیل والوں کے اس کی کاپیاں کروا کر دوسری جیلوں میں تقسیم کرنے کی، اسیروں کو میرے خلاف اکسانے کی ناکام کوشش کی کہ دیکھو اس کے رشتہ دار بھی اس کے جہاد کو اچھا نہیں سمجھتے۔ پھر مجھے کوٹ بھلوال جیل میں ہی اندلس مسجد قرطبہ سے ایمان افروز جہادی لکھے والد محترم کے خط کی کہ بیٹا میں مسجد قرطبہ میں آیا یہاں جبرالٹر اور الحمراء دیکھا، فرانس کے علاقے دیکھے جو مسلمانوں کے تھے۔مسلمانوں کے ترقی وعروج کی

نشانیاں دیکھیں پڑھیں۔ مسجد قرطبہ میں نفل نہیں پڑھنے دیتے تھے ہم نے زبردستی پڑھے اور دل سے آپ مجاہدین کے لیے دعائیں کیں یہ کہ یااللہ میں تو دعوت کا کام کرنے یہاں آیا ہوں، میرے بیٹے اور ان کے ساتھیوں کو رہائی دے، انہیں جموں وکشمیر میں کامیاب کر، پھر وہ یہاں آ کر جہاد فی سبیل اللہ کرتے ہوئے یہ مسلمانوں کی امانت علاقے واپس لے کر یہاں وہی اسلام کا پرچم لہرا کر اسلام اور مسلمانوں کو عزت دیں؛ کیونکہ جہاد میں ہی عزت ہے۔ جہاد سے ہی فتوحات ملتی ہیں، مسلمانوں کے علاقے پھیلتے ہیں۔ الحمد اللہ والد صاحب کے اس مسجد قرطبہ اندلس سے لکھے خط سے جہاد کو عزت ملی، پھر ہمارا اس خط کی کاپیاں کروا کر جیلوں میں تقسیم کرنے کی...... وہ اصل خط اس وقت بھی کشمیر میں تاحیات قید کاٹنے والے بھائی کے پاس اب تک ہونے کی...... والد محترم سے گرفتاری سے قبل گجرانوالہ کے سیالکوٹ بائی پاس کے بس اسٹاپ پر آخری ملاقات کی اور رہائی کے بعد واہگہ باڈر پر پہلی ملاقات کی...... والدہ محترمہ کی جہاد سے محبت اور استقامت کی...... 1612ء میں برصغیر میں انگریز کی آمد کی......انگریز کی برصغیر کو سونے کی چڑیا قرار دینے کی......کوہ نور ہیرے کی اور اب ملکہ برطانیہ کے تاج اور تخت میں ہونے کی...... برطانیہ کی برصغیر سے لوٹ مار و مسلم دشمنی، بربریت اور سنگ دلی کی...... انگریزوں سے آزادی کی معروف جنگوں کی۔ 1757ء میں جنگ پلاسی، 1799ء میں جنگ میسور، 1831ء میں تحریک بالاکوٹ، 1857ء میں ہندوستان بھر میں بھرپور آزادی کی تحریک کی اور 1947ء میں رمضان المبارک کی ستائیسویں رات پاکستان کے قیام کی......سلطان ٹیپو شہید 1799-5-4 اور ان کی عسکری ایجادات اور انصاف اور ملی غیرت اور شہادت کی ...... جھانسی کی رانی کی قومی غیرت اور انگریزوں سے لڑائی کی...... اودھ کی بیگم حضرت محل کی غیرت اور شجاعت کی...... نیتا جی، آزاد ہند فوج کے رہنما سبھاش چندر بوس کی عسکریت و موت کی......انگریزوں کے خلاف مختلف تحریکوں کی......سرحد وقبائل میں

انگریزوں کی رسوائی اور ہندونوازی کی......مولانا احمداللہ کی عسکری بصیرت اور قربانی کی، خود انگریز کی طرف سے ان کی شاندار تحسین وتعریف کی اور یہ کہ ان کے مخلصانہ کردار کی وجہ سے ہرکسی کی ان کی تعریف کرنے کی،اور انگریز کی طرف سے یہ کہنا کہ برصغیر میں اگرسرداری کے لائق کوئی سرہےتو وہ مولانا احمداللہ کا ہے......انگریز جنرل ڈائر کی طرف سے جلیانوالہ باغ میں 1919-4-13 کو انسانیت کے قتل عام کی ......رام محمد سنگھ آزاد (ادھم سنگھ) کی طرف سے 1940-4-13 کو برطانوی اسمبلی میں پہنچ کر جنرل ڈائر کو قتل کرنے کی...... پروفیسر رمضان شہید اور پروفیسر سلیم شہید صاحب کی شفقتوں وخدمات کی...... امیر جمعیت اہلحدیث جموں وکشمیر مولانا شوکت شہید کی ملی خدمات وشہادت کی، امام حرمین شریفین عبدالرحمٰن السدیس کی طرف سے ان کو دیے جانے والے پروٹوکول کی اور ان کی شہادت پر امام حرمین کا اپنی اور سعودی بادشاہ کی طرف سے مبارکباد دینے اور تعزیت کرنے کی، مولانا شوکت صاحب کی طرف سے سرینگر میں یونیورسٹی بنانے کے لیےکوششوں کی اور اپنی جماعت کو منظم ومتحرک کرنے کی اور اپنوں کی طرف سے ان کی مخالفت کی...... حاجی حفیظ الرحمن بٹ کی بے لوث محبت کی......مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب(امیر جمعیت اہلحدیث ہند) کی اسیروں پر عنایات کی اور مسلمانان ہند کے لیےخدمات کی...... ڈاکٹر ذاکر نائیک صاحب کی اسلام ومسلمانوں کے لیے خدمات کی......مولانا جرجیس انصاری کے ہندوؤں کے خلاف دندان شکن خطابات پر گرفتاریوں کی...... حیدرآباد دکن کے اویسی برادران کے والد محترم صلاح الدین اویسی صاحب کی......جموں وکشمیر میں قید بحرینی شہزادوں (ناصر لوری اور حسن بکھوا) کی...... ان کی اسپیشل جہاز پرآنے والی ملاقاتوں کی اور پھر جموں جیل میں ہماری بارک میں شفٹ کیےجانے کی اور ان کی رہائی کی،ان کی رہائی کے بارے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میری پیش گوئی کے سچ ہونے پر الشیخ البانیؒ کے شاگرد ناصر لوری کی مجھ سے کمال

محبت کی، پیش گوئی کرنے کے بعد میری اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعائیں کرنے کی، اللہ تعالیٰ عزت رکھ لینا۔ الحمدللہ، اللہ تعالیٰ نے عزت رکھ لی...... ہندو دھرم کی...... ہندوؤں کی ماتا در پدری کی...... جیلوں میں علاقائی، لسانی، مسلکی اور تنظیمی بتوں کی اور ان بتوں کو توڑنے کی ہماری کوششوں کی...... کوٹ بھلوال جیل کے شب و روز کی...... پیارے ثوبان کپواڑہ والے کے اخلاص و سادگی کی...... پیارے مسرت عالم بٹ صاحب کی مسرتوں اور تحریک کے لیے عظیم کردار اور قربانیوں اور بے مثل قیادت ہر دلعزیز ہونے کی...... ریاض احمد شاہ کی آنے والی ملاقاتوں کی...... بٹہ مالو کے مجاہد پیارے گوشا عبدالباسط کی...... مسرت عالم بٹ صاحب کے ہمارا سامان اٹھا کر ہمیں اوپر بلاک میں چھوڑ کر آنے کی...... ٹاڈا کورٹ جموں میں ایک بزرگ کے ہمارے لیے کام کرنے کی اور ہمارے ایک ساتھی کا بابا جی کو مذاق میں کہنے کی کہ بابا جن کا آپ کام کرتے ہیں وہ تو وہابی ہیں وہابی۔ بابا جی فوری بدک کر اٹھے میری طرف دیکھ کر کہنے لگے: پتر توں شکل توں تے وہابی نہیں، لگدا پھر میں نے انہیں پیار سے سمجھایا ہم کون سے وہابی ہیں، پھر کہیں جا کر بابا جی مطمئن ہوئے اور پھر سے ہمارا کام کرنے لگے...... کشمیر میں کمانڈر طلحہ ہزاروی شہید کے کارناموں اور شہادت کی اور اپنی شہادت سے پہلے اپنے قاتل کرنل پھٹانیہ کو جہنم واصل کرنے کی...... کشمیر میں انڈین ایئر فورس کے تباہ ہونے والے طیاروں کی...... کوٹ بھلوال جیل میں سجاد گل صاحب سے ملاقات کی اور ان کے گھرانے کی عظیم قربانیوں کی...... پرنس سلیم، منظور الاسلام صاحب اور کیٹا شہزاد کی...... جان کا چرو صاحب کی...... کوٹ بھلوال کے اسپیشل بینگنوں کی...... پیرولیا اسلحہ کانڈ کی اور انڈین اداروں کی طرف سے مجھ سے جموں جیل میں اس کی تفتیش کی...... میرا اپنی جماعت کا نیا جھنڈا جاننے کی جستجو کی اور پھر اس جھنڈے کو بنوا کر اپنے جیل کے کمرے میں لگانے اور لہرانے کی...... ہمارا پاکستانی جھنڈا پاکستانی تہواروں پر جیلوں میں لہرانے کی اور انڈین تہواروں

پر سیاہ پرچم لہرانے کی...... مجموعہ امام ابن تیمیہؒ اور جموں کشمیر کی...... شاہ اسماعیل شہید اور جموں وکشمیر کی...... شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد عبداللہ روپڑی صاحب نے فتویٰ صادر فرمایا کہ ہر مسلمان کو مسلم لیگ کا ساتھ دینا چاہیے...... مولانا ولایت علی، مولانا عنایت علی اور جموں وکشمیر کی...... مولانا داؤد غزنوی اور جموں وکشمیر کی...... مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی نے ہی کلکتہ کے ایک جلسے میں قائداعظم کی موجودگی میں یہ نعرہ دیا تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ، اور مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے کلکتہ کے پلٹن گراؤنڈ میں قائداعظم کے ساتھ تقریر کرتے ہوئے سکھ رہنما ماسٹر تارا سنگھ کے پنجاب اسمبلی کی سیڑھیوں پر کھڑے ہوکر دی گئی دھمکی کہ ہم خون کی ندیاں بہادیں گے، لیکن پاکستان نہیں بننے دیں گے، کے جواب میں کہا ماسٹر جی! خون کی ندیاں ہمارے لیے نئی نہیں ہیں، اسلام کی تاریخ کے اوراق خون کی ندیوں سے رنگین ہیں۔ پاکستان ان شاءاللہ بن کے رہے گا اور ہم پاکستان لے کر رہیں گے۔ جس پر پنڈال نعروں سے گونج اٹھا۔ مولانا غزنوی صاحب کے بعد ظفر علی خان مائیک پر آئے اور اس فی البدیہہ شعر سے خراج تحسین پیش کیا۔

قائم ہے ان سے ملت بیضا کی آبرو
اسلام کا وقار ہیں داؤد غزنوی

مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی اور جموں وکشمیر کی...... شیخ العرب و العجم شاہ بدیع الدین راشدی صاحب اور جموں وکشمیر کی...... حافظ عبداللہ بہاولپوری صاحب اور جموں وکشمیر کی...... خاندان لکھویہ اور جموں وکشمیر کی...... مولانا صفی الرحمن مبارکپوری اور جموں وکشمیر کی...... جموں وکشمیر کی جیلوں میں اسیروں کے درمیان کرکٹ اور فٹبال ٹورنامنٹوں کی...... کوٹ بھلوال جیل سے دریافت خزینہ کی...... جموں وکشمیر کی جیلوں میں مجاہدوں کے ہاتھوں مخبروں کی پٹائی کی...... کوٹ بھلوال جیل میں راجوری کے پیارے راج کمار لشکری

(ہندو) کی استقامت کی...... سرینگر کے پیارے فیاض رنگریز عرف راجہ بھیا کی......
کوٹ بھلوال جیل میں ہمیں اوپر سیلوں میں شفٹ کیے جانے کی، پھر تہاڑ جیل سے
مولانا مسعود اظہر صاحب، کمانڈر سجاد افغانی شہیداور مولانا نصیح اللہ پنجشیری صاحب کی
اور ساتھیوں سمیت آمد کی...... ریڈیو صدائے حریت جموں وکشمیر کی...... اس پر نشر ہونے
والے خطوط کی، روزن زندان، آواز خلق پروگراموں کی...... ریڈیو تراڑ کھل
کی...... ہمارے جیلوں میں ریڈیو ساتھ ساتھ رکھنے اور حالات سے باخبر رہنے کی کوشش
کی...... ریڈیو جموں سے ڈوگری زبان اور گوجری زبان میں خبروں اور پروگراموں
کی...... تحریک آزادی جموں وکشمیر کے لیے سلیم ناز بریلوی مرحوم کی خدمات کی......
سرینگر ہائی کورٹ بار کے وکلاء کی اور ان کے عظیم کردار اور جیلوں میں اسیران سے
ملاقات کے لیے آمد کی اور کشمیر بار ایسوسی ایشن کی ان عظیم قربانیوں کی اور ان کے
گھرانوں کی...... جموں وکشمیر کے شہدائے کرام سے چند شہدائے کرام کی...... لالہ ابو
حفص شہید کی...... شہید غلام محمد بلا صاحب کی...... ابرار خان شہید کی...... کمانڈر شمس
الرحمن نورستانی شہید کی...... ابو معاویہ کرولی شہید کی...... ترمذی شہید کی...... خالد چیمہ
شہید کی...... ابو ساریہ شہید کی...... ابو ہارون سواتی شہید کی...... احسان الرحمن شہید کی......
تلاوت خان شہید کی...... استاذ ابو انس شہید کی...... شمس الحق شہید صاحب کی...... سجاد
میر شہید صاحب کی...... ندیم خطیب شہید کی...... ناصر الاسلام شہید صاحب کی...... ڈوڈہ
کے انصاری شہید برادران کی...... حاجی عبداللہ شہید (ڈوڈہ) والے کی...... مسعود ابو
ذوالقرنین شہید کی...... ابو خالد آفتاب شہید کی...... ابو محمد اکرم شہید کی...... محمد شریف شہید
کی...... استاد ابو موسیٰ شہید کی...... ابو سعد متو شہید کی...... اکبر بھائی شہید کی...... ابو موسیٰ
اسحاق ڈار شہید کی...... ابو بلال شہید کی...... اشتیاق شہید کی...... زبیر شہید ہل کا کا والے
کی...... ابو وقاص شہید کی...... ابوالحسن حاجی اعظم شہید کی...... 1991ء میں کشمیر کے پہلے

فدائی محمد اشرف شہید کی......16-2-2001 کوابو صخر عبدالمجید شہید کی روڈ حادثہ میں شہادت کی اور کچھ لوگوں کے زخمی ہونے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بچا لیے جانے کی...... ابو آدم شہید کی......بپین کمار نیو مسلم ابو عبداللہ شہید کی...... ابو رضوان شیر احمد شہید گندنا ڈوڈہ جن کے ساتھ ان کی اہلیہ بھی شہید ہوئیں...... ابو عاقب شوکت احمد شہید ٹھاٹھری کی...... ابو خالد لشکری محمد اسحاق شہید کشتواڑ کی...... جاوید قریشی شہید ڈوڈہ کی...... ابو عبداللہ محمد حنیف شہید ٹھاٹھری کی...... ابو موسیٰ بانہال کی......مولانا یونس اثری صاحب مرحوم کی......عبدالرحمٰن بھائی شہید کی......خبیب بھائی شہید کی......علم دین شہید کی...... غلام محی الدین شہید کی...... امجد خان صاحب شہید کی...... خالد جبران صاحب شہید کی......جعفر جبالی شہید کی...... اشفاق مجید وانی صاحب شہید کی......عبدالحمید شیخ صاحب شہید کی...... بشارت صاحب شہید کی...... برہان الدین حجازی شہید صاحب کی......مقبول الٰہی صاحب شہید کی......شہید احمد حسن صاحب کی...... وصی الرحمٰن شہید بن ذکی الرحمٰن صاحب کی...... عبدالاوّل شہید کی...... ادریس شہید کی...... عبداللہ بنگرو صاحب شہید کی...... الطاف قریشی شہید کی......جاوید شالہ شہید کی......محمد صدیق صوفی شہید کی...... سجاد احمد کنیو صاحب شہید کی......عمر مختیار شہید کی......حاجی عبدالغنی بٹ شہید کی......محمد یوسف بیگ شہید کی...... پیر ظفر شہید کی...... ڈاکٹر گورو شہید کی...... ڈاکٹر عشائی شہید کی...... اعجاز ڈار صاحب شہید کی...... کمانڈر بشیر لشکری شہید کی...... کمانڈر طالب حسین شہید کی...... کمانڈر ارشاد گنائی شہید کی...... کمانڈر معراج بنگرو شہید کی...... کمانڈر مفتی ہلال شہید کی...... کمانڈر امین ڈار شہید کی...... کمانڈر صہیب رومی شہید کی...... کمانڈر حیدر بھائی شہید کی...... کمانڈر فیاض بٹ شہید کی...... کمانڈر شکور وانی شہید کی...... کمانڈر ارشاد بٹ شہید کی......کمانڈر مزمل منظور شہید کی......محمد شفیع شہید کی...... مدثر شہید کی......نصر اللہ شہید کی...... کمانڈر سمیر ٹائیگر شہید کی...... دیگر پیارے قابل احترام شہدائے کرام کی......

ہماری طرف سے کوٹ بھلوال جیل میں بلاک کا نظم قائم کرنے کی...... کوٹ بھلوال جیل کے اوپر والے بلاک میں ہم پاکستانیوں کے روزوں کی سحریوں اور افطاریوں کی...... کوٹ بھلوال جیل کی عیدوں کی...... 1996ء میں میرے لاس اینجلز ٹائم کے امریکن بیورو چیف کو کوٹ بھلوال جیل میں انٹرویو دینے کی اور غلام نبی خیال صاحب کے انٹرویو کا ترجمہ کرنے کی، انٹرویو کے بعد غلام نبی خیال صاحب کے مجھے گلے لگا کر شاباش دینے کی کہ آپ سے اسی جرأت وسچائی بھرے دلائل کی امید تھی، آپ پر ہمیں فخر ہے، آپ نے تحریک کشمیر کی درست نمائندگی کی اور اپنے منہج کی بھی۔ امریکی بیورو چیف کی میرے اور اسلم ملک صاحب کے ساتھ کھڑے ہو کر مختلف زاویوں سے تصاویر بنانے کی اور مجھے ویری انٹیلجنٹ منڈا کہنے کی۔ اس بیورو چیف کے بقول میں پاکستان کے تمام معروف سیاستدانوں کے انٹرویو کر چکا ہوں، مگر آپ کا انداز سب سے الگ ہے۔ میں نے کہا کیونکہ میں ایک بزدل ظالم کی قید میں ہوں۔ اس کے اور بھی تبصروں کی...... کوٹ بھلوال جیل میں شام کو 'وانجو' کھیلنے کی...... جیلوں میں تدریسی کلاسوں کی...... کوٹ بھلوال جیل کے پرچیز ربرفو کی...... کوٹ بھلوال کے ڈی ایس پی ٹنل کی...... ڈاکٹر شیکھر اور اس کی ڈاکٹر بیوی کی میرے انڈین چینل دور درشن پر انٹرویو کی وجہ سے ان میاں بیوی میں لڑائی ہونے کی اور پھر مجھ سے ملنے کے بعد ان کی بیوی کے گھر کا ماحول شاندار ہونے کی اور مجاہدین کے بارے تعاون والا رویہ اپنانے کی...... ڈاکٹر شیکھر اور ان کی بیوی میں محبت کی شادی ہوئی تھی۔ بیوی جموں میڈیکل کالج میں ایک شعبہ کی انچارج تھیں اور ڈاکٹر شیکھر کوٹ بھلوال جیل کے ہسپتال کے انچارج تھے ایک دن ڈیوٹی کے بعد گھر گئے تو ان کی بیوی ان سے لڑنے لگی کہ آج ہی جیل سے ڈیوٹی ختم کرواؤ۔ وہاں انسان نہیں درندے قید ہیں، ہمارے ملک کے دشمن ہیں، ہماری ابھی نئی نئی شادی ہوئی ہے اور ہمارا ابھی کوئی بچہ بھی نہیں ہے میں تمہیں کھونا نہیں چاہتی۔ اس نے پوچھا بات کیا ہے؟ جواب

میں بیوی نے کہا: پہلے ٹرانسفر کرواؤ۔ جبکافی اسرار اور ٹرانسفر کی گردان کے بعد بتایا کہ آج میں نے کوٹ بھلوال جیل میں قید پاکستانی قیدی کا انٹرویو سنا ہے۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے رات کو پھر انٹرویو آئے گا۔ ڈاکٹر شیکھر کا کہنا کہ اچھا رات کو اکٹھے بیٹھ کر دیکھیں گے۔ ڈاکٹر کہتا ہے کہ انٹرویو شروع ہونے سے پہلے میں نے کافی بنوائی اور صوفہ پر ایک دوسرے کے ساتھ مل بیٹھ کر پیار ومحبت میں کافی پینے لگے، جیسے ہی انٹرویو شروع ہوا، آپ کا چہرہ سامنے آیا تو میں نے کہا: اس کی بات کرتی ہو، تو کہنے لگی ڈری ہوئی آواز میں مجھ سے چپک کر ہاں ہاں یہی ہے۔ کہتا ہے میں نے کہا اس جیل میں میرا سب سے بہترین دوست تو یہی ہے۔ یہ بہت اچھا انسان ہے۔ کہتا ہے میری بات پوری نہیں ہوئی میری بیوی کے نیچے جیسے بلاسٹ ہوگیا، وہ اچھلی اور اس کی کافی میرے اوپر گری، اور بھاگ کر بیڈروم میں داخل ہوکر لاک کرلیا۔ بڑی منت ساجت کے بعد کافی گھنٹوں کے بعد اس نے دروازہ کھولا، اس کی ایک ہی ضد تھی کہ مجھے میرے پاپا کے گھر جانے دو۔ کہتا ہے بڑی مشکل سے اس کو ٹھنڈا کیا، پھر میں نے اسے میڈیکل زبان میں سمجھایا مگر وہ مطمئن نہ ہوئی، پھر یہ طے ہوا کہ میں اسے صبح میڈیکل کالج بھیجوں گا علاج کے لیے۔ اس سے خود مل لینا اس پر بھی مشکل ہی سے مانی ۔اگلی صبح ڈاکٹر شیکھر نے مجھے پیغام بھیج کر بارک سے بلایا اور یہ سب بتایا کہ ابھی جاؤ وگرنہ میری بیوی گئی تو مجھے بھیپھرا اپنے ساتھ ہی رکھ لینا۔ ڈاکٹر بہت ہی انسان دوست تھا۔ میں نے کہا: اکیلے نہیں کمانڈر سجاد افغا نیصاحبکو بھی میرے ساتھ بھیجیں۔ اس نے ان کے لیے بھی پرچی بنائی۔ مجھے نشانی بتلائی اور جو ہمارے ساتھ میڈیکل کا بندہ جا رہا تھا اسے بھی سمجھایا۔ ہم جموں میڈیکل کالج پہنچے ہمیں دیکھ کر بات چیت کر کے ان کی بیوی بہت مطمئن ہوئی۔ کہنے لگی چائے پانی کے بغیر نہیں جانے دوں گی۔ ہسپتال کے اپنے دفتر میں لے گئی۔ سجاد افغانی شہید کہنے لگے لمکا بوتل منگوائیں۔ اس نے سیون اپ کی طرح کی لمکا بوتل منگوائی ۔ہم نے وہ پی لی تو

کہنے لگی معاف کرنا۔ میں نے بہت گالیاں دیں آپ کو۔آپ لوگوں کو دیکھ کر اور بات چیت کر کے پتا چلا کہ شیکھر درست کہتے ہیں۔ خیر ہم اس کو مطمئن کر کے واپس آئے اور ڈاکٹر شیکھر کو بتلایا تو وہ خوش ہوا اور کہنے لگا یہ تو گھر جا کر پتا چلے گا۔ دوسرے دن ڈاکٹر شیکھر آیا تو بہت خوش تھا اور اپنی بیگم کے ہاتھ کا پنیر کا سالن اور پراٹھا میرے لیے لے کر آیا۔ پھر دوسرے دن میں نے بھی پاکستان سے آئے کچھ تحائف بھیجے ۔جب تک وہ جموں میڈیکل کالج رہیں کشمیری مجاہدین سے تعاون کرتی رہیں ۔میں نے جب بھی پیغام بھیجا، حتیٰ کہ رہائی کے بعد بھی تو اس نے تعاون کیا۔جن مریضوں کو بھیجتا وہ بہت خوش ہوتے ان کے تعاون سے اور یہ کہتے آپ کی دیدی نے بہت اچھا علاج کیا یا کروایا۔ بہت لوگ تو اسے مسلمان سمجھتے تھے...... سردار ڈینٹل ڈاکٹر کی...... کوٹ بھلوال جموں میں ہی ہندو ڈاکٹر سوداگر کی میرے ہاتھوں پٹائی کی...... کوٹ بھلوال میں ہم بیس مجاہدوں کے درجنوں سی آر پی ایف کے جوانوں کو زخمی کر کے بھگانے کی...... ایک طرف افغان طالبان کی جیل میں نمائندگی اور دوسری طرف شمالی اتحاد کے سفیر سے فائدہ اٹھانے کی...... ہمارے جیلوں سے فرار ہونے کے لیے مختلف منصوبوں کی......مجاہدین کی ہندوستانی فورسز کے مختلف عقوبت خانوں سے فرار ہونے کی کوششوں کی ......کوٹ بھلوال جیل میں مولانا مسعود اظہر صاحب کے ساتھ اکٹھے کھانا کھانے، کپڑے دھونے اور ورزش کرنے کی......

مولانا مسعود اظہر صاحب کے والدین کی ہم اسیروں کے لیے اسپیشل خوراکیں اپنے ہاتھوں سے بنا کر بھیجنے کی......مفتی اعظم مفتی عبدالرشید صاحب اور مفتی عبدالرحیم صاحب آف کراچی کی ہم اسیروں پر شفقتوں کی......کوٹ بھلوال جیل میں اپنوں کے ہی اپنوں پر پہرے دینے کی کہیں ہم لوگ فرار ہی نہ ہو جائیں......کوٹ بھلوال جیل میں اپنوں میں سے ہی ایک بندے کی طرف سے ٹنل پکڑوانے کی......کوٹ بھلوال جیل میں ہی پاکستانی

اسیروں کے لیے خالد کمانڈو شہید کی قیادت میں رہائی کمیٹی بنانے کی...... ہماری جماعت کی طرف سے کوٹ بھلوال جیل توڑ کر نکلنے پر 70 مجاہدین کے لیے جیل کے قریب ہی مکمل اسلحہ کی فراہمی کی......کوٹ بھلوال جیل میں اوپر سیلوں والے بلاک میں افتخار اور طالبان کے نام سے چلنے والے دومیسوں کی...... 1962ء میں بقول شیخ عبداللہ پاکستان کے ہاتھوں سے کشمیر کی گاڑی نکل جانے کی......1965ء میں آپریشن جبرالٹر کی...... 1965ء میں پاک بھارت جنگ کی...... 1971ء میں ہندوستانی مکروہ سازشوں اور حملوں سے مشرقی پاکستان کو الگ کیے جانے کی، پھر البدر، الشمس کی قربانیوں، شہادتوں پر پاکستانی حکمرانوں کی بے حسی کی...... پاکستان کے دولخت ہونے پر بنگلہ دیش نامنظور تحریک کی...... 16-3-1846 کو 75 لاکھ نانک شاہی کے عوض انگریزوں اور گلاب سنگھ میں معاہدہ امرتسر کی...... 4-1846: کو معاہدہ امرتسر کے تقریباً ایک ماہ بعد معاہدہ امرتسر کے خلاف ڈوگروں اور انگریز کی مخالفت میں سیدین شہیدین کے جانشین مولانا ولایت علی کے چھوٹے بھائی مولانا عنایت علی کی قیادت میں بننے والی جموں وکشمیر کے ملحقہ علاقوں پر اسلامی حکومت کی۔ڈوگروں اور انگریزوں کے خلاف ان کی کامیاب عسکری کاروائیوں کی۔ پھر مظفر آباد کے نواحی علاقوں سے دونوں بھائیوں کی انگریز کے ہاتھوں گرفتاری کی بھاری جرمانہ کے عوض ان کو ان کے آبائی گھروں پٹنہ صادق پور بہار میں قید کردیا گیا۔جبکہ خاندان کے اکثر بزرگ کالا پانی کی سزائیں بھگت رہے تھے۔ پھر موقع ملتے ہی دونوں بھائی فرار ہوکر آزاد علاقوں میں پہنچ گئے......نومبر 1846ء میں معاہدہ امرتسر کے مطابق انگریزوں کی مہاراجہ کی مدد کرنے اور سرینگر پر قبضہ کروانے کی اورمہاراجہ جموں وکشمیر کے بیٹے کی انگریز سے 1857ء کی جنگ آزادی میں تعاون کی...... سید احمد شاہ مدراسی رحمہ اللہ 1857 کے ہیرو مجاہد کی...... 1857ء میں آزادی پسندوں نے 85 سالہ بہادر شاہ ظفر کو اپنا رہنما بنا لیا۔ بہادرشاہ ظفر نے جنرل بخت

کوآزادی پسند فورسز کا سربراہ مقرر کردیا...... جنرل بخت خان اور 1857ء کی جنگ آزادی کی اور اپنوں کی بے وفائی کی وجہ سے مخلص جانباز لوگوں کی قربانیوں کے وقتی طور ضائع ہونے کی...... جنرل بخت خاں کے جہاد کے لیے دہلی کے تمام مکاتب فکر کے علماء سے جہاد کے فتویٰ کے حصول کی...... رائے احمد خان کھرل شہید اور راؤ عبداللہ صاحب پنجلاسہ والوں کی ...... مولانا احمداللہ اور جنرل بخت خان کی بہادر شاہ ظفر سے دہلی میں گزارشات کی...... برطانیہ کی فوج کی طرف سے ٹیپو سلطان شہید کی شجاعت دلیری ملی عزت کے لیے برطانیہ سرکار سے لڑلڑ کر شہادت کے بعد بھی غیرت و بہادری کی وجہ سے انگریز کی طرف سے ملنے والے احترام سلیوٹ کی اور بہادر شاہ ظفر کے ساتھ برطانیہ کے عبرتناک سلوک کی دیار غیر میں قید اور دردناک وفات و تدفین کی...... دشمن نسلی ہو وہ بھی بہادری و قومی غیرت کی وجہ سے اپنے دشمن کا احترام کرتا ہے...... انگریز کے خلاف جنگ آزادی میں وہابیوں کے عقیدہ جہاد اور پھانسیوں، قیدو بند، جائیدادوں کی ضبطگیوں اور وہابی ٹرائل کی......دہلی کے مدرسہ رحیمیہ کی شہادت کی اور پٹنہ کی میونسپلٹی اور ریلوے اسٹیشن کی عمارتیں وہابیوں کی جگہ پر بنائے جانے کی..........اہل صادق پورسیدین شہیدین کے جانشین مولانا ولایت علی اور عنایت علی کے عظیم گھرانے اور لازوال قربانیوں کی......1868ء میں امیر المجاہدین مولانا عبداللہ صاحبؒ اور پٹنہ بہار میں مجاہدین کے عظیم مرکز کی اور کالے پانی کی سزاؤں کی...... 1872ء میں کالا پانی میں چھری کے واروں سے وائسرائے ہند گورنر جنرل میو کے مجاہد شیر علی خان کے ہاتھوں مارے جانے کی اور اس قتل کا الزام مولانا احمداللہ صادق پوری پر آنے کی، کیونکہ شیر علی آفریدی شہید ان کی تربیت میں تھے، اب تک لاہور کا میؤ ہسپتال گورنر جنرل لارڈ میؤ کے نام پر ہے اور 1872-3-11 کو مجاہد شیر علی خان کو سر عام انگریز کی طرف سے پھانسی دیے جانے کی......مولانا یحییٰ علی خان اور ان کے ساتھیوں کی اسیری اور ان پر

مظالم اور ان کے سنہری کردار و ملی خدمات کی...... خاندان صادق پور کے مولانا عبدالخبیر اور نہرو گاندھی کے درمیان مکالمہ کی کہ پورے ہندوستان کی قربانیاں ایک طرف رکھ لیں، دوسری طرف صرف آپ کے گھرانے کی قربانیاں رکھیں تو جو پلڑا بھاری ہوگا وہ آپ کے گھرانے کی قربانیوں والا ہوگا، آپ بتلائیں زمین آپ کے نام لکھ دوں فیکٹریاں لکھ دوں، مولانا صاحب نے فرمایا: پنڈت صاحب غلط سوچ لے کر آئے ہیں۔ ہمارے بڑوں نے یہ قربانیاں اللہ کے لیے دیں، اجر بدلہ اور صلہ بھی اسی اللہ سے لیں گے، بہت بہت شکریہ...... ایک بار پھر نہرو گاندھی کی طرف سے ان کے خاندان کی قربانیوں کی عظمت ماننے اور کچھ مراعات دینے کی پیشکش کی گئی...... 3 مارچ 1924ء بمطابق 28 رجب کو خلافت عثمانیہ ختم کیے جانے کی...... 1993ء میں آپسی لڑائیوں سے بچنے کے لیے اور دیگر وجوہات کی بنا پر JKLF کے عسکریت سے سیاست کی طرف رخ کی......1947ء میں فرنٹیئر گاندھی نے جموں وکشمیر کے مہاراجہ ہری سنگھ کو پاکستان مخالف موقف اپنانے کی تاکید کی......1999ء میں کارگل جنگ کی......جموں وکشمیر میں انڈین فورسز کے مختلف آپریشنوں کی...... 1992ء کیچ اینڈ کل آپریشن کی...... ہل کاکا آپریشن کی...... آپریشن آل آؤٹ کی...... آپریشن سرو وناش کی......آپریشن کام ڈاؤن کی...... 1994ء میں بھوت آپریشن کی......صد بھاونہ آپریشن کی...... اندرا گاندھی یوجنا آپریشن کی...... راجیو گاندھی یوجنا آپریشن کی...... ہیلنگ ٹچ آپریشن کی...... ہندوستان کے مختلف کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلبہ اور طالبات کی ہمیں دیکھ کر ہم پر ریسرچ کرنے کی کہ ہم جہاد میں کیوں آئے۔ ان کی جیلوں میں پریشان کیوں نہیں ہوتے کوئی مجاہد، جموں وکشمیر کا اسیر خودکشی کیوں نہیں کرتا، تحریک آزادی جموں وکشمیر کیوں چل رہی ہے...... میرا بلاک کے درمیان کھڑے ہوکر ضرار شہید کا ہاتھ پکڑ یہ کہنے کی کہ آج سے ضرار بلوچ میرا بھائی ہے جو اس کی طرف آئے گا پہلے مجھ سے گزر کر جائے

گا......صبر وہمت، غنا، ایثار کے مالک ضرار شہید کی تا شہادت وفا کی اور میری ضرار شہید کی وصیت کے مطابق اس کی میت کو اس کے گھر لے جا کر قبر میں اتر کر خود دفن کرنے کی......خالد کمانڈو شہید کی اپنے دوساتھیوں سمیت کوٹ بھلوال جیل سے فرار کی...... خالد کمانڈو شہید کی سخت جانی، سادگی، وفاداری، قومی غیرت اور بہترین نشانہ بازی کی...... استاذ ابوفہد اللہ شہید کے ساتھ خالد کمانڈو شہید کے کوٹ بھلوال جیل کے قریب عظیم معرکہ اور دشمن کو بھاری نقصان پہنچا کر شہادت کی......کوٹ بھلوال جیل میں مجاہدین کے اپنے ہاتھوں سے بنائے اسپیشل خنجروں، تلواروں اور ہیٹروں کی......کوٹ بھلوال میں مجھے پارسل میں آنے والی سوئیزرلینڈ سے اسرائیلی کھجوروں کی، ہماری ان سے اجتماعی افطاری کی...... اہل کشمیر کے اجتماعی مبارک کوڈ ''اللہ اکبر'' کی......کوٹ بھلوال جیل میں ٹنلیں لگانے والے عشاق کے اخلاص و جانفشانی کی......کوٹ بھلوال جیل میں ٹنل کے پکڑے جانے پر دوسرے دن ریڈیو جموں پر سجاد افغانی شہید کی شہادت کی خبر سن کر ہماری حکام سے لڑائی کی اور پھر کچھ روز بعد ہمیں نیچے بارکوں میں شفٹ کیے جانے کی ......ٹنل پکڑے جانے کے بعد مشتاق زرگر صاحب کے اہم کردار کی...... ہمارا اپنے بارے غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے SP گردیپ سنگھ کے اپنے جسم پر لاٹھیوں کے نشان دکھانے کی کہ آپ کے ساتھیوں کو بچاتے ہوئے CRPF والوں سے مجھے بھی یہ لاٹھیاں لگیں کی......شہادت سے چند گھنٹے قبل دوسرے بلاک سے دیوار پھلانگ کر میرے سیل میں سجاد افغانی شہید کی آمد اور اکٹھے چائے پینے کی اور یہ کہنے کی 70 مجاہدین نے نکلنا ہے میرا دل کہتا ہے کہ ہم تینوں میں سے کسی ایک کی قربانی لگے گی، آپ کی میری یا مولانا صاحب کی۔ میں نے کہا اللہ سے عافیت مانگتے ہیں، کہنے لگے: ممکن نہیں اتنا بڑا کام کسی قربانی کے بغیر ہو جائے، پھر کہنے لگے تو نے بھی گھر جانا ہے میں نے کہا نہیں جناب۔ جیل سے نکلتے ہی ہم نیچے کی طرف نہیں، بلکہ پہاڑوں کی طرف چلیں گے۔ کہنے لگے: بہترین، اکٹھے چلیں گے۔

میں نے کہا: آپ کو پتا ہے قریب ہی ہمارا اسلحہ ڈمپ ہے، ان شاء اللہ فیلڈ میں اپنے بھائیوں سے جاملیں گے۔فہداللہ ربانی بھائی کی کوٹ بھلوال جیل میں دونوں ٹنلوں میں شرکت کی، پھر ٹنلیں پکڑے جانے پر جیل والوں کی طرف سے ان کو برے طریقے سے ٹارچر کی ......جموں جیل پر فدائی حملے کی......ہمیں چھڑانے کے لیے منہ مانگی رقم بزرگوں کی طرف سے لوگوں کے حوالے کرنے کی...... مولانا عبداللہ عبید صاحب کے ہمیں لکھے انڈین اداروں کو چکرا دینے والے خط کی...... ہمارے خطوط میں لکھی تحریروں پر دہلی سے آئے انڈین اداروں کے آفیسروں کی طرف سے انکوائریوں کی...... جموں جیل میں ہندوستانی اسیر بھائیوں سے میری ملاقات کی، ان کے مسائل سن کر ان کو حل کرنے کی کوشش کی...... پروفیسر ایس آر گیلانی صاحب کی دہلی میں پراسرار موت و خدمات واسیری کی...... الفاران نامی تنظیم کی اور الحدید نامی تنظیم کی جنہوں نے یورپی لوگوں کو کشمیر اور دہلی سے اغوا کر کے مجاہدین کو چھڑوانے کی کوشش کی...... میرے ساتھیوں سمیت کوٹ بھلوال سے جموں جیل شفٹ کی اور جموں ریڈیو کی اس پر میرے بارے غلط بیانیوں اور کچھ درست کچھ غلط تبصروں کی...... ٹاڈا کورٹ جموں کے جج سائیں داس کی بدمعاشی کی اور میرا اس کی عدالت اور حکومت ہند کا اصل چہرہ اس کی ہی عدالت میں اس کے سامنے کھڑے ہو کر دکھانے کی۔ جج صاحب، آپ نے اپنے کمرے میں یہ آئینہ چہرہ دیکھنے کے لیے لگایا ہوا ہے ناں۔ آج میں آپ کو آپ کا اپنا، آپ کی عدالت کا اور آپ کی حکومت کا مکروہ گھناؤنا چہرہ دکھاتا ہوں۔ کیا یہ سچ نہیں کہ آپ کی حکومت ان عدالتوں کو آپ جیسے لوگوں کو وار وپین کے طور پر اور آپ اور آپ کے ادارے کو آمدن کا ذریعہ بنائے ہوئے ہے۔ جہاں خود ہندوستانی قوانین، مذہب، روایات اور اخلاق سب کو روند کر ہندوستانی حکمرانوں کی مرضی کے فیصلے لیے جاتے ہیں۔ مگر آپ اور آپ کی سرکار بھول جاتے ہیں کہ آپ کا پالا مسلمانوں سے بڑا ہے جو جھکتا نہیں جھکاتا ہے۔ جو ٹوٹتا

نہیں توڑتا ہے۔ جو ڈرتا نہیں ڈراتا ہے۔ جناب سائیں داس صاحب، رہی بات آپ کی ہمیں اس دھمکی کی کہ اگر ہم نے آپ کو اور آپ کے اداروں کو مطلوبہ رقم نہ دی تو آپ ہمیں عمر قید کی سزا سنائیں گے تو جج صاحب اس بار آپ کا واسطہ الگ قسم کے لوگوں سے پڑا ہے۔ آپ میں ہمت ہے، جرأت ہے ہمارے خلاف ثبوت ہیں تو عمر قید نہیں، بلکہ ہمیں پھانسی کی سزا دیں۔ ہم نے تو جب خونی لکیر کو روندا تھا اپنے گھر والوں کے لیے ختم ہو گئے تھے۔ ہمارے والدین آپ کے مشکور ہوں گے کہ آپ کی حکومت اور آپ کی درندگی، سنگ دلی اور لالچ کی وجہ سے ہمیں شہادت ملی، جو ایک مسلمان کی بڑی تمنا ہوتی ہے۔

مگر اچھی طرح یاد رکھنا کہ ہم مسلمان ہیں۔ مسلمان اپنوں کا بدلہ لیا کرتا ہے۔ آپ کی سرکار ہمارا بدلہ لینے والوں کا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔ ان شاءاللہ۔

میری یہ باتیں اونچی آواز میں سن کر کشمیری اسیران اور ان کے گھر والے جو ملاقات کے لیے آئے ہوئے تھے وہ بھی اندر آ گئے اور ایک کشمیری لیڈر نے مجھے گلے لگا کر شاباش دی اور کہا آپ سے ہمیں اسی جوانمردی اور شجاعت کی امید تھی...... سپریم کورٹ (نیو دہلی) کی جج روما پال کی متعدد کیسوں میں انسانیت نوازی کی...... SP مرزا سلیم سے جموں جیل میں ملاقات کی ...... ڈی جی (جیل خانہ جات) ایس ایس علی کی حق گوئی کی کہ میرے گھر میں بیوی اور بیٹی ہے، وہ سب بھی آپ کے ساتھ ہیں (یعنی مجاہدین تحریک کے ساتھ ہیں)...... (جیلوں کا کنٹرولر) رفیقی صاحب اور SP گردیپ سنگھ کی...... ہمارا چھوٹی عمر میں ہی اپنی بامشقت عمر قید کی سزا سن کر خوش ہونے کی اور سزا سن کر روٹین سے زیادہ کھانا کھانے کی......جموں جیل کے کرمنل قیدیوں کا ہماری بامشقت قید کی خبر سن کر پریشان ہونے کی اور ہم سے افسوس کا اظہار کرنے کی، ہمارا قیدیوں کو حوصلہ دینے کی کہ یہ سزائیں ہمارے لیے اعزاز ہیں، کیونکہ ہم جہاد

میں ہیں،بس اللہ تعالیٰ قبول فرمالے...... ہمارا جموں جیل میں قیدیوں والی وردی پہننے کی...... ہماری قید کی سزا پر انڈین میڈیا کی خوشیوں کی اور عجیب وغریب تبصروں کی...... ہمیں مشقت کے لیے اس لیے ہمارے بلاک سے نکال کر فیکٹری (کھڈی خانے) میں نہیں لےکر جاتے تھے کہ ہم لوگوں کو تحریک کے لیے تیار نہ کریں...... ہمارا قیدی والی وردی پاکستان سے منگوانے کی...... ایک فضول الزام میں جموں جیل کے حکام کی ہم پر زیادتی کی وجہ سے دوسری جیلوں میں موجود کشمیری اسیروں کی طرف سے جموں کی جیلیں کئی روز بلاک کرنے کی کہ بلاک بندی نہیں کرنے دیتے تھے جیلوں میں......جب میں اپنے مجاہد بھائیوں کو بچانے کی کوشش کررہا تھا توسی آر پی ایف کا آفیسر میری گردن پر ڈانگ(لاٹھی) مارنے لگا تو جیل کے ڈی ایس پی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ اس کو مارکر تیرا باپ جیلوں کو کنٹرول کرے گا،...... ہمارے بلاک میں مجاہد بھائیوں کے کمال جذبہ ایثاروقربانی کی، جب جیل ایس پی نے آکر پوچھا بارود کس نے بنایا ہے توکئی بھائیوں نے دوسرے بھائیوں کو بچانے کے لیے بیک وقت کہا: میں نے۔جیل والوں کا پھران بھائیوں کوسیلوں میں لے جاکر ٹارچر کرنا، پھر ہماری طرف سے کئی ماہ بعد کپورسنگھ نمبردارکوعبرت بنانے کی جس نے جھوٹا الزام ہم پر لگایا تھا...... ڈی جی پی ایس ایس علی کنٹرولر رفیقی صاحب، ایس ایس پی گردیپ سنگھ کی بار بار ہمارے پاس آکر گھٹنوں بیٹھ کرمنتوں سماجتوں کی اور ہماری ڈیمانڈ ماننے کی...... پھر میرے غیورکشمیری مجاہدین کے نام شکریہ کے ساتھ خط لکھنے کی کہ ہمارے معاملات حل ہوگئے۔ ڈی جی پی صاحب کے ساتھ آپ جیلیں بند کرنے دیں...... واضح رہے کہ ڈی جی پی ایس ایس علی صاحب اس وقت تین محکموں کے سربراہ تھے جموں کشمیر میں، نیو دہلی تہاڑ جیل کی...... تہاڑ جیل میں ہماری کونسلنگ کی...... میرے تہاڑ جیل میں پاکستانی سفارت کاروں کے سامنے دہلی کے حکام سے الجھنے کی کہ یہاں کس طرح قیدیوں کو ان کے جائز قانونی حقوق سے محروم

کیوں رکھا جاتا ہے...... تہاڑ جیل کے ناشتے کی...... تہاڑ جیل میں حسین بھائی اور عبداللہ رحمانی بھائی سے ملاقات کی...... کشمیر کے عظیم حکمران سلطان شہاب الدین کی اور ان کی کشمیر کی پہلی اسلامی حکومت کی، جس میں 1359ء تا 1378ء تک افغانستان اور تبت بھی کشمیر کا حصہ ہونے کی...... پنجاب یونیورسٹی لاہور کی طرف سے شائع شدہ مشہور مورخ ایم ڈی صوفی کی تاریخی کتاب ''کشمیر'' میں موجود اس کے نقشہ کی...... 1935ء میں سرینگر سے شائع ہونے والے اخبار دی کشمیر کی...... 1865ء تا 1868-11-22 کشمیر کے گاؤں سوگن کے رہائشی کشتواڑ کے شاہی خاندان کے ایک فرد راجہ دائم راٹھور کی صاحبزادی جانی کے فرزند اور کشمیر کے نواسے رابرٹ تھارپ کے جموں وکشمیر کے لیے کردار اور گمنام موت کی ......سرینگر میں مہمان غیر کشمیری عبدالقدیر خان کی تقریر، گرفتاری اس پر اہل کشمیر کی طرف سے حق میزبانی ادا کر کے تاریخ رقم کرنے کی...... یوم شہدائے کشمیر 13 جولائی 1931ء کی...... سرینگر کی پتھر مسجد کے قیام پاکستان کے لیے کردار کی...... 19 جولائی 1947ء سرینگر میں سردار ابراہیم خان کے گھر میں پاس ہونے والی الحاق پاکستان قرار داد کی...... 6 نومبر 1947ء یوم شہدائے جموں کی ......مہاراجہ کے کشمیر سے فرار ہونے کے بعد 24 اکتوبر 1947ء کو سردار ابراہیم کی قیادت میں جموں وکشمیر کی عبوری حکومت کے قیام کی...... یکم نومبر 1947ء کو گلگت بلتستان کے راجہ شاہ رئیس خان کو عبوری صدر بنا لینے کی...... انڈین جج مہر چند مہاجن جو کہ ہماچل پردیش پنجاب کا رہنے والا تھا، کو ریڈ کلف ایوارڈ کا نمائندہ بنایا گیا، جس نے گورداسپور کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے ساتھ مل کر ہندوستان کا حصہ بنا دیا تھا کی...... اس کی اسی خدمت کی وجہ سے 15 اکتوبر کو مہر چند مہاجن کو جموں وکشمیر کا وزیر اعظم بنا دیا، چھ ماہ کے لیے اکتوبر 1947ء تا مارچ 1948ء پھر اسے سپریم کورٹ کا جج بنا دیا گیا کی...... 1974ء میں کشمیر ایکارڈ کی...... نہرو گاندھی سے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی بیوی کا دوستی کا حق

ادا کرنے کی...... باؤنڈری کمیشن کی پاکستان دشمنی کی اور گورداسپور کو پاکستان سے کاٹ کر ہندوستان میں شامل کر کے زمینی راستہ سے جموں کشمیرکوہندوستان سے ملانے کی اورپنجاب کی طرح ہی بنگال بھی قائداعظم کی چاہت کے خلاف ہندوستان میں شامل کرنے کی...... قائداعظم محمد علی جناح کے جنرل سرڈگلس گریسی کو دیے گئے جموں وکشمیر پر حملے کے حکم کی، اس کے نہ ماننے پر یاحیل وحجت سے کام لینے پر قائداعظم کے والی سوات اور دوسرے قبائلی عمائدین سے کشمیر کے جہاد میں شرکت کے لیےلوگوں کو بھیجنے کی اپیل کی اور خود، کشمیریوں کی درخواست پر 22 اکتوبر 1947ء میں کشمیر میں آنے والے قبائلی مجاہدین و سیدین شہیدین کی تحریک کےمجاہدین مولانا رحمت اللہ کی قیادت میں جنگ بندی تک شریک رہنے کی اور ان پر لگنے والےاپنوں اور بیگانوں کے جھوٹے الزامات کی......

مولانا فضل الٰہی صاحب اور ان کی کتاب جہاد کشمیر کی شرعی حیثیت کی اور ان کے جہاد کشمیر کی پونچھ میں......

قائداعظم محمد علی جناح اورمولانا فضل الٰہی رحمہ اللہ کی پاکستان کو مدینہ ثانی بنانے کے لیےمشترکہ کاوشوں کی، ان بزرگوں کا پھرمجاہدین کےآزاد علاقوں یاغستان، چمرکنڈ وغیرہ میں قائم مراکز چھوڑ کرتحریک پاکستان میں بھرپور کردار ادا کرنے کی ۔ پاکستانی صوبہ سرحد قبائل، بنگال اور سلہٹ کو پاکستان میں شامل کرنے کی کامیاب کوششوں کی، انگریز کےکسی فتنے سے بچنے کے لیے، کیونکہ امیرالمجاہدین انگریز کومطلوب تھے۔قائداعظم سے خفیہ ملاقاتوں کی اورآزاد پاکستان کامل کرنقشہ ترتیب دینے کی۔ افسوس ہندوستان نے تو سبھاس چندربوس کے لیے بہت بڑا یادگار میوزیم بنا دیا، ان کے نام کی سرکاری چھٹی بھی کرتا ہے اور ہم نے ان اللہ کے ولیوں کو بھلا ہی دیا، جن کا کام سبھاس چندر بوس سے کہیں زیادہ بڑا تھا۔ کابل میں سفارت خانوں کے ذریعے باہر کی دنیا سے رابطہ بھی تھا،

سفارت خانوں کے ذریعے ہندوستان کے حالات دنیا تک پہنچاتے تھے۔ اپنا پریس بھی لگایا ہوا تھا جس میں لٹریچر چھپتا تھا۔ المجاہد اور المرابط نام کے میگزین بھی، تحریک ریشمی رومال کے خطوط بھی کامیابی سے انہوں نے ہی ان کی منازل تک پہنچائے تھے۔ انگریز کے خلاف سالہا سال کامیاب کارروائیاں بھی کی تھیں، قیدوبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ یہ سیدین شہیدین کی تحریک کے اس وقت کے سالار تھے پھر جہاد کشمیر میں قیادت بھی کی۔ سردار عبدالقیوم صاحب وغیرہ کے ساتھ مل کر لڑتے رہے اور کشمیر کا ایک حصہ بھی آزاد کرالیا۔ افسوس یہ کہ اس وقت عجلت سے کام لے کر مولانا فضل الٰہیؒ اور دیگر مخلص ترین لوگوں کی بات نہ مانی، مجاہدین کو اسلحہ اور ایمونیشن نہ دیا گیا، اگر دیا بھی گیا تو وہ بھی ناکارہ، پھر مجاہدین کو رستے میں ہی روک لیا گیا، پھر کشمیر سے واپس بلا لیا گیا، اگر مجاہدین کے ساتھ بھی حکومت پاکستان اسی طرح تعاون کرتی جیسے ہندوستانی حکومت اپنی فورسز اور جتھوں کے ساتھ کر رہی تھی تو آج جموں وکشمیر کا مسئلہ ہی نہ ہوتا اور اتنا نقصان بھی نہ ہوتا۔ پاکستان دولخت بھی نہ ہوتا اور ہندو حکمران آئے روز دھمکیاں بھی نہ دیتے......سدھن قبیلے کی ڈوگروں کے خلاف اپنی آزادی کے لیے انمول قربانیوں اور فتوحات کی...... امرتسر جیل کی...... امرتسر جیل کے پیچھے پاکستانی قیدیوں کے قبرستان کی جن کے گھر والوں کو ان کی موت کا نہیں بتلایا گیا۔ دوران حراست عبدالعلیم شہید، جمال الدین افغانی شہید، ثناءاللہ شہید اور شاکر اللہ شہید کے جسد خاکی پاکستان آنے کی...... ہندوستانی انٹیروگیشن سینٹر میں اپنی زبان کے لہو سے پاکستان زندہ باد لکھنے کی...... جموں میں اپنی سگی دو شہید بہنوں کے لہو سے پاکستان زندہ باد لکھنے والے بچے کی......کشمیر میں شیخ عبداللہ کے شیر اور میر واعظ صاحب کے بکرا گروپوں کی آپس میں لڑائیوں کی...... مقبوضہ کشمیر سے پاکستان میر واعظ مولانا یوسف شاہ صاحب کی ہجرت وخدمات کی...... الٰہ آباد جیل یوپی کے قیدیوں کی حالت کی اور کئی سالوں سے بھوک ہڑتال کیے ہوئے

قیدی کی جیل حکام کی طرف سے اس کے معدہ میں دودھ پہنچا کر اسے زندہ رکھنے کی...... الٰہ آباد جیل کی تاریخی نایاب کتب کی لائبریری کی، ہمارا ان کتب کی صفائی کرنے اور فائدہ اٹھانے کی...... 1947ء میں جموں کے کیمپوں میں مسلمانوں پر ہندوؤں کی درندگی کی...... 1947ء میں ہی گڑھی دوپٹہ کے کیمپ میں مجاہدین کی انسانیت نوازی کی...... ڈپٹی کمشنر مہتہ مظفر آباد کی بیوہ کی ڈائری میں مجاہدین کے عظیم کردار کے ذکر کی...... جموں کے سکھ رہنما سردار بدھ سنگھ کی ڈائری میں ہندو ڈوگروں کے مسلمان خواتین پر ہونے والے ہولناک مظالم کے ذکر کی............ 75 برسوں میں جموں وکشمیر میں ہندوستانی مظالم کی وجہ سے 550 سے زائد مزار شہداء کے آباد ہونے کی...... ہندوستان میں 75 برسوں میں 70 ہزار سے زیادہ مسلم کش فسادات کی...... ہندوستان میں اقلیتوں (مسلمانوں، سکھوں، عیسائیوں، بدھوں اور دلتوں) پر ہونے والے مظالم کی...... 1984ء میں اندرا گاندھی کے قتل کے بعد ہندوؤں کے ہاتھوں سکھوں کے خون سے ہولی کھیلے جانے کی اور اب تک سکھوں کو انصاف نہ ملنے کی...... بجرنگ دل کے دار اسنگھ کے ہاتھوں آسٹریلوی مشنری ''گراہم اسٹین سیٹواٹ'' کو بیٹوں سمیت گاڑی میں زندہ جلائے جانے کی...... ہندوستانی اداروں کی آشیرواد سے اخبارات میں کارٹون بنانے والے بال ٹھاکرے کے گریٹ مراٹھا کی کوششوں کی کہ ممبئی شہر کو مسلمانوں کے کنٹرول سے نکالا جائے...... ممبئی کے مسلمان ڈانوں حاجی مستان...... لالہ پٹھان...... داؤد ابراہیم اور ابوسالم کی اور انڈین طلبہ کی تنظیم سمی کے سربراہ شاہد بدر کی......ہندوستانی تاجر وبیرو کے سربراہ عظیم پریم جی کے چیرٹی میں خرچ کرنے کی...... ہندوستانی سیاستدانوں بہار کے شہاب الدین، الٰہ آباد (یوپی) کے عتیق خان، اعظم خان اور غازی آباد یوپی کے ہی مختار انصاری اور ان کے نانادادا کی ہندوستان کے لیے خدمات کی...... جیلوں میں رہتے ہوئے ہی عتیق خان، مختار انصاری اور اعظم خان کے بار بار الیکشن جیتنے کی...... 13 جنوری 1927ء کو مہاراجہ ہری

سنگھ کے پشتنی باشندہ ریاست کا قانون وضع کرنے کی...... 13/14 نومبر 1974ء کی درمیانی رات کشمیر ایکارڈ پر دہلی میں مرزا افضل بیگ اور مسٹر پارتھا ساتھی کے دستخط کرنے کی......10 جنوری 1966ء کو معاہدہ تاشقند جنرل ایوب خان اور لال بہادر شاستری کے درمیان ہونے کی...... 3 جولائی 1972ء کو شملہ معاہدہ ذوالفقار علی بھٹو اور اندرا گاندھی کے درمیان ہونے کی...... 1995ء میں او آئی سی کی طرف سے جموں و کشمیر کے مسلمانوں کو مبصر کا درجہ دینے کی...... انڈین آرمی اور حکام کی طرف سے جموں و کشمیر کے گرین گولڈ کی لوٹ مار کی...... 21 فروری 1999ء کو ہندوستانی وزیراعظم واجپائی کے دورہ لاہور کی...... 12 اکتوبر 1999ء کو جنرل مشرف کے پاکستان کا حکمران بننے کی...... 14 جولائی 2001ء کو جنرل مشرف کے ہندوستان کے تاریخی دورہ کی اور آگرہ مذاکرات میں انڈین ریاست کو ناکام کرنے کی...... پاکستان میں دورہ سے پہلے اور بعد میں جنرل مشرف کی کشمیری قیادت کو اعتماد میں لینے کی، دہلی میں حریت کانفرنس کے لیڈروں سے مشاورت کی اور انڈیا میں جنرل مشرف کی باڈی لینگوئج کی اور اس پر دنیا کے میڈیا کے تبصروں کی...... جموں و کشمیر کو تقسیم کرنے کے لیے ایل او سی LOC اور ورکنگ باؤنڈری پر انڈین دیوار برہمن تعمیر کرنے کی (باڑ لگانے کی)...... 9 نومبر 2001ء امریکہ میں حملوں کی...... 26 دسمبر 2001ء کو UNO کی طرف سے لشکر طیبہ پر پابندی لگانے کی...... الانفال ٹرسٹ کی اہل جموں و کشمیر کے لیے اپنی خدمات شروع کرنے کی، مشکل وقت میں بہترین خدمات کی...... امریکہ کے اپنے اتحادیوں سمیت افغانستان پر حملہ کی اور پاکستان کو دھمکیوں کی اور پاکستانی عہدے داروں سے ہتک آمیز سلوک کی...... 7 نومبر 2004ء 24 رمضان المبارک کو ہمارے رہا ہوکر قانونی طور پر براستہ واہگہ بارڈر پاکستان آنے کی...... ہم نے عمر قید بھی پوری کی تھی، بلکہ اس سے بھی پونے دو سال زیادہ کاٹی تھی، پھر بھی ہمارے بدلے میں ہندوستان نے حکومت پاکستان سے اپنے بندے

لیے تھے کی...... 2004ء میں ٹیکٹکل فریز ہونے کی LOC پر...... متحدہ جہاد کونسل جموں وکشمیر کی اسلام آباد میں مقبوضہ کشمیر کے بارے غلط پاکستانی اقدام پر کسی خفیہ مقام پر دھرنا دینے کی...... 6اپریل2005ء کو سرینگر میں بس ٹرمینل پر فدائی حملہ کی...... 2005ء مشرف کے چناب فارمولا کی اور کشمیری قیادت کے اس کی مخالفت کرنے کی...... مشرف دور میں حریت کانفرنس(میرواعظ گروپ) کے وفد کی براستہ چکوٹھی پاکستان آمد کی، وفد میں میرواعظ عمر فاروق صاحب، مولانا عبداللہ طائری صاحب، پروفیسر عبدالغنی بٹ صاحب، عباس انصاری صاحب، بلال لون صاحب، فضل حق قریشی صاحب اور یاسین ملک صاحب...... سرینا ہوٹل اسلام آباد میں میرواعظ عمر فاروق صاحب کی طرف سے مشاہد حسین سید کو میرا شاندار تعارف کروانے کی...... 11 ستمبر 2005ء کو میری شادی ہونے کی...... 8اکتوبر 2005ء کو کشمیر اور KPK میں آئے بڑے ہولناک تباہ کن زلزلہ کی......مظفر آباد میں اپنے چہرے پر زلزلے کی گرد لیے جسم پر زلزلہ کے نشانات لیے زلزلہ کے دوران اک مرد قلندر کی اپنے ساتھیوں کو یہ بات کہنے کی اللہ نے ہمیں اس لیے بچایا ہے کہ ہم اس کے بندوں کو بچائیں گے اور پھر دنیا نے دیکھا کہ کس طرح ان لوگوں نے بلاتفریق سب کی خدمت کی، ہر حالت، ہر وقت میں سب جگہوں پر پھر ان کا کام دیکھ کر امریکہ اور UNO بھی ان کے ذریعے اپنا سامان تقسیم کرنے لگے اور ان کو تعریفی اسناد دینے لگے...... زلزلہ کے بعد محترم یاسین ملک صاحب کے عمران خان کو لے کر ہمارے مرکزی ریلیف کیمپ شوائی نالہ اور ہسپتال مظفر آباد آمد اور ہم سے ملاقات کی...... جنرل حمید گل صاحب کا اپنی بیٹی باجی عظمیٰ گل صاحبہ کو لے کر ہمارے ریلیف کیمپوں کے وزٹ کی...... دیگر لوگوں کے ساتھ ساتھ سیٹھ عابد مرحوم کی ہمارے ذریعے زلزلہ متاثرین کی خدمت کی......سکھوں کی تنظیم خالصہ پنتھ، خالصہ ایڈ اور دوسرے ممالک کے لوگوں، ڈاکٹروں کی ہم سے مل کر ہمارے ذریعے زلزلہ متاثرین کی خدمت کی......

حاجی جاوید الحسن صدیقی صاحب کی طرف سے زلزلہ متاثرین کے لیے بہترین خدمات و غیر ملکی ٹیموں سے اور سرکاری محکموں سے رابطہ کاری کی...... 21 مئی 2006ء کو سرینگر لال چوک میں فدائی حملہ میں IG راجندرا کے زخمی ہونے کی...... کشمیر میں پیارے ابوالقاسم وصی الرحمٰن بن ذکی الرحمن صاحب کی شہادت کی...... 2008ء میں جموں وکشمیر میں امرناتھ شرائن بورڈ کے نام پر کشمیر پر انڈین حملے کے خلاف چلنے والی عوامی تحریک کی اور مولانا شوکت شہید کی قیادت میں بننے والی کارڈینیشن کمیٹی کی اور ان کی طرف سے جاری کیے جانے والے کلینڈر کی...... متحدہ جہاد کونسل کی طرف سے عوامی تحریک کی وجہ سے عسکری کارروائیاں سرحدی علاقوں تک محدود کرنے کی...... مجاہدین جموں وکشمیر کی طرف سے نئی ٹیکنالوجی بنا کر، اپنا کر ہندوستان اور اس کے آقاؤں کو عاجز کرنے کی، حیرت میں ڈالنے کی، بلکہ بڑے بڑے عسکری ماہرین کو جدید ٹیکنالوجی کو اپنے مفاد میں استعمال کر کے ورطہ حیرت میں ڈالنے کی، الحمدللہ...... ہندوستان کے جموں سے سپلائی لائن بند کر کے کشمیریوں کو توڑنے کی ناکام کوشش کی...... 10 اگست 2008ء کو جماعۃ الدعوۃ پاکستان کی طرف سے اہل جموں وکشمیر سے یکجہتی کے لیے ملک گیر مہم اور لیاقت باغ راولپنڈی میں جمعہ پڑھانے، پھر کشمیر کارواں آبپارہ چوک تک چلانے کی...... اہل کشمیر کے نعرے تیری منڈی میری منڈی راولپنڈی راولپنڈی کے جواب میں امیر جماعۃ الدعوۃ کا نعرہ تیرا نگر میرا نگر سرینگر سرینگر کی...... 10 اگست کو ہی جماعۃ الدعوۃ کے درجنوں راشن اور ادویات کے بھرے ٹرک چکوٹھی پہنچا دینے کی اپنے کشمیریوں کے لیے اور سینکڑوں کارکنان کی شیخ عبدالعزیز شہید اور شبیر احمد شاہ صاحب کی قیادت میں مقبوضہ کشمیر سے آنے والے کارواں کی میزبانی کے لیے چکوٹھی میں کئی دن موجود رہنے کی...... 11 اگست 2008ء کو تیری منڈی میری منڈی روالپنڈی، راولپنڈی کا نعرہ لگاتے ہوئے ہزاروں کشمیریوں کے چکوٹھی کی طرف عظیم مارچ کی...... اوڑی کے

قریب انڈین فورسز کی سیدھی فائرنگ سے شیخ عبدالعزیز کی عظیم شہادت کی اور شبیر احمد شاہ صاحب کے آر پار مشورہ کر کے واپس سرینگر چلے جانے کی...... 18 اگست 2008ء کو عید گاہ سرینگر میں ایک لاکھ لوگوں کا اکٹھا ہو کر پاکستانی پرچم، پاکستان زندہ باد کے نعرے اور (بھارت تیری موت آئی لشکر آئی، لشکر آئی کے نعرے لگانے کی)...... 2008ء کی تحریک کے نعرہ (رگڑا، رگڑا، رگڑا) کی مقبولیت کی...... کشمیر کی عظیم تحریک پر پاکستانی حکومت اور میڈیا کی مجرمانہ غفلت کی...... 2008ء کی اس تحریک میں شہید 40، زخمی 300 اور گرفتار ہزاروں فرزندان اسلام کی...... کشمیر کے ابابیلوں کے تاریخی کارناموں کی (سنگ بازوں) کی...... 2008ء میں دریائے چناب پر مقبوضہ کشمیر کے علاقے میں ہندوستان کی طرف سے بگلے ہار ڈیم مکمل کیے جانے کی...... 26 نومبر 2008ء کو ممبئی پر حملے ہونے کی...... پاکستان میں زرداری حکومت کی طرف سے آئی ایس آئی چیف کو انڈیا بھیجنے کی بات کی...... حکومت پاکستان کے دفتر خارجہ UNO ڈیسک کی مجرمانہ لاپروائی سے انڈیا کی پاکستان کے خلاف سفارتی کامیابی کی...... ہندوستان اور امریکہ کی لابنگ پر 11 دسمبر 2008ء کو UNO کی طرف سے جماعۃ الدعوۃ پر پابندی لگانے کی...... پاک افواج کی طرف سے مظفر آباد آزاد کشمیر میں مجاہدین کے کیمپ پر آپریشن اور گرفتاریوں کی...... ہندوستان میں ہونے والی کارروائی کی پاکستان میں ایف آئی آر کاٹ کر کیس چلایا گیا...... ممبئی حملوں کے کیس میں انڈیا جانے والے پاکستانی جوڈیشل کمیشنوں کی...... ممبئی حملے کے سلسلے میں ضرورت سے کہیں زیادہ تعاون، جھکنے کے باوجود ہندوستان کی ہٹ دھرمی کی اور پاکستان سے جانے والے کمیشنوں کے ساتھ کسی طرح کا بھی تعاون نہ کرنے کی تا کہ اس کا فریب جھوٹ دنیا کے سامنے نہ آ جائے۔ممبئی حملہ کے الزام میں پندرہ سال سے قید جرم بے گناہی میں پاکبازوں اور ان کے گھرانوں کی قربانیوں کی...... میری طرف سے لشکر لکھوی بنا کر

زرداری اور حسین حقانی ٹولہ کے مکروہ عزائم ناکام بنانے کی، الحمدللہ...... مارچ 2009ء کو عمر عبداللہ چیف منسٹر مقبوضہ کشمیر نے کہا کہ وادی میں کل آٹھ سومجاہدین ہیں جن میں 70٪ غیر کشمیری ہیں کی...... محمد یاسین ملک کے امریکہ میں جموں وکشمیر کے لیے پروگرام کی...... 22فروری 2009ء کو راولپنڈی میں مشعال ملک سے محمد یٰسین ملک صاحب کی شادی کی...... مئی2009ء میں شوپیاں میں دومسلم بہنوں آسیہ اور نیلوفر کے اغوا اور زیادتی کے بعد شہادت کی...... ستمبر 2009ء میں حافظ سیف اللہ شہید کی قیادت میں تحریک آزادی جموں وکشمیر کی طرف سے آزاد کشمیر کی تاریخ کے بڑے تین روزہ مارچ کی میر پور سے براستہ کوٹلی، راولاکوٹ، باغ، مظفرآباد اور اسلام آباد تک کی...... جون 2009ء کو تین سول نوجوانوں کو مچھل سیکٹر میں لشکر طیبہ کے مجاہد قرار دے کر انڈین آرمی کے شہید کر کے دفنانے کی اور عوامی دباؤ پر حقیقت سامنے آنے پر کہ یہ تو عام سول مسلمان نوجوان ہیں، اس پر ایک بڑی عوامی تحریک کی...... مسرت عالم بٹ صاحب کے اس اعلان کی کہ ہر گھر 50 روپے پانچ کلو راشن دے، ہم اپنی تحریک خود ہی چلائیں گے کی...... 2010ء میں کشمیر چھوڑ دو تحریک کی اور نعرہ گو انڈیا گو بیک کی مقبولیت کی ......مسرت عالم بٹ صاحب کی طرف سے کیلنڈر جاری کرنے کی اور غیور کشمیری عوام کےاس پر عمل کرنے کی......مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں کی حمایت میں 2010ء میں جماعۃ الدعوۃ پاکستان کی طرف سے ملک گیر عوامی پروگراموں، جماعت اسلامی اور دیگر جماعتوں کے پروگراموں کی......8اپریل 2011ء کو مولانا شوکت کی سرینگر میں جمعہ پڑھانے کے لیے مسجد آمد پر شہادت کی اور میرا اس کیس کی تحقیق کر کےمقبوضہ کشمیر میں اس سلسلے میں بنائے گئے کمیشن کو رپورٹ پیش کرنے کی اور کمیشن نے وہ رپورٹ پھر کشمیر کے اخبارات میں شائع کی...... 9فروری 2013ء کو پارلیمنٹ دہلی اٹیک کے الزام میں ڈاکٹر افضل گورو کو تہاڑ جیل میں پھانسی دے کر انڈیا کی طرف سے شہید کر کے تہاڑ جیل میں ہی مقبول

صاحب کی طرح دفن کرنے کی...... یاسین ملک کی پاکستان اسلام آباد میں پریس کلب کے سامنے اس معاملہ پر بھوک ہڑتال کی...... امیر جماعۃ الدعوۃ کے ساتھ یاسین ملک کی تصویر دنیا بھر کے اخبارات میں چھپنے کی...... جماعۃ الدعوۃ کی طرف سے پورے ملک میں افضل گورو اور دیگر شہداء کے غائبانہ نماز جنازہ پڑھے جانے کی...... 2014ء میں مودی کے یہ تین نعرے دے کر الیکشن جیتنے کی کہ A/35 اور 370 ختم کریں گے اور بابری مسجد کی جگہ رام مندر بنائیں گےاورآزادکشمیرکوبزورطاقت ہندوستان میں شامل کریں گے کی...... 2014ء میں ریاستی الیکشن کے نتیجے میں PDPاور BJP اتحاد کی حکومت کی...... 18 دسمبر 2011ء کو دفاع پاکستان کونسل کے مینار پاکستان لاہور کے بڑے پروگرام کی...... 2012ء میں دفاع پاکستان کونسل کی پورے ملک میں بڑی کانفرنسوں کی...... 3اپریل2012ءکو امریکہ کی طرف سے امیر جماعۃ الدعوۃ اور حافظ عبدالرحمٰن مکی صاحب کے سر کی قیمت10 اور 5 ملین ڈالر رکھے جانے کی......کراچی میں سفاری پارک کےسامنے ماڈرن ہسپتال کی ملی خدمات کی اور اس کی انتظامیہ کی لازوال قربانیوں کی......مقبوضہ کشمیر میں آئے بڑےسیلاب کی......6نومبر 2014ءکو میر پور آزادکشمیر میں جماعۃ الدعوۃ کی طرف سےشہدائے جموں کانفرنس اور امیر جماعۃ الدعوہ کے تاریخی خطاب کی...... انڈین را کی طرف سے جماعۃ الدعوہ کے ہردلعزیز رہنماخالد بشیر بھائی کو 15 مئی 2013ء بروز بدھ اغوا کرواکر شہید کرنے کی...... پھرقاتلوں کے اعتراف جرم کی، ہندوستان کے پوری طرح ملوث ہونے کی،خلیجی ممالک میں اس سلسلے میں ملاقاتوں کی...... 24 اکتوبر 2013ءکو حافظ سیف اللہ منصور صاحب کی لاہورٹول پلازہ کےقریب روڈ حادثہ میں شہادت کی......حفاظت فرمائے۔7اکتوبر2011ءکو جمعۃ المبارک کے دن مجھے میری والدہ محترمہ کی وفات کی خبراڈیالہ جیل میں ملنے کی......ان کی جہاد وشہادت سے محبت کی، جب میں جیل سے واپس آیا تو ہم چاروں بھائی 14 سال

بعد پہلی بار اکٹھے الشیخ بھٹوی صاحب کے پیچھے چھوٹی عید پڑھ کر گھر آئے تو والدہ محترمہ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ ہمارے پوچھنے پر کہنے لگیں شکرانے کے ہیں۔ اور تیرے ساتھیوں کی اب تک اسیری پر ان کی ماؤں کی کیفیت پر بھی ہیں کہ تیرے آنے سے ان کو بھی پھر امید بندھی ہے۔ان کے دلوں کی کیفیت کیا ہوگی۔تو ابھی جا اور آج عید کے دن ان ماؤں سے مل، کم از کم اپنے شہر میں۔ بڑے بھائی کہنے لگے: امی جان 14 سال بعد اکٹھے ہوئے ہیں، کچھ کھا پی تو لینے دیں۔ کہنے لگیں: ہر ماں کے پاس اسے کھانے کو ملے گا۔ تب سے آج تک معمول ہے، ہر عید پر ان عظیم ماؤں کی گھرانوں کی دعائیں ضرور لینے جاتا ہوں۔ الحمدللہ......جب جیل سے رہا ہوکر آیا تو تب رشتہ داروں نے کہا کہ اب کاروبار کرو، فیملی کو مضبوط کرو آپ کے فلاں رشتہ دار کیسے ترقی کررہے ہیں۔ والدہ محترمہ ہمیشہ یہی کہتیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے واپس کیا ہے۔ میں اس کو جہاد سے نہیں روک سکتی۔ میں ہسپتال میں ان کے پاس اس لیے نہ جاسکا۔ کچھ جہادی کام تھے اور ساتھ برادر اکبر محمد یاسین ملک صاحب کا کام تھا، مجھے یہ خیال تھا کہ یہ سب کام کر کے چلا جاؤں گا۔مگر اللہ کے اپنے فیصلے ہیں۔میری صابرہ، شاکرہ، مہاجرہ والدہ محترمہ تہجد کا وضو کر کے لیٹے لیٹے جمعہ کی مبارک صبح فجر سے پہلے اپنے اللہ کے پاس چلی گئیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب ماؤں کے درجات بلند فرمائے اور ان سے راضی رہے، ان کی تمام قربانیوں کا خوب خوب صلہ وثمر عطا فرمائے۔آمین...... 12 نومبر 2014ء میں مجاہدین کی عظیم ماں، عظیم داعیہ اور مبلغہ آپا جی ام طلحہ صاحبہ کی وفات کی...... 2015ء میں مجاہدین کی خادمہ باجی ام جبیر صاحبہ کی وفات کی...... 4/5 دسمبر 2014ء کو جماعۃ الدعوۃ کے مینار پاکستان پر اجتماع کی...... مینار پاکستان پر جماعت اسلامی پاکستان کے اجتماع کی......قاضی حسین احمد مرحوم کی مقبوضہ کشمیر وعالم اسلام کے لیے خدمات کی...... مجید نظامی مرحوم کی مقبوضہ کشمیر کی آزادی کے عزم و ملی غیرت کی......جنرل حمید گل صاحب

مرحوم اور ان کے گھرانے کی جہاد سے محبت، عالم اسلام اور جموں وکشمیر کے لیے خدمات کی...... جنرل صاحب اکثر عصر کے بعد مجھے اپنے گھر بلا لیتے، جہاد کشمیر و افغانستان پر بات کرتے۔ اپنی وفات سے تقریباً چار روز پہلے مجھے مغرب کے بعد اپنے گھر بلا کر خلاف معمول بہت زیادہ محبت کی، جب کمرے میں تشریف لائے تو بی بی سی لندن سن رہے تھے آئی پیڈ پر، میں نے پوچھا: آپ بھی سنتے ہیں؟ کہنے لگے بہت دیر سے عادت ہے، اس سے کوئی نہ کوئی خبر یا پوائنٹ مل جاتا ہے۔ بعد میں فرمانے لگے: میری مقبوضہ کشمیر میں محترم گیلانی صاحب، سید شبیر احمد شاہ صاحب، میر واعظ صاحب، سیدہ آسیہ اندرابی صاحبہ، مشتاق الاسلام صاحب اور یاسین ملک سے بات کرواؤ۔ جب ان سب سے بات کروا دی تو کہنے لگے مشعال ملک سے بھی کروائیں اور ان سب کے نمبر میرے آئی پیڈ میں سیو کردیں۔ جب میں اجازت لے کر روانہ ہونے لگا تو گاڑی تک چھوڑنے آئے، گلے لگا کر پیار دیا۔ میں نے کہا: آپ کیوں تکلف کررہے ہیں گاڑی تک آنے کی، آپ کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے تو فرمانے لگے ایک مجاہد کو عزت دے رہا ہوں۔ یہ میری ان سے بالمشافہ آخری ملاقات تھی۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین...... جنرل حمید گل صاحب فرمایا کرتے تھے: میں نے وردی اتاری ہے ریٹائر ہوا ہوں، مگر میرا حلف عہد باقی ہے۔ انہوں نے واقعی آخری سانسوں تک اپنے عہد تک وفا کی۔ ان کے ساتھی پاک دھرتی کے پاک بیٹے حاجی ریاض صاحب، موسیٰ صاحب اور دیگر بیٹے بخوبی اپنا عہد نبھا رہے ہیں...... پاکستانی سائنسدانوں کی انسانیت کے لیے خدمات کی...... ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی عظیم خدمات کی...... پروفیسر حافظ محمد سعید صاحب اور ان کے ساتھیوں کی ملت اسلامیہ اور جموں وکشمیر کے لیے خدمات اور انمول انمٹ قربانیوں کی...... 29 اکتوبر 2015ء کو کشمیر میں ابوالقاسم بھائی کی شہادت کی اور انڈیا کی طرف سے ان پر 20 لاکھ کا انعام پہلے سے

رکھے جانے کی، ان کی شہادت کے بعد ان کا مقبوضہ کشمیر میں تاریخی جنازہ پڑھے جانے کی، غیور کشمیری ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کی طرف سے اپنے محافظ کے جنازہ میں تاریخی کردار ادا کرنے کی اور بہت بڑی تعداد میں جنازہ میں شامل ہونے کی، جس کی وجہ سے انڈین حکومت کی طرف سے شہداء کی میتیں کشمیری میزبانوں کے حوالے کرنے پر پابندی لگانے کی...... دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کے دعوے دار ہندوستان کے دس لاکھ فورسز کی جموں و کشمیر میں موجودگی کے باوجود جموں و کشمیر کے مسلمانوں کے جنازوں سے ڈرنے کی ان کے شہدائے کرام کو گمنامی میں خود ہی دفن کرنے کی، یعنی کشمیری شہداء سے بھی ڈرنے کی اور شہدائے کرام کی قبروں پر لگے کتبوں سے بھی ڈرنے کی اور شہداء کی قبروں کی بے حرمتی اور ان پر لگے کتبوں کو توڑنے کی، تا کہ اہل جموں و کشمیر کا تعلق ان کے ہیروز اور محسنوں کے ساتھ کمزور کیا جائے...... 2015ء میں ہی اہل پلوامہ کی طرف سے مزار شہداء پر انڈین فورسز کی طرف سے مہمان مجاہدین کی تصاویر والے بورڈ کو نہ لگانے دینے پر کئی روزہ ہڑتال کی۔ 2 جنوری 2016ء کو پٹھانکوٹ ائیر بیس پر حملہ کی...... بدقسمتی سے اس کی ایف آئی آر بھی گوجرانوالہ پاکستان میں کاٹے جانے کی، یعنی جرم کسی اور ملک میں اور ایف آئی آر اپنے ملک میں، اپنے ہی شہریوں پر، حالانکہ سمجھوتہ ایکسپریس اور اپنے پاکستانی شہریوں، اپنے فوجیوں، بحریہ کے طیارے کو گرانے پر ہندوستان کے عہدے داروں پر پاکستان میں کوئی ایف آئی آر نہیں کاٹی گئی...... مجاہدین کی طرف سے 22 فروری 2016ء کو EDI بلڈنگ پامپور پر حملہ کر کے شہید بہن شائستہ اور بھائی دانش شہید کو شہید کرنے والے انڈین آفیسروں کو مار کر بدلہ لینے کی...... 2016ء کے رمضان المبارک میں پیارے برہان وانی شہید کے بار بار اصرار پر امیر جماعۃ الدعوہ سے بات کروانے کی کہ اپنی شہادت سے پہلے بڑے پیر صاحب سے بات کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں...... 6-7-2016ء میں چھوٹی عید والے دن

پیارے برہان وانی شہید سے ہمیشہ کی طرح مجھ سے لمبی بات چیت اور عید مبارک کی...... 8جولائی 2016ء کو پیارے برہان وانی شہید کی عظیم شہادت کی...... 9جولائی2016ء کو پیارے برہان وانی شہید کے جنازہ پر لاکھوں لوگوں میں ابو دجانہ شہید کی شرکت اور اسے پکڑنے کے لیے انڈین آرمی کی فائرنگ کے نتیجے میں 16 شہادتوں اور درجنوں زخمیوں کی وجہ سے پوری وادی میں تحریک کھڑی ہونے کی......مقبوضہ کشمیر میں ابودجانہ شہید کے مختلف عوامی پروگراموں اور جنازوں میں شرکت کرنے کی اور لوگوں سے جاجا کر تحریک میں نکلنے کے لیے کی گئی التجاؤں کی......مقبوضہ کشمیر میں دختران ملت کے ہر سال 14 اگست اور 23 مارچ کے پروگراموں کو منعقد کرنے کی......مسرت عالم بٹ کے ہر نعرہ کے مقبول ہونے کی...... 2016ء کی چھ ماہ کی تحریک میں 100 شہید، 700زخمی، 600 پیلٹ زخمی اور ہزاروں گرفتاریوں کی...... پیارے برہان وانی شہید کے دل کی باتوں اور ملی درد کی اور اپنوں کے ستم کی، ان سے کی گئی زیادتیوں کی اور ان پر لگے اپنوں کی طرف سے جھوٹے،خود غرضانہ اور فضول الزامات کی...... اگست2016ء کو جماعۃ الدعوۃ کے لاہور سے اسلام آباد بڑے تاریخی کشمیر کارواں کی......10اگست2016ء کو اکیلے کمانڈر ماجد زرگر شہید کی72 گھنٹے ہزاروں ہندوستانی فوجیوں کو رسوا کرنے کی اور ان کی شہادت کے بعد انڈین فورسز کی طرف سے کیمیکل ڈال کر ان کے جسم کو خراب کرنے کی اور پاکستانی پرچم میں لپٹے ان کے جسم کی باقیات کی اور ان کی عاشقانہ نماز جنازہ کی،ان کی شہادت کے بعد انڈین فورسز کی طرف سے آئے دن ان کے گھر والوں کو تنگ کرنے کی...... 18 دسمبر 2016ء کو اوڑی فدائی حملہ کی...... دسمبر2016ء کو جماعۃ الدعوۃ کی مظفرآباد اسٹیڈیم میں کشمیر کانفرنس کی...... وزیراعظم پاکستان محمد نواز شریف کے یواین او کے پلیٹ فارم پر پیارے برہان وانی شہید کو ہیرو قرار دینے کی......حریت کانفرنس کے کنوئینر غلام محمد صفی صاحب، سید

یوسف نسیم صاحب اور کچھ حریت لیڈروں کی پورے پاکستان میں کشمیر کانفرنسوں میں بھر پور شرکت اور عظیم کردار کی.....محترم فاروق رحمانی صاحب کی علمی تحقیقی قلمی خدمات و تحریکی قربانیوں کی...... 24 مئی 2017ء کو NIA کی طرف سے کشمیر میں گرفتاریاں شروع کرنے کی...... اوڑی حملہ کے بعد انڈیا کے (فرضیکل مصنوعی) آزاد کشمیر پر اٹیک کی...... 15 اپریل 2017ء کو پلوامہ کالج مقبوضہ کشمیر سے شروع ہونے والے طلبہ کے احتجاج کی......تحریک آزادی جموں وکشمیر کی طرف سے پورے ملک پاکستان میں مقبوضہ کشمیر کے لیے عظیم پروگراموں کی...... 26 جون 2017ء کو چیئرمین متحدہ جہاد کونسل جموں وکشمیر سید صلاح الدین صاحب کو امریکہ کی طرف سے دہشت گرد قرار دینے کی...... سید صلاح الدین صاحب کی اوران کے گھرانے کی تحریک جموں وکشمیر و پاکستان کے لیے لازوال و ان گنت قربانیوں کی...... دفاع پاکستان کونسل کے رہنماؤں کی طرف سے سید صلاح الدین صاحب کو مسجد قباء آئی ایٹ، دفاع پاکستان کے مرکزی دفتر، اسلام آباد کے باہر بڑے عوامی پروگرام میں اپنے تعاون کی یقین دہانی کی اوران کے بھرپور استقبال کی اور امیر محترم کی طرف سے انہیں یادگار شیلڈ پیش کیے جانے کی......تحریک جموں وکشمیر کی قیادت کرنے والے ہر قائد کی ان کے گھرانے کی قربانیوں، بچوں، بھائیوں، عزیزوں کی شہادتوں کی، الغرض ہر کوئی قربانیوں کا مجسم اور شہادتوں کا امین ہے...... 2 اگست 2017ء کو ابودجانہ بھائی کی شہادت کی اور انڈین آرمی کی طرف سے ان کی شہادت کے بعد اپنی عادت کے مطابق کردارکشی کی...... ہندوستانی فورسز کی پرانی عادت ہے کہ جن مجاہدین یا لیڈروں کا مقابلہ نہیں کرسکتے، ان کی شہادت وگرفتاری کے بعد ان کی کردارکشی کرتے ہیں۔ کیمیکل ڈال کر ان کی نعش کو مسخ کرتے ہیں کہ کشمیری اس کو ہیرو کا درجہ نہ دے دیں...... فروری 2018ء میں نوید جٹ کے بھارتی حراست سرینگر سے فرار، فیلڈ میں بھرپور کردار اور 28 نومبر 2018ء کو شہادت کی...... 14 فروری 2019ء کو پلوامہ میں

عادل ڈار شہید کے فدائی حملہ کی......حکومت پاکستان کی ایک بار پھر غیر ملکی پریشر کے سامنے گھٹنے ٹیکنے کی اور آزاد کشمیر میں مجاہدین پر مشکلات کی اور پاکستان میں جموں وکشمیر کی آواز اٹھانے والوں پر پابندیوں، ایف آئی آرز کی اور گرفتاریوں ، جائیدادوں، اداروں کی ضبطگیوں کی...... 26-2-2019ء بالاکوٹ پر رات کے اندھیرے میں انڈین فضائیہ کے اٹیک میں ایک کوا مرنےاور چند درخت گرنے کی...... 27-02-2019 کو پاکستان کے جوابی وار مقبوضہ کشمیر میں آرمی کیمپوں کے قریب حملوں کی اور اس کے بعد انڈین پائیلٹ ابھینندن کی گرفتاری اور دو ہندوستانی طیارے مار گرانے کی اور کشمیر میں ایک ہندوستانی ہیلی کاپٹر گر کر تباہ ہونے کی...... ابھینندن کو پلائے جانے والی تاریخی فنٹیسٹک چائے کی...... 1-3-2019ء ابھینندن کو ہندوستان واہگہ بارڈر سے واپس کرنے کی...... پاکستانی حکومت کی طرف سے مقبوضہ جموں وکشمیر کے بارے ایک بار پھر عدم دلچسپی واضح ہوتی ہے۔ شرم الشیخ 16 جولائی 2009ء کو گیلانی منموہن سنگھ ملاقات کے بعد، اسی طرح اوفا میں 10 جولائی 2015ء کو نواز شریف مودی کے درمیان ملاقات کے بعد بھی اعلامیہ میں کشمیر کا ذکر ہی نہیں تھا اور 9 دسمبر 2015ء کو اسلام آباد کی اسٹیٹمنٹ میں بھی کشمیر کا سرسری ذکر تھا......متحدہ جہاد کونسل جموں وکشمیر کی پاکستان آزاد کشمیر میں عظیم الشان کانفرنسوں اور پروگراموں کی......حریت کانفرنس جموں وکشمیر کی طرف سے پاکستان آزاد جموں وکشمیر میں سیمیناروں، مظاہروں اور پروگراموں کی...... امان اللہ خان صاحب، مجاہد اول سردار عبدالقیوم صاحب اور سردار خالد ابراہیم صاحب، محترم ایوب ٹھاکر صاحب کی جموں وکشمیر کے لیے خدمات اور وفات کی......حریت کانفرنس آزاد جموں وکشمیر کے جنیوا اور دوسرے ممالک میں جانے والے وفود کی......مقبوضہ کشمیر کے کشمیری غیور نوجوانوں کے فورم "لیگل فورم فار کشمیر" کی بہترین کارگردگی کی اور اس پر ہندوستانی پریشانی کی...... حاجن مقبوضہ کشمیر کے اخوان ٹاؤن سے

لشکر ٹاؤن بننے کی...... پوری وادی میں پاکستانی پرچموں سے محبت، کفن، قبر اور اکثر اونچی جگھوں پر بھی پاکستانی پرچم لہرائے جانے کی اور ان پرچموں کا انتظام کرنے کی...... اہل کشمیر کی طرف سے اس محبت وعشق کی بڑی قیمت ادا کیے جانے کی...... القاعدہ اور داعش کی طرف سے جموں وکشمیر کی مقدس تحریک کو آلودہ کرنے کے ہتھکنڈوں کی...... ذاکر موسیٰ شہید کے متنازعہ نظریہ کی...... مشعال ملک زوجہ محمد یاسین ملک کی اپنی بیٹی رضیہ سلطانہ بنت یاسین ملک کے ساتھ جموں وکشمیر کے لیے سرگرم کردار ادا کرنے کی...... مظفرآباد بیس کیمپ کو پاسبان حریت عزیر غزالی صاحب اور مشتاق الاسلام صاحب کی اپنے پروگراموں اور محنتوں کے ذریعے زندہ رکھنے کی کوششوں کی......ابوصخر شہید، ابوعمیر مرحوم اور ڈاکٹر منظور صاحب کی جموں وکشمیر کے مہاجرین ومجاہدین کے لیے میدان عمل میں بےلوث انتھک خدمات کی...... جناب الطاف بٹ صاحب، بلال بیگ صاحب کی اپنی قوم کے لیے اورتحریکی خدمات کی......جناب فاروق قریشی صاحب اورتنویر الاسلام صاحب کی خدمات کی......مقبوضہ جموں وکشمیر کے لوگوں کی ہر طرح کی قربانی دے کر غزوۂ ہند کی میزبانی کرنے کی...... جموں وکشمیر کے محاذ پر عسکری جماعتوں TRF، PAFF اور دوسری نئی جماعتوں کی آمد کی، جس میں اکثریت ان نوجوانوں کی ہے جو بھارتی مظالم کا شکار ہوئے زندانوں یا بڑی جیل جموں وکشمیر میں، مثلاً شیخ عباس شہید کلگام، کمانڈر انس شہید کاکاپورہ، مہران شہید سرینگر والے اور کفیل شہید گاندربل...... کشمیری پڑھے لکھے نوجوانوں کے شعوری طور پر گن اٹھانے کی اور انمول قربانیوں کی اور ہندوستان کے اعصاب پر سوار ہونے کی، ڈاکٹر منان وانی شہید، ریاض نائیکو شہید، ڈاکٹر رفیع شہید، ڈاکٹر سیف اللہ شہید، ہارون عباس وانی شہید، بشیر لشکری شہید اور ڈاکٹر سجاد صوفی شہید وغیرہ وغیرہ ......جموں وکشمیر کے پڑھے لکھے نوجوانوں کی اپنی قوم کے لیے عظیم خدمات کی...... برطانیہ سے مزمل ایوب ٹھاکر، شائستہ صفی صاحبہ، ترکی سے

آصف احمد ڈار، امریکہ سے عبدالباسط گوشا، سعودیہ سے عبداللطیف صاحب، اور جاوید صاحب، ترکی سے بھی فرزندان کشمیر کی اور دنیا بھر سے بنات کشمیر نسیمہ وانی صاحبہ، کینیڈا اور وانی صاحبہ، برطانیہ وغیرہ کی...... غلام نبی فائی صاحب کی تحریکی خدمات کی...... جموں وکشمیر کی تحریک آزادی دنیا کی سخت ترین تحریک ہونے کی...... پاکستانی حکمرانوں کی کشمیر کمیٹی کو سیاسی رشوت کے طور پر استعمال کیے جانے کی اور اس وجہ سے ہونے والے تحریک آزادی وخود پاکستان کو ہونے والے نقصانات کی ......کشمیر کمیٹی کے چیئرمینوں کی طرف سے اپنی غفلت کی وجہ سے تحریک کشمیر کو نقصان پہنچانے کی ...... پاکستان کی اکثر سیاسی و مذہبی پارٹیوں کی جموں وکشمیر سے لاتعلقی کی...... جموں وکشمیر کے بارے میں حکومت پاکستان کی غفلتوں کی اور کچھ کشمیری قیادت کی اپنی لاپروائیوں، خودغرضیوں اور آپسی انتشار کی...... پاکستانی حکمرانوں کی اکثر انڈیا کی مکروہ پالیسی سے متاثر ہوکر یا یواین او، امریکہ، برطانیہ اور چائنہ کے کہنے پر کشمیر کی تحریک پر پالیسیاں بدل کر کشمیر کی تحریک کو نقصان پہنچانے کی...... پاکستان کے حکمرانوں کی طرف سے ہندوستان کے حکمرانوں کو رام کرنے کے لیے بار بار پاکستان میں مقبوضہ جموں وکشمیر کے لیے کام کرنے والوں کو تنگ کرنے کی...... آزاد کشمیر میں موجود مہاجر کیمپوں میں مقیم کشمیری مہاجرین کے ساتھ مسلسل زیادتیوں اور حق تلفیوں، ناقابل معافی جرم کی...... مقبوضہ جموں وکشمیر کے آل یاسر گھرانے کی، (ڈاکٹر محمد قاسم فکتو صاحب و سیدہ آسیہ اندرابی صاحبہ) اور ان کے گھرانے کی قربانیوں کی، ان کے سگے چچا کی جموں میں 1947ء میں شہادت کی...... مقبوضہ جموں وکشمیر کے تحریک سے وابستہ عظیم گھرانوں کی عظیم قربانیوں کی...... جولائی 2019ء میں راشٹریہ رائفل کا ہیڈکواٹر دہلی سے اودھم پور جموں شفٹ کیے جانے کی...... اپریل 2019ء میں ITBP ہیڈ کوارٹر لداخ میں شفٹ کیے جانے کی...... پروفیسر حافظ محمد سعید صاحب کے یو این او کے اسلام آباد دفتر میں

8-11-2018 کو جا کر یو این او کے مقرر کردہ جج Danial Kipfer Fiscaiti کے سوالات کا سامنے کرنے کی، حالانکہ یو این او نے کہا تھا کہ چھ گھنٹے سوال و جواب ہوں گے، لیکن تین گھنٹے بعد ہی یو این او کے جج کے اپنا سر پکڑ کر یہ کہنے کی کہ میرے نزدیک آپ پر کوئی الزام ثابت نہیں ہوتا، مگر جہاں فیصلہ ہونا ہے وہاں مفادات کی سیاست ہوتی ہے...... اب آپ کے ملک پر ہے کہ وہاں کس طرح آپ کا کیس وہاں لڑنا ہے۔ بدقسمتی سے دفتر خارجہ کے کچھ لوگوں نے ایک بار پھر وہی کیا جو انہیں کسی حالت میں بھی نہیں کرنا چاہیے تھا...... امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی طرف سے پروفیسر حافظ محمد سعید صاحب کو گرفتار نہ کرنے پر حکومت پاکستان کو دھمکی اور ان کی گرفتاری پر ٹویٹ کرنے اور امریکی پریشر پر ان کو اور ان کے ساتھیوں کو سنائی جانے والی سزاؤں کی اور حافظ محمد سعید صاحب کی گرفتاری کے بعد امریکی دورہ پر پاکستانی عہدے داروں کو ملنے والے پروٹوکول کی...... انٹرنیشنل اسٹیبلشمنٹ کی پاکستان میں بیٹھ کر یا اپنے ایجنٹوں کے ذریعے جماعۃ الدعوہ اور اس کے رہنماؤں کی اسیری اور سزاؤں کی نگرانی کرنے کی...... ہندوستان کی طرف سے 2014ء کے اعلان کردہ الیکشن میں اپنی تین اہداف میں سے ایک پورا کرتے ہوئے 5 اگست 2019ء کو جموں وکشمیر کی خصوصی حیثیت 370 اور 35A کو ختم کیے جانے کی...... جموں وکشمیر کا مسلسل لاک ڈاؤن کیے جانے کی اور اس لاک ڈاؤن میں مشتاق الاسلام صاحب اور ان کے ساتھیوں کی جموں وکشمیر کے لیے عظیم خدمات وکردار کی...... 5 اگست 2019ء کے بعد مقبوضہ کشمیر میں سیاسی جماعتوں کے بننے والے گپکار الائنس کی...... 9 نومبر 2019ء کو ہندوستان کی عدالت عالیہ نے محض ملک کی اکثریت کی خوشی کے لیے بابری مسجد کے خلاف فیصلہ دے کر انصاف کو شرمسار کیا، حالانکہ تمام تر مضبوط ثبوت موجود تھے کہ وہاں بابری مسجد ہی تھی...... پھر 5 اگست 2020ء کو ہی وزیراعظم ہند نریندر مودی کی بابری مسجد کی جگہ رام مندر کا سنگ بنیاد رکھنے کی اور

اپنے 2014ء کے تین انتخابی وعدوں میں سے دوسرے وعدے کو بھی ایک ہی تاریخ میں پورا کرنے کی ایک سال کے فرق سے...... 11-12-2019ء کو ہندوستانی مسلمانوں کے خلاف شہریت بل (سیٹیزن امینڈمنٹ ایکٹ) کی پورے ہندوستان میں اس ظلم کے خلاف مسلمانوں کے مظاہروں کی...... 11-12-2019ء کو ہندوستان ٹرپل طلاق کا قانون پاس کرنے کی...... 27-9-2020ء کو انڈین کسانوں کے خلاف چند ہندو بزنس مینوں کے فائدہ کے لیے قانون پاس کرنے کی اور کسانوں کے اس پر دہلی میں داخل ہونے والے راستوں پر لمبے احتجاج کی...... ہندوستان کی طرف سے جموں وکشمیر کے لاک ڈاؤن سے لاپروا دنیا کی اور پھر کرونا وائرس کی وجہ سے دنیا کا لاک ڈاؤن ہونے کی...... جب پوری دنیا کرونا وائرس کی لپیٹ میں تھی، اکثر دنیا کے کاروبار ٹھپ تھے، حکومتیں ناکام ہو رہی تھیں، تب بھی پاکستان میں کچھ دیوانوں کا کام اس سے بڑا خطرہ سمجھ کر ان پر قدغنیں لگائی جا رہی تھیں، وہ بھی اپنوں کے ہاتھوں...... واہ رے بزدلی واہ...... پاکستان میں آپریشن ضرب عضب ہمارے کسی مشن کی وجہ سے کچھ دن لیٹ کیا گیا، پھر الحمدللہ مشن کی کامیابی پر پاکستان آرمی چیف شہداء کے وارث جنرل راحیل شریف صاحب کی طرف سے مجھے 5 لاکھ انعام بھیجنے کی اور میں نے اسی دن وہ انعام کشمیری اسیری بھائیوں کو بھیج دیا۔ الحمدللہ...... افغان باقی کہسار باقی، الحکم للہ والملک للہ کی ...... افغانستان میں سپر طاقتوں کی شکستوں کی...... برطانیہ 13-1-1842 روس 15-2-1989 امریکہ 29-2-2020 کی...... 15-8-2021 کو مجاہدین کے ہاتھوں کابل فتح کی۔ الحمد اللہ...... انسانی تاریخ کے بڑے امریکہ کی قیادت میں چالیس مما لک سے زیادہ پر مشتمل عسکری اتحاد کی، مخلص مجاہدین کے ہاتھوں شرمناک شکست کی بلکہ جنگ سے فرار کی۔ 5 ستمبر 2019ء کو دوران حراست ماسٹر غلام نبی گندنہ صاحب کی شہادت اور تحریکی خدمات کی......2021ء میں ہی دوران اسیری محترم اشرف صحرائی

صاحب کی اودھم پور جیل جموں میں اور 2021-9-1 کو محترم سید علی شاہ گیلانی صاحب کی گھر میں زیر حراست شہادتوں کی اور ان کی عظیم تحریکی خدمات کی، میرے ان کے ساتھ مسلسل رابطوں کی ہر ہر معاملہ پر طویل مشاورتوں کی۔ان بزرگوں کے مجھ گنہگار پر مخلصانہ اعتبار کی...... 2021-9-7 کو مسرت عالم بٹ صاحب کو سید علی گیلانی صاحب کی شہادت کے بعد ان کا جانشین اور حریت کانفرنس جموں وکشمیر کا چیئرمین اور شبیر احمد شاہ صاحب کو وائس چیئرمین بنائے جانے کی،شہید بزرگ سید علی شاہ گیلانی صاحب نے خود اپنی زندگی میں اپنا جانشین کئی بار مسرت عالم بٹ صاحب کو کہا تھا...... 19 سال سے قید ایک نہتے کشمیری قیدی کے سامنے بے بس ہندوستانی حکومت کی، پھر بزدلانہ طور انہیں 2021-10-24 کو ضیاء مصطفیٰ کو کوٹ بھلوال جیل سے نکال کر انٹیروگیشن سینٹر جموں میں شہید کرنے کی اور شہید ضیاء مصطفیٰ کی تحریک کے لیے انمول انمٹ خدمات کی،ہندوستان کی طرف سے انہیں پونچھ میں چلنے والی تاریخی یعنی لمبی کارروائی سے جوڑنے کی کوشش کی...... 2022-1-2 سلیم رحمانی بھائی شہید کی را کے ایجنٹوں کے ہاتھوں نواب شاہ سندھ پاکستان میں شہادت کی......2021-10-23 کو چشمہ شاہی سرینگر میں را کے آفس میں اور 2021-10-26 کو دہلی میں ہندوستانی قومی سلامتی کی میٹنگوں میں مجاہدین کے خلاف فیصلوں کی کہ کس طرح مجاہدین کو ہندوستان شہید کروائے گا اور پھر مختلف ممالک سے اپنے ایجنٹوں کے ذریعے مجاہدین پر بزدلانہ واروں کی......

اس وجہ سے کہ 5 اگست 2019ء کو جابرانہ اقدامات کے باوجود ہندوستان کو جموں وکشمیر میں مطلوبہ رزلٹ کیوں نہیں ملے۔مختلف محکموں کی طرف سے اس پار ایک بھائی اور ضیاء شہید کا نام لیا گیا کہ یہ بندہ پار بیٹھا ہے اور یہ ہماری جیلوں میں بیٹھ کر پار والے کے کہنے پر کام کر رہا ہے، مختلف شعبوں میں۔ ان کا وادی کے دس کے دس اضلاع میں مضبوط نیٹ ورک ہے، جموں لداخ میں بہترین رابطہ ہے۔ پھر یہ فیصلہ ہوا کہ کس طرح ان کو ختم

کیا جائے، کسی کشمیری کو یا پاکستان مخالف کسی گروپ کے لوگوں کو موٹی رقم دے کر پھر اس کرتوت سیاہ کے بعد کسی دوسرے ملک میں قاتل اور اس کی فیملی کو محفوظ کرنے کا لالچ بھی بار بار دیا جاتا ہے، تا کہ مجاہدین کے خلاف استعمال کیا جائے۔ مجاہدین کو ہمارے عظیم مخلص کشمیری بھائیوں کی طرف سے بار بار یہ پیغام کہ اللہ کے لیے اپنا خیال رکھیں یہ بری طرح آپ کے پیچھے پڑ چکے ہیں۔ اب تو دہلی سے آپ کے خلاف مختلف لوگوں کو متحرک کیا ہوا ہے، یہ ہر وقت آپ کے متعلق اللہ نہ کرے کوئی بری خبر سننا چاہتے ہیں، دہلی سے این ایس اے کے آفس سے اور وزارت داخلہ سے ان پر بہت پریشر ہے کہ ہم دنیا کو کشمیر کی تصویر پھر اپنے مطابق دکھا سکیں گے۔ تو دنیا کشمیر میں سرمایہ کاری کے لیے آئے گی...... کشمیری مخلص بھائیوں کا یہ بار بار پیغام کے اپنی سیکیورٹی کا خیال رکھیں، اگر آپ کی اپنی لاپروائی کی وجہ سے آپ کو کچھ ہوا تو قیامت کے دن شہدا کے ساتھ مل کر آپ کا محاسبہ کریں گے۔ آپ کو اندازہ نہیں اہل جموں وکشمیر کے لیے آپ کیا ہیں۔ پھر ان مخلص بھائیوں نے اپنے آزاد کشمیر میں نمائندوں کو مجاہدین کے پیچھے لگا دیا کہ ان کی سیکیورٹی کا خیال کرو۔ انہیں محفوظ علاقے میں مکان لے کر دو۔ اچھی گاڑیاں لے کر دو۔ اللہ تعالیٰ ان تمام بھائیوں بزرگوں کی یہ محبتیں قبول فرمائے...... 18-12-2021 کو کوہ نور تامل ناڈو میں کشمیریوں کو جلانے والے ہندوتوا کے علمبردار ہندوستان کے پہلے جوائنٹ چیف آف ڈیفنس بپن راوت کی ہیلی کاپٹر حادثہ میں بیوی سمیت جل کر موت کی...... 1-3-2022 کو را کے ایجنٹوں کے ہاتھوں ہی کراچی میں زاہد بھائی کی شہادت کی...... 08-04-2022 کو پروفیسر حافظ محمد سعید صاحب کو رمضان المبارک میں کفر کی خوشنودی کے لیے مسجد و مدرسہ بنانے کے جرم میں 31 سال سزا، تین لاکھ چالیس ہزار جرمانہ اور تمام جائیداد ضبط کرنے کا بھی کہا گیا...... 23-04-2022 کو مسرت عالم بٹ صاحب کی قیادت میں حریت کانفرنس کے تمام دھڑے اکٹھے ہو گئے۔

15-6-2022 آزاد کشمیر میں متحدہ حریت کانفرنس جموں وکشمیر کے کنوینئر کے پہلے انتخاب میں محمود احمد ساغر صاحب اور جنرل سیکرٹری شیخ عبدالمتین صاحب اور میڈیا سیکر ٹری امتیاز اقبال وانی کے منتخب ہونے کی۔ ہندوستان کی طرف سے مقبوضہ جموں وکشمیر میں مارے جانے والے فورسز کے دوسرے محکموں کے لوگوں کے نام پر مقبوضہ کشمیر کے سرکاری اداروں سڑکوں، تعلیمی اداروں کے نام رکھے جارہے ہیں اور اب مقبوضہ جموں وکشمیر میں ہندوستانی شہری، فورسز کے لوگ، طالب علموں، تاجروں، ملازموں کو جموں وکشمیر میں ووٹ ڈالنے کا حق دے کر مسلم آبادی کے تناسب کو بدلا جارہا ہے کشمیریوں کے گھروں ،املاک کو مسمار کر کے زمینوں پر قبضہ کیا جارہاہے۔کشمیریوں کو کشمیر میں ہر حقوق سے محروم کیا جارہا ہے کیونکہ وہ دفاع پاکستان کی جنگ لڑ رہے ہیں۔مگر افسوس، ٹھیک اس وقت پاکستانی سیاستدان اقتدار کے لیے غلیظ لڑائی میں مست ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی اہل جموں وکشمیر کی ہر ہر طرف سے نصرت و حفاظت فرمائے۔ آمین۔ 25-5-2022 کو دہلی کی ایک عدالت نے یاسین ملک کو عمر قید کی سزا سنائی۔ پاکستانی کے فوجی فضائی بڑے حادثے۔17اگست1988ء کو ضیاءالحق شہید و ساتھیوں کی شہادت، 10اگست1999ء کو پاکستان نیوی کے جہاز کو ہندوستان کی طرف سے گرائے جانے کی،اکتوبر2020ءکو بھارت کی طرف سے پاکستانی طیارہ گرانے والے پائلٹوں ونگ کمانڈر روی ایس شرما،سکواڈرن لیڈر پنکج دشنوئی اور بی کے بندیلا کو تمغے دیے گئے، 20 فروری 2003ءکو ائیر مارشل مصحف میر صاحب کی شہادت کی۔ 15 اگست 2021ءکو افغانستان سے ذلت آمیز شکست کے بعد امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے فرار کی۔ 15اگست 2015 کو جنرل حمید گل صاحب ہارٹ اٹیک کی وجہ سے دنیا سے چلے گئے، حالانکہ ایک دن ہی پہلے انہوں نے مجھے کال کر کے 25 منٹ کے قریب بات کی (ماہ اگست میں ہی پاکستان کے تین طیارے اور جنرل حمید گل صاحب کا جانا محض اتفاق ہے

کیا؟ جس طرح 26/25 نومبر کی درمیانی شب سلالہ چیک پوسٹ پر نیٹو فورسز کا حملہ محض اتفاق نہیں تھا بلکہ انڈین شہہ پر تھا)۔ 5 اگست 2019ء کو ہندوستان نے جموں وکشمیر پر پھر یلغار کی۔ 11 اگست 2008ء کو شیخ عبدالعزیز شہید کی شہادت کی، محترم شیخ صاحب ایک بڑے کارواں کو مقبوضہ کشمیر سے پاکستان لے کر آ رہے تھے۔ تیری منڈی میری منڈی راولپنڈی راولپنڈی کا نعرہ مستانہ لگاتے ہوئے ہندوستانی استعمار کی ہر رکاوٹ ہر ظلم کے باوجود برستی گولیوں میں۔ محترم شیخ صاحب کی شہادت اس حال میں ہوئی کہ ان کے ہاتھ میں قائداعظم محمد علی جناحؒ کی تصویر تھی اور ساتھ پاکستانی پرچم تھے۔ 2022-8-1 کو ہندوستان مخالف سچے پکے مخلص پاکستانی لیفٹیننٹ جنرل سرفراز علی سومرو اپنے پانچ ساتھیوں سمیت ہیلی کاپٹر حادثہ میں سیلاب کی صورتحال میں ریلیف کی نگرانی کرتے ہوئے لسبیلہ بلوچستان میں شہید ہوئے کی۔ 2022-8-17 کو علی بھائی کو کوٹ بھلوال جیل سے نکال کر زیر حراست شہید کیا گیا۔ وہ 2006ء سے گرفتار تھے۔ 2022-10-4 کو ڈی جی پی جیل خانہ جات جموں وکشمیر 'ہیمنت کمار لوھیا' کی اس کے گھر میں ہلاکت کی۔ یہ اپنے دوست سنجیو کھجوریہ کے گھر اودھے والا جموں میں رہتا تھا، کیونکہ اس کے گھر کی مرمت ہو رہی تھی۔ 2022-10-11 کو سید علی شاہ گیلانیؒ نے داماد الطاف فنتوشگیلانی صاحب تہاڑ جیل میں شہید ہوئے۔ 2023-02-20 کو حزب کمانڈر امتیاز عالم صاحب کو کھنہ اسلام آباد میں شہید کیا گیا۔

یہ سب عنوانات ہیں ایک ایک عنوان پر مستقل لکھا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موقع دیا تو جلد ان عنوانات پر لکھیں گے۔ ان شاء اللہ

ادھر امریکہ افغانستان کے بعد عراق پر تمام صلیبیوں کو لے کر صلیبی جنگوں کا نعرہ لگا کر چڑھ دوڑا تھا اور آتے ہی جیل میں بڑے کافر افسر کی طرف سے ملنے والی دھمکیوں کے بعد، سخت بیماری کی حالت میں یہ سطور کھینچیں کہ ہندوؤں، امریکہ، اہل یورپ کی

اصلیت،اس کی مکاری وعیاری وجھوٹ وفریب ظلم وبربریت مکروہ عزائم جان کرخود اپنی غلطیوں کمزوریوں سے سبق سیکھ کرعقیدہ کی اصلاح کے ساتھ ساتھ جہاد کے لیے قوم کو تیار کیا جائے۔ زندوں والی زندگی کے لیے اپنی قوم کو تیار کیا جائے، اپنی ملت کو اس کے دشمن و دوست کا بتلایا جائے۔ اس کے پھیلائے ہوئے فتنوں سے جھوٹے الزامات سے ہندو کی اصلیت سے،مسلمانوں کے بارے ان کی دشمنی اور تنگ ذہنیت سے، قیام پاکستان کے پاک مقاصد سے قائداعظم کی عظیم شخصیت سے جموں وکشمیر کے انٹرنیشنل قوانین کے مطابق ہونے کے، جموں وکشمیر کے بارے تمام مکاتب فکر کے جید علمائے کرام کے مشترکہ فتویٰ، ہندوستان، پاکستان کے مذاکرات،سقوط ڈھاکہ، جماعۃ الدعوہ پر الزامات کی حقیقت کے بارے، مہابھارت کے علمبرداروں کی سرکاری غنڈا گردی، تعذیب اورتعذیب خانوں کے بارے اورمقدس تحریک جموں وکشمیر و پاکستان کے چیدہ چیدہ واقعات کوبھی عنوانات کی صورت میں شامل کیا اور ان واقعات کوبھی جن کا کوئی نہ کوئی تعلق ہماری تحریک سے بنتا ہے یا جن سے کچھ سیکھا جاسکتا ہے؛ تا کہ کتاب پڑھنے والے کو ایک ہی جگہ کافی کچھ مل جائے، کچھ حقائق پیش کیے ہیں تا کہ جھوٹ اور سچ کا پتا چلے۔

اے میری قوم! میں نے تو اذاں دے دی۔ اُٹھیے! ہندو کی اصلیت پڑھ کرعقیدہ کو درست کر کے جہاد پر کھڑے ہو جایئے...... کافروں کا کوئی حصار، کوئی تارعنکبوت آپ کا راستہ نہیں روک سکے گا، ان شاء اللہ۔

یہ تمام ستم کرنے والا، ظلم وبربریت کا انتہائی سفاکی سے بازار گرم کرنے والا ہندوستان بھی جلد رسوا ہوگا، ٹکڑے ٹکڑے ہوگا اور غزوہ ہند کامیاب ہوگا، یہ ہندوستان عبرت بھی بنے گا اور بھاگے گا بھی جیسے صلیبی جنگوں کا نعرہ لگا کر عراق، شام، لیبیا، افغانستان اور پاکستان پر غرور تکبر کے نشے میں مست ہو کر چڑھ دوڑنے والا امریکہ بھی

اپنے اتحادیوں سمیت عبرتناک شکست سے دوچار ہوا، بلکہ اپنی ہی مسلط کردہ جنگ سے بھاگ گیا اور وہ بھی رات کے اندھیرے میں، جیسے کل روس اور برطانیہ بھی شکست سے دوچار ہوئے تھے۔ الحمدللہ۔ کفر کی طاقت اور ٹیکنالوجیز پر نہیں، اپنے رب کی نصرت وطاقت پر ایمان رکھیں، کامیابی اہل حق کی ہی ہوتی ہے، اہل ایمان کی ہی ہوتی ہے......

ان شاء اللہ، یہ تکمیل پاکستان کے لیے دی جانے والی انمول انمٹ انوکھی عظیم لاثانی قربانیاں ضرور اپنا اثر دکھائیں گی، ضرور رنگ لائیں گی اور اپنی عظمت منوائیں گی۔ انسانی تاریخ میں بہت سارے کارنامے پہلے نہیں تھے جو آج اہل جموں وکشمیر اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق سے سرانجام دے رہے ہیں، جس طرح جہاد فی سبیل اللہ سے محبت کرکے ہر طرح قربانیاں پیش کر رہے ہیں، واقعی غزوہ ہند کے لیے جموں وکشمیر کو دروازہ یا میزبان بنائے جانے کے اللہ رب العالمین کے فیصلے کو اپنے عزم، اپنے عہدوفا، اپنے صبرواستقامت، اپنی قربانیوں، اپنے ایثار اور اپنی جہاد وشہادت سے محبت سے درست ثابت کر رہے ہیں۔ حقیقت میں اہل جموں وکشمیر تکمیل پاکستان، دفاع پاکستان واسلام کی جنگ اپنے گھر، اپنی جانیں، اپنی عزتیں، عصمتیں، اموال، اولاد، گھربار، کاروبار، نوکریاں اور عہدے قربان کرکے لڑ رہے ہیں اور مسلسل اب تک ہندوستان کے مکروہ عزائم و افواج کو شکست دے رہے ہیں۔ اللہ رب العالمین یہ سب قبول فرمالے اور جلد ثمرآور بنائے اور اہل جموں وکشمیر کے تمام صالح اہداف پورے کروائے۔

ان لوگوں سے گزارش ہے جو اب تک اس مقدس جہاد کا حصہ نہیں بنے۔

آیئے آیئے! ہمیشہ والی زندگی کی طرف، وسعتوں والی جنتوں کی طرف، رب کے انعامات کی طرف، غزوۂ ہند کی طرف، تکمیل مدینہ ثانی کے لیے، اللہ تعالیٰ کی نصرتوں، رحمتوں اور برکتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے لیے، جہاد کو جیتتا دیکھنے کے لیے، اپنا حق بندگی ادا کرنے کے لیے، اپنا اور اپنے گھر والوں کا حال اور مستقبل سنوارنے کے لیے،

انسانیت کی فلاح کے لیے، تمام مخلوقات کی راحت کے لیے، اپنے اوپر عائد ہونے والا قرض اور فرض ادا کرنے کے لیے...... آیئے آیئے آیئے!! سرفرازی ہی سرفرازی کی طرف، یقینی کامرانی ہی کامرانی والی شاہراہ پر......شاہراہ جہاد فی سبیل اللہ پر۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے اور قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أن لاَ إلَهَ إلاَّ أَنْتَ أستغفِرُك وأتُوبُ إليك“

❁❁❁

جموں و کشمیر کے کچھ اہم دن

1- 5 جنوری 1949ء یومِ حق خودارادیت (اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے ایک قرارداد منظور کی تھی جس کے مطابق کشمیریوں کو حق دیا گیا تھا کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق اپنے مستقبل کا فیصلہ کریں)۔

2- جنوری 1993ء سوپور قتل عام (سوپور میں بھارتی فوج نے عام شہریوں پر اندھا دھند گولیاں چلائیں، جس کے نتیجے میں 43 شہری موقع پر شہید ہو گئے۔)

3- 21 جنوری 1990ء گاؤ کدل قتل عام (سرینگر کے علاقے گاؤ کدل میں بھارتی فوج نے آزادی مانگنے والے پُر امن مظاہرین پر گولیاں چلائیں، جس میں 50 سے زائد افراد شہید ہوئے۔

4- 25 جنوری 1990ء کو ہندواڑہ میں بارڈر سیکورٹی فورسز BSF نے 25 افراد کو گولیاں مار کر شہید کیا۔

5- 2 فروری یوم احتجاج، جب 1991ء میں بھارتی درندہ صفت افواج نے کپواڑہ کے دو الگ الگ گاؤں کنن اور پوش پورہ کا محاصرہ کر کے مردوں کو گاؤں سے باہر لے جا کر گاؤں میں 57 عفت مآب کشمیری خواتین کی اجتماعی آبروریزی کی۔

6- 5 فروری یوم یکجہتی کشمیر (یہ دن پاکستانی عوام و حکومت کی طرف سے اپنے مظلوم کشمیری بھائیوں سے اظہار ہمدردی کے لیے اور اُن کا ساتھ دینے کے عزم کے طور منایا جاتا ہے)۔

7- 9 فروری 2013ء جب کشمیری آزادی پسند ڈاکٹر افضل گورو کو تہاڑ جیل میں پھانسی دی کر شہید کیا گیا اور میت اُن کے ورثہ کے حوالے نہیں کی گئی، بلکہ تہاڑ میں ہی دفن کیا گیا۔

8- 11 فروری یوم شہادت مقبول بٹ شہید، انہیں 1984ء کو تہاڑ جیل میں پھانسی دی گئی تھی اور وہیں جیل میں دفن کیا گیا۔

9- یکم مارچ 1990ء سرینگر ذاکورہ ٹنگپورہ میں بھارتی فوج نے پُرامن مظاہرین پر گولیاں چلائیں، جس کے نتیجے میں 26 معصوم کشمیری شہید ہوئے۔

10-08 مارچ 1996ء شہید جلیل اندرابی (جلیل اندرابی، ایک ممتاز کشمیری انسانی حقوق کے وکیل) کو بھارتی فوج نے دوران حراست شہید کیا۔

11-20 مارچ 2000ء چھٹی سنگھ پورہ قتل عام (بھارتی فوج نے بھارتی ایجنسیوں سے مل کر صدر بل کلنٹن کے دورہ بھارت کے دوران سکھوں کو قتل کر کے مجاہدین پر الزام لگانے کی ناکام کوشش کی۔)

12-12 مارچ یوم پاکستان۔

13-10 اپریل 1993ء لال چوک سرینگر قتل عام (ڈاؤن ٹاؤن لال چوک سرینگر میں بھارتی فوج نے دھاوا بول دیا، جس میں 125 عام شہری شہید ہوئے، جن میں 47 افراد کی شہادت زندہ جل جانے سے ہوئی، 150 سے زائد دکانیں اور 60 سے زائد مکان جلائے۔

14-05 مئی 2021ء یوم شہادت محمد اشرف صحرائی (کشمیری معروف حریت رہنماء جنھیں اُدھم پور جیل میں مختلف اذیت ناک مراحل سے گزارا گیا، جن سے اُن کی شہادت ہوئی)۔

15-21 مئی 2002ء یوم شہادت عبدالغنی لون رحمہ اللہ۔

16-21 مئی 1990ء یوم شہادت میرواعظ مولوی فاروق رحمہ اللہ۔

17-25مئی 2022 کو محمد یاسین ملک صاحب کو دہلی کی ایک عدالت نے عمر قید کی سزا سنائی۔

18-28مئی یوم تکبیر (پاکستان)۔

19-29اور 30 مئی 2009ء شوپیاں عصمت دری اور قتل (بھارتی فوج نے شوپیاں میں دوخواتین آسیہ اور نیلوفر کو اغوا کیا، اجتماعی زیادتی کا نشانہ بنایا اور شہید کر کے اُن کی لاشیں تھانے کی حدود میں دفن کر دیں)۔

20-8 جولائی 2016ء یوم شہادت برہان مظفر وانی۔

21-13جولائی 1931ء یوم شہدائے کشمیر (ایک اذان کو مکمل کرنے کے لیے 22 کشمیری نوجوانوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا)۔

22-19جولائی 1947ء یوم الحاق پاکستان (جس دن کشمیریوں نے پاکستان سے الحاق کے لیے آبی گزر سرینگر میں ایک قرارداد پاس کی)۔

23-یکم اگست 2017ء کو کمانڈر ابو دجانہ کو شہید کیا گیا۔

24-04اگست 1998ء یوم شہدائے پونچھ (سیالاں پونچھ میں بھارتی فوج نے رات کے اندھیرے میں ایک ہی خاندان کے بچوں، خواتین اور بزرگوں سمیت 19افراد کو بے دردی سے گولیاں مار کر شہید کیا۔)

25-05 اگست 2019ء یوم استحصال (جب بھارت نے آئینی جارحیت کرتے ہوئے کشمیریوں کی شناخت مٹانے کے لیےArticle 35A/370 ختم کیا اور ریاست کو یونین ٹیری ٹریز میں تقسیم کی گیا)۔

26-11اگست 2008ء یوم شہادت شیخ عبدالعزیزؒ (بھارتی فوج نے شیخ عبدالعزیز شہید کو مظفرآباد چلو مارچ کے دوران مظاہرین پر فائرنگ کر کے شہید کیا)

27-14اگست یوم آزادی پاکستان۔

28-15اگست 1947ء (بھارت کا یوم آزادی کشمیریوں سکھوں (پنجاب خالصتان) کے لیے یوم سیاہ)۔

29-30اگست جبری طور لاپتہ افراد کا عالمی دن (کشمیر میں ہزاروں مرد خواتین بھارتی فوج کی طرف سے اغوا، شہید اور لاپتہ کیے گئے ہزاروں گمنام قبریں جس کا منہ بولتا ثبوت ہیں)۔

30-یکم ستمبر 2021ء یوم شہادت قائد تحریک سید علی گیلانیؒ (جن کی تقریباً ساری زندگی بھارتی قید میں گزری اور گھر میں قید کے دوران علاج کی سہولت نہ ملنے سے شہادت پائی)۔

31-6 ستمبر 1965ء یوم دفاع پاکستان (بھارت کی طرف سے چھیڑی گئی جنگ میں جب پاکستان کی عوام اور فوج نے اتنی بہادری سے مقابلہ کیا کی دشمن کا حملہ پسپا کیا۔

32-7 ستمبر 2021 کو مسرت عالم بٹ صاحب کو سید علی شاہ گیلانی صاحبؒ کا جانشین مقرر کیا گیا۔

33-15 ستمبر 2019ء جموں خطے کی معروف حُریت رہنماء غلام نبی گندنہ بھارتی قید میں لاک ڈاؤن کے دوران بیماری اور وقت پر علاج کی سہولت نہ ملنے سے شہید ہوئے۔

34-14 اکتوبر 1947ء یوم سیاہ (جب مہاراجہ نے آر ایس ایس سے مل کر لاکھوں مسلمانوں کو شہید کیا، ہزاروں مسلم خواتین کو اغوا گیا، اُن کے ساتھ زیادتی کی گئی، شہید کیا گیا)۔

35-22اکتوبر یوم نجات 1947ء (جس دن قبائلی مجاہدین نے مقامی کشمیری مسلمانوں کے ساتھ مل کر حملہ کر کے کشمیر کے ایک حصے کو بھارت سے آزاد کرایا، جس کو آج آزاد جموں وکشمیر کہتے ہیں)۔

36-22اکتوبر 1993ء یوم شہدائے بجبہاڑہ (قابض افواج نے اس روز عام شہریوں پر اندھا دھند گولیاں چلائیں، جس سے 51 کشمیری شہید ہوئے)۔

37-24اکتوبر 2021ء کو ایک نہتے کشمیری ضیاء مصطفیٰ کو کوٹ بھلوال جیل سے نکال کر جموں انٹیروگیشن سینٹر میں شہید کر دیا گیا۔

38-27اکتوبر 1947ء یوم سیاہ (جب ہندوستانی لیڈروں اور آفیسروں کے مطابق پہلے سے موجود ہندوستانی فورسز اور جتھوں کی مدد کے لیے ہندوستانی فوج اتاری گئی)۔

39-6نومبر 1947ء یوم شہدائے جموں (صوبہ جموں کی مختلف اضلاع سے ڈھائی لاکھ سے زائد مسلمانوں کو ڈوگرہ فوج نے پاکستان بھیجنے کے بہانے گھروں سے نکال کر راستوں، چوکوں چوراہوں میں شہید کیا)۔

40-9 دسمبر 2016ء کو کمانڈر ماجد زرگر کو شہید کیا گیا۔ جنہوں نے اکیلے ہزاروں انڈین فوجیوں کا تین دن تک مقابلہ کیا۔ شکست خوردہ افواج نے کیمیکل ڈال کر ان کی نعش کو جلایا اور مسخ کیا۔

41-10دسمبر انسانی حقوق کے عالمی دن کے موقع پر کشمیری بھارتی فوجی دہشت گردی کے خلاف دنیا بھر میں احتجاج کرتے ہیں۔

❁❁❁